إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

شمیم الریاض

الشفاء

اُردو ترجمہ

مصنف

قاضی عیاض

مترجم:

مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کاندھلوی

قاری یحییٰ صاحب

شمع بک ایجنسی

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا
گواہی دینے والا خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا

شمیمُ الرّیاض

دو جلد مکمّل ○ اُردو ترجمہ

کتابُ الشفاء

قاضی عیاضؒ

مترجم

مولانا حافظ محمّد اسمٰعیل صاحب کاندھلوی

قاری یحیٰی صاحب

ناشر: شمع بک ایجنسی

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب — کتاب الشفاء اردو نسیم الریاض

مصنف — قاضی عیاض

مترجم — حافظ محمدؒ اسماعیل کاندھلوی

نظرثانی — قاری محمدؒ یحییٰ

ناشر — صابر حسین

اشاعت — ۱۹۹۸ء

تعداد — ایک ہزار

کتابت — کیلانی

قیمت — [redacted]

شمع بک ایجنسی مارکیٹ اردو بازار لاہور

فہرست

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۵
حمد و نعت	۹
تقسیم مضامین کتاب	۱۲
پہلی قسم اس بیان میں کہ اللہ عزوجل	۱۵
نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	״
کی قولاً اور فعلاً کس قدر تعظیم	״
فرمائی ہے۔	״
پہلا باب	۱۶
اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے	״
آپ کی ثناء و صفت کی ہے	״
اور آپ کی قدر عظیم کو جو اس	״
سبحانہٗ و تعالیٰ کے نزدیک	״
ہے مخلوق پر ظاہر فرمایا ہے۔	״
دوسرا باب	۶۱
اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے	״
نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں خَلق اور خُلق	״
دونوں خوبیوں کو جمع کیا ہے اور آپؐ	״

مضمون	صفحہ
میں دین اور دنیا کی فضیلتوں کو ایک	״
دم اکٹھا کیا ہے۔	״
تیسرا باب	۱۳۶
ان احادیث صحیحہ اور اخبار مشہورہ	״
کے بیان میں جو اس بیان میں وارد	״
ہوئی ہیں کہ اللہ عزوجل کے نزدیک	״
آپ کی قدر و منزلت کس قدر ہے	״
اور اللہ عزوجل نے آپؐ کو دین اور	״
دنیا میں کن کن فضائل کے ساتھ	״
مخصوص کیا ہے۔	״
چہارم باب	۱۹۸
ان معجزات اور خصائص اور علامات	״
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان	״
میں جو آپؐ کے ہاتھ پر ظاہر	״
ہوئے ہیں اور آپؐ کے ساتھ	״
مخصوص ہیں۔	״

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی کے لیے سزا وار ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین و آسمان اور جن و انس اور ملائک کو پیدا کیا اور پھر اپنی حکمت بالغہ سے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا کی اور مخلوقات ارضی میں سے محض اپنے فضل و کرم سے انسان ضعیف البنیاں کو افضل المخلوقات عطا فرمایا اور ان کے فضل و کمال کو علم و عمل اور عبودیت کے ساتھ مخصوص کیا اور اپنی رحمت کاملہ سے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسل علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ساری خوبیاں اسی ایک ذات اقدس کے لیے زیبا ہیں جو تمام صفات کمال کے ساتھ متصف اور تمام صفات نقصان سے منزہ ہے؟ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ مشیر اور نہ کوئی اس کا ادراک کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی تعریف کر سکتا ہے

لا تحصیی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

اور درود نامحدود سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور تمام مخلوقات سے افضل اور سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور جنھوں نے ہم کو مکارم اخلاق کی تعلیم فرمائی اور دین مستقیم کا راستہ بتایا ہے صلی اللہ علیہ وآلہ و ازواجہ و ذریاتہ و اصحابہ اجمعین

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

امابعد بندہ ناچیز سراپا تقصیر محمد اسماعیل بن حاجی محمد اسحاق کاندھلوی بندگان خدا و شائقین اخبار سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ شروفساد میں کہ ۱۳۲۶ھ ہجری ہیں اور ہر جانب سے فتنہ وفساد برپا ہو رہا ہے اور تمام

مخلوق کو قحط اور وبا نے گھیر رکھا ہے اور اہل دنیا اپنی غفلت میں گرفتار اور خدا سے غافل اور دین سے بے خبر اور طلب دنیا میں منہمک ہو رہے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام اور علوم اسلام بمصداق قول صادق الصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الاسلام بدا غریبا وسیعود کما بدا فطوبی للغربی

۔ غربت میں مبتلا اور روبہ تنزل ہو رہے ہیں اور علوم مغربی اور فلسفہ جدیدہ کا دنیا میں زور ہوتا جاتا ہے۔ جس کی ترقی کے ساتھ ساتھ خیالات میں عیش و عشرت اور خودرائی اور خودپسندی اور حب دنیا اور حب جاہ راسخ ہوتی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قطع نظر یہود اور نصاریٰ اور مشرکین مخالفین اسلام خود اہل اسلام ہی روزبروز دین اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اور خس و خاشاک اعتراضات علوم مغربی اور فلسفہ جدیدہ کی دھول سے چاند اسلام کو چھپانا چاہ رہے ہیں اور اس کی تخریب کے درپے ہو رہے ہیں اور اپنے زعم فاسد میں اس کو مقیاس عقل میں تولنا چاہتے ہیں اور اس سبب سے کہ ان کی عقلیں سلیم نہیں اور اگر ہیں تو وہ ہوا و ہوس اور محبت دنیا میں ملوث اور عیش و عشرت دنیاوی میں مقید اور وہ خود خیالات حکماء اور زنادقہ کے موافق آزادی اور بے قیدی پر فریفتہ ہو رہے ہیں اور باوجود ان سب خرابیوں اور موانع کے جب وہ دین میں کوئی امر اپنے طبع فاسد یا اس امر کے مخالف پاتے ہیں جو فلسفہ جدید اور علوم مغربی سے ان کو معلوم ہے یا ان کی صحبت سے ان کے دلوں میں راسخ ہوا ہے۔ تو وہ فوراً یا تو اس کا انکار کرتے ہیں یا اس کی تاویل اور تطبیق کے درپے ہوتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان کی تاویل اور تطبیق سے اسلام اور اہل اسلام کو کچھ فائدہ پہنچے وہ خود عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق بن جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے علوم سے بے خبر اور عظمت حق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناواقف ہیں ورنہ وہ ہرگز اس امر کی جرات نہ کرتے اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے دین پر حملہ کرتے مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دیتے اور دین اسلام کے تمام اصول اور فروع کو عقل کے موافق پاتے اور نیز ببرکت حصہ اسلام اور حفظ حقوق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو معلوم ہو۔ جاتا کہ جب وہ خدای وحدہ لا شریک لہ کی خدائی کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر چکے ہیں تو اب ان کو اس امر کی ضرورت نہیں رہی کہ وہ مسائل فرعیہ میں یہ کہیں کہ اس کی وجہ ہے اور اس کی کیا لم ہے بلکہ ان کے لیے مجرو یہ کہ دنیا کہ یہ خدا یا خدا کے رسول کا حکم ہی ہزار دلیل سے زیادہ کافی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی مخلوق کسی بادشاہ یا حاکم کی بادشاہت یا حکومت کو تسلیم کر لیتی ہے تو اس کے مقابلہ میں

بجز یہ کہہ دینا کہ یہ بادشاہ یا فلاں حاکم کا حکم ہے کافی ہوتا ہے اور اگر وہ اس کی علت اور لم کو دریافت کرتا ہے تو سب لوگ اس کو نادان بتاتے ہیں اور سرہنگان شاہی اس کو زجر و توبیخ کرتے ہیں کیا پس اللہ عزوجل اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا بندوں پر اتنا بھی حق نہیں جتنا کہ اس بادشاہ دنیا کا۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور خدا کی خدائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں آپ کے حالات اور معجزات اور حقوق سے آگاہ کیا جاوے اور بتایا جاوے کہ آپ سے دشمنی یا مخالفت اور آپ کی منقصت کرنا کیسا ہے اور اس کا کیا حکم ہے اس لیے اس احقرالعباد نے باجازت حضرت زبدۃ السالکین وعمدۃ المحققین والمفسرین جناب قاری حاجی مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ اللہ القوی کتاب شفائی حقوق المصطفیٰ مصنفہ امام ہمام قدوۃ الانام قاضی ابیہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی المتوفی ۵۴۴ ھ کا ترجمہ شروع کیا جو ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ ھ ہجری کو پورا ہوا اور ممدوح کی نظرثانی اور اجازت نے اس کو اس قابل بنا دیا کہ اس کو شائقین اخبار اور سیر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا جائے اب میں اس ترجمہ کو شمیم الریاض ترجمہ شفاء عیاض کے نام سے موسوم کرتا ہوں اور اللہ عزوجل سے اس امر کا امیدوار ہوں کہ وہ بابرکت اپنے حبیب پاکؐ کے اس کو قبول اور مفید فرمائے اور مجھ کو اور میری اولاد اور احباب اور جملہ اہل اسلام کو اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت سے بہرہ یاب فرمائے اور ہماری ہمتوں کو ہمہ تن اسلام اور ایمان کے کاموں کی جانب مصروف کرے اور میری اس کوشش کو میرے اور میرے والدین کے لیے ذخیرہ آخرت فرمائے۔ اور ناظرین باتمکین سے التماس ہے کہ اگر وہ کسی جگہ کوئی غلطی ملاحظہ فرمادیں تو قلم اصلاح سے اس کی درستی کی کوشش کریں اور مترجم اور اس کے والدین اور اساتذہ کو دعائے خیر سے یاد فرماویں اور قبل اس کے کہ میں اصل مقصود کو شروع کروں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ مصنف علیہ الرحمہ کو بھی ہدیہ ناظرین کروں کیونکہ قبول کلام میں عظمت متکلم بڑا اثر رکھتی ہے۔

ترجمہ مصنف علیہ الرحمتہ

مصنف اس کتاب کے قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمر بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن عیاض الیحصبی ہیں اور اپنے وقت میں حدیث اور علوم حدیث اور نحو اور لغت اور کلام عرب اور ان کی تاریخ اور ان کے النساب کے امام تھے اور انھوں نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان میں سے ایک کتاب الاکمال ہے کتاب مسلم کی شرح میں جس کے ساتھ انھوں نے معلم شرح کتاب مسلم مصنفہ مازری کو پورا کیا ہے اور ان میں سے ایک مشارق الانوار ہے اور یہ کتاب غریب حدیث صحیحین اور موطا امام مالک میں نہایت مفید کتاب ہے اور شرح حدیث ام زرع اور ان کی ایک کتاب تسیهلات ہے جس میں انھوں نے نوادر اور فوائد کو جمع کیا ہے غرضیکہ ان کے سارے ہی تصانیف عمدہ اور نادر ہیں ابوالقاسم بن بشکوال نے ان کا کتاب صلہ میں ذکر کیا ہے اور کہاں ہے کہ وہ طالب علم کے لیے اندلس میں داخل ہوئے اور انھوں نے قرطبہ میں ایک جماعت علما سے علم حاصل کیا اور بہت سی احادیث جمع کیں اور ان کو حدیث کی جانب ایک خاص توجہ تھی اور وہ اس کے جمع اور تقیید کا بڑا اہتمام رکھتے تھے اور علم میں بڑے بایقین اور زکی اور فطین اور فہیم شخص تھے اور وہ ایک مدت تک اپنے شہر سبتہ کے قاضی رہے اور زمانہ قضا میں ان کی عادت اور برتاؤ قابل تحسین رہا پھر ۵۳۲ ہجری میں وہ وہاں سے قضاء غرناطہ پر تبدیل ہوئے اور وہاں کچھ زیادہ دنوں رہنے نہیں پائے اور شعر وسخن میں بھی وہ عمدہ مذاق رکھتے تھے نصف شعبان ۴۷۶ ہجری میں بمقام سبتہ پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ساتویں جمادی الثانی اور قول بعض پر رمضان المبارک ۵۴۴ ہجری میں بمقام مراکش انتقال کیا اور باب ایلان میں اندرون شہر مدفون ہوئے

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

اور ان کے صاحبزادے ابو عبداللہ محمد دانیہ کے قاضی تھے (ملخصاً از کتاب وفیات الاعیان من ابناء ابناء الزمان لابن خلکان)

راقم

محمد اسمٰعیل بن حاجی محمد اسحاق

حمد و نعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد و الہ وصحبہ وسلم سب تعریف اللہ عزو جل ہی کے لئے سزاوار ہے جو اپنے نام نامی کے ساتھ متفرد اور ایسے ملک کے ساتھ مختص ہے جو سب سے زیادہ عزیز اور محفوظ ہے جس سے درے ختمی نہیں اور جس سے آگے مراد نہیں۔ اور جو ظاہر ہی نہ وہم اور خیال میں۔ اور جو باطن ہے تقدس میں نہ عدم میں اور جس کے علم اور رحمت نے سب چیز کو گھیر لیا ہے۔ اور جس نے اپنے دوستوں کو اپنی عمیم نعمتوں سے ڈھانک لیا ہے۔ اور جس نے ان میں انہیں کا ایسا رسول بھیجا جو سارے عرب اور عجم سے نفیس اور مولد اور نشا میں سب سے اعلی اور عقل اور حلم میں سب سے بڑھ کر اور علم فہم میں سب سے پکا ہے۔ اور ان کے ساتھ الفت اور محبت کرنے میں سب سے مستحکم ہے اور (کیسا رسول) جس کی روح اور بدن کو اس نے خود پاک فرمایا۔ اور اس کو عیب اور الزام سے بری رکھا۔ اور اس کو علم اور حکمت عطا فرمایا۔ اور اس کے ذریعہ سے چشمہائے کور کو بینا اور دلہائے تاریک کو منور کیا۔ اور جو کان (حق کے سننے سے) بہرے ہو رہے تھے ان کو کھول دیا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پس آپ پر وہ شخص ایمان لایا اور اس نے آپ کی تعظیم اور توقیر اور یاری اور مدد کی۔ جس کے لیے اللہ رب العزت نے غنیمت سعادت سے حصہ لگایا تھا۔ اور اس شخص نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کے معجزات (باہرہ) سے منہ موڑا جس کو کہ اس نے (اپنے علم اور حکمت سے) شقی قطعی لکھ دیا تھا

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

(اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے)

صلی اللہ علیہ صلوۃ تنمو اوتنمی وعلی آلہ وسلم تسلیما
امابعد خدا میرا اور تیرا دل انوار یقین کے ساتھ منور کرے۔ اور مجھ پر اور تجھ پر وہ مہربانی فرمادے جو کہ اسے اپنے اولیائے متقین پر (مبذول) فرمائی ہے (کیسے اولیاء) جن کو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے باحضر اپنے قدس کے ساتھ مشرف اور اپنے انس کے ساتھ مخلوقات سے متوحش کیا اور جن کو کہ اسنے اپنی معرفت اور مشاہدہ ایسے عجائب ملکوت اور آثار قدرت کے ساتھ مخصوص کیا جنھوں نے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا اور بمقابلہ اپنی عظمت کے ان کی عقلوں کو کھو دیا۔ پس انھوں نے اس یکتا کا قصد کیا اور دوجہاں میں اس کے سوا کسی پر نظر نہ کی۔ سو یہی لوگ ہر وقت جلال اور جمال الٰہی میں متنعم اور آثار قدرت اور عجائب عظمت رب العزت میں متردد۔ اور انقطاع الی اللہ اور توکل علی اللہ کے ساتھ (ہردم) متحقق ہیں۔ اور صدق دل سے اس کا یہ سچا کلام پڑھنے والے
قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ
(خدا تجھ کو بزرگی دے) تو نے بار بار مجھ سے یہ سوال کیا کہ میں ایک ایسا مجموعہ لکھوں جو تعریف قدر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متضمن اور بیان ان حقوق کو مشتمل ہو۔ جو آپ کی توقیر اور تکریم سے (امت پر) واجب (اور لازم) ہیں۔ اور حکم ان اشخاص کو شامل ہو۔ جو آپ کے حقوق واجب تعظیم اور تکریم کو ادا نہ کریں۔ یا آپ کے منصب جلیل کے موافق ادائے حقوق واجبہ میں ناخن برابر تقصیر کریں اور تیرے لئے ان اقوال کو جمع کروں جو ائمہ دین اور سلف صالحین نے اس باب میں کہے ہیں۔ اور ان کو تیرے لیے مثالوں اور صورتوں میں لاکر بیان کروں۔ پس جان تو بزرگی دے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ جس امر کی تو نے مجھ کو تکلیف دی ہے وہ اعلیٰ درجہ کا دشوار اور اہم کام ہے اور تیری اس استدعا نے مجھ کو مشقت (اور کلفت) میں ڈال دیا۔ اور ایک دشوار گذار گھاٹی پر چڑھا دیا ہے۔ کیونکہ اسباب میں کلام کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اصول مقرر اور فصول مرتب کیے جاویں اور غوامض اور دقائق علم حقائق ان امور کو کھولا جاویں جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے واجب اور لازم ہیں۔ اور جن امور کا آپ کی ذات اقدس کی جانب نسبت کرنا جائز یا ممتنع ہے۔ اور اس امر کو معلوم کیا جائے کہ نبی اور رسول اور رسالت اور نبوت اور محبت اور خلت کیا شے ہے اور اس درجہ عالی کے ساتھ کون کون امر مخصوص ہیں۔ اور اس جگہ بڑے بڑے چٹیل میدان ہیں جن میں کہ مرغ سنگ خوار حیران ہوتا ہے اور اچھے اچھوں کے قدم پیچھے ہٹتے ہیں۔ اور ان میں ایسے ایسے لامعلوم راستے ہیں کہ اگر نشا

نہای علم اور نظر سدید کے ساتھ راستہ نہ پکڑا جائے تو وہاں عقلیں گم ہوتی ہیں۔ اور ایسی ایسی رپٹنیں ہیں کہ اگر توفیق اور تائید آلہی کا سہارا نہ ہو تو اس میں (اچھے اچھوں کے) قدم لغزش کر جاتے ہیں لیکن اس سبب سے اس سوال اور جواب میں مجھ کو یہ امید لگ رہی ہے کہ تعریف قدر و منزلت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیان خلق عظیم اور خصائص جمیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب جو آپ کے سوا اور کسی مخلوق میں جمع نہیں ہوئے اور نیز بیان حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب جو کہ حقوق الٰہی میں سب حقوق سے ارفع ہے مجھ کو اور تجھ کو ثواب جمیل اور اجزیل حاصل ہو گا اور مومنین اہل کتاب کو یقین اور بصیرت زیادہ ہو گی۔اور نیز اس سبب سے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل کتاب سے اس امر کا عہد لیا ہے کہ وہ اس کو لوگوں سے بیان کریں گے اور چھپا دینگے نہیں۔ اور اس سبب سے کہ ہم سے ابوالولید نے اپنی سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی سے کسی علم کا سوال کیا گیا اور اسنے اس کو چھپا لیا تو قیامت کے روز اللہ عزوجل اس کے (منہ میں) آگ کی لگام دیگا میں نے ایسے نکات روشن کی جانب مبادرت کی جن سے روئے مقصود ظاہر اور حق واجب ادا ہو اور ان کے لینے میں میں نے جلدی سے کام لیا ہے اور ان کو لعجلت مجیلہ اخذ کیا ہے۔ اس واسطے کہ انسان اپنی جان ومال کی فکر میں مبتلا اور بڑی بڑی محنتوں میں گرفتار ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ سارے فرائض اور نوافل سے بھی مشغول ہو جائے اور حسن وجمال خداداد کے پیچھے وہ اسفل السافلین میں جا پڑے۔ اور جب خدا کسی انسان کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی ہمت اور ارادہ کو تمام تر اس امر میں مصروف کر دیتا ہے جس میں کل (قیامت) کے روز اس کی تعریف کی جائے اور وہ برانہ کہلائے کیونکہ اس جگہ یا نعیم جنت ہے یا عذاب دوزخ۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ خاص اپنی جان کی خبر لے اور اس کو ہلاکت سے بچائے اور عمل صالح کرے جس سے (اللہ کے نزدیک) اس کے درجے بلند ہوں اور علم نافع حاصل کرے جس میں کہ افادہ یا استفادہ ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری شکستگی خاطر کو دفع کرے اور ہمارے بڑے گناہ معاف فرمائے اور ہماری ساری قابلیت اور ہمت کو اس امر میں مصروف کرے جو ہم کو (آخرت میں اس کے عذاب سے) نجات دے اور اس سبحانہ وتعالیٰ کا قرب نصیب کرے اور اپنی منت اور رحمت سے ہم کو محفوظ کرے۔ اور جب میں نے اس کو مکمل اور مبوب کرنا چاہا اور میں نے اس کے اصول مقرر کیے اور میں نے اس کے حصر اور تحصیل کا ارادہ کیا اور وہ محصور اور محصول

ہو گیا تو میں نے اس کو شفائی حقوق المصطفےٰ کے نام سے موسوم کیا اور میں نے اس میں کلام کو چار قسم پر منقسم کیا

پہلی قسم

تعظیم اور تکریم قدر و منزلت اس نبی کریمؐ میں جو اللہ عزوجل نے قولا اور فعلا کی ہے اور اس قسم میں چار باب ہیں

پہلا باب

آپ کی اس ثنا اور صفت کے بیان میں جو کہ اللہ عزوجل نے آپ پر فرمائی ہے اور اس قدر و منزلت کے بیان میں جو آپ کو اللہ کے نزدیک حاصل ہے اور اس باب میں دس فصلیں ہیں

دوسرا باب

اس بیان میں جو آپ کو اللہ عزوجل نے آپ میں حسن خلق اور حسن خلق (صورت اور سیرت) دونوں خوبیوں کو پورا پورا جمع فرمایا ہے۔ اور دین اور دنیا کی تمام فضیلتوں کو آپؐ میں ایک دم اکٹھا کیا ہے۔ اور اس باب میں ستائیس فصلیں ہیں

تیسرا باب

ان احادیث صحیحہ اور اخبار مشہورہ کے بیان میں جو اس بیان میں وارد ہوئی کہ اللہ عزوجل کے نزدیک آپ کی کس قدر قدر ومنزلت ہے اور اللہ عزوجل نے دین اور دنیا میں آپ کو کن کن بزرگیوں کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور اس باب میں بارہ فصلیں ہیں

چوتھا باب

اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ہاتھوں پر کس قدر نشانیاں اور معجزے ظاہر فرمائے ہیں۔ اور آپ کو کن کن خصوصیتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور اس باب میں تیس فصلیں ہیں

دوسری قسم

ان حقوق کے بیان میں جو آپ کے لیے امت پر واجب اور لازم ہیں اور اس قسم میں (بھی) چار باب ہیں

پہلا باب

اس بیان میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض اور آپ کی طاعت اور آپ کی سنت کی پیروی لازم ہے اور اس باب میں پانچ فصلیں ہیں

باللہ من ذالک) اور اس قسم میں دو باب ہیں

پہلا باب

ان امور کے بیان میں جو آپ کے حق میں تعریضاً یا تنقیصاً گالی یا منقصت ہیں۔
اور اس باب میں دس فصلیں ہیں

دوسرا باب

اس شخص کے حکم میں جو (نعوذ باللہ) آپ سے عداوت رکھے اور آپ کو تکلیف پہنچاوے اور آپ کی تنقیص کرے اور اس کی سزا اور اس سے توبہ کرانے اور اس پر (جنازہ) پڑھنے اور اس کی وراثت کے بیان میں۔ اور اس باب میں دس فصلیں ہیں اور ہم نے اس قسم کو ایک تیسرے باب کے ساتھ ختم کیا ہے جس کو ہم نے اس مسئلہ کا تکملہ اور اس پہلے دونوں بابوں کا وصلہ قرار دیا ہے جن میں کہ اس شخص کا حکم بیان کیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول فرشتوں اور کتابوں کو برا کہے اور اولاد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کو گالی دے اور اس باب میں صرف پانچ فصلوں پر اختصار کیا گیا ہے اور ان کے پورا ہونے پر کتاب پوری اور ابواب ختم ہو جائیں گے۔ اور جبیں ایمان پر نور کا ٹکڑا چمکنے لگے گا۔ اور تاج تراجم میں وہ در بے بہا درخشاں ہوں گے جو ہر کھوٹ کو جدا اور ہر ظن و تخمین کو علیحدہ کر دے۔ اور قلوب مومنین کو شفا بخشے گا اور حق کو ظاہر کرے گا اور جاہلوں سے منہ موڑے گا۔ اور اب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں (وھو حسبی ونعم الوکیل)

دوسرا باب

اس بیان میں کہ (امت پر) آپ کی محبت اور خیر خواہی لازم اور واجب ہے اور اس باب میں چھ فصلیں ہیں

تیسرا باب

اس بیان میں کہ آپ کے امر (شان یا حکم) کی تعظیم اور توقیر لازم اور آپ کے ساتھ بر (والدین کی سی طاعت) واجب ہے اور اس باب میں سات فصلیں ہیں

چوتھا باب

آپ پر درود اور سلام بھیجنے کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ آپ پر درود بھیجنا کس قدر فرض ہے اور اس کی کیا فضیلت ہے اور اس باب میں دس فصلیں ہیں

تیسری قسم

ان امور کے بیان میں جو آپ کے حق میں محال اور جائز ہیں اور ان امور بشریہ کے بیان میں جن کا آپ کی طرف نسبت کرنا جائز اور ممتنع ہے اور یہی قسم (خدا تجھ کو بزرگی دے) کتاب کا خلاصہ اور ابواب کا نتیجہ ہے۔ اور اس سے پہلی قسمیں ان نکات اور لطائف کے لیے جو اس قسم میں مذکور ہوں گی۔ بمنزلہ قواعد اور تمہیدات اور دلائل کے ہیں۔ اور یہی قسم اپنے مابعد پر حاکم اور غرض اس تالیف کی (جس کا کہ وعدہ کیا گیا ہے) پورا کرنے والی ہے یہ اور جب اس کا وعدہ پورا ہو جائے گا (یعنی یہ قسم پوری ہو جائے گی) اور میں اس کام (خطیر) سے فارغ ہو جاؤں گا تو اس وقت دشمن کا دل (آتش حسد سے) بریاں اور مومن صادق کا دل نور یقینی سے منور ہو جائے گا اور اس کی روشنی اس کے سینہ کو بھرپور کر دے گی اور عاقل لبیب کو آپ کی قدر رفیع معلوم ہو جائے گی۔ اور اس قسم میں دو باب ہیں

پہلا باب

ان امور کے بیان میں جو کہ دین اور عصمت سے متعلق ہیں اور اس باب میں سولہ فصلیں ہیں۔

دوسرا باب

احوال دنیاوی اور ان امور بشریہ کے بیان میں جن کا کہ آپ پر طاری ہونا جائز ہے اور اس باب میں نو فصلیں ہیں

چوتھی قسم

ان شخصوں کے حکم کے بیان میں جو آپ کی منقصت کریں یا آپ کو برا کہیں (نعوذ

پہلی قسم اس بیان میں کہ اللہ علی عظیم نے قدر و منزلت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قولاً" اور فعلاً" کس قدر تعظیم فرمائی ہے

(معلوم کرنا چاہیے کہ) قاضی فقیہ امام ابوالفضل (مصنف) رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس شخص کو جو علم سے ذرا سابھی لگاؤ اور تھوڑی سی بھی سمجھ رکھتا ہے اور یہ امر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے قدر و منزلت ہمارے نبی کریم (سیدنا محمد مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کس قدر تعظیم فرمائی ہے اور آپ کی ذات مجمع کمالات کو ان فضائل اور محاسن اور مناقب کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جن کا کہ حد وشمار نہیں۔ اور آپ کی قدر عظیم کو اس قدر بلند کیا ہے کہ اس کے ادا سے زبان اور قلم دونوں قاصر ہیں سو ان میں سے بعض فضائل (اور مناقب) تو ایسے ہیں جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرما کر خلائق کو آپ کے منصب جلیل سے آگاہ فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ آپ کے اخلاق حمیدہ اور عادات ستودہ کی رغبت دلائی ہے۔ اور اپنے بندوں کو ان اخلاق حمیدہ اور عادات ستودہ کی رغبت دلائی ہے اور تقلد آپ کے حکم کو ان پر واجب فرمایا ہے۔ سو اللہ عزوجل نے خود ہی آپ پر یہ تفضل اور انعام کیا ہے اور پھر خود ہی آپ کو پاک اور صاف اور ستھرا کیا ہے اور پھر آپ ہی ان امور کے ساتھ آپ کی تعریف کی ہے اور پھر آپ ہی اس پر آپ کو جزائے وافر عطا کی ہے

وَلَہُ الْفَضْلُ بَدْاً وَعَوْداً وَلَہُ الْحَمْدُ اَوَّلاً وَآخِراً

سو اسی کو فضل ہے ابتداء اور انتہا اور اسی کو تعریف ہے اولاً" اور آخراً" اور بعض فضائل ایسے ہیں کو کہ اللہ عزوجل نے وجہ کمال واجلال معائنہ خلوق کے لیے آپ میں ظاہر کیے ہیں۔ مثلاً" آپ کو محاسن جمیلہ اور اخلاق حمیدہ اور مذاہب کریمہ اور بہت سی فضیلتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ سو جس نے آپ کا زمانہ پایا اس نے ان کا مشاہدہ کیا اور ان کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور جو آپ کے بعد آیا وہ ان سے بالیقین واقف ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی حقیقت کا علم ہم تک پہنچا اور ان کے برکات ہم پر فائض ہوئے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے قاضی سید ابو علی حسین بن محمد حافظ نے ،سند خود انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لایا گیا اور وہ لگام اور زین سے آراستہ تھا۔ (جب آپ نے اس پر سوار ہونا چاہا) تو وہ شوخی کرنے لگا اس پر اس سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حضور میں یہ کرتا ہے حالانکہ

(آپ کے سوا) تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک آپ سے زیادہ بزرگ ہو کہتے ہیں کہ وہ یہ سنتے ہی پسینہ پسینہ ہو گیا۔

پہلا باب اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے آپ کی ثنا اور صفت کی ہے اور آپ کی قدر عظیم کو جو اس سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ہے مخلوق پر ظاہر فرمایا ہے

معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن عظیم اور فرقان حمید میں بہت سی ایسی آیتیں موجود ہیں جو کہ ذکر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالصراحت بیانکرنے والی اور آپ کے محاسن جمیلہ اور تعظیم امراور ترفیع قدر ومنزلت کی شمار کرنے والی ہیں۔ اور ہم نے ان میں سے انھیں روایات پر اعتمو کیا ہے جن کے معنی ظاہراور مراد روشن ہے اور ہم نے ان کو دس فصلوں میں جمع کیا ہے

فصل اول ان آیات قرآنی کے بیان میں جو کہ محل مدح وثنا اور شمار اخلاق حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہوئی ہیں

جیسے قول اللہ تعالیٰ کا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ)

ترجمہ آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہیں میں کا بھاری ہے اس پر جو تکلیف پاؤ تم حریص ہے اوپر تمہارے اور ایمان والوں پر شفقت کرنے والا مہربان۔ انتھی (نصربن محمد بن احمد بن ابراہیم) السمرقندی نے کہا ہے کہ بعض قراء نے انفسکم کو فتح فاء کے ساتھ پڑھا ہے اور جمہور کی قرائت ضمہ فاء کے ساتھ ہے۔ فقیہ قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے علی اختلاف المفسرین درتعین مخاطبین اپنے بندہ مومنین یا اہل عرب یا اہل مکہ یا جمیع اہل ارض کو یہ معلوم کرایا ہے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے ان میں انھیں میں کا ایسا رسول بھیجا جس کو کہ وہ جانتے پہچانتے ہیں اور جس کے مرتبہ عالی اور راست بازی اور امانت داری سے وہ واقف ہیں اور وہ ان کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ وہ جھوٹے ہیں یا وہ ان کے بہی خواہ نہیں۔ کیونکہ آپ انھیں میں کے ہیں اور عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ

تھا جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت یا قرابت نہ ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ قول اللہ تعالے

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

کے معنی ہیں۔ اور (یہ معنی قرائت جمہور کے موافق ہیں اور) اگر انفسکم فتح فاء کے ساتھ ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ سب سے اشرف اور اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اور یہ آپ کی اعلیٰ درجہ کی تعریف ہے اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی اور کئی امور کے ساتھ تعریف فرمائی (اور وہ یہ ہے) کہ آپ کو ہروقت ان کی ہدایت اور رشد اور اسلام کی لو لگی رہتی ہے۔ اور جس امر سے وہ مشقت میں پڑیں اور دین اور دنیا میں ان کو نقصان پہنچے وہ آپ پر بھاری اور گراں گذرتا ہے اور آپ مومنین پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے ناموں میں سے دو نام عطا فرمائے ہیں۔ رؤف اور رحیم۔ اور اسی کے مثل دوسری آیت میں بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ

ترجمہ اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر بھیجا ان میں رسول انھیں میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور احکام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہ تھے انتہی۔

اور ایک اور آیت میں کہا ہے

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ

ترجمہ وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں کا پڑھتا ہے انکے پاس اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے پڑے تھے وہ صریح بھلاوے میں انتہی۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے

كَمَا اَرْسَلْنَا رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ جیسا بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تم کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو تم نہ جانتے تھے انتہی۔

اور تفسیر قول اللہ تعالیٰ من انفسکم میں علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَيْسَ فِيْ آبَائِيْ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ

(یعنی میں نسب اور صہر اور حسب سب باتوں میں تم ہی میں کا ہوں اور حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک میرے باپ دادوں میں زنا نہیں ہے سب کے سب نکاحی ہیں) ابی کلینی نے کہا ہے کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانسو ماؤں کو قلمبند کیا تو میں نے کسی میں زنا نہیں پایا اور نہ کوئی جاہلیت کا عیب پایا اور قول اللہ تعالے

وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ

میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا ہے

مِنْ نَبِيٍّ اِلٰى نَبِيٍّ حَتّٰى اَخْرَجْتُكَ نَبِيًّا

کہ میں تم کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب (منتقل کرتا رہا) یہاں تک کہ میں نے تم کو بھی نبی ہی نکالا۔ اور جعفر بن عباس نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ اس کی مخلوق اس کی طاعت سے عاجز ہے تو اس سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو یہ بات معلوم کرادی تاکہ وہ جان لیویں کہ وہ (براہ راست) برگزیدگی کو اس کے حضور سے ہرگز ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ اس سبب سے اس سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اور ان کے درمیان ایک ایسے شخص کو سفیر مقرر فرمایا جو صورت اور شکل میں انھیں میں سے ہیں اور اپنے صفات میں سے اس کو رافت (غایت درجہ کی شفقت) اور رحمت (اعلیٰ درجہ کی مہربانی) دو صفتیں عطا فرمائیں۔ اور اس کو سفیر صادق بنا کر مخلوق کی جانب بھیجا اور اس کی طاعت کو اپنی طاعت اور اس کی موافقت کو اپنی موافقت قرار دیا فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ جو کوئی اطاعت کرے رسول کی اس نے اطاعت کی اللہ کی۔ انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہان والوں کے انتہی۔

ابوبکر بن محمد طاہر نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو زینت رحمت سے مزین فرمایا ہے۔ تو آپ کا وجود بھی رحمت ہے اور آپ کے سارے خصائل حمیدہ اور صفات جلیلہ بھی خلقت کے لیے رحمت ہیں سو جس کسی نے آپ کی رحمت سے (کچھ) حصہ پایا وہ دو جہاں میں ہر آفت اور مصیبت سے محفوظ۔ اور ہر محبوب اور مرغوب کے ساتھ محظوظ ہوا کیا تجھے نظر نہیں آتا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(مخلوق کے لیے) آپ کی زندگی بھی رحمت ہے اور آپ کی وفات بھی رحمت ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے لیے میرا جینا بھی بہتر ہے اور مرنا بھی بہتر ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ کسی امت پر رحمت کرنا چاہتا ہے تو ان سے پہلے ان کے نبی کو اٹھا لیتا ہے اور اس کو ان کے لیے فرط اور پیشوا کر دیتا ہے (فرط وہ کہلاتا ہے جو آگے پہنچ کر قافلہ کی رسد کا انتظام کرتا ہے) اور سمرقندی نے کہا ہے رحمۃ للعالمین میں عالمین سے جن اور انس مراد ہیں یعنی آپ جن اور انس دونوں کے لیے رحمت ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ ساری مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ ایمانداروں کے لیے تو آپ اس سبب سے رحمت ہیں کہ آپ کے سبب سے ان کو ہدایت حاصل ہوئی ہے اور منافقین کے لیے اسوجہ سے رحمت ہیں کہ آپ کے سبب ان سے عذاب قتل اور اسر مدفوع ہوا ہے اور کافروں کے لے اس سبب سے رحمت ہیں کہ آپ کے سبب ان سے عذاب میں تاخیر کی گئی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آپ مومنین اور کافروں (دونوں) کے لیے رحمت ہیں کیونکہ آپ کے سبب سے وہ اس عذاب اور نکال سے محفوظ رہے ہیں جو ان کے سوا اور امتوں کو پہنچا ہے اور حکایت کیا گیا ہے کہ نبیاللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے فرمایا کہ آیا تم کو بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے تو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں (یہ حصہ ملا ہے کہ) مجھ کو سوء خاتمہ کا اندیشہ رہتا تھا لیکن اس سبب سے کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے اپنے قول کریم

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ

میں میری تعریف فرمائی (جس سے) میرا یہ اندیشہ دفع ہو گیا۔ اور تفسیر قول اللہ تعالٰی فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ میں جعفر بن محمد الصادق سے مروی ہوا ہے (کہ انھوں نے کہا) ای بک یعنی

بسبب وجودک او بسبب کرمک وجودک

مطلب یہ ہے کہ اس امت کی سلامتی صرف کرامت سیدنا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہی کے سبب سے ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

ترجمہ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ کہاوت اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ چراغ دھرا ہے ایک شیشہ میں شیشہ جیسے ایک تارا ہے چمکتا تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت سے وہ زیتون ہے نہ سورج نکلنے کی طرف نہ ڈوبنے کی طرف لگتا ہے اس کا تیل کہ سلگ اٹھے اور ابھی نہ لگی ہو اس میں آگ روشنی پر روشنی اللہ راہ دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہے اور بتایا ہے اللہ کہاوتیں لوگوں کی اور اللہ سب چیز جانتا ہے انتہی۔

کعب احبار اور ابن جبیر نے کہا کہ (اس آیت میں) دوسرے نور سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور قول اللہ تعالیٰ مثل نورہ کے یہ معنی ہیں نور محمد صلی علیہ وآلہ وسلم۔ اور سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں

اَللّٰہُ ھَادِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَلْاَرْضِ۔

کہ اللہ اہل آسمان اور زمین (سب) کا ہدایت کرنے والا ہے۔ پھر کہا ہے نُوْرُ مُحَمَّدٍ اِذْ کَانَ مُسْتَوْدَعًا فِی الْاَصْلَابِ کَمِشْکٰوۃٍ صفتھا کذا۔ یعنی جب نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت آباء میں ودیعت تھا تو اس وقت اس کی ایسی مثال تھی جیسے طاق جس کی یہ یہ صفت ہو اور مصباح سے آپ کا دل اور زجاجہ سے آپ کا سینہ مراد ہے گویا کہ وہ اس ایمان اور حکمت کے سبب جو اس میں بھرا تھا ایک درخشاں تارا تھا

یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ

روشن کیا جاتا ہے درخت مبارک یعنی ابراہیم علیہ السلام سے اور اللہ عزوجل نے درخت مبارک کی مثال بیان فرمائی ہے (مطلب یہ ہے) کہ اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کو درخت مبارک سے تشبیہ دی ہے) اور قول اللہ تعالیٰ

یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ

کہ لگتا ہے تیل اس کا کہ سلگ اٹھے (گو اس کو ابھی آگ نہ لگی ہو) اس کے یہ معنی

ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اس زیت کی طرح اس سے پہلے ظاہر ہوئی جاتی ہے کہ آپ (زبان سے) بات کریں۔ اور اس آیت کی تفسیر میں اس قول کے سوا اور اقوال بھی کیے گئے ہیں واللہ اعلم بالصواب اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس جگہ کے سوا اور جگہ پر بھی قرآن شریف میں آپ کو نور اور سراج منیر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

ترجمہ بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب بیان کرنے والی انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

ترجمہ تحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اس کے حکم سے اور چراغ روشن۔ انتہی۔

در اسی قبیل سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ

ترجمہ کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ اور اتار رکھا ہم نے تجھ سے بوجھ تیرا جس نے کڑکائی پیٹھ تیری اور اونچا کیا مذکور تیرا سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے سو جب تو فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔ انتہی۔

شرح کے معنی میں وسع اور صدر سے اس جگہ دل مراد ہے (مطلب یہ ہے کہ اے محمد ہم نے تمہارا دل کھولدیا) اور (اس کی تفسیر میں) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے شرحہ بالاسلام یعنی اس کو اسلام کے ساتھ کھول دیا۔ اور حسن نے کہا ہے ملاہ حکما وعلما کہ اس کو علم اور حکمت سے بھر دیا۔ اور کہا گیا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ کیا ہم نے (اے محمد) تمہارے دل کو پاک نہیں کیا یہاں تک کہ آپ کو وسواس بھی نہیں ستاتے۔ اور (قول اللہ تعالیٰ)

1

وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَکَ

(کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی نبوت سے پہلے کے گناہ معاف کر دیئے گئے اور کہا گیا ہے کہ اس سے اثقال جاہلیت مراد ہیں (مطلب یہ ہے کہ آپ سے اثقال جاہلیت کو دور کر دیا) اور کہا گیا ہے کہ اس سے بار رسالت مراد ہے جس نے آپ کی پشت مبارک کو بھاری کر دیا تھا یہاں تک کہ آپ نے اس کو پہنچا دیا (مطلب یہ ہے کہ بار رسالت کو آپ سے ہلکا کر دیا کہ آپ نے اس کو پہنچا دیا) اس قول کو ماوردی اور سلمی نے حکایت کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے تم کو بچا لیا اور اگر یہ نہ ہوتا تو گناہ آپ کی کمر توڑ ڈالتے۔ اس قول کو سمرقندی نے حکایت کیا ہے۔ اور (قول اللہ تعالیٰ) وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ (کی تفسیر میں) یحیی بن آدم نے کہا بالنبوۃ یعنی ہم نے نبوت کے ساتھ آپ کا بول بالا کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے (کہ اس کے یہ معنی ہیں) کہ جب میں ذکر کیا جاتا ہوں تو میرے ساتھ تم بھی ذکر کیے جاتے ہو۔ کہتے ہیں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ۔ اور کہا گیا ہے کہ (اس کے یہ معنی ہیں کہ) اذان میں (تمہارا ذکر بلند کیا ہے) فقیہ ابوالفضل (مصنف) رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے اس امر کی تقریر ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک اس کے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی قدر و منزلت ہے اور اس کے نزدیک ان کا رتبہ نہایت بلند اور آپ رب العزت کے نزدیک نہایت بزرگ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے سینہ مبارک کو ایمان اور ہدایت کے لیے فراخ اور حفظ علم اور حکمت کے لیے کشادہ فرما دیا۔ اور ثقل امور جاہلیت کو آپ سے دفع اور علوات جہالت کو آپ کی طرف مبغوض کر دیا۔ اور آپ کے دین کو سب ادیان پر بلند فرمایا اور آپ سے تکلیف تحمل رسالت اور نبوت کو دور کیا اس طرح پر کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا تھا وہ آپ نے لوگوں کو پہنچا دیا اور نیز اس امر پر تنبیہ ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک آپ کی قدر و منزلت نہایت عظیم اور آپ کا مرتبہ علی بہت بلند اور آپ کا ذکر گرامی نہایت اونچا ہے۔ اور اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے نام نامی کو اپنے نام کے ساتھ مقرون فرمایا ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ذکر کو دین اور دنیا دونوں جہاں میں بلند فرمایا ہے کوئی خطیب اور کوئی متشہد اور کوئی نمازی ایسا نہیں ہے جو یہ نہ کہتا ہو

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ میرا اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاتا ہوں تو میرے ساتھ تم بھی ذکر کیے جاتے ہو۔ ابن عطاء نے کہا ہے کہ میں نے ایمان کی تکمیل کو اس پر موقوف رکھا ہے کہ میرے ساتھ تم بھی ذکر کیے جاؤ (یعنی بلا اقرار توحید اور رسالت ایمان پورا نہیں ہوتا) اور نیز کہا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر کا ایک جزو قرار دیا ہے سو جو کوئی تم کو ذکر کرے گا وہ مجھ کو بھی ذکر کریگا۔ جعفر بن محمد نے کہا ہے کہ جو کوئی آپ کو رسالت کے ساتھ ذکر کریگا اور آپ کو رسول کہے گا) وہ مجھ کو بھی ذکر کرے گا (اس واسطے کہ رسالت کے لیے ربوبیت لازم ہے) اور بعض علماء نے اس کے ساتھ شفاعت کی جانب بھی اشارہ کیا ہے (کیونکہ اس وقت میں آپ کی رفعت شان کل مخلوق پر روشن ہو جائے گی) اور اس امر میں کہ رب العزت نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے یہ بھی داخل ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ اور آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

کہ ان دونوں مقام پر اللہ عزوجل نے آپ کے اور اپنے نام کو واو عاطفہ کے ساتھ جمع کیا ہے جو کہ شرکت کے لیے ہے اور یہ جمع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے (بلکہ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہے) ہم سے شیخ ابو علی حسین بن محمد الجیانی نے ۔سند خود حزیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلَكِنْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ

یعنی کوئی یہ نہ کہے جو اللہ اور فلانا چاہے بلکہ یوں کہے جو اللہ چاہے پھر فلانا چاہے۔

خطابی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ادب سکھایا ہے کہ مشیت الٰہی کو اور وں کی مشیت پر مقدم رکھا کریں (اور اس کی مشیت کے ساتھ اور وں کی مشیت کو نہ ملایا کریں) اور ان کے لیے ثم کا لفظ اختیار فرمایا ہے جو نسق اور تراخی کے لیے (موضوع) ہے برخلاف واؤ کے جو اشتراک کے لیے (موضوع) ہے اور اسی کے مثل ایک اور حدیث بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک خطیب نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں خطبہ پڑھا اور اس میں اس نے کہا

مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوَى

تو اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بِئْسَ خَطِيْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ قُمْ کہ تو قوم کا برا خطیب ہے کھڑا ہو یا فرمایا اذھب یعنی جا۔ ابو سلیمان (خطابی) نے کہا ہے کہ آپ نے یہ امر ناپسند فرمایا کہ اس نے دونوں ناموں کو صرف کنایۃ (یعنی ضمیر) میں ایک جگہ جمع کر دیا اس سبب سے کہ اس میں برابری کا وہم ہوتا ہے۔ اور ان کے سوا اور بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ اس نے يَعْصِيْهِمَا پر وقف کر دیا تھا اور ابو سلیمان خطابی کا کہنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ حدیث صحیح میں مروی ہوا ہے کہ اس نے کہا

وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى اور مَنْ يَّعْصِهِمَا

پر وقف کرنا مذکور نہیں ہوا۔ اور قول اللہ تعالیٰ کی

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

میں علمائے تفسیر اور اہل معانی نے (اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ (ضمیر) يُصَلُّوْنَ دونوں کی جانب راجع ہے یا نہیں۔ سو بعض علما نے تو اس کو جائز رکھا ہے۔ اور بعض علما نے علت تشریک کے سبب اس کو منع کیا ہے۔ اور ضمیر کو فرشتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور آیت مذکور میں یہ عبارت بقدر مانی ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُصَلِّيْ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

کہ اللہ درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (بھی) درود بھیجتے ہیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے فضائل میں سے اللہ کے نزدیک ایک یہ فضیلت بھی ہے کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمائی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ: جو کوئی اطاعت کرے رسول کی اس نے اطاعت کی اللہ کی انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ انتہی۔

مروی ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض کفار نے کہا کہ محمدؐ تو (اب) یہ چاہتا

ہے کہ ہم اس کو رب ٹھہرالیں جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ کو (رب ٹھہرایا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ

ترجمہ تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر وہ ہٹ رہیں تو اللہ نہیں چاہتا منکروں کو انتہی۔

سو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (ان کے منہ میں خاک ڈالی اور) آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ مقرون کیا تاکہ ان کو برا معلوم ہو۔ اور مفسرین نے قول اللہ تعالیٰ

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

کے معنی میں کو کہ سورہ فاتحہ میں ہے اختلاف کیا ہے۔ ابوالعالیہ اور حسن بصری نے کہا کہ صراط مستقیم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خیار اہل بیت اور اصحاب کرام مراد ہیں اس قول کو ان دونوں سے ابوالحسن ماور دی نے حکایت کیا ہے۔ اور مکی نے بھی ان دونوں سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں یار ابی بکرالصدیق اور عمرفاروق رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ اور اسی کے مثل ابو للیث سمرقندی نے ابی العالیہ سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جب یہ تفسیر حسن کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا کہ قسم بخدا اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی۔ اور ماوردی نے اس قول کو تفسیر صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں عبدالرحمن بن زید سے حکایت کیا ہے اور ابوعبدالرحمن سلمی نے اس کو بعض عارفین سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

میں حکایت کیا ہے کہ (یعنی عروہ وثقی) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کہا گیا ہے کہ اسلام ہے۔ اور کہا گیا کہ شہادت توحید ہے اور تفسیر قول اللہ تعالیٰ

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

میں سہل تستری نے کہا ہے

نِعْمَتُهُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب انعام فرمانا۔ اور تفسیر قول اللہ تعالیٰ

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

میں اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ الذی جاء بالصدق سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ صدق بہ سے بھی آپ مراد ہیں۔ اور بعض قراء نے صدق کی تخفیف دال کے ساتھ (صدق) پڑھا ہے اور دیگر علما نے کہا ہے کہ الذی صدق بہ سے مومنوں مراد ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ۔ اور اس کے سوا اور اقوال بھی کہے گئے۔ اور تفسیر قول اللہ تعالیٰ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

میں مجاہد سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا ہے

بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ

یعنی ذکر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب اخیار کے سبب دل مطمئن ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب صالحین کا ذکر ہوتا ہے تو اللہ عزوجل کی رحمت نازل ہوتی ہے اور نزول رحمت الٰہی کے سبب سے دل چین اور آرام پاتا ہے

فصل دوسری اس بیان میں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت اور ان امور کے ساتھ ثنا اور صفت فرمائی ہے جو کہ شہادت سے متعلق ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

ترجمہ ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چراغ چمکتا انتہی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے کے لیے افتیار اور ایثار کے بہت سے مراتب کو جمع فرمایا ہے اور اوصاف متعددہ ک ساتھ آپ کی تعریف کی ہے۔ سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو شاہد کہا ہے کہ آپ امت کے لیے اس امر کی گواہی دیں گے کہ آپ نے رسالت کو ان طرف (جیسا کہ چاہیے) پہنچا دیا ہے اور یہ بات صرف آپ ہی کو حاصل ہو گی (اور کسی کو میسر نہ ہو گی) اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بشیر اور نذیر کہا ہے پس جو شخص آپ کی اطاعت کرے آپ اس کو (ثواب عظیم اور اجر جزیل کی) خوشخبری سنا دیں اور

جو شخص آپ کی نافرمانی کرے آپ اس کو (عذاب و نکال دارین سے) ڈراویں۔ اور آپ کو داعی (بلانے والا) کہا ہے کہ آپ مخلوق کو اس کی توحید اور عبادت کی جانب بلاتے ہیں۔ اور آپ کو سراج منیر (چراغ روشن) کہا ہے اس وجہ سے کہ آپ کی ذات اقدس کے ساتھ حق کا راستہ پکڑا جاتا ہے۔ شیخ ابو عتاب نے مسند خود ہم سے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ میں عمرو بن العاص سے ملا اور میں نے کہا کہ مجھ کو صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خبر دیجئے تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ واللہ آپ توریت میں بعض ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوئے ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں (اور وہ یہ ہیں)

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهِ أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا

ترجمہ اے نبی ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور ان پڑھوں کی حفاظت کرنے والا کر کے بھیجا ہے تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے تیرا متوکل نام رکھا ہے۔ اور تو نہ بد خلق ہے اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں چلانے والا اور تو برائی کو برائی کے ساتھ دفع نہیں کرتا بلکہ معاف کرتا ہے اور بخش دیتا ہے اور اس کو اللہ ہرگز قبض نہ کرے گا جب تک کہ ان کے سبب ٹیڑھی ملت کو سیدھی نہ کر لے گا اس طرح پر کہ وہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے سبب سے اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں اور ایسے دلوں کو نہ کھول لے کہ جو بالکل بند ہو رہے ہیں جن میں کوئی شے اثر نہیں کرتی انتہی

اور عبداللہ بن سلام اور کعب احبار سے بھی اسی کے مثل منقول ہوا ہے اور اس کے بعض طریقوں میں ابن اسحاق سے ہے

وَلَا صَخِبٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا مُتَزَيِّنٍ بِالْفُحْشِ وَلَا قَوَّالٍ لِلْخَنَاءِ أُسَدِّدُهُ بِكُلِّ جَمِيلٍ وَأَهَبُ لَهُ كُلَّ خُلُقٍ كَرِيمٍ وَأَجْعَلُ السَّكِينَةَ لِبَاسَهُ وَالْبِرَّ شِعَارَهُ وَالتَّقْوٰى ضَمِيرَهُ وَالْحِكْمَةَ

مَعْقُولَهُ وَالصِّدْقَ وَالْوَفَاءَ طَبِيْعَتَهُ وَالْعَفْوَ وَالْمَعْرُوْفَ خُلُقَهُ وَالْعَدْلَ سِيْرَتَهُ وَالْحَقَّ شَرِيْعَتَهُ وَالْهُدٰى اِمَامَهُ وَالْاِسْلَامَ مِلَّتَهُ وَاَحْمَدَ اِسْمَهُ وَاَهْدِي بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ وَاُعَلِّمُ بِهٖ بَعْدَ الْجَهَالَةِ وَاَرْفَعُ بِهٖ بَعْدَ الْخَمَالَةِ وَاُسَمِّيْ بِهٖ بَعْدَ النَّكِرَةِ وَاُكْثِرُ بِهٖ بَعْدَ الْقِلَّةِ وَاُغْنِيْ بِهٖ بَعْدَ الْعَيْلَةِ وَاَجْمَعُ بِهٖ بَعْدَ الْفُرْقَةِ وَاُؤَلِّفُ بِهٖ بَيْنَ قُلُوْبٍ مُخْتَلِفَةٍ وَاَهْوَاءٍ مُتَشَتِّتَةٍ وَاُمَمٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَاَجْعَلُ اُمَّتَهُ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

ترجمہ: اور وہ نہ تو بازاروں میں چلانے والے ہیں اور نہ فحش کو زینت دینے والے اور نہ بیہودہ بکنے والے ہیں ان کو ہر فعل جمیل کے لیے سیدھا کروں گا اور ہر خلق کریم آپ کو ہبہ کروں گا۔ اور میں سکینت کو ان کا لباس اور نیکوئی کو ان کا شعار اور تقویٰ کو ان کا دل اور حکمت کو ان کا پکڑا اور صدق اور وفا کو طبیعت اور عفو اور بھلائی کو آپ کا خلق اور انصاف کو آپ کی عادت اور حق کو آپ کی شریعت اور ہدایت کو آپ کا امام اور اسلام کو آپ کا مذہب کروں گا اور احمد کو آپ کا نام۔ اور آپ کے سبب سے گمراہی کے بعد ہدایت کروں گا اور نادانی کے بعد علم سکھاؤں گا اور آپ کے سبب گمنامی کے بعد ان کو بلند۔ اور بے نشانی کے بعد ان کو بانام کروں گا اور قلت کے بعد ان کو زیادہ کروں گا اور محتاجی کے بعد غنی کروں گا اور فرقت کے بعد آپ کے سبب لوگوں کو جمع کروں گا۔ اور آپ کے سبب قلوب مختلفہ اور اہواء متشتتہ اور امم متفرقہ کے درمیان الفت ڈالوں گا اور آپ کی امت کو سب لوگوں سے بہتر کروں گا انتہی۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صفت سے جو توریت میں مذکور ہے (اس طرح) خبر دی ہے عَبْدِيْ اَحْمَدُ الْمُخْتَارُ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ مُهَاجَرُهُ بِالْمَدِيْنَةِ اَوْ قَالَ طَيْبَةَ اُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ یعنی بندہ میرا احمد مختار جس کے پیدا ہونے کی جگہ مکہ اور ہجرت کی جگہ مدینہ منورہ ہے یا فرمایا طیبہ (نام مدینہ منورہ) اس کی امت ہر حال میں اللہ کی بہت تعریف کرنے والی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

ترجمہ وہ جو تابعدار ہوتے ہیں اس رسول کے جو نبی ہے امی جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں بتاتا ہے ان کو نیک کام اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک اور اتارتا ہے ان سے بوجھ ان کے۔ اور پھانسیاں جو ان پر تھیں سو جو اس پر یقین لائے۔ اور اس کی رفاقت کی اور مدد کی۔ اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہی وہی لوگ پہنچے مراد کو۔ تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا جلاتا ہے اور مارتا ہے سو مانو اللہ کو اور اس کے رسول بھیجے نبی امی کو جو یقین کرتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلام پر اور اس کے تابع ہو شاید تم راہ پاؤ۔ انتہی۔

سمرقندی نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے مخلوق کو اپنا احسان یاد دلایا ہے کہ اس نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا بنایا ہے کہ وہ مومنین پر نہایت مہربانی اور بہت زیادہ شفقت کرنے والے اور نرم مزاج اور نفس کھ اور امت کے ساتھ سلوک کرنے والے نہایت مہربان ہیں۔ ضحاک نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو بہتر امت تو کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول گواہ تم پر انتہی۔

ابوالحسن قابسی نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی امت کی فضیلت کو اس آیت کے ساتھ اور اپنے اس قول کے ساتھ دوسری آیت میں پورے طور پر بیان فرمایا ہے

هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ

عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
ترجمہ اسی نے نام رکھا ہے تمہارا مسلمان پہلے اس سے اور بیچ اس کتاب کے تو
کہ ہو پیغمبر گواہ تم پر اور ہو تم گواہ لوگوں پر۔ انتہی۔

اور ایسا ہی قول اللہ تعالیٰ کا
فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا
ترجمہ پس کیونکر ہو گا جب لاویں گے ہم ہر امت سے گواہ اور لاویں گے ہم تجھ
کو اوپر ان کے گواہ۔ انتہی۔

اور قول اللہ تعالیٰ کا وسطا کے معنی ہیں عَدْلاً جَبَّارًا۔ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ جیسی ہم نے تم کو ہدایت کی ہے ویسا ہی ہم نے تم کو خاص بھی کیا ہے اور فضیلت بھی دی ہے۔ باین طور کہ ہم نے تم کو بہتر اور منصف امت بنایا کہ تم انبیاء علیہم السلام کے لیے ان کی امت پر گواہی دو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے صدق کی گواہی دیں۔ کہا گیا ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ انبیا علیہم السلام سے یہ سوال کرے گا کہ کیا تم نے پہنچا دیا۔ تو وہ عرض کریں گے کہ ہاں ہم نے پہنچا دیا اس پر ان کی امت کہے گی کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا تو اس وقت امت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیائے کرام کے لیے گواہی دے گی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا تزکیہ فرماویں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم ہر اس شخص پر حجت ہو جو تمہارا مخالف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حجت ہیں۔ اس کو سمر قندی نے حکایت کیا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یعنی اے محمدؐ) تم مومنین کو اس امر کی بشارت دے دو کہ ان کے لیے ان کے پروردگار کے نزدیک سچا پایہ ہو۔ قتادہ اور حسن اور زید بن اسلم نے قدم صدق کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ امت کی شفاعت فرماویں گے اور حسن سے یہ بھی مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ ان کی وہ مصیبت ہے جو وفات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ان کو پہنچی ہے۔ اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ وہ ان کے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہے کیونکہ آپ پروردگار عالم کے نزدیک سچے شفیع (سفارشی) ہیں اور سہل بن عبداللہ التستری نے کہا ہے کہ وہ سابقہ رحمت الٰہی جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے لیے ودیعت رکھ چھوڑی تھی۔ اور محمد بن علی الترمذی نے کہا ہے کہ وہ امام الصلوقین والصدیقین وشفیع المطاع والسائل المجاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس قول کو ان سے سلمی نے روایت کیا ہے۔

فصل تیسری ان خطابات الٰہی کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مورد الطاف اور محل احسان میں وارد ہوئے ہیں

ان میں سے ایک یہ ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ خدا تجھ کو بخشے تو نے ان کو کیوں رخصت دی۔ ابو محمد مکی نے کہا ہے کہ یہ افتتاح ایسا ہے جیسا کہ ابتدائے کلام میں (امراء اور ملوک کو خطاب کرتے وقت) کہتے ہیں اصلحک اللہ اور اعزک اللہ (یعنی از قبیل دعا قبل از کلام ہے) اور عون بن عبداللہ نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو گناہ سے پہلے عفو کی خبر دی ہے۔ سمرقندی نے بعض علماء سے حکایت کیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں عافاک اللہ یاسلیم القلب لم اذنت لھم خدا تجھ کو معاف کرے اے سلیم القلب تو نے ان کو کیوں اجازت دی (اور سمرقندی نے یہ بھی) کہا ہے کہ اگر اللہ عزوجل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابتداءً یہ فرماتا لم اذنت لھم کہ آپ نے ان کو کیوں رخصت دی۔ تو آپ پر یہ اندیشہ تھا کہ کہیں اس کلام کی ہیبت سے آپ کا سینہ مبارک شق نہ ہو جائے۔ لیکن اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے آپ کو (اولاً) عفو کی خبر دے دی جس سے آپ کا دل ٹھہر گیا۔ اور پھر یہ فرمایا کہ تو نے ان کو پیچھے رہنے کی کیوں اجازت دی جب تک تم کو یہ نہ معلوم ہوا تھا کہ کس کاعذر سچا ہے اور کس کا عذر جھوٹا۔ اور اس کلام میں آپ کا اللہ عزوجل کے نزدیک وہ رتبہ ثابت ہوتا ہے جب عاقل لبیب پر پوشیدہ نہیں اور اس سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا آپ وہ اکرام اور احسان ظاہر ہوتا ہے جس کی نہایت دریافت ہونے سے پہلے انسان کا کلیجہ پھٹا جاتا ہے (ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد) لفطویہ نے کہا کہ (مفسرین میں سے) بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عتاب فرمایا ہے سو خدا کی پناہ آپ اس سے بالکل پاک ہیں بلکہ آپ اس امر میں مخیر تھے سو جب آپ نے اذن دیدیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو یہ بات بتائی کہ اگر آپ ان کو اذن نہ بھی دیتے تب بھی وہ اپنے نفاق کے سبب (اپنے گھر میں) بیٹھ رہتے اور آپ کے ساتھ نہ نکلتے اور اس میں بھی کوئی جرح نہیں کہ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ فقیہ قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمۃ اللہ

نے کہا ہے کہ ہر اس مسلمان پر لازم اور واجب ہے جو اپنے نفس سے مرضات الٰہی میں مجاہدہ کرے اور اپنے عادات اور اطوار کو باگ شریعت کا مطیع اور منقاد بنا دے کہ وہ افعل اور اقوال اور معاملات اور محاورات میں آداب قرآن کریم کے ساتھ متادب ہو (اور اس کے موافق اپنے اعمال کو درست کرے) کیونکہ وہی معارف حقیقت کا اصل اصول اور دین اور دنیا کا گلزار ہے۔ اور اس ملاطفت رب جلیل میں تامل اور استظہار ان فوائد میں کوشش کرے جو رب العزت نے اس ملاطفت میں (ودیعت) رکھے ہیں کہ باوجودیکہ وہ رب العزت منعم کل اور تمام مخلوق سے مستغنی ہے پھر بھی اس نے کلام کو کیونکر شروع کیا ہے کہ عتاب سے پہلے اکرام کا ذکر فرمایا ہے۔ اور گناہ سے پہلے عفو کے ساتھ انس دلایا ہے اگر یہ اذن دینا گناہ ہو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا

ترجمہ اور اگر ہم تم کو ثابت نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم کسی قدر ان کی طرف جھک جاتے۔ انتہی۔

بعض متکلمین نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جبکہ جملہ انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو بعد از لغزش عتاب فرمایا ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لغزش سے پہلے عتاب فرمایا ہے تاکہ آپ لغزش سے بچنے کے لیے اور زیادہ کوشش فرماویں اور شرائط محبت کی اعلیٰ درجہ حفاظت رکھیں۔ اور یہ (پروردگار عالم کی) اعلیٰ درجہ کی مہربانی ہے۔ پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (کلام کو) کس طرح سے شروع فرمایا ہے کہ اول ثبات اور سلامتی کو ذکر کیا اور پھر اس امر کو ذکر فرمایا ہے جس پر کہ آپ کو عتاب تو فرمایا ہے۔ اور جس امر کی جانب کہ آپ کے مائل ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ پس اثناء عتاب میں تو آپ کی برائت مذکور رہی اور اثناء تخویف میں آپ کا مامون اور مکرم ہونا مسطور ہے۔ اور اسی کے مثل ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

ترجمہ ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو غم دلاتی ہیں ان کی باتیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن بے انصاف اللہ کے کلموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں۔ انتہی۔

علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہے کہ ابوجہل نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم تجھ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ہم تو اس کو جھٹلاتے ہیں جو تو لایا ہے۔ اس پر سبحانہ وتعالیٰ

نے یہ آیت نازل فرمائی فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ کہ وہ تم کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن بے انصاف اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی قوم نے جھٹلایا تو اس سے آپ کو ملال ہوا۔ تو آپ پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کس وجہ سے رنجیدہ ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میری قوم نے جھٹلایا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سو اس آیت میں اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی اور تشفی کے لیے ایک نہایت لطیف اور نفیس طریقہ اختیار فرمایا (اور وہ یہ ہے) کہ اول تو اس بات کو ثابت فرمایا کہ آپ اپنی قوم کے نزدیک سچے ہیں اور وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ قولاً (اور فعلاً) اور اعتقاداً آپ کی سچائی کے معترف ہیں اور نبوت کے پہلے سے آپ کو امین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ سو اس تقریر سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے اس سوزش درونی کو دفع فرمایا جو اتہام کذب کے سبب آپ پر طاری ہوئی تھی اور پھر آپ کے مخالفین کی مذمت فرمائی اور ان کا جاحد (جان بوجھ کر انکار کرنے والا) اور ظالم نام رکھا اور فرمایا وَلٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ اور آپ کو عیب کذب سے بری فرمایا۔ اور اس سبب سے کہ انھوں نے از راہ بے انصافی آیات الٰہی کا انکار کیا تھا ان کی گردن میں عناد کا طوق ڈالا۔ کیونکہ جحود اسی شخص سے متحقق ہو سکتا ہے جو اس شے کا انکار کرے جس کو کہ وہ پیشتر سے جانتا ہو۔ جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا

ترجمہ اور ان سے منکر ہو گئے اور ان کو یقین جان چکے تھے اپنے جی میں بے انصافی اور غرور سے انتہیٰ۔

پھر اپنے اس قول میں (جو آگے مذکور ہوتا ہے) انبیائے سابقین اور ان کی امم کا ذکر فرما کر آپ کو صبر اور انس دلایا ہے اور آپ سے نصر اور ظفر کا وعدہ کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتّٰى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ

ترجمہ اور جھٹلایا ہے بہت رسولوں کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے جھٹلانے پر اور

ایذا پر جب تک پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں اور تجھ کو پہنچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا۔ انتہی۔

اور جس کسی نے لایکذبونک کو تخفیف ذال کے ساتھ پڑھا ہے تو اس کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ تجھ کو جھوٹا نہیں پاتے۔ اور فراء اور کسائی نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ تو جھوٹا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ تیرے جھوٹ پر نہ تو استدلال لاسکتے ہیں اور نہ اس کو ثابت کر سکتے ہیں اور جس نے اس کو تشدید ذال کے ساتھ پڑھا ہے سو اس کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ تجھ کو جھوٹ کی جانب منسوب نہیں کرتے اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ تیرے جھوٹ کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اور ان خصائص اور کرامات سابق الذکر میں سے جن کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا ہے ایک یہ امر بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جملہ انبیائے کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو ان کے ناموں کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے اور کہا ہے۔ یاآدم۔ یا ابراہیم یانوح یا داوُدٗ یا عیسیٰؑ۔ یا زکریاؑ۔ اور آپ کو یا ایہاالرسول۔ یا ایہاالنبی۔ یا ایہاالمزمل۔ یا ایہاالمدثر کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے (یعنی برخلاف دیگر انبیائے کرام کے آپ کو آپ کے اوصاف جمیلہ اور صفات ستودہ کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے نہ نام کے ساتھ)

فصل چوتھی اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے قدر عظیم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائی ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

ترجمہ قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی بدمستی میں مدہوش ہو رہے ہیں۔ انتہی۔

تمام مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہ اللہ عزوجل کی جانب سے مدت حیات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم ہے۔ اور عمر کا عین اصل میں مضموم تھا لیکن کثرت استعمال کے سبب وہ مفتوح ہو گیا ہے۔ اور معنی اس کے یہ وبقائک یامحمد یعنی قسم ہے بقاء تیری کی اے محمدؐ اور کہا گیا ہے وعیشک یا محمد یعنی قسم ہے عیش تیرے کی اے محمد اور کہا گیا ہے وحیوتک یعنی قسم ہے زندگی کی۔ اور یہ پرلے درجہ کی تعظیم اور اعلیٰ درجہ کی تکریم اور نہایت درجہ کی تشریف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کوئی چھوٹی یا بڑی جان ایسی پیدا نہیں کی جو اس سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکرم (بزرگتر) ہو۔ اور میں نے اللہ کو نہیں سنا کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی زندگی کے سوا اور کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔ اور ابوالجوزاء نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے سوا اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ اس سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ بزرگ ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ مفسرین رحمہم اللہ نے معنی قول اللہ تعالیٰ یٰس میں کئی قول پر اختلاف کیا ہے۔ ابو محمد مکی نے حکایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں اور (ابو محمد مذکور یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) ان میں سے یہ دو نام ذکر کیے ایک طٰہٰ۔ اور دوسرے یٰس۔ اور ابو عبدالرحمٰن سلمی نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا ہے کہ اس سے یاسید مراد لیا گیا ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرمانا مقصود ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ یٰس کے معنی ہیں یا انسان اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ قسم ہے اور وہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور زجاج نے کہا کہ کسی نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں یا محمد اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی ہیں یا رجل (اے آدمی تو) اور کسی نے کہا اے انسان اور محمدؒ بن الحنفیہ سے مروی ہوا ہے کہ یٰس (کے معنی ہیں) یا محمد۔ اور کعب احبار سے مروی ہوا ہے کہ یٰس قسم ہے۔ جس کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین اور آسمان کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے قسم کھائی ہے کہ اے محمدؐ تو رسولوں میں سے ہے۔ پس اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ یٰس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور یہ بات بھی صحیح ہو جائے کہ وہ قسم ہے تب بھی اس میں وہ تعظیم (اور تکریم) موجود ہے جو پیشتر مذکور ہو چکی ہے۔ اور اگر وہ ندا کے معنی میں بھی ہو تب بھی اس کے بعد ایک دوسری قسم موجود ہے۔ جو آپ کی رسالت کو ثابت کر رہی ہے۔ اور آپ کی ہدایت کی شہادت دے رہی ہے (اور وہ یہ ہے) کہ اللہ عزوجل نے اپنے نام اور اپنی کتاب کی قسم کھائی ہے کہ آپ رسول ہیں اور آپ پر وحی بھیجی گئی ہے اور آپ سیدھی راہ پر ہیں جس میں نہ تو کجی ہے اور نہ حق سے پھرنا۔ نقاش نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیائے کرام میں سے آپ کے سوا اور کسی نبی کی رسالت پر قسم نہیں

کھائی۔ اور اس میں آپ کی غایت درجہ کی تعظیم اور تکریم ہے۔ اور تاویل اس شخص پر ز کیا ہی کہتا ہے جس نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں یاسید (کہ اس کی عظمت کو تو کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَافَخْرَ کہ میں اولاد آدم کو سردار ہوں اور کچھ فخر نہیں یعنی میں یہ بات تم سے فخریہ نہیں کہتا یہ بات کچھ زیادہ فخر کی نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (اس کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا اور تو اس میں نہ ہو اور اس سے نکل چکا ہو) اس کو مکی نے حکایت کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ لازائد ہے۔ اور علی اختلاف التفسیرین معنی یہ ہیں کہ میں اس کی قسم کھاتا ہوں اور اے محمدؐ تم اس میں اترنے والے ہو۔ یا جو تم اس میں کرو وہ حلال ہے۔ اور بلد سے ان لوگوں کے نزدیک مکہ مراد ہے۔ اور واسطی نے کہا ہے کہ (اللہ عزوجل نے) آپ کے لیے اس شہر کی قسم کھائی ہے جس کو آپ نے اپنے قیام سے زمانۂ حیات اور اپنی برکت سے زمانۂ وفات میں بزرگی دی ہے یعنی مدینہ منورہ کی اور اول زیادہ صحیح ہے۔ اس واسطے کہ سورت مذکور مکی ہے اور اس کا مابعد وَحِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ اس کی تصحیح کر رہا ہے۔ اور اسی کے مثل ہے۔ تفسیر قول اللہ تعالیٰ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ میں ابن عطا کا یہ قول اٰمَنَهَا اللّٰهُ بِمُقَامِهٖ فِيْهَا وَكَوْنِهٖ بِهَا فَاِنَّ كَوْنَهٗ اَمَانٌ حَيْثُ كَانَ یعنی آپ کے مقام اور قیام کے سبب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو (یعنی مدینہ منورہ کو) امن والا کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ کا وجود باجود امان ہے جہاں کہیں بھی ہو۔ پھر فرمایا ہے ووالد وما ولد جس نے یہ کہا ہے کہ (والد سے) آدم مراد ہیں (تو اس کے نزدیک تو وہ) (ماولد) عام ہے اور جس نے یہ کہا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ماولد میں انشاء اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اشارہ ہے تو یہ سورت آپ کے ساتھ قسم کھانے کو دو جگہ متضمن ہو گی (ایک والد میں دوسری ماولد) میں۔ کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تو اولاد ہیں اور امت کے لیے آپ بمنزلہ باپ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ (از شرح علی قاری) فرمایا اللہ تعالیٰ نے

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

ترجمہ یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے الخ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ حروف قسمیں ہیں جن کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں اور اس کے سوا اور علما نے اس میں اور اقوال بھی منقول ہوئے

ہیں جو اس کے خلاف ہیں۔ اور سہل بن عبداللہ التستری نے کہا ہے کہ الف سے اللہ اور لام سے جبرئیل اور میم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ اور اس قول کو سمرقندی نے حکایت کیا ہے۔ مگر اس کو سہل کی جانب منسوب نہیں کیا اور اس قول کے یہ معنی کیے ہیں کہ اللہ عزوجل نے جبرئیل امین کو یہ قرآن دے کر جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اور وجہ اول پر مقسم علیہ اس کا محتمل ہے کہ یہ کتاب حق ہے اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ ہے اور پھر (یعنی دوسری وجہ پر) اس میں یہ فضیلت موجود ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ مقترن کیا ہے (اور یہ بڑی فضیلت ہے)

جیسا کہ گزرا (حسان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے)

وضم الاله اسم النبی الی اسمه اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

اور ابن عطا نے قول اللہ تعالیٰ ق والقرآن المجید میں کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے قوت قلب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائی ہے اس واسطے کہ آپ نے خطاب رب العزت اور مشاہدہ جمال اور اجلال الٰہی کا لیلۃ الاسری میں تحمل کیا اور آپ کے علو ہمتی کے سبب اس نے آپ میں کچھ اثر نہ کیا اور کہا گیا ہے کہ وہ نام ہے قرآن کا اور کہا گیا ہے کہ وہ نام ہے اللہ کا اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک پہاڑ ہے جس نے تمام روئے زمین کو گھیر رکھا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی کہے گئے ہیں۔ اور جعفر بن محمد علیہما السلام نے تفسیر وَالنَّجْمِ اذا هوٰی میں کہا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے اور کہا ہے کہ نجم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ہے اور ھوی کے معنی ہیں انشرح من الانوار کہ وہ انوار الٰہی سے کھل گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ غیر الٰہی سے منقطع ہو گیا۔ اور ابن عطاء نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ میں کہا ہے کہ فجر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ آپ سے ایمان بہتا ہے بہتا

فصل پانچویں اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی قسم کھائی ہے کیونکہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک آپ کی قدر عظیم متحقق اور مثبت ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى
وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ
فَتَرْضٰى اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ
فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ قسم ہے دن چڑھے کی اور رات کی جب ڈھانک لیوے نہیں چھوڑ دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ ناخوش رکھا۔ اور البتہ پچھلی حالت بہتر ہے واسطے تیرے پہلی حالت سے اور البتہ شتاب دیویگا تجھ کو پروردگار تیرا پس راضی ہو گا کیا نہیں پایا تجھ کو یتیم پس جگہ دی اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ اور پایا تجھ کو فقیر پس غنی کیا۔ پس جو یتیم ہو اس کو مت دبا۔ اور جو مانگتا ہو اس کو مت ڈانٹ اور جو نعمت ہے پروردگار تیرے کی پس بیان کر۔ انتہی۔

سبب نزول اس سورت میں علما نے اختلاف کیا ہے تو بعض نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر کے سبب جو آپ کو پیش آگیا تھا (چند روز کے لیے) قیام لیل کو چھوڑ دیا تھا۔ اس پر ایک عورت نے کچھ کہا تھا (اس پر یہ سورت نازل ہوئی تھی) اور بعض نے کہا ہے کہ چند روز کے لیے آپ پر وحی کا نازل ہونا بند ہو گیا تھا اور اس وقت مشرکوں نے کچھ بات کہی تھی (جو ایک عورت کی جانب منسوب ہے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قاضی امام ابوالفضل علیہ الرحمتہ نے کہا ہے کہ یہ سورت تکریم اور تعظیم اور تنویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چھ وجہوں سے مشتمل ہے۔

پہلی وجہ

تو یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے قول وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان اخبار اور احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قسم کھائی ہے جن کی کہ (آگے) آپ کو خبر دی ہے۔ اور والضحیٰ کے معنی ہیں ورب الضحیٰ یعنی قسم ہے پروردگار وقت چاشت کی۔ اور یہ خوبہائے نبوت کا بڑا درجہ ہے

دوسری وجہ

یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے قول کریم مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس قدر و منزلت اور رفعت شان کو بیان فرمایا ہے جو آپ کی اس کے نزدیک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو تجھ کو تیرے پروردگار نے چھوڑا ہے

اور نہ مبغوض رکھا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب سے اس سبحانہ وتعالیٰ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے تجھ کو مہمل نہیں چھوڑا

تیسری وجہ

یہ ہے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى ابن اسحاق نے کہا ہے (کہ اس کے یہ معنی ہیں) کہ خدا کی طرف پھرنے میں تیرا انجام اس سے بڑا ہے جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے تجھ کو کرامت دنیا سے عطا کیا ہے۔ اور سہل نے کہا ہے کہ (اس کے معنی یہ ہیں کہ) جو میں نے تیرے لیے شفاعت اور مقام محمود سے ذخیرہ کر رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو میں نے تجھ کو دنیا میں دیا ہے

چوتھی وجہ

سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور البتہ شتاب دیوے گا تجھ کو پروردگار تیرا پس تو راضی ہو گا۔ اور یہ آیت وجوہ کرامت اور انواع سعادت اور بہت سے انعامات اور زیادات دراین کو جامع ہے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو دنیا میں کشادگی کے ساتھ اور آخرت میں ثواب کے ساتھ راضی کر دے گا اور کہا گیا ہے کہ آپ کو حوض کوثر اور شفاعت کبریٰ عطا فرماوے گا اور بعض اولاد نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ قرآن شریف میں اس سے زیادہ اور کوئی آیت امید دلانے والا نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص دوزخ میں داخل ہو۔

پانچویں وجہ

وہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے باقی سورت میں آپ پر اپنی نعمتوں کا شمار فرمایا ہے اور اپنے انعامات اور کرامات کو آپ پر برقرار رکھا ہے کہ حسب اختلاف تفاسیر آپ کو اس امر عظیم کی جانب ہدایت کی جس کی جانب کہ آپ کو ہدایت کی یا آپ کے سبب لوگوں کو ہدایت کی اور آپ کے پاس مال نہ تھا آپ کو اس شے کے سبب غنی کر دیا جو آپ کو عطا کی یا اس شے کے سبب جو سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے دل میں قناعت اور غنا سے ڈالی تھی اور آپ یتیم تھے آپ پر آپ کے چچا (ابوطالب) کو مہربان کر دیا اور ان کے پاس آپ کو جگہ دے دی۔ اور کہا گیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود آپ کو جگہ دی۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کو ایسا یتیم پایا جس کی کوئی مثل نہیں (یعنی آپ بے مثل ہیں۔ یا آپ دریکتا ہیں) پس آپ کو

اپنی طرف جلد دی اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں الم یجدک فھدی بک ضالا واغنی بک عائلا واوی بک یتیما یعنی اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو (ایسی حالت میں) پایا (کہ لوگ گمراہی میں مبتلا تھے) پس تمہارے سبب سے گمراہوں کو راہ بتائی اور محتاجوں کو غنی کیا اور یتیموں کو جگہ دی سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنے یہ احسانات یاد دلائے ہیں۔ اور یہ بات تفسیر سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب اس سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آپ کو حالت صغر اور محتاجی اور یتیمی اور قبل از معرفت میں مہمل (اور بیکار) نہیں چھوڑا اور آپ کو ترک نہیں کیا اور مبغوض نہیں رکھا تو بھلا اب اختصاص اور اصطفاء کے بعد وہ آپ کو کیسے مہمل چھوڑ سکتا ہے (ہرگز نہیں)

چھٹی وجہ

یہ ہے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنے اس قول میں وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس امر کا حکم دیا ہے کہ آپ ان نعمتوں کو لوگوں سے ذکر کریں جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ پر مبذول فرمائی ہیں اور ان تشریفات الٰہیہ کا جن کے ساتھ کہ اس سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو مشرف کیا ہے اس طرح شکر ادا کریں کہ ان کو لوگوں میں شائع کریں اور ان کو لوگوں سے ذکر کریں۔ کیونکہ نعمت کا بیان کرنا بھی شکر ہے۔ اور یہ حکم خاص آپ کے لیے بھی ہے اور ساری امت کے لیے بھی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَايَغْشٰى مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْرَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

ترجمہ قسم ہے تارے کی جب گرے۔ نہیں بہکا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھرا اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے سکھلایا اس کو سخت قوت والے نے۔ صاحب قوت ہو کر پس پورا نظر آیا۔ اور وہ بیچ کنارہ بلند کے تھا۔ پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا۔ پس تھا قدر دو کمانوں کے یا زیادہ نزدیک۔

پس وحی پہنچائی اس نے طرف بندہ اپنے کے جو پہنچائی نہیں جھوٹ بولا دل نے جو دیکھا۔ کیا پس جھگڑتے ہو تم اس سے اس چیز پر کہ دیکھا اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس کو ایک بار اور نزدیک سدرۃ المنتہی کے۔ نزدیک اس کے ہے جنۃ الماوی۔ جس وقت کہ ڈھانکا تھا پیڑ کو جو ڈھانک رہا تھا۔ نہیں کجی کی نظر نے اور نہ زیادہ بڑھ گئی۔ تحقیق دیکھا اس نے نشانیوں پروردگار اپنے کی سی بڑی کو۔ انتہی۔

مفسروں نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی میں کئی قول پر اختلاف کیا ہے ایک قول تو یہ ہے کہ نجم اپنے ظاہر معنی پر ہے (کہ اس سے مطلق ستارہ یا ثریا مراد ہے) دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ قرآن ہے کیونکہ وہ بھی نجما نجما (یعنی تھوڑا تھوڑا) نازل ہوا ہے۔ اور جعفر بن محمد علیہا السلام سے مروی ہوا ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور سہل نے کہا ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک ہے۔ اور قول اللہ تعالیٰ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ میں کہا گیا ہے کہ نجم سے اس جگہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اس کو سلمی نے حکایت کیا ہے یہ آیتیں فضل اور شرف کثیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر اوصاف کو مشتمل ہیں جو حد و شمار سے بھی زائد ہیں اور (ان آیات میں) اللہ عزوجل نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت اور آپ کی خواہش نفسانی کے پاک ہونے پر اور نیز اس امر پر قسم کھائی ہے کہ آپ اس امر میں سچے ہیں جو آپ ان پر تلاوت فرماتے ہیں اور اس بات پر قسم کھائی ہے کہ جو آپ پڑھتے ہیں وہ بالیقین وحی ہے کہ آپ پر وحی کیا گیا ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے جو بڑی قوت والے ہیں اس کو اللہ عزوجل کی طرف سے آپ کو پہنچایا ہے۔ پھر ان قسموں کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی اس فضیلت کی خبر دی ہے کہ آپ کو معراج کرائی گئی ہے اور آپ نے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کی ہے اور آپ کی بینائی مبارک نے ان امور کے دیکھنے میں خطا نہیں کی جو اس نے دیکھنے ہیں اور آپ نے وہاں پر اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں اور نیز اس قسم کے فضائل پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابتدائے سورہ بنی اسرائیل میں بھی تنبیہہ فرمائی ہے۔ اور چونکہ وہ امور جن کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم جبروت اور عجائب ملکوت سے مشاہدہ فرمایا ہے نہ عبارت میں آ سکتے تھے اور نہ عقلیں اس کے سماع کی متحمل ہو سکتی تھیں۔ اس واسطے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے بیان کرنے میں رمز اور اشارہ سے کام لیا ہے جو کہ فخامت اور عظمت امر پر

دلالت کرتے ہیں۔ سو اس سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی پس وحی پہنچائی اس نے طرف بندہ اپنے کے جو پہنچائی۔ اور کلام کی یہ قسم اہل نقد اور بلاغت کے نزدیک وحی اور اشارہ کے نام سے موسوم ہے اور یہ ان کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا ایجاز ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ پر وہ باتیں وحی کی گئیں جن کے بیان سے افہام کند ہو گئے اور آپ نے ان آیات کبار کو دیکھا جن کی تحسین میں عقلیں دنگ ہو گئیں۔ قاضی ابوالفضلؒ نے کہا ہے کہ یہ آیتیں اعلام اس امر کو مشتمل ہیں کہ اس سیر میں اللہ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جملہ تزکیہ فرمایا ہے اور آپ کو ہر آفت سے محفوظ اور مصون رکھا ہے تو اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے دل اور زبان اور جوارح (کل جسم) کا تزکیہ فرمایا ہے۔ دل کا تو اپنے اس قول کے ساتھ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی نہیں جھوٹ بولا دل نے جو دیکھا اور زبان کا اپنے اس قول کے ساتھ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اور نہیں بولتا اپنی چاؤ سے۔ اور آنکھ کا اپنے اس قول کے ساتھ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اور بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ۔ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ

ترجمہ پس قسم کھاتا ہوں میں پھر جانے والوں سیدھی راہ چلنے والوں تھم رہنے والوں کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب دم لیوے تحقیق یہ کہنا پیغام پہونچانے والے بزرگ کا ہے۔ قوت والا نزدیک صاحب عرش کے رتبہ والا کہا مانا گیا اس جگہ با امانت اور نہیں صاحب تمہارا دیوانہ۔ اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس کو بیچ کنارہ ظاہر کے اور نہیں وہ اوپر غیب کی بات کے بخیل اور نہیں وہ کہنا شیطان راندے گئے کا۔ انتہی۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ ایسے رسول کا کلام ہے جو اس کے بھیجنے والے کے نزدیک ذی رتبہ اور تبلیغ ان احکام پر جن کا کہ اس نے وحی سے تحمل کیا ہے قوت والا اور آسمان میں اطاعت کیا گیا اور وحی پر امانت دار ہے۔ علی بن عیسیٰ وغیرہ نے

کہا ہے کہ رسول سے اس جگہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ تو اس بنا پر یہ سب اوصاف جو اس کے بعد مذکور ہوئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے جانب راجع ہوں گے۔ اور ان کے سوا اور علما نے کہا ہے کہ رسول سے اس جگہ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں تو اس بناء پر یہ سب اوصاف ان کی جانب راجع ہوں گے یعنی ان کے ہوں گے اور ولقد راٰہ کے یہ معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ معنی ہیں کہ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت اصلی میں دیکھا۔ اور مَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِيْنٍ کے یہ معنی ہیں کہ آپ غیب کی بات پر متہم نہ تھے (یہ معنی اس وقت ہیں جبکہ ظنین کو ظاء کے ساتھ پڑھا جاوے) اور جس نے اس کو ضاد کے ساتھ ضنین پڑھا ہے اس کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس کے ساتھ دعوت کرنے اور اس کے حکم اور علم کے ساتھ نصیحت کرنے میں بخیل نہ تھے۔ اور یہ آیت (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ) بالاتفاق (سب کے نزدیک) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی صفت ہے (اس کو جبرئیل علیہ السلام سے کچھ تعلق نہیں) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۔ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ۔ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ۔ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ۔ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ

ترجمہ قسم ہے قلم کی۔ اور اس چیز کی کہ لکھتے ہیں۔ نہیں تو ساتھ نعمت رب اپنے کے دیوانہ اور تحقیق واسطے تیرے ثواب ہے نہ کاٹا گیا اور تحقیق تو اوپر خلق بڑے کے ہے۔ پس شتاب دیکھے گا تو اور دیکھیں گے وہ کون سے کو تم میں فتنہ ہے۔ تحقیق پروردگار تیرا خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ گمراہ ہوا ہے اس کی راہ سے۔ اور وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو۔ پس مت کہا مان جھٹلانے والوں کا وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں۔ اور مت کہا

مان ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل کا۔ عیب کرنے والے لوگوں کو چلنے والا ساتھ چغلی کے۔ منع کرنے والا بھلائی سے۔ حد سے نکلنے والا گناہ گار گردن کش پیچھے اس کے بے نصیب اس واسطے کہ صاحب مال اور بیٹوں کا جس وقت پڑھی جاتی ہیں اوپر اس کے نشانیاں ہماری کہتا ہے کہانیاں ہیں پہلوں کی۔ شتاب داغ دیویں گے ہم اس کو اوپر ناک کے (انتہی اس سورت میں)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی بھاری قسم کھائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ تمام ان نقائص اور عیوب اور تکذیبات سے پاک اور بری ہیں جن کے ساتھ کہ کفار آپ کو عیب لگاتے ہیں اور حسن خطاب کے طور پر اپنے قول کریم مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ کے ساتھ آپ کو انس دلایا ہے اور آپ کی آرزوؤں کو وسیع فرمایا ہے اور خطاب اور محاورہ میں یہ نہایت درجہ کا احسان اور اعلیٰ درجہ کا ادب ہے پھر اس کے بعد اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنی وہ نعمتیں اور ثواب معلوم کرائے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور کبھی منقطع نہ ہوں گے۔ اور جن کا کہ حد و شمار نہیں اور جو بلامنت ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ پھر آپ پر اس عطیہ اور ہدایت کے ساتھ ثنا فرمائی ہے جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کا عطا فرمایا ہے اور جس کی طرف اس نے آپ کو ہدایت کی ہے اور اتماماً للتمجید اس کو (نون اور لام) تاکید کی ہے دو حرفوں کے ساتھ مؤکد کیا ہے۔ اور فرمایا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کہا گیا ہے کہ (خلق عظیم) قرآن ہے اور کہا گیا ہے کہ اسلام ہے اور کہا گیا ہے کہ طبع کریم (آنحضرت صلعم) ہے کہا گیا ہا کہ اللہ کے سوا آپ کی کوئی ہمت نہیں ہے۔ واسطی نے کہا ہے کہ اس سبحانہ تعالیٰ نے آپ پر حسن قبول ان نعمتوں کی تعریف فرمائی ہے جو خود ہی اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمائی ہیں اور (ان کے سبب) آپ کو ان پر فضیلت عطا کی ہے۔ کیونکہ اس خلق عظیم پر آپ کو اس سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق فرمایا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو نہایت مہربان اور کرم کرنے والی اور احسان کرنے والی اور بخشش کرنے والی ستودہ ہے جس نے اولاً بھلائی کو آسان فرمایا اور اس کی جانب راہ بتائی اور پھر خود ہی اس کے کرنے والے کی تعریف کی اور اس کو اس پر بدلا دیا پاک ہے وہ ذات کیا ہے عام ہے بخشش اس کی اور کیسا وسیع ہے افضال اس کا۔ پھر آپ کو ان کے قول سے اس طرح سے اطمینان دلایا کہ آپ سے ان کی تعذیب کا وعدہ فرمایا اور اپنے اس قول کے ساتھ ان کو وعید فرمائی فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ پھر آپ کی مدح کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہجو اور فکر سوئے کردار اور شمار معائب آپ کے دشمنان کی جانب التفات فرمایا تاکہ اپنے نبی کریم کی مدد کی جائے اور اس کے دشمنوں سے بدلا لیا جائے سو اس سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس قول میں ان کی کچھ اوپر دس بری خصلتوں کو ذکر کیا۔ اور فرمایا ہے فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ۔ وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ اَنْ کَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اور پھر اس ذکر کو وعید صادق اور تمام شقاوت اور خاتمہ ہلاکت پر اپنے اس قول کے ساتھ ختم کیا ہے۔ سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ تو اللہ عزوجل کا آپ کی مدد کا وعدہ فرمانا اس سے بدرجہا زائد ہوا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مدد کرتے اور اس کے متولی ہوتے۔ اور (ایسا ہی) اللہ عزوجل کا آپ کے دشمنوں پر رد فرمانا بزرگی میں سے اس سے زائد اور اعلیٰ ہے کہ آپ خود ان پر رد فرماتے

فصل چھٹی ان اقوال (اور آیات کریمہ) کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں مورد شفقت اور محل و اکرام میں وارد ہوئے ہیں۔

فرمایا اللہ نے طٰہٰ
مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی
ترجمہ نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے۔ انتہی

کہا گیا ہے کہ طٰہٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ کا نام ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں اے آدمی اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں اے انسان اور کہا گیا ہے کہ یہ حروف مقطعہ ہیں جو معانی (متعددہ) کے لئے موضوع ہوئے ہیں۔ واسطی نے کہا کہ اس سے یا طاہر یا ہادی مراد ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ امر کا صیغہ ہے وطی سے۔ اور ہاکنا یہ ہے زمین سے مطلب یہ ہے کہ آپ دونوں قدموں سے زمین پر کھڑے ہوں اور ایک قدم پر کھڑے ہو کر اپنی جان کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ یہ معنی ہیں قول اللہ تعالیٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی کے شان نزول اس آیت کا یہ ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب بیداری اور قیام لیل میں محنت زیادہ اٹھاتے تھے (اس پر یہ آیت نازل ہوئی) قاضی ابوعبداللہ نے بسند خود ہمیں ربیع بن انس سے خبر دی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے تو ایک پیر پر کھڑے ہوتے اور دوسرے پیر کو اٹھالیتے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے۔ طٰہٰ نازل فرمائی۔ معنی یہ ہیں کہ طَإِ الْأَرْضَ یَامُحَمَّدُ مَاأَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی یعنی اے محمدؐ زمین کو اپنے قدم سے روندو ہم نے تم پر اس واسطے قرآن شریف نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ اور ان سب امور میں وہ امر پوشیدہ نہیں ہے جو اکرام اور حسن معاملت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس میں ودیعت رکھا گیا ہے (اور یہ معنی اس بنا پر ہیں کہ طٰہٰ کے معنی ہیں طَإِ الارض) اور اگر ہم طٰہٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام قرار دیں جیسا کہ کہا گیا ہے یا اس کو قسم قرار دیں تو یہ فصل بھی فصل ماقبل سے متصل ہو گی۔ اور اسی قسم مشقت اور سیرۃ کے مثل قول اللہ تعالیٰ کا فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا یعنی تو اس غصہ اور رنج کے سبب کہ وہ ایمان نہیں لاتے تو اپنی جان کو قتل کرنے والا ہے۔ اور اسی کے مثل ہے قول اللہ تعالیٰ کا

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ شاید تو ہلاک کرنے والا ہے جان اپنی کو اس واسطے کہ نہیں ہوتے ایمان والے۔ انتہی۔

پھر فرمایا ہے

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِیْنَ

ترجمہ اگر ہم چاہیں تو اتاریں ان پر آسمان سے ایک نشانی پھر رہ جائیں ان کی گردنیں اس کے آگے نیچی۔ انتہی۔

اور اسی باب سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ

ترجمہ پس آشکارا کر اس چیز کو کہ حکم کیا جاتا ہے تو۔ اور منہ پھیر مشرکوں سے۔ تحقیق ہم نے کفایت کیا ہے تجھ کو ٹھٹھا کرنے والوں سے وہ جو مقرر کرتے ہیں ساتھ اللہ کے معبود اور۔ پس البتہ جانیں گے۔ اور البتہ تحقیق جانتے ہیں ہم یہ کہ تنگ ہو جاتا ہے سینہ تیرا ساتھ اس چیز کے کہ کہتے ہیں پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف رب اپنے کے۔ اور ہو سجدہ کرنے والوں سے۔ اور عبادت کر پروردگار اپنے کی یہاں تک کہ آئے تجھ کو موت۔ انتہی

اور قول اللہ تعالیٰ کا

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

ترجمہ اور ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے تیرے پہلے پھر الٹ پڑی ہنسی والوں پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ انتہی۔

کلبی نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امور مذکورہ بالا کے ساتھ آپ کو تسلی دلائی ہے۔ اور اس میں ایذا اور تکلیف مشرکین کو آپ پر ہلکا کیا ہے جو وقتاً فوقتاً آپ کو ان سے پہنچتی رہتی تھی اور آپ کو یہ جتلایا ہے کہ جو لوگ اس (کفر و عناد) پر جمے رہیں گے ان پر وہ عذاب اور نکال ابھی نازل ہو گا جو اس سے پہلوں پر نازل ہو چکا ہے۔ اور اسی قبیل تسلی سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ

ترجمہ اور اگر جھٹلا دیں تجھ کو پس تحقیق جھٹلائے گئے پیغمبر پہلے تجھ سے۔ انتہی۔

اور اس قبیل سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ

ترجمہ اسی طرح ان سے پہلوں کو جب رسول آیا یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ انتہی۔

اللہ عزوجل نے امم سابقہ کے ان اخبارات اور مقالات کو بیان فرما کر جو ان کو انبیائے کرام کے ساتھ پیش آئے تھے یا انہوں نے انبیائے کرام سے کیے تھے اور اس کے سبب انبیا علیہم السلام نے طرح طرح کے محن اور تکالیف برداشت فرمائے ہیں۔ اپنے نبی کریم محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مصائب اور تکالیف سے تسلی دی ہے جو آپ کو کفار مکہ (اور قریش) سے پہنچے تھے۔ اور اس کے بعد آپ کا دل خوش کیا ہے۔ اور اپنے اس کلام کے ساتھ آپ کے عذر کو ظاہر فرمایا ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ یعنی آپ ان سے منہ پھیر لیجئے اور رسالت اور ابلاغ شریعت میں آپ پر کچھ ملامت نہیں۔ اور اسی کے مثل ہے قول اللہ تعالیٰ کا وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا کہ آپ ان کے ایذا پر صبر فرمایئے کیونکہ آپ ایسے محل پر ہیں کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں۔ اور آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس امر کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بہت سی آیتوں میں تسلی دی ہے جو اس معنی پر وارد ہوئی ہیں۔

فصل ساتویں ان آیات قرآنی کے بیان میں جن میں کہ اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر عظیم اور منزلت کریم اور مرتبت رفیع اور انبیا (علیہم السلام) سے زائد ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

ترجمہ اور جس وقت لیا اللہ نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے پھر آئے تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنے والا اس چیز کو کہ ساتھ تمہارے ہے البتہ ایمان لاؤ ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کی۔ کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اوپر اس کے بھاری عہد میرا پس گواہ رہو تم اور میں ساتھ تمہارے ہوں گواہوں سے۔ انتہی۔

ابوالحسن قابسی نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس فضل عظیم کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو آپ کے سوا اور کسی کو عطا نہیں کیا اور اس کے سبب سے آپ کو (اوروں پر) ظاہر (اور ممتاز) فرمایا اور وہ فضل ہے جس کو کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے مفسروں نے کہا کہ اللہ عزوجل نے وحی کے ساتھ عہد لیا ہے۔ پس آس سبحانہ وتعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس سے سیدنا محمد صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی نعت کا ذکر نہ فرمایا ہو اور اس سے یہ عہد نہ لیا ہو کہ اگر وہ آپ کو پائے تو آپ پر ایمان لے آئے اور کہا گیا ہے (کہ یہ عہد لیا گیا ہے) کہ وہ آپ کو اپنی قوم سے بیان کرے اور ان سے یہ عہد لے کہ وہ اس امر کو ان لوگوں سے بیان کریں گے۔ جو ان کے بعد آئے ہوں گے۔ اور قول اللہ تعالیٰ ثُمَّ جَآئَکُمْ ان اہل کتاب کو خطاب ہے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر تھے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ابتدائے عہد نبوت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر ان کے بعد تک جتنے نبی اللہ عزوجل نے مبعوث فرمائے سب سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں یہ عہد لیا ہے کہ اگر وہ مبعوث ہوں اور یہ نبی زندہ ہوں تو ان پر ایمان لاویں اور ان کی مدد کریں۔ اور نیز اپنی قوم سے بھی اس امر کا عہد لیں۔ اور اسی کے مثل سدی اور قتادہ سے بھی مروی ہوا ہے (اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے) کہ باوجودیکہ یہ آیت اور آیتوں میں مندرج ہے۔ پھر بھی وہ بہت سے اقسام فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متضمن ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا

ترجمہ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا قرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابرہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ بیٹے مریم کے سے اور لیا ہم نے ان سے قرار گاڑھا انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰى وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

ترجمہ ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو اور نبیوں کو اس کے

بعد اور وحی بھیجی ابراہیم کو اور اسمٰعیل کو اور اسحاق کو اور یعقوب کو اس کی اولاد کو اور عیسیٰ کو اور ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو اور سلیمان کو اور ہم نے دی داؤد کو زبور اور کتنے رسول بھیجے جن کا احوال سنایا ہم نے تجھ کو آگے۔ اور کتنے رسول بھیجے جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر کتنے رسول بھیجے خوشی اور ڈر سنانے والے تاکہ نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کی جگہ رسولوں کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر ہے تجھ کو نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم سے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ بس ہے حق ظاہر کرنے والا۔ انتہی۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے بضمن کسی کلام کے جس پر کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے عرض کیا تھا کہ (یا رسول اللہ) آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اللہ کے نزدیک آپ کی بزرگی کی یہ نوبت پہنچی ہے کہ آپ سب انبیا سے آخر میں تو مبعوث ہوئے اور سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو سب سے اول ذکر کیا پھر فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

(ترجمہ اوپر گذر چکا) اور آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ کے نزدیک آپ کی فضیلت کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اہل دوزخ آپ کی اطاعت کی تمنا کریں گے جبکہ وہ عذاب دوزخ میں مبتلا ہوں گے اور کہیں گے

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا

ترجمہ کاش کے ہم نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ انتہی

قتادہ نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں خلقت میں سب سے اول اور بعثت میں سب سے آخری ہوں یہی وجہ ہے کہ آپ کا ذکر اس جگہ پر نوح وغیرہ سے پہلے واقع ہوا ہے۔ سمرقندی نے کہا ہے کہ اس تقدیم میں ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی فضیلت ہے۔ اس واسطے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے تمام انبیائے کرام میں سے تقدیم ذکر کے لیے آپ ہی کو مخصوص فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ بعثت میں سب سے پیچھے ہیں۔ معنی اس کے یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں ان سے اس وقت عہد لیا تھا جبکہ ان کو پشت نبینا آدم علیہ السلام سے مثل چیونٹیوں کے نکالا تھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔

ترجمہ یہ پیغمبر بزرگی دی ہم نے بعض ان کے کو اوپر بعض کے۔ بعض وہ ہیں کہ باتیں کیں اللہ نے ان سے اور بلند کیا بعض ان کے کو درجوں میں۔ انتہی۔

اہل تفسیر نے کہا وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں کیونکہ آپ ہر سرخ وسیاہ یعنی کل لوگوں کی جانب مبعوث ہوئے ہیں۔ اور آپ کے لیے غنیمت حلال کی گئی تھی۔ اور آپ کے ہاتھوں پر معجزات کثیرہ ظاہر ہوئے ہیں۔ اور کسی نبی کو کوئی فضیلت اور کرامت ایسی عطا نہیں ہوئی جس کے مثل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ عطا ہوئی ہو (بلکہ ضرور عطا ہوئی ہی) بعض علما نے کہا ہے کہ آپ کی فضیلت میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جملہ انبیا علیہم السلام کو اپنی کتاب میں ان کا نام لے کر مخاطب فرمایا ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرمایا تو کہا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ۔

اور سمرقندی نے قول اللہ تعالیٰ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ

میں کلبی سے حکایت کیا ہے کہ ہاء (ضمیر) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب راجع ہے۔ تقدیر عبارت کی یہ ہے۔ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ مُحَمَّدٍ لَاِبْرٰهِيْمَ یعنی ابراہیم علیہ السلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور طریقہ پر تھے اور فراء نے اس کو جائز رکھا ہے اور اس بات کو ان سے مکی نے حکایت کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ (ہاء ضمیر سے) نوح علیہ السلام مراد ہیں (مطلب یہ ہے کہ شیعتہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی جانب راجع ہے)

فصل آٹھویں اس اعلام الٰہی کے بیان میں کہ اللہ عزوجل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ (درود اور رحمت) بھیجتا ہے اور آپ کی نصرت اور یاری فرماتا ہے اور آپ کے سبب سے مخلوق سے عذاب کو دفع فرماتا ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

ترجمہ اور نہیں تھا اللہ عذاب کرتا ان کو اور تو بیچ ان کے تھا۔ انتہی۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک تم (اے محمد) مکہ میں ہو اللہ ان کو عذاب نہ کرے گا۔ اور جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ سے باہر نکل آئے اور اس میں کچھ ایماندار لوگ باقی رہ گئے تو اللہ عزوجل نے اپنا یہ قول نازل فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

ترجمہ نہیں ہے اللہ عذاب کرنے والا ان کو اور وہ ہوں بخشش مانگتے۔ انتہی۔

اور یہ آیت ایسی ہے جیسا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول

لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

ترجمہ اگر جدا ہو جاتے مسلمان کافروں سے البتہ عذاب کرتے ہم ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے ان میں سے عذاب درد دینے والا انتہی۔

اور جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ

ترجمہ اور اگر نہ ہوتے مرد مسلمان اور عورتیں مسلمان نہیں جانتے تم ان کو یہ کہ کچل ڈالو تم ان کو پس پہنچ جائے تم کو ان سے ایذاء بے خبر۔ انتہی

پس جب مومنون نے بھی وہاں سے ہجرت کر لی تو سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

ترجمہ اور کیا ہے واسطے ان کے کہ عذاب کرے ان کو اللہ اور وہ بند کرتے ہیں مسجد حرام سے۔ اور نہیں وہ لائق والی ہونے اس کے کے۔ نہیں لائق والی ہونے اس کے کے مگر پرہیزگار انتہی۔

یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مرتبت عظیم اور اس امر کے بیان کرنے میں نہایت صاف اور واضح ہے کہ آپ کے وجود باجود کے سبب اللہ عزوجل نے کفار سے عذاب کو ٹالے رکھا۔ اور جب آ وہاں سے تشریف لے آئے تو وجود آپ کے صحابہ کرام کے سبب ان سے عذاب کو دور رکھا پس جب مکہ ان سے بھی خالی ہو گیا اور وہ بھی تشریف لے آئے تو اللہ عزوجل نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور مومنین کو ان پر مسلط اور غالب کیا اور ان میں تلوار کو حکم مقرر فرمایا اور ان کے گھر اور در اور زیور اور زمین اور مال

اور موسٰی کا مسلمانوں کو وارث فرمایا اور آیت میں ایک اور تاویل بھی ہے اور وہ وہ ہے جو ہم سے ابوالفضل بن خیران نے بسند خود ابی موسٰی سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھ پر میری امت کے لیے دو امان نازل فرمائے ہیں ایک وَمَا كَانَ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ اور دوسری

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

پس جب میں دنیا سے کوچ کر جاؤں گا تو تم میں استغفار چھوڑ جاؤں گا اور اسی کے مثل ہے قول اللہ تعالیٰ کا

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

ترجمہ اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہاں والوں کے۔ انتہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں امان ہوں واسطے اصحاب اپنے کے۔ کہا گیا ہے کہ بدعت سے اور کہا گیا ہے کہ اختلاف اور فتنوں سے بعض علما نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن اعظم ہیں جب تک کہ آپ زندہ رہیں۔ اور جب تک کہ آپ کی سنت باقی ہے تب تک آپ بھی باقی ہیں۔ پس جب آپ کی سنت مر جائے تو تم بلا اور فتنوں کا انتظار کرو۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

ترجمہ اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر انتہی۔

(اس آیت میں) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی اور اپنے فرشتوں کی طرف سے اپنے نبی کریم پر درود بھیج کر آپ کے فضل و کرم کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور اپنے بندوں کو آپ پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اور ابوبکر بن فورک نے بعض علما سے حکایت کیا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے جعلت قرة عینی فی الصلوة یہ معنی کیے ہیں کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں رکھی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور اس سبحانہ وتعالیٰ نے میری امت کو حکم دیا ہے کہ وہ قیامت تک مجھ پر درود بھیجتے رہیں۔ اور ہماری اور فرشتوں کی طرف سے آپ پر درود بھیجنا دعا ہے اور اللہ کی جانب سے رحمت ہے۔ اور کہا گیا ہے یصلون کے معنی ہیں یبارکون۔ یعنی آپ کے لیے برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے جب صحابہ کرام کو صلوۃ (یعنی اپنے اوپر درود بھیجنا) تعلیم فرمایا تو آپ نے لفظ صلوۃ اور برکت میں فرق کیا (یعنی یوں فرمایا کہ تم یہ کہو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اور اس امر کو خدا نے چاہا تو ہم آگے بیان کریں گے۔ کہ آپ پر درود بھیجنے کا کیا حکم ہے۔ اور بعض متکلمیں نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ ا کہیعص میں ذکر کیا ہے کہ کاف ماخوذ ہے کاف سے اس کے معنی ہیں

كِفَايَتُهُ اللّٰهِ لِنَبِيِّهٖ یعنی اللہ کا اپنے نبی کو کفایت کرنا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کہ کیا اللہ اپنے بندہ کو بس کافی نہیں ہے اور حاء سے ہدایت الٰہی مراد ہے جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو کی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَيَهْدِيَكَ بِنَصْرِهٖ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور یاء سے اس کی تائید مراد ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ اور مدد کی تیری اپنی نصرت سے۔ اور عین سے عصمت الٰہی مراد ہے جس کے ذریعہ سے اس سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے دشمنوں سے محفوظ رکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ بچائیگا آپ کو لوگوں سے۔ اور صاد سے صلوۃ علی النبی مراد ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اللہ

اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ اور اگر تم دونوں اس پر چڑھائی کرو گے تو اللہ ہی اس کا رفیق اور جبرئیل اور نیک ایمان والے انتہی۔

اور مولی کے معنی ہیں ولی اور صالح مومنین سے بعض نے کہا ہے کہ انبیائے کرام مراد ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ فرشتے اور بعض نے کہا ہے ابوبکر اور عمر۔ اور بعض نے کہا ہے علی۔ اور بعض نے کہا ہے مطلق مومنین۔ جیسا کہ ظاہر ہے

فصل نویں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ان کرامتوں کے بیان میں جن کو کہ سورہ فتح مشتمل ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا
وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا۔ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي
قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا لِيُدْخِلَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا
عَظِيمًا وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ
وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ
وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا إِنَّ الَّذِينَ
يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

ترجمہ ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان۔ اور چلا دے۔ تجھ کو سیدھی راہ۔ اور مدد کرے تجھ کو اللہ زبردست مدد وہی ہی جس نے اتارا چین دل میں ایمان والوں کے کہ اور بڑھے ان کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ۔ اور اللہ کے لشکر ہیں آسمانوں اور زمین کے۔ اور اللہ ہے زبردست حکمت والا تا پہنچائے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو باغوں میں نیچے بہتی ان کے نہریں سدا رہیں ان میں اور اتاریں ان سے ان کی برائیاں۔ اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی مراد ملنی۔ اور تا عذاب کرے دغا باز مردوں کو اور عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو جو اٹکلتی ہیں اللہ پر بڑی اٹکلیں۔ انھیں پر پڑے

پھیر مصیبت کا اور غصہ ہوا اللہ ان پر اور ان کو پھٹکار اور رکھی ان کے واسطے دوزخ اور بری جگہ پہنچے۔ ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈرسنانے والا تاتم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب رکھو اور اس کی پاکی بولو صبح اور شام۔ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے انتہی۔

معلوم کرنا چاہیے کہ یہ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا اور صفت اور کریم منزلت سے جو کہ آپ کو خدا کے نزدیک حاصل ہے اس قدر ثنا اور صفت کو مشتمل ہیں جن تک پہنچنے سے خود وصف (ریان) ہی قاصر ہے پس اللہ عزوجل نے اولا ان امور کا اعلان فرمایا ہے جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے لیے ظفر مبین اور ظہور اور غلبہ علی الاعداء اور علو کلمہ اور شریعت وغیرہ سے مقدر کیا تھا کہ آپ کو فتح نصیب ہو گی اور آپ اپنے دشمنوں پر غالب آویں گے اور آپ کا اور آپ کی شریعت کا بول بالا ہو گا اور آپ کے کل گناہ معاف کر دیے گئے اور آپ سے کسی اگلے اور پچھلے گناہ کا مواخذہ نہ ہو گا۔ بعض علما نے کہا ہے کہ غفران سے اس جگہ یہ مراد ہے کہ آپ کے کل گناہ معاف ہیں جو آپ سے صادر ہوئے وہ بھی اور جو صادر نہیں ہوئے وہ بھی۔ اور مکی نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل نے احسان کو سبب مغفرت قرار دیا ہے اور احسان بھی اسی کی طرف سے ہے اور مغفرت بھی اسی کی طرف سے غرضیکہ سب اسی کی طرف سے ہے کہ احسان پر احسان اور فضل پر فضل کرتا رہتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر فرمایا وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (اس کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں بخصوع من تکبر علیک یعنی فروتنی اس شخص کے ساتھ جو آپ پر بڑائی کرتا تھا (میں آپ پر اپنی نعمتیں پوری کرونگا اور بعض نے کہا ہے کہ فتح مکہ اور طائف کے ساتھ اور کہا گیا ہے۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں آپ کا ذکر گرامی بلند کریں گا اور آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کو بخش دے گا۔ سو اس سبحانہ وتعالیٰ نے اس کلام میں اس امر کا اعلان فرمایا ہے کہ وہ آپ پر اپنی نعمتوں کو اس طرح پورا کرے گا کہ آپ کا دشمن جو آپ پر تکبر کرتا تھا آپ کے سامنے ذلیل ہو گا اور سب سے اہم اور محبوب ترین شہروں کو آپ کے لیے فتح کرے گا اور آپ کا ذکر گرامی بلند کرے گا اور آپ کو اس صراط مستقیم کی جانب رہبری کرے گا۔ جو جنت اور سعادت کی جانب پہنچانے والا ہے۔ اور آپ کی بڑی بھاری مدد فرمائے گا۔ اور مومنین آپ کی امت پر یہ احسان فرمائے گا کہ ان کے دلوں پر سکینت اور اطمینان نازل کرے گا اور ان کو فوز عظیم

نصیب فرمائے گا۔ اور ان کے گناہ معاف کرے گا۔ اور ان کو لوگوں سے چھپا دیگا اور ان کے دشمنوں کو دنیا اور آخرت میں ہلاک کرے گا اور اپنی رحمت سے دور کرے گا اور ان کا انجام برا ہو گا۔ پھر فرمایا

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا الایۃ

اس آیت میں آپ کے محاسن جمیلہ اور خصائص حمیدہ کو شمار فرمایا ہے کہ آپ اپنے نفس کریم کے لیے امت پر رسالت کی گواہی دیں گے۔ کہ آپ نے ان کو اپنے رب کی رسالت پہنچا دی۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ ان کے لیے توحید کی گواہی دیں گے۔ اور ان کو ثواب کی بشارت سنائیں گے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ امت کو مغفرت کی بشارت دینے والے ہیں اور دشمن کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ ان کو گمراہوں سے ڈرانے والے ہیں تاکہ وہ اشخاص اللہ پر اور پھر آپ پر ایمان لاویں جن کے لیے اللہ عزوجل پہلے سے نیکی ٹھہرا چکا تُعَزِّرُوْهُ کے معنی ہیں کہ آپ کی تعظیم اور توقیر کرو۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کی مدد کریں۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کی تعظیم اور توقیر میں مبالغہ کریں یعنی آپ کی خوب تعظیم اور توقیر بجالاویں۔ اور یُوَقِّرُوْهُ کے معنی کہ آپ کی توقیر کریں۔ اور بعض قراء نے یعزروه کو دوراؤں کے ساتھ وَیُعَزِّزُوْهُ پڑھا ہے اور اکثر اور اظہر یہ ہے کہ یہ (دونوں ضمیریں) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وارد ہوئی ہیں (کیونکہ آپ اقرب مذکور ہیں) پھر فرمایا وسبحوه۔ اور اس کی پاکی بولو۔ یہ اللہ عزوجل کی جانب راجع ہے۔ ابن عطا نے کہا ہے کہ سورت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مختلف نعمتوں کو جمع فرمایا ہے ایک فتح مبین۔ اور یہ قبولیت کی علامت ہے۔ اور دوسری مغفرت اور یہ محبت کی علامت ہے اور تیسری تمام نعمت اور یہ اختصاص کی علامت ہے اور چوتھی ہدایت اور یہ ولایت کی علامت ہے۔ پھر مغفرت کہ یہ برائت ازعیوب کی علامت ہے اور تمام نعمت درجہ کاملہ کا پہنچا ہے اور ہدایت اور یہ مشاہدہ کی جانب بلانا ہے۔ اور جعفر بن محمد نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل کا آپ پر نعمتوں کا پورا فرمانا یہ ہے کہ آپ کو اپنا حبیب بنایا اور آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور آپ کے سبب سے شرائع انبیائے سابقین کی منسوخ فرمایا اور آپ کو محل اعلیٰ پر معراج کرائی اور معراج میں آپ کی محافظت کی۔ یہاں تک کہ نہ کجی کی نظر نے اللہ نہ زیادہ بڑھ گئی اور آپ کو ہر سرخ اور سیاہ (یعنی کل مخلوق) کی جانب مبعوث کیا اور آپ کے اور آپ کی امت کے لیے مال غنیمت کو حلال کیا اور آپ کو شفیع و مشفع اور سردار اولاد آدم مقرر فرمایا اور آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ اور آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ

مقرون کیا اور آپ کو توحید کا ایک رکن کیا۔ پھر فرمایا
اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ
ترجمہ جو لوگ آپ سے ہاتھ ملاتے ہیں وہ اللہ سے ہاتھ ملاتے ہیں انتہی۔

اور اس سے بیعت رضوان مراد ہے مطلب یہ ہے کہ آپ سے ہاتھ ملانا اللہ سے ہاتھ ملانا ہے۔ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے) اس سے بیعت کے وقت ہاتھ کا ہاتھ پر رکھنا مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یداللہ سے قوت الٰہی مراد ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ثواب الٰہی مراد ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ احسان الٰہی مراد ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ عقیدت بیعت مراد ہے اور یہ سب اقوال استعارات اور تفنن فی۔ الکلام اور اس عقد بیعت کی تاکید ہیں جو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شان ہے جس سے کہ بیعت کی گئی تھی۔ اور اسی قبیل سے ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول
فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔
گو (اتنا فرق ہے کہ) اول از قبیل مجاز ہے اور یہ از قبیل حقیقت کیونکہ قاتل اور رامی (قتل کرنے والا اور پھینکنے والا) حقیقتہً اللہ ہی ہے اور وہی مباشرین اس کے فعل اور قدرت علی الرمی کا پیدا کرنے والا اور اس کا مسبب ہے۔ اور نیز اس واسطے کہ ایک مٹھی مٹی کا اس طرح سے پھینکنا کہ سب لوگوں کی آنکھ میں پڑ جائے اور کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے کہ اس کی آنکھ میں مٹی نہ بھرے طاقت بشری سے خارج ہے۔ اور ایسا ہی ملائکہ کا قتل کرنا بھی حقیقت ہے (نہ مجاز) اور اس پچھلی آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کلام بر سبیل مجاز لغوی اور مقابلہ اور مناسبت لفظی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو نے ان کو قتل نہیں کیا اور نہ تو نے ان پر پھینکا جبکہ تو نے ان کے منہ پر سنگریزہ اور مٹی ماری۔ اور لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب اور گھبراہٹ ڈال دیا یعنی رمی کی منفعت خدا کے حکم سے حاصل ہوئی ہے۔ تو باعتبار حقیقت کے تو خدا قاتل اور رامی ہے اور باعتبار نام کے اے محمدؐ تم قاتل اور رامی ہو۔

فصل دسویں اس کرامت اور منزلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں جو آپ کو اللہ عزوجل کے نزدیک حاصل ہے۔ سوائے ان کرامات اور خصوصیات کے جو پیشتر مذکور ہو چکیں۔

ان میں سے ایک کرامت اور فضیلت تو وہ ہے جس پر اللہ عزوجل نے متضمن قصہ اسریٰ سبحان الذی اور سورہ والنجم میں نص کی ہے۔ اور جس عظیم منزلت اور قرب مرتبت اور مشاہدہ عجائب ملکوت اور جبروت کو یہ قصہ مشتمل ہے اور ان فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس قول میں آپ کو لوگوں سے محفوظ اور مصئون رکھا ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ اور اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

اور اسی عصمت سے ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اس قصہ میں آپ سے ایذائے کفار کا دفع فرمانا جبکہ وہ آپ کی ہلاکت پر مجتمع ہو چکے تھے اور آپ کے معاملہ میں جداگانہ مشورہ کر چکے تھے اور آپ کے نکلتے وقت ان سے ان کی آنکھوں کا سلب کر لینا کہ آپ (ان کو نظر نہ آئے۔ اور آپ کے غار میں تلاش کرنے سے ان کا غافل کر دینا۔ اور آپ پر سکینت اور طمانینت کا نازل کرنا۔ اور قصہ سراقہ بن مالک کا جیسا کہ اہل حدیث اور سیر نے حدیث غار اور ہجرت میں ذکر کیا ہے۔ اور ان فضائل میں سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا
اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ
(اس سورۃ میں) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ پر ان نعمتوں کا اعلان فرمایا ہے جو آپ کو عطا کی ہیں اور تفسیر کوثر میں کہا گیا ہے کہ کوثر آپ کی مرضی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ خیرات کثیرہ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ نبوت ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ معرفت کاملہ ہے۔ اور پھر اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی طرف سے آپ کے دشمن (عاص بن وائل یا ابوجہل) کا جواب دیا ہے اور اپنے اس قول اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں اس کا رد کیا ہے یعنی آپ کا دشمن اور آپ سے بغض کرنے والا ہی حقیر اور ذلیل ہے یا تنہا اور اکیلا ہے یا اس میں کسی قسم کی بھلائی نہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ
(تفسیر سبع مثانی میں) کہا گیا ہے کہ سبع مثانی پہلی سات لمبی سورتیں ہیں اور قرآن عظیم ام القرآن (سورہ فاتحہ) ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ سبع المثانی ام القرآن ہے۔ اور قرآن عظیم تمام قرآن ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ سبع المثانی قرآن شریف کے اوامر اور نواہی اور بشارات اور انذارات اور ضرب مثل اور شمار نعم الٰہی ہے۔ اور ہم نے تجھ کو اخبار قرآن

عظیم کا علم عطا کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ کو اس واسطے مثانی کہتے ہیں کہ وہ بار بار ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ اور کہا گیا ہے بلکہ اس سبب سے مثانی کہلاتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مستثنےٰ (مخصوص) اور ذخیرہ کر رکھا تھا۔ اور دوسرے انبیا علیہم السلام کو نہ دیا تھا۔ اور قران شریف اور فرقان حمید کو اس وجہ سے مثانی کہا گیا ہے کہ اس میں قصص انبیائے سابقین کو بار بار دہرایا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ سبع مثانی کے یہ معنی ہیں کہ اے محمدؐ ہم نے آپ کو سات کرامتوں کے ساتھ اکرام کیا ہے۔ ہدایت۔ اور نبوت۔ اور رحمت۔ اور شفاعت اور ولایت۔ اور تعظیم۔ اور سکینت۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا اور

فرمایا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب پاک قرآن مجید میں

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آپ کے خصائص سے ہے اور

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ

ترجمہ اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولتا اور اپنی قوم کی کہ ان کے آگے کھولے

اور (اس آیت میں) جملہ انبیاء علیہم السلام کو تو ان کی قوم کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ہر سرخ اور سیاہ (یعنی سب کی) جانب مبعوث ہوا ہوں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (اس کی تفسیر میں) اہل تفسیر نے کہا ہے کہ اولی بالمومنین من انفسهم کے یہ معنی ہیں کہ آپ ان میں جو کچھ نافذ فرما دیں وہ ان پر ویسا ہی نافذ ہے جیسا کہ سید کا حکم اس کے غلام پر نافذ ہوا کرتا ہے۔ اور کہا گیا ہے (کہ اس کے یہ معنی ہیں) کہ آپ کے ارشاد کی پیروی کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے نفس کی پیروی کریں اور اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ کے یہ معنی ہیں کہ وہ حرمت میں اصل ماؤں کے مثل

ہیں کہ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور یہ حرمت محض اکرام اور اختصاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ثابت ہوئی ہے اور اس واسطے کہ وہ آخرت میں بھی آپ کی بیبیاں ہیں۔ اور قرات شاذہ میں یہ بھی پڑھا گیا ہے وھواب لھم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے باپ ہیں مگر مخالفت مصحف عثمانیہ کے سبب اب یہ نہیں پڑھا جاتا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

(تفسیر فضل عظیم میں) کہا گیا ہے کہ آپ پر نبوت کے سبب بڑا فضل کیا گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس عنایت کے سبب جو پیشتر ازل میں (آپ پر مبذول) ہو چکی ہے۔ اور واسطی نے اشارہ کیا ہے کہ یہ احتمال رویت (باری تعالیٰ) کی جانب اشارہ ہے جس کا موسیٰ علیہ السلام تحمل نہ کر سکے۔

دوسرا باب اس بیان میں کہ اللہ عزوجل نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خلق اور خلق (صورت اور سیرت) دونوں طرح کی خوبیوں کو پورا پورا جمع فرمایا ہے اور آپ میں دین اور دنیا کی فضیلتوں کو ایک دم اکٹھا کیا ہے

جو شخص اس نبی کریم سے محبت رکھتا ہو اور آپ کی قدر عظیم سے واقف ہونا چاہتا ہو اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ انسان میں جو خصال جمال اور کمال ہوتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دنیاوی جن کی کہ جبلت اور ضرورت حیوۃ دنیاوی مقتضی ہے۔ اور دوسری مکتسبہ دینی جن کے سبب سے فاعل کی تعریف کی جاتی ہے اور اس کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ پھر یہ خصلتیں بھی دو قسم پر ہیں ایک قسم تو وہ ہے جس میں ہر دو اوصاف مذکورہ سے صرف ایک ہی وصف موجود ہو (چاہے ضروری اور چاہے کسبی اور اس میں دوسرے وصف کا بالکل لگاؤ نہ ہو) اور دوسری وہ ہے جس میں دونوں وصف ممزوج اور مخلوط اور باہم ایک دوسرے میں داخل ہوں۔ سو ضروری محض تو وہ ہے جس میں کہ اختیار اور اکتساب بندہ کو کچھ دخل نہ ہو جیسے وہ اوصاف جو اس کی اصل جبلت اور خلقت میں ہوں مثلاً کمال خلقت اور جمال صورت۔ اور قوت حواس اور قوت اعضا اور اعتدال حرکات (وسکنات) اور

شرف نسب۔ اور عزت قوم۔ اور کرم وخلق۔ اور وہ ضرورتیں بھی اسی سے ملحق ہیں جن کی کہ ضرورت حیوۃ داعی ہو جیسے کھانا اور سونا اور پینا اور گھر اور نکاح اور مال اور جاہ۔ اور کبھی یہ خصال آخرالذکر اخروی سے بھی ملحق ہو جاتے ہیں (مگر اس وقت) جبکہ اس سے تقوی اور سلوک طریق آخرت کے لیے بدن کی معاونت کرنا مقصود ہو۔ اور نیز وہ بقدر ضرورت اور قوانین شریعت کے موافق ہوں۔ اور وہی خصال مکتبہ اخرویہ سو وہ تمام اخلاق جمیلہ اور آداب شرعیہ ہیں جیسے دین اور علم اور حلم اور صبر اور شکر اور عدل اور زہد اور تواضع اور عفو اور عفت اور جود اور شجاعت اور جاہ اور مروت اور صمت (سکوت از غیر خیر) اور تانی اور وقار اور رحمت اور حسن ادب اور حسن معاشرت اور مثل اس کے اور حسن خلق ان سب ملکات کا جامع ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض اخلاق بعض لوگوں کے لیے اصل خلقت اور جبلت میں داخل ہوتے ہیں۔ اور بعض میں نہیں بھی ہوتے مگر وہ ان کا اکتساب کر لیتے ہیں لیکن اس کی جبلت اور فطرت میں ان اخلاق کے شعبہ کا ہونا ضروری ہے (جن سے اس کے اکتساب کی جانب اس کی طبیعت مائل ہو سکے) جیسا کہ ہم اس کو خدا نے چاہا آگے بیان کریں گے۔ اور اس صورت میں یہ اخلاق دنیاوی ہو جاتے ہیں جبکہ ان اخلاق سے رضائے الٰہی اور دار آخرت مقصود نہ ہو اور لیکن (اس میں شک نہیں کہ) یہ سب خصال بالاتفاق بجمیع اصحاب سلیمہ کے نزدیک محاسن ہیں۔ گو سبب اور موجب اس حسن اور تفضیل میں ان کے درمیان اختلاف (واقع) ہو

فصل اول قاضی عیاض (مصنف کتاب) رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب یہ بات ٹھہر چکی کہ خصال جلال اور جمال وہی ہیں جن کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر برسہا برس اور مدۃ العمر میں بھی کوئی شخص اتفاقاً ان صفات میں سے کسی ایک صفت میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تو اس کو اس بات کا بڑا شرف حاصل ہوتا ہے خواہ یہ صفت اس کو نسب میں حاصل ہو یا جمال میں قوت میں یا علم میں یا شجاعت میں یا سخاوت اور درگزر میں حتی کہ لوگوں میں اس کی بڑی قدر ومنزلت کی جاتی ہے اور وہ اس کے نام کو باہم تمثیلاً ذکر کیا کرتے ہیں اور اس میں ایک وصف خاص کے سبب جو اس میں پیدا ہو جاتا ہے لوگوں کے دلوں میں اس کا بڑا اثر ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت مستقر ہو جاتی ہے حالانکہ برسہا برس گذر جاتے ہیں کہ وہ مرگل کر مٹی ہو چکا ہے اور اس کی ہڈیاں تک باقی نہیں رہیں بھلا تو اب یہ بتا کہ قدر عظیم اور منزلت رفیع اس شخص کی نسبت تیرا کیا گمان ہے جس میں یہ سب خصلتیں اس حد تک جمع ہوں جن کو کہ نہ کوئی شمار

کرنے والا شمار ہی کر سکتا ہو اور نہ کوئی بیان کرنے والا بیان ہی کر سکتا ہو۔ اور نہ بلا تخصیص اور تکریم کبیر متعال یہ خصال کسب اور حیلہ سے حاصل ہو سکتے ہوں۔ مثلاً آپ میں رسالت۔ اور نبوت۔ اور خلقت۔ اور محبت۔ اور اصطفاء۔ اور اسراء۔ اور رویت باری تعالیٰ۔ اور قرب اور دنو۔ اور روحی اور شفاعت۔ اور وسیلہ۔ اور فضیلت زائدہ۔ اور درجہ رفیعہ اور مقام محمود اور براق اور معراج اور بعثت الی الاسود والاحمر۔ اور صلوۃ بالانبیاء اور شہادت بین الانبیاء و الامم۔ اور سیادت ولد آدم۔ اور لوائے حمد۔ اور بشارت اور نذارت۔ اور مکانت عند ذی العرش۔ اور اطاعت اور امانت۔ اور تمام ہدایت اور رحمتہ للعالمین۔ اور عطاء رضاء۔ اور سوال۔ اور کوثر اور سماع قول۔ اور تمام نعمت۔ اور عفو ماتقدم وتاخر۔ اور شرح صدر۔ اور وضع وزر۔ اور رفع ذکر۔ اور عزة النصر۔ اور نزول سکینت۔ اور تائید بالملا ئکہ۔ اور ایتاء کتاب اور حکمت اور سبع مثانی۔ اور قرآن عظیم۔ اور تزکیہ امت۔ اور دعا الی اللہ۔ اور صلوۃ اللہ اور ملا ئکہ۔ اور حکم بین الناس بماارادا للہ۔ اور وضع اصر اور اغلال ازایشان۔ اور اس کے نام کی قسم کھانا اور اس کی دعا کا قبول ہونا اور اس سے حیوانات اور جمادات کا باتیں کرنا اور مردوں کا زندہ کرنا اور بہروں کو سنانا اور اس کی انگلیوں سے پانی کا جوش مارنا اور اس کے لیے تھوڑی شی کا بہت ہو جانا اور شق قمر اور رد شمس اور قلب اعیان اور نصر بالرعب اور اطلاع علی الغیب اور ظل غمام اور تسبیح حصاء اور ابراء آلام اور عصمت من الناس (وغیرہ وغیرہ) ایسے غیر محدود صفات مجتمع ہوں جن کو کہ سوائے اس ذات وحدہ لاشریک اور کوئی جمع ہی نہ کر سکتا ہو جس نے کہ آپ کو یہ فضائل عطا کیے ہیں مع ان فضائل اور افضال الہیٰ کے جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے لیے دار آخرت میں جمع کر رکھے ہیں مثلاً منازل کرامت اور درجات قدس اور مراتب السعادات والحسنی والزیادة۔ وہ نعمتیں جن تک نہ عقل کی رسائی ہے۔ اور نہ وہم کا گذر ہے

فصل 2- اگر تو یہ کہے کہ اس میں شک نہیں کہ اس اجمالی اور مجموعی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدر ومنزلت میں سب لوگوں سے اعلیٰ اور اعظم اور محاسن اور فضائل میں سب سے اکمل اور اجمل ہیں۔ اور بیان تفصیل خصال کمال میں تو نے ایسا مسلک نفیس اختیار کیا ہے جس سے میرا دل اس امر کا مشتاق ہو گیا ہے کہ میں اوصاف جمیلہ اور خصال حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تفصیلوار جدا جدا معلوم کروں۔ سو خدا میرا اور تیرا دل نور ایمان سے منور کرے اور اس نبی کریم کے حق میں میری اور تیری محبت اور زیادہ کرے جان تو جب تو ان خصال خداداد میں غور کریگا جن میں کہ اکتساب بشر کو

کچھ دخل نہیں اور وہ اصل خلقت انسانی میں داخل ہیں تو تو جان لیں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاخلاف ناقلین اخبار۔ کل خصال کمال کے جمع کرنے والے اور محاسن متفرقہ کے اکٹھا کرنے والے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو خوبیاں ایک ایک دو دو ہو کر دوسرے لوگوں میں پائی گئیں وہ سب کی سب مجموعہ آپ کی ذات جامع کملات میں موجود ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بلکہ ناقلین اخبار کے نزدیک ان میں سے بعض اخبار تو ایسے ہیں جو درجہ یقین کو پہنچ گئے ہیں سو معلوم کرنا چاہیے۔ کہ حسن وجمال صورت اور تناسب اعضائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سے آثار اور اخبار صحیحہ اور مشہورہ میں حدیث علی کرم اللہ وجہہ اور انس بن مالک اور ابی ہریرہ اور براء بن عازب اور ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ابن ابی ہالہ اور ابی جحیفہ اور جابر بن سمرہ اور ام معبد اور ابن عباس اور معرض بن معیقیب اور ابی الطفیل اور عداء بن خالد اور خریم بن فاتک اور حکیم بن حزام وغیرہ ہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخشاں رنگ اور سیاہ پتلیوں والے اور بڑی آنکھوں والے تھے اور سفیدی چشمہائے مبارک میں سرخ ڈورے تھے اور آپ کی پلکوں میں بال بہت تھے اور آپ کا روئے مبارک بارونق تھا اور آپ کی پلکوں کے بال باریک اور آپ کی بینی مبارک کا بانسہ ابھرا ہوا تھا۔ اور آپ کے دندان مبارک کشادہ تھے اور آپ کا چہرہ مبارک گول (مائل بہ درازی) تھا اور آپ کی پیشانی چوڑی اور آپ کی داڑھی گھنی اور اتنی زیادہ تھی جس سے آپ کا سینہ مبارک بھر جاتا تھا۔ اور آپ کا شکم اور سینہ دونوں برابر تھے (اور شکم مبارک ابھرا ہوا نہ تھا) اور آپ کا سینہ کشادہ اور آپ کے دونوں شانے میانہ تھے اور آپ کی ہڈی چوڑی تھی۔ اور آپ کے بازو اور پہنچے اور ٹانگیں پر گوشت تھیں اور آپ کی ہتھیلیاں اور دونوں قدم چوڑے تھے اور آپ کے ہاتھ اور انگلیاں پوری تھیں اور آپ کا جو جسم کھلا رہتا تھا وہ بھی بارونق تھا اور آپ کے سینہ اور ناف کے درمیان ایک باریک مسربہ (بالوں کا ڈورا) تھا اور آپ میانہ قد تھے نہ زیادہ لمبے (کہ بدنما معلوم ہوں) اور نہ کوتاہ قد کہ نیچے کو دبے ہوں۔ اور بایں ہمہ کیسا ہی کوئی لمبا شخص آپ کے ساتھ چلتا مگر آپ ہی دراز معلوم ہوتے تھے اور آپ کے بال نہ تو بالکل سیدھے تھے اور نہ سخت گھونگروالے اور جب ہنستے ہوئے آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بجلی کی چمک یا اولے کے دانے اور جب آپ بات کرتے تو یہ

معلوم ہوتا کہ آپ کے دانتوں سے نور نکل رہا ہے۔ اور آپ کی گردن سب لوگوں کی گردن سے خوشنما تھی اور آپ کا روے مبارک نہ تو بہت گول تھا اور نہ بہت پر گوشت اور آپ کا جسم مبارک گٹھا ہوا نرم گوشت تھا نہ ڈھیلا اور خشک۔ براء کہتے ہیں کہ میں نے کسی ذی لمہ (پٹہ دار) شخص کو جلہ سرخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا اور ابوھریرہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی شخص نہیں دیکھا گویا کہ آپ کے روے مبارک میں سورج لہریں مار رہا ہے۔ اور جب آپ تبسم فرماتے تو اس کا نور دیوار دن میں چمکنے لگتا۔ اور جابر بن سمرہ نے کسی شخص کو سنا کہ وہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک تلوار کے مثل تھا تو انہوں نے کہا بَلْ مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (یعنی چاند اور سورج کے مانند منور) اور گول تھا۔ اور ام مجید نے آپ کے بعض اوصاف میں کہا ہے اَجْمَلُ النَّاسِ مِنْ بَعِيدٍ وَاَحْلَاهُ وَاَحْسَنَهُ مِنْ قَرِيبٍ کہ آپ دور سے تو سب سے اجمل معلوم ہوتے تھے اور قریب سے سب سے زیادہ شیریں اور خوبصورت دکھائی دیتے تھے حدیث ابن ابی ہالہ میں ہے کہ آپ ہے کہ آپ کا روئے مبارک ایسا درخشاں تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ اور علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کا وصف بیان کرتے ہوئے آخر میں کہا تھا کہ جو شخص آپ کو دفعۃً دیکھتا تھا وہ آپ سے مرعوب ہوتا تھا اور جو آپ سے ملتا جلتا تھا اور آپ سے واقف ہو جاتا تھا اور آپ کو محبوب رکھتا تھا اور آپ کی تعریف کرنے والے کا یہ مقولہ تھا کہ میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کوئی آپ کے مثل نہیں دیکھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور بیان اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سے احادیث مشہور موجود ہیں ہم ان کو (اس جگہ) بیان کر کے کتاب کو دراز کرنا نہیں چاہتے اور ہم نے ان میں سے صرف انھیں نکات اور جملوں پر اکتفا کیا ہے جو خدا نے چاہا طالب مقصود کے لیے کافی ووافی ہیں اور ان فصلوں کو ہم نے ایک حدیث جامع پر ختم کیا ہے جس پر خدا نے چاہا تو تو اس جگہ واقف ہو گا۔

فصل 3 رہی نظافت جسم اور پاکیزگی بو اور پسینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو اس امر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بہت سے ان خصائص کے ساتھ مخصوص فرمایا جو آپ کے سوا اوروں میں نہیں پائے گئے اور پھر اس نظافت اور نزاہت کو اس سبحان و تعالیٰ نے نظافت نظافت شرع اور خصال عشرہ فطرت (اسلام) کے ساتھ پورا فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین کی بنیاد نظافت اور پاکیزگی پر رکھی گئی ہے۔ ہم

سے سفیان بن عیاش سے ،سند خود انس سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے نہ کبھی عنبر سونگھا اور نہ مشک اور نہ کوئی اور خوشبو جو ریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوشبودار ہو۔ اور جابر بن سمرہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے رخسارہ کو ہاتھ لگا دیا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو آپ کے دست مبارک کی خنکی اور خوشبو ایسی محسوس ہوئی کہ گویا آپ نے اپنے دست مبارک کو عطار کے صندوقچہ سے نکالا ہے۔ کسی اور نے کہا ہے کہ آپ اپنے دست مبارک کو خوشبو لگائے ہوتے یا نہ لگائے ہوتے جو آپ سے مصافحہ کرتا وہ تمام دن اس کی خوشبو پاتا رہتا تھا اور اگر کسی بچہ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے تو خوشبوے دست مبارک کے سبب سے تمام دن وہ بچہ اور بچوں سے جداگانہ پہچانا جاتا تھا۔ اور ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انس کے گھر میں سو گئے اور وہاں پر آپ کو پسینہ آیا تو ان کی ماں ایک شیشی لے کر آئیں اور اس میں آپ کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں اس پر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کرتی ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور وہ ہماری سب سے اچھی خوشبو ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کبیر میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی راستہ سے نہ گزرتے تھے پھر کوئی چلنے والا آپ کے پیچھے جاتا مگر آپ کی خوشبو کے سبب وہ جان جاتا تھا کہ آپ اس راستہ سے گذرے ہیں۔ اور اسحٰق بن راہویہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ (خوشبو محض) آپ کی ہوا کی ہوتی تھی بدوں اس کے کہ آپ خوشبو لگائے ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور مزنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا تھا تو میں نے خاتم النبوۃ کو اپنے منہ میں لے لیا تو اس سے مجھ کو خوشبو آتی تھی۔ اور بعض ان علماء نے جنھوں نے کہ اخبار اور شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے حکائت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاخانہ پھرنا چاہتے تھے تو زمین پھٹ جاتی تھی اور آپ کے پیشاب اور پاخانہ کو نگل جاتی تھی اور اس سے عمدہ خوشبو مہکنے لگتی تھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ بیہقی نے کہا ہے از شرح علی قاری محمد بن سعد کاتب واقدیؒ نے اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک خبر بیان کی ہے انھوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ پاخانہ کو تشریف لے جاتے ہیں مگر ہم کو کوئی شے غائط سے نظر نہیں آتی اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ای عائشہ تجھے نہیں معلوم کہ جو شے انبیاء سے

نکلتی ہے اس کو زمین نگل جاتی ہے اس میں سے کچھ دکھائی نہیں دیا کرتا۔ اور یہ خبر گو مشہور نہیں ہے مگر اہل علم میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (بول اور براز) دونوں حدث پاک ہیں۔ اور یہ بعض اصحاب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور قول کو امام ابونصر بن الصباغ نے اپنے شامل میں حکایت کیا ہے۔ اور اسباب میں علماء سے ان دونوں قولوں کو ابوبکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب مسمی بدیع میں حکایت کیا ہے جو انھوں نے فروع مالکیہ اور تخریج ان مسائل فروعیہ شافعیہ میں تحریر کی جو اس مذہب میں مذکور نہ تھیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی شے ایسی نہ تھی جو ناگوار خاطر یا غیر پاکیزہ ہو۔ اور علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حدیث بھی اسی قبیل سے ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تو میں دیکھنے لگا کہ آیا آپ سے بھی کوئی وہ شے نکلتی ہے جو میت سے نکلا کرتی ہے (یا نہیں) تو میں نے اس قسم کی کوئی شے نہ پائی تو میں نے کہا کہ طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا آپ جیتے اور مرتے دونوں حالتوں میں صاف اور ستھرے رہے۔ اور کہا ہے کہ آپ سے ایسی خوشبو مہکی کہ ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور ایسا ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا تھا جبکہ انھوں نے آپ کی وفات کے وقت آپ کو بوسہ دیا تھا۔ اور اسی قبیل سے ہے مالک بن سنان کا (زخم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون پینا اور اس کو چوسنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا (اور اس پر انکار نہ فرمانا) اور ایسا ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا آپ کے پچھنوں کا خون پینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا۔ وائے ہے تجھ کو لوگوں سے اور وائے ہے لوگوں کو تجھ سے اور ان پر اس امر کا انکار نہ فرمانا بھی اسی قبیل سے ہے اور اسی کے مثل ہے وہ امر جو آپ سے (اس عورت کے بارہ میں مذکور ہوا ہے) جس نے آپ کا پیشاب پی لیا تھا کہ آپ نے اس سے فرمایا تھا لَنْ تَشْتَكِيْ وَجَعَ بَطْنِكِ أَبَدًا کہ تجھ کو کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہو گی۔ اور آپ نے ان میں سے ایک کو بھی یہ حکم نہ دیا کہ اس سے منہ دھوئیں اور نہ یہ فرمایا کہ پھر ایسا نہ کرنا۔ اور حدیث اس عورت کی جس نے آپ کا پیشاب پی لیا تھا صحیح ہے اور دار قطنی نے امام مسلم اور بخاری کو عدم اخراج اس حدیث کا الزام دیا ہے اور اس عورت کا برکہ نام تھا اور اس کے نسب میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ام ایمن تھی اور وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھی اس نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کی چارپائی تلے دھر دیا جاتا تھا اور آپ شب کو اس میں پیشاب کیا کرتے تھے تو آپ نے ایک

شب اس میں پیشاب کیا پھر آپ نے اس کو تلاش کیا تو آپ نے اس میں کچھ نہ پایا تو آپ نے اس کو برکہ سے دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ (یارسول اللہ) میں اٹھی تو مجھ کو پیاس لگ رہی تھی میں نے اس کو پی لیا۔ اور مجھ کو معلوم نہ تھا۔ اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کی والدہ آمنہؓ سے مروی ہوا ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے آپ کو جنا تو آپ صاف اور ستھرے تھے آپ پر نجاست ورطوبت وغیرہ سے مطلقاً کوئی شے نہ تھی۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ مجھ کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میرے سوا آپ کو کوئی غسل نہ دے کیونکہ جو کوئی میرا ستر دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔ اور حدیث عکرمہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے اور اتنا سوئے کہ آپ کے خراٹے کی آواز سنائی دینے لگی۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ اور عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (غفلت کی نیند سے) محفوظ تھے۔

فصل 4- زیادت عقل اور ذکاوت طبع اور قوت حواس اور فصاحت لسان اور اعتدال حرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے عقیل اور سب سے زیادہ ذکی تھے۔ سو جو کوئی آپ کی ان تدبیرات میں ذراسا بھی تامل کرے گا۔ جو آپ نے اصلاح ظواہر اور بواطن امور خلق میں فرمائی ہیں۔ اور آپ کے حسن خلق اور عجائب سیرت کے ساتھ ان امور سیاسیہ میں نظر ڈالے گا۔ جو آپ نے عام اور خاص کے ساتھ مرعی رکھے ہیں اور اس کے ساتھ ذہن میں اس امر کو بھی حاضر رکھے گا کہ آپ نے باوجود عدم تعلیم سابق اور ممارست متقدم اور عدم مطالعہ کتب کیا کیا علوم اور فنون ظاہر فرمائے ہیں اور کیسے کیسے شرائع ثابت کیے ہیں تو وہ اول ہی مرتبہ میں اس امر کو مان لیوے گا کہ آپ عقل اور فہم میں سب سے راجح اور اقوی ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہ کرے گا اور یہ ایسا بدیہی امر ہے جو کسی تحریر اور تقریر کا محتاج نہیں کیونکہ وہ خود محقق اور مثبت ہے۔ اور وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ میں نے اکہتر 71 کتابیں پڑھیں تو میں نے سب میں یہی پایا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقل میں سب لوگوں سے راجح اور آپ کی رائے سب لوگوں کی رائے سے (صائب اور) افضل ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ میں نے سب میں یہی پایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب سے دنیا کو پھیلایا ہے اور جب تک وہ پوری ہو نبی اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں کل لوگوں کی عقل جو ان کو دی گئی ایسی ہے جیسے دنیا کی ریت میں سے ایک ریت کا دانہ۔ اور مجاہد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے تو آپ اپنے پیچھے سے ویسا ہی دیکھتے جیسا کہ آپ اپنے آگے دیکھتے تھے۔ اور قول اللہ تعالیٰ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ کی اس کے ساتھ بھی تفسیر کی گئی ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا نمازیوں کی طرف نظر کرنا دیکھتا ہے) اور موطا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم کو اپنے پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اور اسی کے مثل انس رضی اللہ عنہ سے بھی صحیحین میں مروی ہوا ہے۔ اور اسی کے مثل عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے (اور انھوں نے اتنا اور) کہا ہے کہ یہ (معجزہ یا یہ روایت) ایک زیادت ہے جو کہ اللہ عزوجل نے آپ کے معجزات میں زیادہ عطا کیا ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ میں ان لوگوں کو ویسا ہی دیکھتا ہوں جو میرے پیچھے ہیں جیسا میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو میرے آگے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے پیچھے سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ میں اپنے آگے دیکھتا ہوں اور نسفی بن مخلد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حکایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا کہ آپ اجالے میں دیکھتے تھے۔ اور اس باب میں بہت سے اخبار صحیح وارد ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں اور شیطانوں کو دیکھتے تھے۔ اور آپ کے لیے نجاشی کا جنازہ اٹھایا گیا تھا یہاں تک کہ آپ نے اس پر نماز پڑھی اور (ایسا ہی آپ کے لیے) بیت المقدس بھی اٹھایا گیا تھا جبکہ آپ نے قریش کے لیے اس کی صفت بیان فرمائی اور آپ کے لیے کعبہ بھی اٹھایا گیا تھا جبکہ آپ نے (مدینہ منورہ میں) اپنی مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکایت کیا گیا ہے کہ آپ ثریا میں گیارہ ستاروں کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ اور یہ سب دیکھنا آنکھ ہی کے دیکھنے پر محمول ہے۔ اور یہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کا قول ہے۔ اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ روایت علم ہے (نہ رویت بصر) اور ظاہر احادیث اور اخبار اس کے بالکل مخالف ہیں اور اس میں کسی قسم کا امتناع نہیں ہے (بلکہ) انبیائے کرام کے خصوصیات اور خصائل میں داخل ہے۔ جیسا کہ ہم کو ابو محمد عبد اللہ بن احمد العدل نے اپنی کتاب سے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی تو وہ رات کی اندھیرے میں مسافت دس فرسخ سے چکنے پتھر پر چیونٹی کو دیکھتے تھے۔ اور اس بنا پر یہ کوئی بعید بات نہیں کہ حصول معراج اور رویت آیات کبریٰ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور کے ساتھ مختص کر دیے گئے ہوں۔ اور اس امر کے ساتھ بہت سے اخبار وارد ہوئے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زمانہ جاہلیت میں ابار کلنہ سے تین بار کشتی ٹھہری اور تینوں بار آپ نے اس کو پچھاڑا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص تیز رفتار نہیں دیکھا گویا کہ آپ کے لیے زمین لپٹی جاتی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ (چلنے میں) اپنی جانوں کو کلفت میں ڈالتے تھے اور آپ کو پروا بھی نہ ہوتی تھی۔ اور صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مروی ہوا ہے کہ آپ کی ہنسی تبسم (مسکرانا) ہوتا تھا اور جب آپ کسی کی طرف نظر فرماتے تھے تو پوری نظر کرتے تھے اور جب چلتے تھے تو قدم اٹھا کر چلتے تھے گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فصل 5- فصاحت لسان اور بلاغت قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں اس باب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پایہ بلند اور مرتبہ عالی ایسا رفیع تھا جو لامعلوم نہیں ہے (بلکہ) سلامت طبع اور براعت ماخذ اور ایجاز مقطع اور فصاحت لفظ۔ اور جزالت قول۔ اور صحت معانی۔ اور قلت تکلف کے ساتھ آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے تھے۔ اور بدائع حکم اور علم زبان عرب کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا تھا اور آپ ہر قوم اور قبیلہ کے ساتھ اسی کی بول چال اور محاورہ کے موافق کلام فرماتے اور اسی کے محاورہ بلاغت کے ساتھ آپ اس سے گفتگو کرتے تھے۔ حتی کہ بہت سے صحابہ کرام اکثر محل پر آپ سے اپنے کلام کی شرح اور تفسیر دریافت کرتے۔ سو جو کوئی آپ کی کسی بات چیت اور برتاؤ میں تامل کریں گا وہ اس امر کو خوب اچھی طرح محقق کر لے گا (اور اس کو اس بات میں کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے گا) اور آپ کا قریش اور انصار اور اہل حجاز کے ساتھ کلام کرنا ویسا نہ تھا جیسا کہ آپ نے ذی اشعار الھمدانی اور طہمہ النہدی اور قطن بن حارثہ علیمی اور اشعث بن قیس اور وائل بن حجر الکندی وغیرہ امرائے حضرموت اور بادشاہاں یمن کے ساتھ کلام فرمایا ہے (یعنی آپ ان دونوں سے یکساں کلام نہ فرماتے تھے بلکہ ہر ایک سے اس کے مرتبہ اور محاورہ کے موافق کلام فرماتے تھے) اور جس کسی کو اس کی تحقیق اور تفتیش کا شوق ہو اس کو چاہئے کہ وہ آپ کا وہ خط ملاحظہ کرے جو آپ نے ہمدان کو لکھا تھا (آپ اس میں تحریر فرماتے ہیں)

ان لکم فراعها ووهاطها۔ وغرازها تاکلون علافها۔ وترعون عفا هالنا من دفئهم ومرامهم ماسلموا بالمیثاق والامانة ولهم من الصلقنه الثلب والناب والفصیل والفارض والداجن والکبش الحوری وعلیهم فیها الصالغ والقارج

ترجمہ تمہارے واسطے ہے زمین اس کی اور پست اس کی اور کنکریلی اس کا کھاؤ تم چارہ اس کا اور چراؤ تم زمین غیر محدود (اور بے نشان) اس کی ہمارے لیے ہے مویشی ان کے سے اور کھیلاں ان کے سے وہ جو سونپیں ساتھ عہد اور امانت کے اور ان کے لیے ہے مال صدقہ سے ثلب اور ناب (یعنی وہ بوڑھا اونٹ جس کے بڑھاپے کے سبب دانت گر گئے ہوں اور وہ بوڑھی اونٹی جس کے بڑھاپے کے سبب دانت لمبے ہو گئے ہوں) اور فصیل (بچہ شتر یا بقر) اور فارض (شترمسن) اور گھر کھڑے رہنے والے اور جس بکری کی کھال کا نطع بنتا ہے۔ اور ان پر ہے وہ گائے اور بکری جس کو چھٹا سال شروع ہوا ہو اور وہ اونٹ جس کو پانچواں سال لگا ہو۔ انتہی۔

اور آپ کے اس کلام میں غور کرے جو آپ نے نہد سے فرمایا تھا

اللهم بارک لهم فی لحضها نحصها ونذقها و ابعث راعيها فی الدثر اور افجر له الثمد وبارک لهم فی المال والولد۔ من اقام الصلوة کان مسلما۔ ومن اتی الزکوة کان محسنا ومن شهد لن لا اله الا الله کان مخلصالکم یا بنی فهد ودائع الشرک ووضائع الملک لاتلطط فی الزکوة ولاتلحد فی الحیوة۔ ولامتثاقل عن الصلوة

ترجمہ اے اللہ تو ان کے لیے ان کے دودھ اور دہی اور لسی میں برکت دے اور ان کے امیر کو مال میں بھیج اور اس کے لیے ماء قلیل کو جاری کر اور ان کے مال اور اولاد میں برکت دے۔ جو کوئی نماز قائم رکھے وہ مسلمان ہے۔ اور جو کوئی زکوۃ دے وہ محسن ہے اور جو کوئی اس امر کو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ مخلص ہے اے بنی نہد تمہارے لیے ہیں ودیعتیں شرک کی اور وظیفہ ملک کے اور مت روکو زکوۃ کو اور مت مائل ہو زندگی میں اور مت بھاری ہونا نماز سے۔ انتہی

اور آپ نے ان کے لیے وظیفہ فریضہ (بوڑھی گائے یا اونٹ) میں لکھا تھا

ولکم الفارض والفریش وذوالعنان الرکوب والفلوالضبیس لایمنع سرحکم ولایعضد طلحکم ولایحبس درلم مالم تضمروالاماق وتاکلوالرباق من نرفله الوفاء بالعهدوالذمته ومن ابی فعلیه الربوة

ترجمہ اور تمہارے لیے ہے شتر اور بقرمسن۔ اور نیا بچہ جنی ہوئی۔ اور گھوڑا

قابل سواری اور بچھڑا شریر اور نہیں روکی جائے گی مویشی تمہاری اور نہ کاٹا جائے گا طلح (نام درخت خاردار) اور نہ روکی جائے گی مویشی تمہاری جب تک کہ تم دل میں نفاق نہ رکھو گے اور کل خور نہ کھاؤ گے یعنی عہد شکنی نہ کرو گے اور جو اس پر قائم اور منقاد رہا ان کے لیے ہے پورا کرنا عہد اور ذمہ کا اور جس نے انکار کیا پس اس پر ہے زیادتی۔ انتہی

اور آپ کے خطوط میں سے اس خط کا معائنہ کرے جو آپ نے وائل بن حجر اور امرائے نجد اور سردار ان خوشرو کی جانب تحریر فرمایا تھا آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے۔

فی التبعته شاة لامقورة الالیاط۔ ولاضناک والظوالیثجته وفی السیوب الخمس ومن زنی مم بکو فاصعقوه مائه واستو فضوه عاماومن زنی مم یشیب فضرجوه بالاضابهم ولاتوصیم فی الدین ولاغمته فی فرائض الله وکل مسکر حرام ووائل بن حجر یترفل علی الاقیال

ترجمہ اور چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے نہ دبلی اور نہ موٹی۔ اور درمیانی نہ اعلی اور نہ ادنی۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے اور جو کوئی زنا کرے کنواروں میں سے پس مار واسکو سو کوڑے۔ اور جلاوطن کرو اس کو ایک سال اور جو کوئی زنا کرے بیاہوں میں سے پس رجم کرو اس کو پتھروں سے اور نہیں ڈھیل اور محبت دین (حد مارنے) میں۔ اور نہیں اخفا فرائض الہی میں۔ اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ اور وائل بن حجر امارت کرے اقیال (یعنی امراء) پر انتہی۔

کہ اس کتاب کو اس کتاب سے کیا نسبت جو آپ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے صدقہ میں لکھی تھی۔ اور چونکہ ان لوگوں کا کلام اور بلاغت اسی قسم اور طریقہ کی تھی اور یہ لوگ اکثر یہی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے تو آپ نے بھی ان کے ساتھ وہی الفاظ استعمال کیے ہیں جو وہ باہم استعمال کیا کرتے تھے تاکہ آپ لوگوں سے اس امر کو بخوبی بیان فرما دیں جو آپ پر نازل ہوا تھا اور آپ لوگوں نے اس محاورہ کے ساتھ بات کریں جس کو کہ وہ جانتے ہیں جیسے حدیث عطیہ بن سعد میں آپ کا یہ فرمانا

فان الید العلیا ہی المنطیته والید السفلی ہی المنطاة

یعنی اونچا ہاتھ وہ ہے جو دینے والا ہے اور نیچا ہاتھ وہ جس کو دیا جاوے اس میں منطیۃ اور منطاۃ کو کو معطی اور معطاۃ کی جگہ بولا ہے (عطیہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ہماری ہی زبان میں بات چیت کی اور جیسے حدیث عامری میں جبکہ اس نے آپ سے کچھ سوال کیا آپ کا یہ فرمانا سل عنک بمعنی سل عماشئت یعنی

جس چیز کو چاہے پوچھ۔ یہ بنی عامر کا محاورہ ہے اور رہا آپ کا کلام معتاد اور فصاحت معلومہ اور جوامع کلم اور حکم ماثورہ سو ان میں لوگوں نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں اور ان کے الفاظ اور معانی میں بہت سی کتابیں جمع کی ہیں اور ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جن کی نہ فصاحت ہی برابری کر سکتی ہے اور نہ بلاغت ہی مقابلہ کر سکتی جیسے کہ آپ کا یہ قول المسلمون تتکافؤ ادماھم ویسعی بذمتھم ادناھم وھم ید علی من سواھم یعنی مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کے عہد وامان میں ان کا ادنی سعی کرے گا اور وہ اپنے ماسوا پر ایک ہاتھ ہیں (یعنی معاونت یکدیگر میں سب شریک ہیں) اور جیسے آپ کا یہ فرمانا الناس کاسنان المشط۔ والمرء مع من احب ولاخیر فی صحبتہ من لایری لک ماتری لہ الناس معادن۔ وماھلک امرء عرف قدرہ۔ والمستشار موتمن۔ وھو بالخیار مالم یتکلم ورحم اللہ عبدا قال خیرا فغنم اوسکت فسلم یعنی لوگ ایسے ہیں جیسے کنگھی کے دندانہ مطلب یہ ہے کہ سب برابر ہیں کسی کو کسی پر کچھ بڑائی نہیں اور انسان اس کے ساتھ ہے جس کو وہ محبوب رکھے۔ اور اس شخص کی محبت میں کچھ بھلائی نہیں جو تیرے لیے وہ محفوظ رکھے جو تو اس کے لیے ملحوظ رکھے۔ اور لوگ کان ہیں (جیسے سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں جو جاہلیت میں اچھا ہے وہ اسلام میں بھی اچھا ہے) اور وہ شخص ہلاک نہیں ہوتا جو اپنی قدر پہچانے۔ اور جس سے مشورہ لیا جائے اس پر امانت داری لازم ہے۔ اور انسان جب تک بات نہ کرے وہ اس وقت تک مخیر ہے (مقصود یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر بات کرنا چاہیے) اور اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو بھلی بات کہکر فائدہ اٹھائے یا چپ رہ کر سالم رہے۔ اور جیسے آپ کا (اس شخص کے حق میں) یہ فرمانا جو احد کے روز مقتول ہوا تھا اور لوگوں نے اس کو کہا تھا لھنئک النادۃ لعلہ کان یتکلم بمالا یعنیہ وبنجل بمالا یعنیہ کہ شائد وہ بے فائدہ باتیں کرتا ہو اور اس چیز کے ساتھ بخل کرتا ہو جو اس کو غنی نہ کرتی ہو۔ اور جیسے آپ کا یہ فرمانا ذوالوجھین لایکون عنداللہ وجیھا کہ وہ شخص خدا کے نزدیک وجیہ (آبرو دار) نہیں ہوتا جو دورخا ہو۔ اور جیسے آپ کا قیل و قال اور کثرت سوال اور اضاعت مال اور کسی چیز کے روکنے اور مانگنے اور نافرمانی مادر ان اور دخترکشی سے منع فرمانا اور جیسے آپ کا یہ فرمانا اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئہ الحسنتہ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن وخیر الامور اوساطھا جہاں کہیں بھی ہو خدا سے ڈر اور برائی کے پیچھے نیکی کر کہ وہ اس کو مٹا دے گی اور لوگوں سے حسن خلق کے ساتھ پیش آ اور سب سے عمدہ کام وہ ہے جو میانہ ہو اور جیسے آپ کا فرمانا احبب حبیبک ھونا ماعسی

یکون بغیضک یوما ما تو اپنے دوست سے تھوڑی دوستی کر شاید کسی روز وہ تیرا دشمن ہو جائے۔ اور جیسے آپ کا یہ فرمانا الظلم ظلمات یوم القیامۃ ظلم اندھیرے ہیں قیامت کے دن اور جیسے بعض دعاؤں میں آپ کا یہ فرمانا

اللھم انی اسئلک رحمۃ تھدی بھا قلبی وتجمع بھا امری وتلم بھاشعثی وتصلح بھاغائبی وترفع بھا شاھدی۔ وتزکی بھا عملی۔ وتلھمنی بھا رشدی وتردبھا الفتی وتعصمنی بھا من کل سوء۔ اللھم انی اسئلک الفوز فی القضاء ونزل الشھداء وعیشی السعداء والنصر علی الاعداء

ترجمہ ای اللہ میں تجھ سے وہ رحمت مانگتا ہوں جو میرے دل کو راہ بتائے اور میرے کام کو جمع کر دے اور میرے انتشار قلبی کو دور کرے اور میرے قلب کی اصلاح کرے۔ اور میرے جسم کو بلند کرے اور میرے اعمال کا تزکیہ کرے اور اس کے سبب مجھ میں رشد ڈال اور اس کے سبب میری الفت کو جمع کر اور اس کے سبب سے مجھ کو ہر برائی سے محفوظ رکھ ای اللہ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھ کو قضا میں مراد یابی نصیب فرما اور مجھ کو شہیدوں کی سی مہمانی اور نیک بختوں کی سی زندگانی اور دشمنوں پر فتمندی نصیب کر۔

اور اس کے سوا آپ کے اور بہت سے ایسے مقالات اور مقلات اور محاضرات اور خطبہ اور دعائیں اور مخاطبات اور مواثیق ہیں جن کو کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے روایت کرتی چلی آئی ہے اور جو بلاخلاف (فصاحت اور بلاغت کے) اس درجہ علیا تک پہنچ چکے ہیں جس پر کوئی دوسرا کلام قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اس میں آپ کو وہ گوے سبقت حاصل ہے جس کی قدر رفیع کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ اور آپ کے کلمات میں سے بہت سے ایسے کلمات جمع کیے گئے ہیں جن کے ساتھ آپ سے پہلے کسی نے تکلم ہی نہیں کیا اور نہ کوئی اس امر پر قادر ہوسکا کہ اس نہج پر کلام کرنے جیسے بوقت اشتداد حرب آپ کا یہ فرمانا حمی الوطیس کہ (لڑائی کا) تنور گرم ہو گیا۔ اور اس شخص کے حق میں جو جہاد میں بلاقتل قتل مرجائے آپ کا یہ فرمانا مات حتف انفہ (مطلب یہ کہ اس کا اجر ثابت ہو گیا) اور ولا یلدغ المومن من حجر مرتین یعنی مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈنک نہیں کھاتا۔ اور السعید من وعظ بغیرہ یعنی سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔ غرضکہ ان کلمات اور ان کے امثال میں وہ فصاحت اور بلاغت (کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے) جن کے مضامین میں نظر کرنے سے دیکھنے والے کو تعجب ہوتا ہے اور اس کی ادنی حکمتوں میں تامل کرنے سے اس کی عقل گم ہوتی ہے۔ اور آپ سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا

تھا کہ یارسول اللہ ہم نے آپ سے زیادہ کوئی شخص فصیح نہیں دیکھا تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا ومایمنعنی وانما انزل القرآن بلسانی لسان عربی مبین کہ اس فصاحت اور بلاغت سے مجھ کو کون مانع ہے میری ہی زبان میں تو قرآن اترا ہے جو صاف عرب زبان ہے اور دوسری بار فرمایا بیدانی من قریش ونشات فی بنی سعد بس اتنی بات ہے کہ میں قریشی ہوں اور میں نے بنی سعد میں تربیت پائی ہے وہ بھی فصیح ہیں پھر میرے فصیح نہ ہونے کی کون وجہ ہے تو آپ کے لیے شیرینی اہل بادیہ کی اور جزالت اور نصاحت الفاظ ان لوگوں کی جمع کی گئی ہے جو دیہات میں مقیم رہتے ہیں (اور ان کی زبان میں اختلاط نہیں ہونے پاتا) اور رونق دی آپ کے کلام کو تائید الٰہی نے جس کو وحی الٰہی سے مدد پہنچتی رہتی تھی اور اس حد تک بڑھا دیا ہے کہ علم انسانی اس کے احاطہ سے قاصر ہے۔ اور ام معبد رضی اللہ عنہا نے ضمن آپ کے وصف کے کہا ہے کہ آپ نہایت شیریں کلام تھے اور آپ کا کلام مبین اور مفصل ہوتا تھا نہ بہت قلیل (کہ مخل مطلب ہو) نہ بہت کثیر (کہ مخل طبع ہو) گویا کہ موتی پرو رکھے ہیں اور آپ نہایت بلند آواز خوش گفتار تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فصل 6- شرف نسب اور کرم بلد اور نشائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ شرف نسب اور کرم بلد اور نشائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے امور ہیں جن پر دلیل قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور نہ وہ بیان مشکل اور خفی کے محتاج ہیں (بلکہ وہ خود ظاہر اور روشن ہیں) کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں اور باپ دونوں کی جانب سے بہترین بنی ہاشم اور برگزیدہ قریش اور اشرف اور اعز عرب ہیں اور آپ مکہ کے رہنے والے ہیں جو خدا اور اس کے بندوں کے نزدیک اس کے تمام شہروں سے بکرم اور محترم تر ہے۔ ہم سے قاضی القضاۃ حسین بن محمد الصدفی نے بسند خود ابی ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بعثت انامن خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرون الذی کنت منہ کہ میں قرنا فقرناسب سے بہتر قرون (طبقات) بنی آدم سے مبعوث ہوا ہوں یہاں تک کہ میں اس طبقہ سے پایا گیا ہوں جس طبقہ سے کہ پایا گیا ہوں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو ان لوگوں میں کیا جو سب سے بہتر اور سب سے اچھے طریقہ کے لوگ تھے پھر اللہ سبحانہ وتعالی نے قبائل کو پسند فرمایا تو مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں کیا تو پھر خدا نے گھروں کو پسند اور گھرانے کے لحاظ سے بھی اچھا ہوں۔ اور واسلہ بن الاسقع سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے

اولاد ابراہیم علیہ السلام سے تو اسمٰعیل کو پسند کیا ہے اور اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن عمر کی ایک حدیث میں جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا پھر ان میں سے بنی آدم کو پسند فرمایا پھر بنی آدم سے انتخاب فرمایا تو ان میں سے عرب کو اختیار کیا پھر عرب میں سے انتخاب کیا تو ان میں سے قریش کو پسند فرمایا پھر قریش میں سے انتخاب کیا تو ان میں سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا پھر بنی ہاشم میں سے انتخاب کیا تو ان میں سے مجھ کو پسند فرمایا تو میں ہمیشہ بہتر سے بہتر ہی رہا پس سن لو جو کوئی عرب کو دوست رکھتا ہے تو وہ ان کو میری محبت کے سبب دوست رکھتا ہے اور جو کوئی ان کو مبغوض رکھتا ہے تو وہ ان کو میری دشمنی کے سبب مبغوض رکھتا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ قریش آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے اللہ کے روبرو ایک نور تھا اور یہ نور اللہ کی تسبیح کرتا تھا اور اس کی تسبیح کے ساتھ فرشتے تسبیح کرتے تھے پس جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اس نے اس نور کو ان کی پشت میں ڈال دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے مجھ کو صلب آدم علیہ السلام میں زمین کی طرف اتارا اور پھر اس نے مجھ کو صلب نوح علیہ السلام کی جانب نقل کیا۔ اور پھر مجھ کو صلب ابراہیم علیہ السلام میں ڈالا پھر خداوند عالم مجھ کو ہمیشہ اصلاب کریمہ اور ارحام زکیہ سے ایک دوسرے کی جانب نقل فرماتا رہا حتی کہ مجھ کو میرے ماں باپ سے پیدا کیا جو کبھی زنا اور بدکاری کے پاس نہیں پھٹکے۔ اور صحت اس خبر پر حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا وہ شعر مشہور شاہد جو انھوں نے مدح نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہا ہے شعر خدا نے چاہا اس کتاب کے تیسرے باب میں آئے گا

فصل 7- بیان ان خصال حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن کی کہ ضرورت حیات دائمی ہے

سو معلوم کرنا چاہیے کہ جن خصال حمیدہ کی کہ ضرورت حیوۃ دائمی ہے اور ہم ان کو بیان کر آئے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کا کہ کم ہونا فضیلت گنا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا کہ زیادہ ہونا فضیلت گنا جاتا ہے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جس کی حالت مختلف فیہ ہے۔ سو وہ خصال جن کا کہ کم ہونا بالاتفاق مدح اور کمال شمار ہوتا ہے اور وہ ہر حال میں عادۃً اور شرعاً دونوں طرح سے محمود مانی جاتی ہیں۔ جیسے خواب اور خورش کہ جملہ اہل عرب اور تمام حکما ان دونوں کی کمی کو محمود سمجھتے چلے آئے ہیں۔ اور اس کی کثرت کی برائی کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ خور ونوش کی کثرت حرص اور ندیدے پن کی

علامت ہے۔ اور بہت بھوک لگنا اور بہت سا کھانا۔ بہت سے مضرات دنیاوی اور اخروی کا موجب اور بہت سے امراض جسمانی اور روحانی اور امتلائے دماغ کا باعث ہے اور اس کی کمی قناعت اور ملک نفس کی دلیل ہے یعنی اس امر کی علامت ہے کہ یہ شخص قانع اور اپنے نفس پر قادر ہے۔ اور شہوت (طعام) کا قصور کرنا صحت جسم اور صفائے قلب اور تیزی ذہن کا سبب ہے جیسا کہ کثرت خواب سستی نفس اور کمزوری جسم کا باعث ہے اور عدم ذکا اور ظلمات کسل اور عادت عجز اور بے فائدہ عمر ضائع کرتے اور سخت دلی اور غفلت اور موت قلب کا سبب ہے۔ اور دلیل اس امر پر وہ امور ہیں جو ضرورۃ معلوم اور مشاہد اور کلام امم سابقہ اور حکمائے متقدمین اور اشعار اور اخبار عرب اور احادیث صحیحہ اور آثار سلف صالحین اور خلف متبعین سے بالتواتر منقول اور ماثور ہیں جو کسی دلیل اور برہان کے محتاج نہیں اور اگر ہوں بھی تو ہم نے ان کو اختصاراً" اور اقتصاراً" علی الشہرۃ ترک کر دیا ہے کیونکہ وہ عوام میں مشہور اور معلوم ہیں۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں چیزوں میں سے بہت ہی تھوڑا حصہ لیا ہے اور یہ آپ کی سیرت سے ایسی (بدیہی) بات ہے جس کا دفع ناممکن ہے۔ اور اس کا کہ آپ نے لوگوں کو حکم بھی فرمایا ہے۔ اور اس کی رغبت بھی دلائی ہے خاص کر اس سبب سے کہ ان میں کا ایک (یعنی کثرت طعام) دوسرے (یعنی کثرت نوم) کے ساتھ مربوط ہے۔ اور ہم سے ابو علی الصدفی نے .سند خود مقدام بن معدیکرب سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابن آدم نے اپنے پیٹ سے زیادہ کوئی برا برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کریں۔ پس اگر ضروری ہو تو تہائی شکم اس کے کھانے کے لیے اور تہائی پینے کے لیے اور تہائی سانس کے لیے اور اس واسطے کہ نیند کی زیادتی کھانے اور پینے کی زیادتی سے ہے۔ اور بعض سلف نے کہا ہے کہ بہت مت کھایا کرو پھر بہت پیو گے اور پھر بہت سوؤ گے اور پھر بہت حسرت کرو گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ کو وہ کھانا سب کھانوں سے پیارا معلوم ہوتا تھا جس پر بہت سے ہاتھ پڑیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ علیہ صلی اللہ وآلہ وسلم کا شکم مبارک کبھی اتنا پر نہیں ہوا کہ آپ شکم سیر ہوئے ہوں۔ اور آپ اپنے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے اور گھر والوں سے کھانا نہ مانگتے تھے اور نہ اس کی خواہش ظاہر فرماتے تھے اگر انھوں نے کھلا دیا تو کھا لیا (ورنہ خیر) اور جو کھلا دیا وہ کھالیا اور جو پلا دیا وہ پی لیا۔ اور اس (حدیث) پر بریرہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے سبب کوئی اعتراض لازم نہیں آتا جس میں کہ وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کیا میں ہانڈی نہیں دیکھتا کہ اس میں گوشت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سوال فرمانا اس بنا پر ہو کہ آپ نے یہ خیال کیا ہو کہ

شاید ان کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ کھانا آپ کو حلال نہیں ہے تو آپ نے چاہا کہ ان کا یہ اعتقاد دور کر دیا جائے اور ان کو یہ سنت بتا دی جائے۔ اور آپ کے یہ خیال فرمانے کے بھی یہ وجہ موجود ہی تھی کہ گھر والوں نے اس کو آپ کی جانب نہیں بڑھایا۔ اور آپ ان کی اس عادت سے پہلے سے واقف تھے کہ وہ بغیر آپ کے کوئی شے تنہا نہیں کھاتے چنانچہ ان کی نسبت آپ کا یہ گمان سچ نکلا اور آپ نے ان کے لیے اپنے اس قول میں کہ وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ۔ اس امر کو بیان فرما دیا جس کو وہ نہ جانتے تھے۔ اور حکمت لقمان میں ہے کہ جب معدہ پر ہو جاتا ہے تو فکر سو جاتی ہے اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے۔ اور اعضاء عبادت سے بیٹھ رہتے ہیں۔ اور سحنون نے کہا ہے کہ علم اس شخص کے لائق نہیں ہے جو کہ پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اما انا فلا آکل متکئا (لیکن میں سہارا لگا کر نہیں کھاتا) اور اتکا کے معنی ہیں التمکن للاکل والتقعد فی الجلوس یعنی کھانے پر پورے طور سے قادر ہونا اور خوب اطمینان کے ساتھ بیٹھنا جیسے چار زانو (بیٹھنا) اور ایسے اور جلسہ جن میں بیٹھنے والا اپنے پیچھے خوب سہارا پکڑے۔ اور جو شخص اس طرح بیٹھتا ہے وہ بہت سا کھانا کھاتا ہے۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا کھانے کو بیٹھتے تھے تو ٹانگیں کھڑی کر کے قدموں کے بھل اکڑو بیٹھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں بندہ ہوں بندوں ہی کی طرح کھانا کھاتا ہوں اور بندوں ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ اور محققین کے نزدیک حدیث میں اتکاء کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایک جانب جھک جائے اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سونا بھی بہت کم تھا۔ اور اس بات کی شہادت میں بہت سے آثار صحیحہ موجود ہیں۔ علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اس غرض سے کہ نیند کم آئے آپ اپنی داہنی کروٹ پر سویا کرتے تھے کیونکہ بائیں کروٹ پر سونے میں سہولت زیادہ ہے اس واسطے کہ اس طرف سونے میں دل اور اس کے متعلقات کو سکون اور قرار حاصل رہتا ہے۔ تو اس جانب سونا ثقل اور طول نوم کا مقتضی ہوتا ہے اور جب سونے والا داہنی کروٹ پر سوتا ہے تو اس کا دل معلق اور متحرک رہتا ہے تو اس سبب سے وہ بیدار بھی جلد ہو سکتا ہے اور اس پر استغراق نوم بھی غلبہ نہیں کرنے پاتا

فصل 8- قسم ثانی یعنی ان امور کا بیان جن کی کہ کثرت محمود مانی جاتی ہے اور جن کے سبب لوگ باگ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں

جیسے نکاح اور جاہ۔ سو اس میں نکاح تو ایسا امر ہے جس کی کہ خوبی پر شرع اور عادت دونوں متفق ہیں۔ اور وہ کمال صحت ذکورت کی دلیل ہے۔ اور اس کی کثرت پر تفاخر و تعریف

کرنا ایک دائمی عادت ہے جو ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے (اور کبھی منقطع نہیں ہوئی) اور شرع میں بھی وہ سنت ماثورہ ہے کہ کثرت سے منقول اور ماثور ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس امت میں سب سے افضل وہ ہیں جن کی بہت سی بیبیاں ہیں اور وہ اپنے کلام میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اشارہ کرنے والے تھے (یعنی ان کی یہ مراد تھی کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل اور اکمل ہیں کیونکہ آپ کی سب سے زیادہ بیبیاں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح کرو اور نسل تلاش کرو کہ میں قیامت کے روز تمہارے سبب سے اور امتوں کے ساتھ فخر کرنے والا ہوں اور آپ نے تبتل (یعنی عورتوں سے قطع کرنے) سے منع فرمایا ہے۔ علاوہ بریں اس میں قطع شہوت اور غض بصروو خوبیاں ایسی موجود ہیں جن پر کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں تنبیہہ فرمائی ہے کہ جو کوئی استطاعت اور صاحب قدرت ہو اس کو چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ وہ نگاہ کو بھی پست کرنے والا ہے اور فرج کے لیے بھی زیادہ اچھا ہے حتیٰ کہ علما نے اس کو ان امور میں شمار کیا ہے جن سے زہد میں کچھ فرق نہیں آتا۔ سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جب عورتیں سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب اور محبوب تھیں تو پھر ان میں زہد کیسا۔ اور اسی کے مثل ابن عیینہ نے بھی کہا ہے اور جو صحابہ کرام بالکل ہی عابد اور زاہد تھے ان کے پاس بھی بہت سی بیبیاں اور باندیاں موجود تھیں اور وہ کثرت سے نکاح کرتے تھے۔ اور اس باب میں علی اور حسن اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے تو بہت کچھ حکایت کیا گیا ہے۔ اور بہت سے علما نے اس بات کو مکروہ جانا ہے کہ انسان کنوارے پن کی حالت میں خدا سے ملاقات کرے یعنی بے نکاح مر جائے۔ اور اگر تو یہ کہے کہ نکاح اور کثرت نکاح کیونکر فضیلت ہو سکتا ہے اور یہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں کہ ان پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امر کے ساتھ تعریف فرمائی ہے کہ وہ حصور (یعنی عورتوں سے باز رہنے والے تھے) پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شے کو تو فضیلت شمار کر رہا ہے اس سے عاجز رہنے کے سبب خداوند عالم ان کی تعریف فرما دے اور یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں کہ انھوں نے عورتوں سے انقطاع فرمایا ہے اگر ایسا ہوتا جیسا کہ تو نے ابھی ثابت کیا ہے تو وہ بالضرور نکاح کرتے۔ تو جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یحییٰ علیہ السلام کی یہ تعریف فرمانا وہ حصور تھے ویسا نہیں ہے جیسا کہ بعض علما نے کہا ہے کہ آپ ہیوب یعنی ڈرپوک تھے کہ عورت سے ڈرتے تھے یا آپ کے ذکر نہ تھا بلکہ اس کا علمائے حاذقین اور فضلائے ناقدین نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نقصان اور عیب ہے اور شان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے شایان نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ گناہوں سے پاک تھے آپ گناہ کی جانب اقدام نہ کرتے تھے گویا کہ آپ اس سے رکے ہوئے تھے۔ اور

بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ اپنے نفس کو شہوت نفسانیہ سے روکنے والے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کو عورتوں کی جانب رغبت نہ تھی تو اس سے تجھ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ نکاح پر قدرت کا نہ ہونا تو نقصان ہے اور انسان میں یہ قدرت موجود ہو اور پھر مجاہدہ کے ساتھ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے یا کفایت اور اعانت رب العزت کے ساتھ جیسا کہ یحییٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا اس کو قطع کرے یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔ اس واسطے کہ وہ بسااوقات طاعت الٰہی سے مشغول کرنے والا اور دنیا کی جانب مائل کرنے والا ہے۔ پھر یہ فضیلت اس شخص کے حق میں اور بھی زیادہ اور بھاری فضیلت ہے جو اس پر قادر بھی ہو اور اس کا مالک بھی کیا گیا ہو اور وہ اس میں حق واجب کے ساتھ قائم بھی ہوا اور وہ اس کو پروردگار عالم سے غافل بھی نہ کرتی ہو اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا درجہ ہے جن کو کہ کثرت ازواج نے عبادت رب العزت سے مشغول نہیں کیا بلکہ اس سبب سے کہ آپ ان کی حفاظت کرتے اور ان کے حقوق کو ادا کرتے اور ان کے لیے معیشت کا اکتساب فرماتے اور ان کو ہدایت کرتے تھے آپ کی عبادت اور بھی زیادہ ہو گئی بلکہ علما نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نکاح کی کثرت از قبیل حظوظ دنیا نہ تھی گو وہ اوران کے حق میں حظوظ دنیاوی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہاری دنیا سے میری جانب عورتیں اور خوشبو محبوب کر دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا عورت اور خوشبو جیسی دو چیزوں کو محبوب رکھنا اور ان کا استعمال فرمانا جو آپ کے سوا ذکر کر آئے ہیں آخرت کے لیے تھا۔ اور خوشبو کا استعمال کرنا ایک تو ملاقات ملائکہ کی غرض سے تھا (کہ وہ اس کو محبوب رکھتے ہیں) اور دوسرے اس سبب سے تھا کہ وہ جماع پر محرض اور معین اور اسباب جماع کا محرک ہے اور آپ کو یہ دونوں چیزیں بالذات محبوب نہ تھیں بلکہ بالواسطہ اور تبع شہوت کی غرض سے محبوب تھیں اور آپ کی محبت حقیقی جو کہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص تھی وہ مشاہدہ جبروت الٰہی اور مناجات اپنے مولیٰ میں مشغول تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے دونوں محبتوں میں امتیاز فرمایا ہے اور ایک حالت کو دوسری حالت سے جدا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ تو آپ اس امر میں تو یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے برابر ہیں کہ آپ عورتوں کے شر و فساد اور فتن سے محفوظ اور مصئون رہے ہیں اور اس فضیلت میں آپ ان سے بڑھے ہوئے ہیں کہ آپ نے حقوق نساء کو جیسا کہ چاہیے ادا فرمایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کہ اس امر میں بڑی قدرت اور قوت عطا کی گئی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے لیے اس قدر بیبیاں مباح فرمائی گئیں جو (امت میں سے) کسی اور کے لیے نہیں فرمائی

گئیں۔ اور ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات دن میں سے کسی ایک وقت میں اپنی ساری بیبیوں پر پھر جاتے تھے اور گیارہ بیبیاں تھیں۔ انس کہتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ آپ کو چالیس مردوں کی قوت عطا کی گئی ہے۔ اور ایسا ہی ابی رافع سے بھی مروی ہوا ہے اور طاؤس سے مروی ہوا ہے کہ آپ کو چالیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی اور اسی کے مثل صفوان بن سلیم سے بھی مروی ہے۔ اور سلمی آپ کے مولانے کہا ہے کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نو بیبیوں پر طواف کیا (یعنی سب سے ہمبستر ہوئے) اور ہر ایک سے فارغ ہونے کے بعد قبل اس کے کہ آپ دوسری بیوی کے پاس تشریف لے جائیں آپ نے غسل کیا اور فرمایا کہ یہ اطیب اور اطہر ہے یعنی اس میں نظافت بھی زیادہ ہے اور نشاط خاطر بھی زیادہ ہے اور (ایک بار) سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج کی رات سو 100 عورتوں پر یا ننانوے عورتوں پر پھروں گا (اور ہر ایک سے ایک بچہ پیدا ہو گا جو راہ خدا میں لڑے گا) اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی پشت میں سو مردوں کا پانی تھا یا ننانوے کا۔ اور ان کی تین سو بیبیاں اور تین سو چھوکریاں تھیں۔ اور نقاش وغیرہ نے حکایت کیا ہے کہ آپ کی سات سو بیبیاں اور تین سو باندیاں تھیں۔ اور باوجودیکہ داؤد علیہ السلام بڑے زاہد تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے قوت بسری کرتے تھے ان کی ننانوے بیبیاں تھیں اور نکاح زن اوریا پر پوری سو ہو گئیں تھیں اور اس امر پر خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے اس قول کے ساتھ تنبیہہ فرمائی ہے اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً کہ یہ میرا بھائی ہے جس کی ننانوے بکریاں ہیں۔ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ مجھ کو لوگوں پر چار باتوں کے سبب سے فضیلت دی گئی ہے۔ ایک سخاوت۔ دوسری شجاعت۔ تیسری کثرت جماع۔ چوتھی قوت گرفت۔ اور رہا جاہ سو یہ بھی عادۃً عقلا کے نزدیک ایک محمود شے ہے اور جس کا جتنا جاہ زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور صفت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

ترجمہ آبرو والا دنیا میں اور آخرت میں انتہی۔

اور لیکن اس کی آفتیں بھی بہت ہیں اور وہ آخرت میں بعض لوگوں کے لیے مضر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگوں نے اس کی مذمت اور اس کے خلاف (یعنی عدم جاہ) کی مدح کی ہے۔ اور شرع میں بھی خمول (گمنامی) کی مدح اور رفعت دنیا کی مذمت وارد ہوئی

ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے دلوں میں نبوت سے پہلے بھی جاہلیت کے زمانہ میں اور نبوت کے بعد بھی (اسلام میں) ہر طرح کی عظمت اور حشمت اور شوکت حاصل رہی ہے۔ اور باوجودیکہ کفار قریش آپ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے اور اندر ہی اندر آپ کی ایذار سانی کی کوششیں بھی کرتے رہتے تھے مگر جب آپ کے سامنے آتے تھے تو آپ کی تعظیم اور تکریم بجالاتے تھے اور آپ کی حاجتوں کو پورا کرتے تھے اور اس باب میں آپ کی بہت سی خبریں مشہور اور معروف ہیں جن میں سے بعض آگے آویں گی اور (آپ کی یہ حالت تھی کہ) جو کوئی آپ کو پہلی بار دیکھتا تھا وہ بھونچکا اور خائف رہ جاتا تھا جیسا کہ قیلہ سے مروی ہوا ہے کہ جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ خوف سے کانپنے لگی تو آپ نے فرمایا کہ ای سکینہ اطمینان پکڑ۔ اور حدیث ابی مسعود میں ہے کہ ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو اس پر آپ کا خوف طاری ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تو اپنی جان پر آسانی کر میں بادشاہ نہیں ہوں الحدیث۔ اور وہ مرتبت عظیم اور منزلت شریف اور رفعت کریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت اور رسالت اور اصطفا کے سبب دنیا میں حاصل ہوئی تھی اس کا تو کچھ ذکر ہی نہیں کہ وہ تو پورے کمال کو پہنچ چکی تھی مگر اس کے علاوہ آپ کو یہ مرتبہ بھی حاصل ہوا ہے کہ آپ آخرت میں اولاد حضرت آدم علیہ السلام کے سردار ہوں گے۔ اور اسی فصل کے معنی پر ہم نے اس ساری قسم کو جمع کیا ہے

فصل 9۔ اور رہی قسم ثالث یعنی وہ امور جن کے ساتھ مدح اور تفاخر اور تفاضل میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔

سو وہ کثرت مال ہے کہ صاحب مال فی الجملہ نظر عوام میں معظم اور محترم شمار ہوتا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگوں کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس کے سبب سے وہ اپنی حاجتیں پوری اور اپنے اغراض حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہو تو مال کے لیے فی حد ذاتہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ سو جب مال ایسا ہو اور صاحب مال خرچیلا ہو کہ اس کو اپنی اور ان اشخاص کی ضرورتوں میں صرف کرتا ہو جو اس کے پاس آئے یا اس سے امید رکھیں اور اس کو برمحل صرف کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنی رفعت اور عزت اور حسن ثناء اور عظمت کا طالب ہوتا ہے تو بیشک یہ مال۔ صاحب مال کے حق میں اہل دنیا کے نزدیک فضیلت ہے اور اگر وہ اس کو طاعت اور احسان اور وجوہ خیر میں صرف کرتا ہے اور اس سے خدا۔ اور دار آخرت مقصود رکھتا ہے تو یہ ہر حال میں سب کے نزدیک فضیلت ہے اور صاحب دولت اور ثروت ممسک اور بخیل ہے اور اس کو اس کے موقع اور محل پر صرف کرنا نہیں چاہتا بلکہ اس کے جمع کرنے پر پڑ رہا ہے تو یہ کثرت اس کے حق میں کالعدم محض اور بڑی

بھاری منفعت ہے جو اس کو سلامتی کے راستہ پر نہیں چھوڑتی بلکہ اس کو رذالت بخل اور ذمت خساست کے گڈھے میں ڈال دیتی ہے۔ کیونکہ جو لوگ کثرت مال کے سبب (کسی کی) مدح کرتے ہیں اور کثرت مال کو فضیلت دیتے ہیں تو وہ اس کو ذاتی حیثیت سے فضیلت نہیں دیتے بلکہ وہ اس کو دوسرے کے واسطہ سے فضیلت دیتے ہیں کہ اس کے سبب سے حصول حاجات میں توسل کیا جاتا ہے اور اس کو برمحل صرف کیا جاتا ہے۔ سو جب اس کا جمع کرنے والا اسکو برمحل صرف نہ کرئے اور جہاں اس کو صرف کرنا چاہیے وہاں اس کو خرچ نہ کرے تو حقیقتہً نہ تو وہ کوئی ذی پایہ ہی شخص ہے اور نہ مالدار اور نہ عقلا کے نزدیک قابل تعریف بلکہ یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ حقیر اور ذلیل ہے جو کبھی اپنی غرض پورا نہیں کر سکتا کیونکہ جو مال اور دولت وہ لے رہا ہے اور جس سے وہ اپنے اغراض کو پورا کر سکتا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے نہیں۔ تو یہ شخص ایسا ہے جیسا کوئی کسی دوسرے کے مال کا محافظ ہو گویا کہ وہ بالکل خالی ہاتھ ہے اور جو شخص خرچیلا ہے وہی درحقیقت مالدار ہے گو اس کے ہاتھ میں ذرا سا بھی مال نہ ہو۔ کیونکہ وہ فوائد مال سے مستفید ہو رہا ہے۔ سو تجھ کو چاہیے کہ تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت حمیدہ اور عادات پسندیدہ میں نظر کرے کہ آپ کا مال میں کیا طریقہ تھا تو تجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ (گویا) آپ کو روئے زمین کے خزانے اور تمام شہروں کی کنجیاں عطا کر دی گئی تھی اور آپ کے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا تھا جو کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو حلال نہ ہوا تھا اور آپ پر آپ کی زندگی میں حجاز اور یمن کے تمام شہر۔ اور عرب کے سارے جزائر اور شام اور عراق کا وہ حصہ جو اس سے متصل تھا فتح کر دیا گیا تھا اور ان سب ملکوں کا خمس اور جزیہ اور صدقہ اس حد تک آپ کی خدمت میں کھینچ کھینچ کرلایا جاتا تھا جو بادشاہوں میں سے بھی کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوا۔ اور بہت سے بادشاہوں نے اپنے اپنے ملک سے آپ کو تحفے ارسال کیے تھے مگر آپ نے اس میں سے کبھی ایک درہم بھی اٹھا نہیں رکھا بلکہ اس کو اس کے محل پر صرف کر کے اور دن کو مالدار اور مسلمانوں کو قوی کر دیا۔ اور فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ بات بھلی نہیں معلوم ہوتی کہ میرے لیے کوہ احد سونا ہو اور میں ایسی حالت میں شب گزاردوں کہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی باقی ہو مگر وہ دینار جو میں اپنے قرضہ کے لیے رکھ چھوڑوں۔ اور آپ کے پاس بہت سے دینار آئے تو آپ نے ان کو تقسیم کردیا اور ان میں سے (صرف) چھ دینار باقی رہ گئے تھے جن کو کہ آپ نے اپنے بعض ازواج کو دیدیا تو ان کے سبب آپ کو (تمام رات) نیند نہ آئی یہاں تک کہ آپ نے اٹھ کر ان کو بھی تقسیم کر دیا۔ اور فرمایا کہ اب مجھ کو چین آیا۔ اور جب آپ نے وفات فرمائی تو نفقہ عیال میں آپ کی درع رہن پڑی تھی۔ اور آپ نے نان ونفقہ اور لباس اور مکان سے بھی اتنی ہی چیز پر اقتصار فرمایا ہے جس کی کہ ضرورت

(حیات) دائمی تھی اور اس سے زائد میں آپ کو کچھ رغبت نہ تھی حتی کہ آپ وہی پہن لیتے تھے جو آپ کو مل جاتا تھا۔ اور اکثر احوال آپ شملہ اور کساء اور کھردری اور موٹی چادر اوڑھتے تھے اور حاضرین کو دیباج کی قبائیں تقسیم فرماتے تھے جو سونے کے تاروں سے بنی ہوتی تھیں اور جو لوگ اس وقت پر خدمت اقدس میں موجود نہ ہوتے تھے ان کے لئے اٹھا رکھتے تھے۔ اور وجہ اس اقتصار کی یہ ہے کہ لباس میں فخر کرنا اور اس کے ساتھ جسم کو زینت دینا کوئی شرافت اور جلالت کی خصلت نہیں ہے بلکہ عورتوں کی علامت ہے اور اس میں جو امر قابل تعریف ہے وہ یہ ہے کہ کپڑا صاف اور ستھرا اور متوسط ہو اور ایسا لباس پہنا جائے جو اس کو نہ تو اس کے ہم چشموں میں ذلیل اور حقیر کرے اور نہ اس میں شہرت ہو بلکہ بین بین ہو۔ اور شرع نے بھی اس قسم کے (شہرت کے) لباس کی مذمت فرمائی ہے اور اس میں جو فخر کیا جاتا ہے وہ علاوہ لوگوں کے نزدیک دو امر کی جانب راجع ہے (یعنی اس کے ساتھ فخر کرنے کے دو سبب ہیں) ایک کثرت موجود اور دوسری کثرت جاہ اور ان دونوں کا انجام جیسا کہ مذکور ہوا برا ہے اور ایسا ہی فخر کرنا عمدگی مکان اور کشائش منزل اور کثرت آلات اور خدم اور سواری کے ساتھ (کہ اس کا بھی وہی حکم ہے جو فخر بالمال کا ہے سو جو شخص روئے زمین کا مالک ہو اور اس کے پاس تمام وہ چیزیں لائی جاتی ہوں جو اس میں ہوتی ہیں اور اس نے زہد نزاہت کے سبب ان کو ترک کر دیا ہو سو ایسا شخص فضیلت مالیت کا بھی مالک ہے اور فخر اس خصلت کا بھی مالک ہے اگر وہ کوئی فضیلت ہو بلکہ وہ فخر میں اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اور اس نے تعریف میں اپنی جڑ جمالی ہے۔ اس واسطے کہ اس نے اس سے اعراض اور اس کے فانی سے زہد اختیار کیا ہے اور اس کو محل پر صرف کیا ہے (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ)

فصل 10- ان اخلاق حمیدہ اور آداب شریفہ کے بیان میں جو کسب سے حاصل ہوتے ہیں اور جن کے کرنے والے کی تفضیل پر تمام عقلا متفق ہیں۔

حتی کہ اگر کوئی شخص ان اخلاق میں سے کسی ایک خلق کے ساتھ بھی متصف ہو جاتا ہے تو تمام لوگ اس کی تعظیم اور توقیر کرنے لگتے ہیں اور اس کا تو کیا ذکر ہے جس میں یہ اخلاق بہت سے جمع ہوں۔ اور نیز شرع نے بھی ان سب اخلاق کی تعریف کی ہے اور ان کا حکم فرمایا ہے۔ اور اس شخص کے لیے سعادت دائمی کا وعدہ کیا ہے جو ان اخلاق کے ساتھ متصف ہو حتی کہ ان میں سے بعض اوصاف کی نسبت یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ نبوت کا جزو ہے۔ اور یہ سب اخلاق مجموعۃً "حسن خلق کے نام" سے موسوم ہیں اور وہ قوائے نفسانیہ اور اس کے اوصاف کا معتدل اور متوسط ہونا ہے بغیر اس کے کہ وہ افراط اور تفریط کی جانب مائل ہو سو یہ سب بوجہ کمال اور اعتدال ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اخلاق ہیں یہاں تک کہ ان اخلاق کے سبب اللہ عزوجل نے آپ کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ترجمہ بیشک تم بڑے خلق پر ہو۔ انتہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن شریف تھا کہ آپ اس کی رضا کے ساتھ راضی ہوتے تھے اور اس کے غصہ کے ساتھ غصہ ہوتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس غرض سے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا کروں۔ انس نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریف سب لوگوں سے اچھی تھی۔ اور اسی کے مثل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ محققوں نے ذکر کیا ہے اصل خلقت اور اول فطرت میں انھیں اخلاق پر پیدا ہوئے تھے (اور) آپ کو یہ کمال اکتساب یا ریاضت کے سبب سے حاصل نہ ہوا تھا بلکہ محض محبت الٰہی اور خصوصیت ربانی کے سبب حاصل ہوا تھا اور ایسے ہی یہ بات تمام انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو صرف محبت الٰہی ہی سے حاصل ہوتی رہی ہے نہ کسب اور اکتساب سے۔ اور جو کوئی ابتداء زمانہ طفولیت سے تا زمانہ مبعث ان حضرات کے حالات میں نظر کریں گا وہ اس بات کو خوب اچھی طرح پر معلوم کر لے گا (اور اس میں اس کو کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے گا) جیسا کہ احوال عیسیٰ اور موسیٰ اور یحیی اور سلیمان وغیرہم علیہم السلام سے معلوم ہوا ہے بلکہ یہ اخلاق اور افعال ان کی اصل خلقت میں داخل کیے گئے ہیں۔ اور علم اور حکمت ان کی اصل فطرت میں ودیعت رکھا گیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔ اور ہم نے نے یحیی علیہ السلام کو بچپن ہی میں حکم دیا تھا۔ مفسروں نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یحیی علیہ السلام کو ان کے بچپن ہی میں کتاب الٰہی کا علم عطا کر دیا گیا تھا معمر نے کہا ہے کہ آپ دو یا تین برس کے تھے کہ آپ سے لڑکوں نے کہا کہ آپ کیوں نہیں کھیلتے تو آپ نے جواب دیا کہ کیا میں کھیلنے کو پیدا ہوا ہوں اور قول اللہ تعالیٰ مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ وہ خود تین برس کے تھے کہ آپ نے اس وقت یہ گواہی دی تھی کہ وہ اللہ کے کلمہ اور اس کی بروح ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔ اور یحیی علیہ السلام کی والدہ مریم علیہاالسلام سے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ اس بچہ کو سجدہ کرتا ہے جو تمھارے پیٹ میں ہے۔ اور اس کلام پر جو انھوں نے بوقت ولادت اپنی والدہ سے کہا تھا خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس قول میں نص فرمائی ہے (ان) لا تحزنی تو غم مت کہا (اور یہ) اس شخص کی قرأت پر (ہے) جس نے من تحتھا پڑھا ہے یعنی لفظ من کو فتح میم کے ساتھ پڑھا ہے اور اس شخص کے قول پر جس۔۔۔

نے یہ کہا ہے کہ منادی عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے گہوارہ میں کلام کرنے پر اللہ سبحان
وتعالیٰ نے اپنے کلام میں نص فرمائی ہے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ
نَبِیًّا ترجمہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا اس نے مجھ کو کتاب دی اور مجھ کو نبی کیا ہے اور
رمایا اللہ تعالیٰ نے فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا ترجمہ پھر
سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو اور دونوں کو دیا تھا ہم نے حکم اور سمجھ انتہی اور قصہ
مرجومہ اور قصہ صبی میں سلیمان علیہ السلام کا وہ حکم ذکر کیا گیا ہے جس کے ساتھ ان کے
والد داؤد علیہ السلام نے ان کا اقتدار کیا تھا۔ اور طبری نے حکایت کیا ہے کہ جب ان کو ملک
عطا ہوا تو اس وقت ان کی عمر بارہ برس کی تھی۔ اور ایسا ہی ہے قصہ داڑھی پکڑنے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا کہ انھوں نے اپنے بچپن میں فرعون کی داڑھی پکڑلی تھی۔ اور مفسروں
نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ میں کہا ہے کہ ای
هدیناه صغیرا یعنی ہم نے ان کو بچپن ہی میں راہ بتا دی تھی یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور ابن
عطا نے کہا ہے کہ اصطفاه قبل ابداء خلقه کہ اللہ عزوجل نے آپ کو پیدائش خلق
سے پہلے ہی چن لیا تھا۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ
سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جو خدا کی جانب سے آپ کو یہ حکم کرتا تھا کہ
آپ اللہ عزوجل کو دل سے پہچانیں اور زبان سے ذکر کریں اس پر آپ نے کہا قدفعلت
کہ میں نے کیا۔ اور یہ نہ کہا افعل کہ کروں گا سو یہی کہنا آپ کا رشد تھا۔ اور بعض نے کہا
ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور محنت میں مبتلا ہوئے اس وقت آپ
کا سن شریف سولہ سال کا تھا۔ اور جب اسحاق علیہ الصلوۃ والسلام ذبح کے ساتھ مبتلا ہوئے تو
اس وقت آپ کا سن شریف سات برس کا تھا۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کوکب اور
چاند اور سورج سے استدلال کیا اس وقت آپ کی عمر پندرہ مہینہ کی تھی۔ اور کہا گیا ہے
جب یوسف علیہ السلام پر وحی بھیجی گئی جبکہ ان کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالنا چاہا تھا
تو آپ بچہ تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ
لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی ہم نے یوسف علیہ السلام کی جانب اس امر کی وحی بھیجی کہ تم ضرور ان
کو ان کے اس کام کی خبر دو گے اور وہ نہ جانیں گے۔ اور اس کے سوا اور بہت سے قصہ
ہیں جن کو کہ قصص انبیاء علیہم السلام سے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اہل تفسیر نے آمنہ بنت
وہب سے حکایت کیا ہے کہ انھوں نے خبر دی ہے کہ جب ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام
پیدا ہوئے تو آپ اس حالت میں پیدا ہوئے کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ زمین کی طرف
پھیلائے ہوئے تھے اور اپنے سر مبارک کو آسمان کی جانب بلند کیے ہوئے تھے۔ اور آپ نے
ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو بت اور شعر میری طبیعت میں

مبغوض کر دیے گئے اور میں نے کبھی کسی ایسے امر کا قصد نہیں کیا جس کو کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے۔ ہاں دو مرتبہ (ایسا اتفاق ہوا ہے سو وہی) (دونوں بار) اللہ عزوجل نے مجھ کو ان دونوں سے محفوظ رکھا۔ پھر کبھی میں نے ایسا قصد نہیں کیا۔ اور پھران حضرات کا رتبہ بڑھ جاتا ہے اور ان پر پے درپے نفحات الٰہی نازل ہونے لگتے ہیں اور ان کے دلوں میں انوار معارف چمکنے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ غایت (ارباب ہدایت) کو پہنچ جاتے ہیں اور اس سبب سے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو اپنی نبوت کے لیے پسند فرما چکا ہے وہ بلا تجربہ اور محنت کے ان خصال شریفہ سے ایسے درجہ عالی پر پہنچ جاتے ہیں جس کے بعد پھر کوئی غایت ہی نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا اور ہم ان کے سوا اور لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان اخلاق پر پیدا ہوتے ہیں سو عنایت الٰہی کے سبب ان پر ان تمام اخلاق کا اکتساب آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم بعض بچوں میں دیکھتے ہیں کہ ان کی عادتیں بچپن ہی میں عمدہ اوران کی طبیعتیں ذکی ہوتی ہیں اور وہ راستگو اور سخی اور جری اور صابر اور حلیم ہوتے ہیں اور بعض کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے بالکل برعکس ہوتے ہیں پس اکتساب کے سبب ان کے اخلاق ناقص کامل ہو جاتے ہیں۔ اور ریاضت اور مجاہدہ کے سبب ان میں وہ افعال اور اخلاق (پاکیزہ) پیدا ہو جاتے ہیں جو ان میں پیشتر سے نہیں ہوتے اور جن افعال اور اخلاق میں کسی قسم کی کجی ہوتی ہے وہ سیدھے اور معتدل ہو جاتے ہیں اور اختلاف انھیں دونوں حالتوں کے سبب لوگوں کے اخلاق اور افعال میں تفاوت پیدا ہوتا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کام آسان ہوتا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے (جیسا کہ فرمایا ہے کل لما خلق لہ) اور اس سے وہ امر بھی ثابت ہو گیا جس میں کہ سلف صالحین نے اختلاف کیا ہے کہ آیا حسن خلق جبلی ہے یا اکتسابی۔ اور طبری نے بعض سلف سے حکایت کیا ہے کہ حسن خلق بندہ میں ایک جبلی اور طبعی امر ہے اور انھوں نے اس قول کو عبداللہ بن مسعود اور حسن سے حکایت کیا ہے اور اسی کے وہ بھی قائل ہوئے ہیں۔ اور صواب وہ ہے جس کو ہم اصول مقرر کر چکے ہیں (کہ بعض اخلاق جبلی اور خلقی ہیں اور بعض کسبی اور ریاضی) اور سعد (بن ابی وقاص) نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ہر خلق پر مومن پیدا ہو سکتا ہے مگر خیانت اور جھوٹ (کہ ان دونوں خصلتوں پر مومن کا پیدا ہونا ممکن نہیں) اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ جراب اور نامردی (دونوں امر) طبعی ہیں جہاں چاہے خدا ان کو رکھدے۔ یعنی جس میں چاہے پیدا کر دے اور ان اخلاق حمیدہ اور خصال ستودہ کی کوئی انتہا نہیں ہے ہم (اس جگہ) صرف ان کے اصولوں کو ذکر کریں گے اور سب کی جانب اشارہ کریں گے اور اس امر کو ثابت کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب اخلاق جمیلہ اور خصال ستودہ کے ساتھ بوجہ کمل

متصف تھے۔

فصل 11- معلوم کرنا چاہیے کہ اصول اور جڑ اور مدار علیہ ان تمام اخلاق کا عقل ہے جس سے علم اور معرفت پیدا ہوتی ہے اور نفوذ رائے اور حسن فہم اور ادراک فرض بروجہ صواب اور صدق ظن۔ اور تامل اور تدبر بعواقب امور اور مصالح نفس اور مجاہدہ شہوت اور حسن سیاست اور حسن تدبیر اور اکتساب فضائل اور تجنب عن الرذائل (تمام اخلاقی خوبیاں) متفرع ہوتی ہیں۔ اور اس امر کی جانب ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقل اور علم میں اس پایہ علیا کو پہنچ رہے تھے جہاں کہ آپ کے سوا کسی اور بشر کی رسائی نہیں ہوئی اس واسطے کہ آپ کو جو جلالت مرتبت اور منزلت حاصل ہوئی ہے وہ عقل اور علم ہی کے سبب حاصل ہوئی ہے۔ اور جو کچھ اس سے متفرع ہوا ہے وہ اس شخص کے نزدیک متحقق اور ثابت ہے جس نے کہ مجاری احوال اور استمرار خصال پسندیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تتبع کیا ہے۔ اور آپ کے جوامع حکم اور حسن شمائل اور بدائع سیر اور حکم حدیث کا مطالعہ کیا ہے اور اس امر میں نظر کی ہے کہ آپ کو توریت اور انجیل اور دیگر کتب منزلہ اور حکم حکماء اور سیر اور وقائع امم ماضیہ اور ضرب امثال اور سیاست مخلوقات اور تقریر شرائع اور تاصیل آداب نفیسہ اور خصال ستودہ وغیرہ وغیرہ کیا کیا علوم اور فنون حاصل اور علماء ان علوم اور فنون نے ان علوم اور فنون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سراپا نظام کو ان علوم اور فنون میں پیشوا اور آپ کے اشارات کو حجت قرار دیا ہے جیسے علم طب اور تعبیر رویا۔ اور حساب اور فرائض اور نسب اور ان کے سوا اور بہت سے علوم اور فنون ہیں جن کو کہ خدا نے چاہا ہم آپ کے معجزات میں بیان کرینگے حالانکہ کہ آپ نے کہیں تعلیم پائی اور نہ آپ نے کسی سے پڑھا اور نہ آپ نے کتب متقدمین کا مطالعہ کیا اور نہ آپ کو علمائے اہل کتاب میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا بلکہ آپ بالکل نبی امی ہیں کہ آپ ان باتوں میں سے ایک بات کو بھی نہ جانتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (ان امور کے لیے) آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ کو سب سکھا پڑھا دیا۔ اور یہ سب باتیں ہیں جو کہ مطالعہ کتب اور تفتیش حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرورۃ اور ان دلائل قطعیہ سے استدلالاً معلوم ہو سکتی ہیں جو آپ کی نبوت پر دلالت کر رہی ہیں اس واسطے ہم بیان قصص اور ذکر قضایائے احاد سے ساتھ کتاب کو دراز کرنا نہیں چاہتے کیونکہ وہ اتنی نہیں ہیں جو حصر میں آسکیں یا کوئی یاد کرنے والا ان کو یاد کر سکے غرضکہ جتنی آپ کی عقل زیادہ تھی اتنے ہی آپ کے معارف

بھی زیادہ تھے۔ مع ان تمام علوم اور فنون کے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے
اور ان اخبار گذشتہ اور آئندہ اور عجائب قدرت اور عظیم ملکوت رب العزت کے جن پر کہ
اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ نہ جانتے تھے
اور آپ پر اللہ عزوجل نے آپ پر وہ فضل فرمائے جس کے اندازہ سے عقلیں حیران رہتی
ہیں اور جن کے بیان کرنے سے پہلے زبانیں گونگی ہوئی جاتی ہیں (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ)

فصل 12- حلم اور احتمال۔ اور عفو مع القدرت اور صبر علی المکارہ کے بیان میں اور
ان القاب میں (تھوڑا تھوڑا) فرق ہے کیونکہ حلم اس صفت کا نام ہے جو وجود اسباب محرکہ
کے وقت وقار اور ثبات نفس کے موجب ہو۔ اور احتمال یہ ہے کہ وجود درد اور تکلیف کے
وقت نفس کو روکے رکھے۔ اور علی ہذا صبر (کہ وہ نفس کا ہر ناگوار خاطر سے روکنا ہے) اور
معنی میں یہ سب الفاظ قریب قریب ہیں اور رہا عفو سو وہ مواخذہ کا ترک کرنا ہے۔ اور یہ
سب اخلاق کریمہ ان اخلاق اور شیم میں سے ہیں جن کے ساتھ کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تادیب فرمائی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

ترجمہ درگذر کو لازم پکڑ اور بھلی بات کا حکم کر اور جاہلوں سے کنارہ کر۔
انتہی۔

مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ
نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کی تاویل دریافت فرمائی تو انہوں نے جواب دیا جب تک میں
عالم حقیقی سے دریافت نہ کرلوں اس وقت تک میں آپ کو جواب نہیں دے سکتا اور پھر وہ
چلے گئے اور پھر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ ای محمدؐ اللہ حکم فرماتا ہے کہ جو آپ سے قطع
رحمی کرے آپ اس سے صلہ رحمی فرمایئے اور جو آپ کو محروم کرے آپ اس کو دیجئے اور
جو آپ پر ظلم کرے آپ اس سے درگزر فرمائے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

ترجمہ اور صبر کر اس چیز پر جو تجھ کو پہنچے بیشک یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔
انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

ترجمہ پس صبر کر جیسا کہ صبر کیا ہے بڑی ہمت والوں نے رسولوں میں سے۔ انتہی۔

اور فرمایا

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

ترجمہ اور جس نے صبر کیا اور بخشا بیشک یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔ انتہی۔

اور ان امور میں جو کہ آپ کے حلم اور احتمال سے نقل کیے جاتے ہیں کسی قسم کا خفا نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے سوائے اور کوئی حلیم ایسا نہیں ہے جس کی کہ لغزش ظاہر اور ماثور نہ ہوئی ہو۔ ہاں البتہ ایک، آپ کی ذات بابرکات ایسی ہے کہ جتنی آپ کی تکلیف بڑھتی گئی اتنا ہی آپ کا تحمل بھی ترقی کرتا گیا۔ ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن علی التغلبی نے بسند خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو کبھی دو امر میں اختیار نہیں دیا جاتا تھا مگر آپ ان میں سے وہی امر اختیار فرماتے تھے جو آسان تر ہوتا تھا مگر اس وقت کہ وہ گناہ ہوتا کہ اس وقت آپ اس سے سب لوگوں سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے نفس کریم کے لیے کبھی بدلانہ لیتے تھے مگر جبکہ کسی حرمت الٰہی کا ہتک کیا جاتا۔ اور مروی ہوا ہے کہ جب احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کا روئے مبارک زخمی ہوا تو آپ کے اصحاب کرام پر یہ امر بہت ہی گران گذرا اور انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ان پر بد دعا فرماتے تو آپ نے جواب دیا کہ میں لعنت کرنے کو نہیں بھیجا گیا بلکہ میں تو دعوت اور رحمت کے لیے بھیجا گیا ہوں ای اللہ تو میری قوم کو ہدایت کر کہ وہ نہیں جانتے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے آپ سے بات کرتے ہوئے عرض کیا کہ رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر بددعا کی تھی اور کہا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا کہ ای میرے پروردگار تو منکروں کا زمین

پر ایک گھر بھی بسنے والا نہ چھوڑ۔ اور اگر آپ بھی ہم پر ایسی ہی بددعا فرماتے تو ضرور ہم سب ہلاک ہو جاتے۔ حالانکہ آپ کی پشت روندی گئی اور آپ کا روئے مبارک خون آلودہ کیا گیا۔ اور آپ کے دندان مبارک توڑے گئے۔ آپ نے اس پر بھی ساری باتوں سے انکار کیا اور صرف بھلی بات کہی اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے وہ جانتے نہیں۔ قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کے اس قول میں کیا کچھ فضل اور درجات احسان اور حسن خلق اور کرم نفس اور غایت صبر اور حلم جمع ہو رہا ہے کہ آپ نے اس پر بھی بس نہیں کی کہ آپ سکوت ہی فرماتے بلکہ آپ نے اول ان کے تمام حرکات ناشائستہ سے درگزر فرمایا اور پھر آپ کو ان پر شفقت اور رحمت آئی تو آپ نے ان کے لیے دعا بھی فرمائی اور سفارش بھی کی اور فرمایا اغفروا حد کہ (ان کو) بخش اور ہدایت کر۔ اور پھر اپنے قول لقومی میں (میری قوم کے لیے) سبب شفقت کو ظاہر فرمایا اور پھر ان کی جانب سے نادانی کا عذر کیا اور فرمایا فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کہ وہ نہیں جانتے۔ اور جب آپ سے ایک شخص (ذوالخویصرہ حرقوص بن زہیرہ) نے یہ کہا کہ انصاف کیجئے یہ ایسی تقسیم ہے جس سے خدا کی رضا نہیں چاہی گئی تو آپ نے اس کو بتا دی انصاف نہیں کیا تو پھر کون انصاف کرے گا اور میں نے بڑا ٹوٹا پایا اور نامراد ہوا اگر میں نے انصاف نہ کیا اور اپنے اصحاب میں سے ان لوگوں کو روک دیا جنہوں نے اس کے مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور جب ایک غزوہ میں غورث بن الحویرث اس ارادہ سے آپ کے پاس آیا کہ آپ کو غافل پاکر قتل کر ڈالے اور آپ تن تنہا ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی سب کے سب قیلولہ میں مشغول تھے اور آپ کی اس وقت آنکھ کھلی جبکہ وہ ننگی تلوار لیے کھڑا تھا پس جب آپ بیدار ہوئے تو اس نے کہا کہ تم کو مجھ سے کون بچائے گا تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ اللہ آپ کے یہ فرماتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور آپ نے اس کو اٹھا لیا اور اس سے فرمایا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچائیگا تو وہ بولا کہ آپ تلوار لینے والوں میں سب سے بہتر تلوار لینے والے ہو جائیے۔ تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کا قصور معاف فرما دیا۔ جب وہ اپنی قوم میں آیا تو اس نے کہا کہ میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔ اور آپ کے عفو اور درگزر کے بڑے قصوں میں سے ایک قصہ یہ ہے کہ آپ نے اس یہودیہ کا قصور معاف فرما دیا جس نے آپ کو بکری میں زہر دیا تھا حالانکہ وہ اپنے قصور کی معترف ہو چکی تھی۔ اور ایک قصہ یہ ہے کہ آپ نے لبید بن اعصم یہودی کا قصور معاف فرمایا جس

نے کہ آپ پر جادو کیا تھا۔ حالانکہ یہ امر آپ کو معلوم ہو گیا تھا اور سارے قصہ کی تفصیل میں وحی بھی نازل ہو چکی تھی اور بااین ہمہ آپ نے اس پر عتاب تک ظاہر نہیں فرمایا۔ سزا اور جزا اور مواخذہ کا تو کیا ذکر ہے۔ اور ایسے ہی آپ نے عبداللہ بن ابی اور اوس جیسے اور منافقوں سے ان بڑے بڑے گناہ پر مواخذہ نہیں کیا جو اس نے قولاً اور فعلاً آپ کی شان میں منقول ہوئے ہیں (جیسے اس کا یہ کہنا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ بلکہ آپ نے ان صحابی سے بھی جنہوں نے ان میں بعض کے قتل کا اشارہ کیا تھا یہ ارشاد فرمایا کہ نہیں (ایسا نہ کرنا) لوگ یہ کہنے لگے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ تھا اور آپ ایک موٹے کنارہ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے ایک اعرابی نے آپ کی اس چادر کو ایسے زور سے کھینچا جس کے کنارہ سے آپ کی گردن مبارک میں نشان پڑ گیا۔ اور پھر کہا کہ ای محمدؐ میرے لیے میرے ان دونوں اونٹوں کو مال خدا سے لاد دے جو تیرے نزدیک ہے تو کچھ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے نہیں لادتا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاموش ہو رہے پھر فرمایا۔ مال اللہ کا مال ہے اور میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اور پھر فرمایا ای اعرابی تجھ سے تیرے اس فعل کا بدلا لیا جائے گا جو تو نے کیا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں فرمایا کیوں۔ اس نے عرض کیا اس واسطے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہنس پڑے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے لیے اس کے ایک اونٹ پر تو جو لادو اور دوسرے پر کھجوریں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کبھی کسی ایسے مظلمہ سے بدلا لیتے نہیں دیکھا جو کسی نے آپ کی ذات اقدس پر کیا ہو جب تک کہ وہ محارم الہی میں سے کوئی حرمت نہ ہوتی۔ اور آپ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا مگر جبکہ آپ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوتے اور آپ نے کبھی اپنے کسی خادم یا بیوی کو کبھی نہیں مارا۔ اور آپ نے اس سے ارشاد فرمایا ڈر نہیں ڈر نہیں اور اگر تو یہ ارادہ بھی کرتا تو تو مجھ پر قادر نہ ہوتا اور قبل اس کے کہ زید بن سعنہ اسلام لائے آپ کے پاس کچھ قرض مانگنے آیا اور آپ کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آیا اور پھر کہنے لگا ای بنی عبدالمطلب تم بڑے نادہند ہو اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور اس کو سخت بات کہی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسکراتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا ای عمر میں اور یہ دونوں اس کے سوا ایک اور ہی بات کے محتاج تھے اور وہ یہ ہے کہ تو مجھ کو تو حسن ادا کا امر کرتا اور اس کو حسن تقاضا کا پھر آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تیرے وعدہ

میں ہنوز تین دن باقی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا مال ادا کرو اور اس کو بیس صاع اور زیادہ دو کیونکہ انھوں نے اس کو ڈرایا اور دھمکایا تھا تو آپ کے اس علم کے سبب وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا وجہ اس کی یہ ہوئی کہ وہ کہتا تھا کہ علامات نبوت سے کوئی علامت ایسی باقی نہ رہی تھی جو میں نے محمد میں نہ پہچانی مگر دو علامتیں ایک یہ حلم نبی کے علم پر جہل غالب نہیں آتا دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنی جہالت زیادہ کی جاتی ہے اتنا ہی اس کا حلم بڑھتا جاتا ہے۔ سو اس نے اس کا بھی امتحان کر لیا اور اس نے آپ کو ایسا ہی پایا جیسا کہ بیان ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلم اور صبر اور عفو عند القدرت کے اس قدر قصہ ہیں جن کو کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ اور تیرے لیے صبر اور حلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی حکایتیں بس ہیں جن کو کہ ہم تیرے لیے صحاح اور مصنفات ثابتہ سے ذکر کر آئے ہیں اور وہ درجہ تو اتر اور یقین کو پہنچ رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایذائے کفار قریش اور اہل جاہلیت کا برابر تحمل فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو ان پر فتح نصیب فرمائی اور آپ کو ان میں حاکم بنا دیا اور ان کو اس بات میں بالکل شک اور شبہ باقی نہ رہا تھا کہ آپ ضرور ان کا استیصال فرما دیں گے اور ان کو بیخ و بنیاد سے برباد کر دیں گے مگر اس قہر اور ظفر الٰہی سے آپ میں اس کے سوا اور کوئی بات زیادہ نہ ہوئی کہ آپ نے ان کا قصور معاف فرمایا اور ان کی تقصیرات سے درگذر کی اور فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا انھوں نے جواب دیا خیرا اخ کریم ابن اخ کریم یعنی ہم آپ سے نیک امید رکھتے ہیں آپ خود بھی بزرگ بھائی ہیں اور بزرگ بھائی کے لڑکے بھی ہیں اس پر آپ نے ارشاد فرمایا میں بھی ویسا ہی کہتا ہوں جیسا کہ میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ آج تم پر کچھ الزام نہیں اللہ تم کو بخشے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے جاؤ تم طلقاء ہو۔ اور انس نے کہا ہے صبح کی نماز کے وقت اسی آدمی تنعیم کی جانب سے بارادہ قتل رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اتر آئے اور وہ پکڑے گئے اور جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے تو آپ نے ان کو آزاد فرما دیا اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا

ترجمہ وہ وہی ہے جس نے روک رکھے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ

ان سے درمیان مکہ کے پیچھے اس سے کہ تم کو ان پر فتحمند کیا اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے انتہی

اور جب ابوسفیانؓ آپ کے پاس لائے گئے اور وہ اس سے قبل آپ پر لشکر کشی کر چکے تھے اور آپ کے چچا اور اصحاب کرام کو قتل اور مثلہ کر چکے تھے تو آپ نے ان کی ان سب تقصیرات کو نظر انداز فرمایا اور ان کا قصور معاف فرمایا اور ان سے بلا نمت پیش آئے اور نہایت نرم گفتگو کی۔ اور فرمایا تیرا برا ہو کیا تیرے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو یہ جانے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اس پر ابوسفیان نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کس قدر حلیم اور صلہ رحمی کرنے والے اور کریم (النفس) شخص ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں کی نسبت نہایت بعید الغضب اور جلد تر راضی ہونے والے شخص تھے

فصل 13- جود وکرم اور سخاوت اور سماحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ یہ سب الفاظ معنی میں ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ اور بعض علما نے بعض فرقوں کی وجہ سے ان میں فرق بھی کیا ہے تو ان کے نزدیک کرم تو یہ ہے کہ طیب خاطر کے ساتھ کوئی ایسی شے خرچ کی جائے جو قدر میں بھی بڑی ہو اور نفع میں بھی بڑی ہو اور یہ ان کی نزدیک حریت کے نام سے موسوم ہے (اور یہ نزالت رذالت کی ضد ہے۔ اور سماحت یہ ہے کہ انسان خوشی خاطر کے ساتھ اس شے سے علیحدگی (اختیار) کرے جس کا کہ وہ اور ان کے نزدیک مستحق ہو اور یہ شکالت (بدخلقی) کی ضد ہے اور سخاوت یہ ہے کہ آسانی کے ساتھ خرچ کیا جائے اور اپنے آپ کو ایسی کمائی سے بچایا جائے جس کو لوگ اچھا نہ سمجھتے ہوں اور یہی جود ہے اور یہ تقتیر (کمی کرنے) کی ضد ہے۔ اور ان اخلاق کریمہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پایہ بلند رکھتے تھے اور آپ) کا کوئی شخص مقابلہ اور معارضہ نہ کر سکتا تھا اور ان اوصاف کے ساتھ آپ کی ہر اس شخص نے تعریف کی ہے جس نے کہ آپ کو پہچانا ہے۔ ہم سے قاضی شہید ابوعلی الصدفیؒ نے بسند خود جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کسی شخص نے کسی چیز کا سوال نہیں کیا کہ آپ نے اس سے یہ کہا ہو کہ نہیں (یعنی نہ دیا ہو) اور اسی کے مثل انس اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہوا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی کے ساتھ

سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور ماہ رمضان المبارک اور نیز اس وقت میں تو آپ ہوائے مرسل سے بھی زیادہ اور بھلائی کے ساتھ سخاوت کرنے والے ہوتے تھے جب کہ آپ جبرئیل علیہ السلام سے ملتے تھے اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کچھ سوال کیا تو آپ نے اس کو اتنی بکریاں دیں جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی میدان بھر گیا جب وہ یہ لے کر اپنے شہروں کو واپس گیا تو اس نے کہا کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ محمدؐ تو اس شخص کا سا دینا ہے جس کو فاقہ کا ڈر نہ ہو اور آپ نے ایک دو کو نہیں بلکہ بہتوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے ہیں اور آپ نے صفوان بن سلیم کو سو اور پھر سو اور پھر سو اونٹ عطا فرمائے اور آپ کی یہ حالت مبعث کے پہلے کی ہے (اور کنبہ دار) اور نا توان شخص کے بار کا تحمل فرماتے ہیں اور محتاج اور مفلس تہیدست کے لیے مال کماتے ہیں۔ اور آپ نے ہوازن کو ان کے چھ ہزار قیدی (ایک دم) واپس فرمادیے۔ اور آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا دیا جس کو اٹھا نہ سکے اور آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم لائے گئے اور ایک بوریہ پر ڈال دے گئے اور آپ وہاں تشریف لائے اور آپ نے ان کو تقسیم کرنا شروع کیا جس نے سوال کیا اسی کو دیا کسی سے انکار نہیں کیا یہاں تک کہ آپ ان کی تقسیم سے فارغ ہو گئے (اور آپ کے پاس ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہ رہا) اور آپ کے پاس ایک شخص آیا اور آپ سے سائل ہوا تو آپ نے فرمایا میرے پاس کچھ بھی نہیں لیکن تو ہمارے ذمہ پر کچھ مول لے لے جب ہمارے پاس کچھ آجاوے گا تو ہم اس کو ادا کر دیں گے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ آپ کو اس شے کی تکلیف نہیں دی گئی جس پر کہ آپ قادر نہ ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ بات ناپسند آئی اس پر ایک انصاری نے کہا کہ رسول اللہ آپ خرچ کیے جایئے اور صاحب عرش سے کمی کا اندیشہ نہ فرمایئے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا پڑے اور آپ کے روئے مبارک سے آثار بشاشت نمایاں ہونے لگے اور فرمایا مجھ کو یہی حکم ہوا ہے اس کو ترمذی نے ذکر کیا ہے۔ اور معوذ بن عفراء سے ذکر کیا گیا ہے کہ میں ایک طباق میں تازی کھجوریں اور چھوٹے چھوٹے روئیں دار کھیرے لے کر (آپ کی خدمت میں) حاضر ہوا تو آپ نے مجھ کو اپنی ہتھیلی بھر کر زیور اور سونا عطا فرمایا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے دن کے لیے کبھی کوئی شے اٹھا نہ رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے دن کے جود وسخا کی حکایتیں بہت کثرت سے مروی ہوئی ہیں۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک

شخص کسی سوال کی غرض سے نصف وسق (غلہ) قرض لیا پھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا تقاضہ کو حاضر ہوا تو آپ نے اس کو ایک وسق عطا فرمایا اور کہا کہ آدھا قرض ہے اور آدھا عطا

فصل 14- شجاعت اور نجدت (استقلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیان میں معلوم کرنا چاہیے کہ شجاعت۔ نضیلت۔ قوت غضب اوز اسکے مطیع اور منقاد للعقل ہونے کا نام ہے یعنی انسان میں ایسا غصہ ہو جو عقل کا تابع ہو۔ اور نجدت یہ ہے کہ جب نفس کو موت کی جانب بڑھا دیا جائے تو وہ اس وقت ایسا واثق اور مطمئن ہو کہ اس کی تعریف کی جائے اور اس کو کسی قسم کا خوف اور اندیشہ طاری نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں صفتوں میں وہ درجہ علیا حاصل تھا جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ آپ بہت سے مواقع سخت میں حاضر ہوئے ہیں اور بار ہا آپ کے سامنے سے بڑے بڑے بہادر ہتھیار بند اور دلاور بھاگ نکلے ہیں اور آپ ان مواقع پر ثابت قدم رہے ہیں اور آپ نے (اپنی جگہ سے) جنبش تک نہیں کی اور آگے بڑھتے رہے اور منہ تک نہیں موڑا اور آپ کے سوا اور کوئی شجاع اور بہادر ایسا نہیں معلوم ہوتا جس کا کہ بھاگنا اور پیچھے ہٹنا محفوظ اور مذکور نہ ہوا ہو۔ ہم سے ابو علی الجیانی نے .سند خود اسحاق (سبیعی) سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ کو سنا کہ ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا تم حنین کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بھاگے تھے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے خچر سفید پر (جو فضہ کہلاتا تھا) سوار ہیں اور ابوسفیان اس کی باگ پکڑ رہے ہیں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں انا النبی لاکذب اور رواۃ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے انا ابن عبدالمطلب یعنی میں سچا نبی اور عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس روز اور کوئی شخص آپ سے زیادہ سخت نہیں دکھلائی دیا۔ اور براء کے سوا اوروں نے کہا ہے کہ آپ (اس وقت کمال استقلال سے) اپنے خچر سے اتر آئے تھے اور امام مسلم نے عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ جب مسلمان اور کفار باہم ایک دوسرے سے ملے تو مسلمان اور کفار باہم ایک دوسرے سے ملے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خچر کو کفار کی جانب بڑھانا شروع کیا اور میں اس کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اس کو روکتا جاتا تھا ایسا نہ ہو کہ آپ اس کو تیز کر دیں۔ اور ابوسفیان کی رکاب تھامے ہوئے تھا پھر آپ نے آواز دی ای مسلمانوں۔ آخر

حدیث تک اور کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ ہوتے ہیں اور آپ حق اللہ کے سوا کبھی غصہ نہ ہوتے تھے تو پھر آپ کے غصہ کو کوئی شے نہ روک سکتی تھی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص بہادر اور مستقل مزاج اور سخی اور جلد راضی ہونے والا نہیں دیکھا۔ اور علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہے کہ جب لڑائی گرم ہوتی اور زور پکڑ جاتی اور غصہ کے سبب لوگوں کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں تو ہم اس وقت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب پناہ لیتے تھے کیونکہ اس وقت دشمن سے آپ ہی سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے اور میں نے اپنے آپ کو بدر کے دن دیکھا ہے کہ ہم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ لیتے ہیں۔ اور ہم سب میں دشمن سے آپ ہی سب سے زیادہ قریب تھے اور کہا گیا ہے کہ بہادر وہی شخص ہوتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم سے قریب ہوتا تھا کیونکہ آپ بالکل دشمن سے قریب ہوا کرتے تھے اور انس رضی اللہ وآلہ وسلم سے قریب ہوتا تھا کیونکہ آپ بالکل دشمن سے قریب ہوا کرتے تھے اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم صورت میں سیرت میں سب لوگوں سے بہتر اور سخاوت مین سب سے زیادہ اور شجاعت میں سب سے اعلی اور کمل تھے۔ ایک رات اہل مدینہ میں کچھ ہل چل مچی اور کچھ لوگ آواز پر دوڑے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے اور آپ دیکھ کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ کیونکہ آواز کی جانب آپ ہی سب سے پہلے جا چکے تھے اور آپ ابی طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار خبر کو تحقیق فرما کر آ رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ گھبراؤ مت۔ اور عمران بن حصین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی لشکر سے نہ ملتے تھے مگر آپ ہی پہلے وار کرنے والے ہوتے تھے۔ اور جب احد کے روز آپ کو ابی بن خلف نے دیکھا اور کہا کہ محمد کہاں ہیں میں نہ بچوں گا اگر وہ بچے اور بدر کے روز فدیہ دیتے وقت وہ یہ کہہ گیا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو میں ہر روز ایک فرق ذر (تین صاع دانہ) دیتا ہوں میں اس پر سوار ہو کر تم کو قتل کروں گا۔ اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ خدا نے چاہا تو میں ہی تجھے قتل کروں گا۔ پس جب احد کے روز ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو اس نے اپنے گھوڑے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 5 جانب دوڑایا تو مسلمانوں میں سے چند لوگ اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حائل ہوئے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو اور آپ نے حارث بن صمہ سے

حربہ لے کر ایسے زور سے گھمایا جس کے سبب آپ سے لوگ ایسے اڑ گئے جیسے کہ اونٹ کی حرکت کے وقت اس کی کمر سے مچھر اڑ جاتے ہیں پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سامنے آئے اور اس کی گردن میں دہ نیزہ رسید کیا جس سے وہ کئی بار اپنے گھوڑے پر بل گیا۔ اور کہا گیا ہے بلکہ اس کی پسلی ٹوٹ گئی سو وہ وہاں سے یہ کہتا ہوا کہ مجھ کو محمدؐ نے مار ڈالا قریش کی جانب واپس ہوا اور وہ اس سے کہتے جاتے تھے کہ تجھ پر کوئی اندیشہ نہیں تو اس نے کہا کہ اگر وہ تکلیف جو مجھ کو ہے سب لوگوں کو ہو تو وہ ان سب کو مار ڈالے۔ کیا انہوں نے یہ نہ کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ قسم بخدا اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو بھی وہ مجھ کو مار ہی ڈالتے اور ان کے لوٹتے وقت بمقام سرف مرگیا

فصل 15- حیاء اور اغضا یعنی شرم اور چشم پوشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ حیا اس وقت (یعنی نرمی اور پھیکے پن) کا نام ہے جو بروقت کسی ایسے فعل کے روئے انسان پر طاری ہوتی ہے جس کی کہ کرامت کا اندیشہ کیا جاتا ہو یا اس کا چھوڑنا اس کے فعل سے اچھے سمجھا جاتا ہے۔ اور اغضاء کسی ایسے قول یا فعل سے تغافل کرنے کا نام ہے جس کو کہ انسان بالطبع ناپسند رکھتا ہو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ باحیا اور ان چیزوں سے نظر بند کرنے والے تھے جن کا چھپانا واجب ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

ان ذلکم کان یو ذی النبی فیستحی منکم واللہ لایستحیی من الحق

ترجمہ اس سے تکلیف تھی پیغبر کو پھر وہ تم سے شرم کرتا تھا اور اللہ شرم نہیں کرتا سچ بات سے انتہی۔

ہم سے ابو محمد بن عتاب نے .سند خود ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنواری بچی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو پردہ میں ہو۔ اور جب آپ کو کوئی شے ناگوار ہوتی تھی تو ہم اس کو آپ کے روئے مبارک سے پہچان جاتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بشرہ مبارک اور ظاہر جسم نہایت لطیف اور رقیق تھا (جس سے مزاج اقدس کا تھوڑا سا بھی تغیر فورا" محسوس ہو جاتا تھا) اور آپ حیا اور کرم نفس کی وجہ سے کبھی کسی سے بالمشافہ ایسی بات نہ فرماتے تھے جو اس کو ناگوار ہو۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کو کسی سے کوئی ایسی بات پہنچتی جو ناگوار خاطر عاطر ہوتی تو آپ نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسا کرتا یا کہتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں یا ایسا کہتے ہیں اور (اس طریق سے) اس کو منع فرما دیتے۔ اور کرنے والے کا نام نہ لیتے۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص مجلس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس پر کچھ زردی کا اثر تھا تو (جب تک وہ اس مجلس میں موجود رہا) آپ نے اس سے کچھ نہیں فرمایا۔ اور نہ آپ منہ در منہ کبھی کسی سے ایسی بات فرمایا کرتے تھے جو اس کو بری لگے جب وہ اس مجلس سے باہر چلا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس کو دھو ڈالے (تو اچھا ہوتا) اور (یہ بھی) مروی ہوا ہے کہ کہہ دیتے کہ وہ اسے نکال ڈالے۔ اور حدیث صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاحش اور متفحش نہ تھے یعنی نہ تو آپ بالطبع بدگو تھے اور نہ باتکلف بدگوئی فرماتے تھے اور نہ آپ بازاروں میں چلانے والے تھے۔ اور اس کلام کے مثل بروایت عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن عمرو بن العاص تو رات سے بھی حکایت کیا گیا ہے۔ اور آپ سے یہ بھی مروی ہوا ہے کہ آپ شرم کے سبب کسی کے چہرہ کی جانب نظر جما کر نہ دیکھتے تھے اور اگر آپ کو کسی کلام مکروہ کے بیان کرنے کی ضرورت پڑ بھی جاتی تھی تو آپ اس کو کنایتہً بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ستر کو نہیں دیکھا

فصل 16- حسن برتاؤ اور حسن آداب اور بسط خلق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خلق کے ساتھ حسن برتاؤ اور حسن آداب اور بسط خلق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس کی صحیح خبریں چار دانگ عالم میں پھیل رہی ہیں علی کرم اللہ وجہہ نے بضمن بیان آپ کے وصف کے کہا ہے کہ آپ کا سینہ سب سے زیادہ وسیع تھا (یعنی آپ کو کسی کی جانب سے ضجر اور ملال لاحق نہ تھا) اور آپ سب سے زیادہ راست گو اور نرم مزاج اور خوش برتاؤ (شخص) تھے۔ ہم سے ابوالحسن انماطی نے بسند خود قیس بن سعد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم ہماری زیارت کو تشریف لائے اور ایک طویل قصہ بیان کرنے کے بعد آخر میں کہا کہ جب آپ تشریف لے جانے کو تیار ہوئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے خچر بڑھایا اور اس پر ایک خطوط دار کپڑا ڈالا پھر رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم سوار ہوئے اور پھر سعد رضی اللہ عنہ نے

قیس سے کہا کہ ای قیس تو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جا قیس کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو سوار ہو تو میں نے (حضور کے ساتھ سوار ہونے سے) انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ یا تو سوار ہو یا واپس جا تو میں لوٹ آیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے (اس سے) فرمایا کہ تو میرے آگے سوار ہو کیونکہ آگے بیٹھنے کا وہی مستحق ہوتا ہے جس کی سواری ہو اور رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تالیف فرماتے تھے اور ان کو اپنے سے متنفر نہ کرتے تھے اور آپ ہر قوم کے کریم کا اکرام فرماتے اور ان پر اسی کو ولی مقرر کرتے اور آپ لوگوں سے بچتے بھی تھے اور ان سے اپنا تحفظ بھی فرماتے تھے مگر اس سے آپ کی کشادہ روئی اور حسن خلق میں (جو آپ کی دائمی علامت تھی) کچھ فرق نہ آتا تھا۔ اور آپ اپنے اصحاب کے حالات کا تجسس فرماتے تھے اور ہر پاس بیٹھنے والے کو (بات چیت وغیرہ سے) پورا حصہ دیتے تھے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والے کو یہ گمان نہ ہوتا تھا کہ آپ کی نظر میں کوئی اور شخص بھی اس سے زیادہ کریم ہے اور کوئی شخص کسی حاجت کے سبب آپ کے پاس بیٹھتا یا قریب ہوتا تو آپ (اس کا انتظار کرتے اور) اور اس کے ساتھ ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی آپ سے پھرتا (جب پھرے) اور جو کوئی آپ سے کسی امر یا حاجت کا سوال کرتا تو آپ اس کو بغیر اس کے نہ پھیرتے کہ یا اس کا قول پورا کریں یا آپ اس سے کوئی نرم بات فرما دیں۔ غرضیکہ آپ کے حسن خلق اور کشادہ روئی نے سب کو اپنے میں سمایا تھا (یعنی آپ کا سب کے ساتھ یکساں برتاؤ تھا یا اپنے حسن خلق کے سبب آپ نے سب کو اپنا کر لیا تھا) تو آپ بے ان کے واسطے بمنزلہ باپ کے تھے اور وہ حق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ ابن ابی ہالہ نے آپ کے اخلاق کے ساتھ تعریف کی ہے کہ آپ ہمیشہ خندہ رو نرم خلق اور نرم طبیعت رہتے تھے نہ سخت دل اور سخت گو اور چلانے والے اور بدگو اور عیب جو اور بہت زیادہ تعریف کرنے والے (اور) جو بات آپ کو مرغوب نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے تھے۔ اور کسی کو اپنے سے ناامید نہ کرتے تھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَمَا یُلَقّٰہَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰہَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ

ترجمہ دفع کر بدی کو اس خصلت کے ساتھ جو سب سے اچھی ہے تو وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے گویا کہ دوست ہے قرابتی اور

یہ بات انہیں کو حاصل ہوتی ہے جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات اسی کو ملتی ہے
جو بڑے نصیبہ والا ہے الخ۔

اور آپ ہر شخص کی دعوت کو منظور فرماتے اور اس کا ہدیہ قبول کرتے گویا ایک کراع (ران کی کرچ) ہی کیوں نہ ہوتی اور اس کی مکافات فرماتے اور اس پر بدلا دیتے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی آپ نے کبھی مجھ سے اف تک نہیں فرمایا جو کام میں نے کر لیا اس پر یہ نہیں فرمایا کہ کیوں اور جو نہ کیا اس پر یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ خلق میں کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچھا نہ تھا (یعنی آپ ہی سب لوگوں سے زیادہ خلیق تھے) آپ کے اہل بیت اور اصحاب میں سے کبھی کسی شخص نے آپ کو نہیں پکارا مگر آپ نے فوراً فرمایا لبیک اور جریر بن عبداللہ بجلی نے کہا ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں اس وقت سے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو (آنے سے) نہی روکا اور جب کبھی آپ مجھ کو دیکھتے تھے تو تبسم فرماتے تھے۔ اور آپ اپنے اصحاب سے مزاح فرماتے اور اس سے میل جول رکھتے اور ان سے باتیں کرتے اور ان کے بچوں سے ہنستے اور ان کو گود میں بٹھاتے تھے اور آپؐ آزاد اور غلام اور لونڈی اور مسکین سب کی دعوت منظور فرماتے ہیں اور مدینہ منورہ کے پرلے کنارہ جاکر مریضوں کی عیادت فرماتے اور جو کوئی آپ سے عذر کرتا تو آپ اس کے عذر کو قبول کرتے۔ انسؓ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جو کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان کو اپنے منہ سے لگا لیتا (یعنی آپ کے کان میں بات کرنا شروع کرتا) تو آپ اس سے اپنا سر جدا نہ کرتے جب تک وہ خود ہی آپ کے سر مبارک کو اپنے منہ سے جدا نہ کرتا اور جو کوئی آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک کہ وہ خود ہی آپ کا ہاتھ نہ چھوڑتا اور آپ کبھی نہیں دکھائی دیے کہ آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے اپنا گھٹنا آگے بڑھایا ہو اور جس سے آپ ملتے تھے آپ ہی ابتداء سلام فرماتے تھے اور اپنے اصحاب سے آپ ہی پہلے مصافحہ فرماتے تھے اور آپ کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے اصحاب کے سامنے پیر پھیلائے ہوں جس سے ان پر جگہ کی تنگی ہو۔ جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس کا اکرام فرماتے اور بعض اوقات آپ اس کے لیے کپڑا بچھا دیتے اور کبھی اس کے لیے اپنا وسادہ (تو شک) چھوڑ دیتے جو آپ کے نیچے ہوتی اور اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس پر بیٹھنے کے لیے اصرار فرماتے۔ اور آپ اپنے اصحابہ کی تکریم کے لیے ان کی

کنیت مقرر فرماتے اور ان کو ان کے ہی اس نام سے پکارتے جو ان کے نزدیک سب سے پیارا ہوتا اور ان میں سے کسی کی بات نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ پوری ہو۔ کہ اس وقت آپ اس کو نہی یا قیام کے ساتھ قطع کرتے (یعنی یا تو آپ اس وقت اس کو صراحۃً منع فرما دیتے یا خود مجلس سے کھڑے ہو جاتے) اور مروی ہوا ہے کہ اگر آپ کے نماز پڑھتے وقت کوئی شخص آپ کے پاس جا بیٹھتا تو آپ نماز میں تخفیف فرماتے اور اس سے اس کی حاجت دریافت کرتے اور جب فارغ ہو جاتے تو پھر اپنی نماز میں مشغول ہو جاتے اور آپ سب لوگوں کی نسبت زیادہ تبسم کرنے والے اور پاک نفس تھے۔ جب تک کہ آپ پر قرآن نازل نہ ہوتا یا آپ وعظ فرماتے یا آپ خطبہ نہ پڑھتے ہوتے کہ ان اوقات میں آپ تبسم نہ ہوتے تھے اور عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے تو احتصال برکت کی غرض سے مدینہ منورہ کے خلوم اپنے اپنے برتن میں پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے پس جو برتن آپ کے سامنے لایا جاتا اس میں آپ اپنا دست مبارک ڈبو دیتے اور بعض اوقات یہ فجر سردی کی فجر ہوتی مگر یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے مانع نہ ہوتا تھا۔

فصل 17- بیان شفقت اور رافت اور رحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلوق کے لیے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ بھاری ہے اس پر جو تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری ایمان والوں شفقت رکھتا مہربان۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

ترجمہ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے جہاں والوں کے بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے ناموں میں سے دو نام عطا فرمائے ہیں فرمایا بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی رؤف اور رحیم۔ اور اسی کے مثل امام ابوبکر بن فورک نے بھی حکایت کیا ہے م سے فقیہ ابو محمد خشنی نے بسند خود ابن شہاب (زہری) سے روایت کیا کہ رسول اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ایک غزوہ کیا۔ اور حنین کا ذکر کیا (اور) کہا کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفوان بن رقبہ کو سو اونٹ عنایت فرمائے اور پھر سو اور پھر سو۔ ابن شہاب نے کہا ہے کہ ہم سے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی ہے کہ صفوان نے کہا کہ واللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) مجھ کو دیا جو کچھ دیا اور آپ میرے نزدیک ساری خلق سے زیادہ مبغوض تھے (کہ میں آپ کو ساری خلق سے زیادہ دشمن رکھتا تھا) تو آپ مجھ کو ہمیشہ دیتے رہے یہاں تک کہ اب میری طرف ساری خلق سے زیادہ محبوب ہیں اور مروی ہوا ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اور وہ آپ سے کچھ مانگتا تھا تو آپ نے اس کو دیا اور دیکر فرمایا کہ کیا میں نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اعرابی بولا کہ آپ نے میرے ساتھ کچھ سلوک کیا اور نہ آپ نے مجھ کو کچھ اچھا دیا۔ اس پر مسلمانوں کو غصہ آیا اور وہ اس کی جانب (اس کے مارنے کو) اٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کی جانب اشارہ کیا کہ بازو ہو پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور اس کو بلایا اور وہ اس کی جانب (اس کے مارنے کو) اٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جانب اشارہ کیا کہ باز رہو پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور اس کو بلایا اور اور زیادہ دیا اور پھر فرمایا کہ کیا میں نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو وہ بولا کہ ہاں اللہ اہل اور قبیلہ کی طرف سے جزائے خیر دے۔ اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تیرے اس کہنے سے جو تو نے کہا تھا میرے اصحاب کے دلوں میں کچھ (کدورت یا غصہ) ہے پس اگر تو چاہے تو تو اس بات کو جو تو نے میرے سامنے کہی ان کے سامنے بھی کہہ دے تاکہ تیری طرف سے ان کے دلوں سے وہ (کدورت یا غصہ) جاتا رہے کہا ہاں جب اگلا روز یا شام کا وقت ہوا تو وہ اعرابی آیا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہی اعرابی ہے جس نے وہ بات کہی تھی جو کہی تھی ہم نے اور زیادہ دیا تو اب وہ کہتا ہے کہ وہ راضی ہو گیا (یہ کہہ کر آپ نے اس سے فرمایا) کیا ایسا ہی ہے تو وہ بولا کہ ہاں خدا آپ کو اہل اور عشیرہ سے اچھی جزا دے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس کی اس شخص کی سی مثال ہے جس کی ناقہ بدک گئی تھی اور لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو وہ جتنے اس کے پیچھے دوڑتے گئے وہ اتنی ہی بدکتی گئی تو اس کے مالک نے ان کو آواز دی کہ تم میرے اور میری اونٹنی کے درمیان سے جدا ہو جاؤ (میں اس کو پکڑ لوں گا کیونکہ) میں اس کے ساتھ تم سے زیادہ نرمی کرنے والا (اور اس کی عادت کے جاننے والا ہوں تو وہ) اس کے سامنے سے اس کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے

اس کو اس سرزمین سے پکڑ لیا جہاں کہ وہ چر رہی تھی پھر اس کو لوٹا لایا یہاں تک کہ وہ آگئی اور اس نے اس کو بٹھا کر اس پر اس کا کجاوہ کس لیا اور سوار ہو گیا۔ اور (فرمایا کہ) اگر میں تم کو اس وقت (نہ روکتا اور) چھوڑ دیتا جبکہ اس نے وہ بات کہی تھی جو کہی تھی اور تم اس کو مار ڈالتے تو وہ آگ میں داخل ہو جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ کو میرے اصحاب کی طرف سے کوئی بری بات نہ پہنچا دے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں اور میں ت (تمہاری طرف سے) بالکل سینہ صاف ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت میں سے جو آپ کو امت کے حال پر تھی۔ ایک یہ امر ہے کہ آپ ہر امر میں ان کے لیے تخفیف اور تسہیل کو ملحوظ رکھتے تھے اور آپ بہت سی باتوں کو صرف اس وجہ سے مکروہ رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ امت پر فرض ہو جائے جیسے آپ کا یہ فرمانا کہ اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں ان کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم کرتا۔ اور جیسے خبر صلوۃ اللیل (یعنی تراویح یا تہجد) کی اور جیسے آپ کا ان کو صوم وصال سے منع فرمانا اور دخول خانہ کعبہ کو مکروہ رکھنا تاکہ امت مشقت میں نہ پڑنے پائے اور جیسے آپ کا اپنے رب سے یہ دعا فرمانا کہ جس کسی (مسلمان) کو میں نے برا کہا ہو اور لعنت کی ہو وہ ان کے لیے رحمت کر دے۔ اور آپ کی شفقت میں سے ہے کہ آپ نماز میں بچہ کا رونا سنتے تو آپ نماز میں تخفیف فرما دیتے۔ اور آپ کی شفقت میں سے ہے کہ آپ نے اللہ عزوجل سے دعا کی اور اس بات کا عہد لیا کہ جس کسی (مسلمان) کو میں نے برا کہا ہو یا لعنت کی ہو تو اس کو اس کے واسطے پاکیزگی اور رحمت اور عبادت اور طہارت اور قربت کر دے کہ وہ قیامت کے دن تجھ سے قریب ہو جائے۔ اور یہ ہے کہ جب آپ کو آپ کی قوم نے جھٹلایا تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ نے تمہاری قوم کی وہ بات سنی جو انھوں نے آپ سے کہی اور پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا ہے کہ جو آپ چاہیں وہ اس کو حکم دیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو آواز دی اور آپ پر سلام کیا اور کہا کہ جو آپ چاہتے ہوں اس کا مجھ کو حکم دیجئے کیا میں ان پر ان دونوں کھڑے پہاڑوں کو نہ ملا دوں تو اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلکہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں سے وہ لوگ پیدا کرے جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراویں۔ اور ابن المنکدر نے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالی

نے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں فرمایا میں اپنی امت سے (عذاب کی) تاخیر چاہتا ہوں شاید اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر مہربانی فرمادے اور ان کی توبہ قبول کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی دو امروں میں اختیار نہیں دیا گیا مگر آپ نے وہی امر اختیار فرمایا جو ان دونوں میں سے آسان تر تھا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعظ اور نصیحت کے ساتھ ہماری خبر گیری فرماتے تھے (اس اندیشہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم میں سستی آ جائے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ وہ ایک اونٹ پر سوار ہوئیں اور اس میں ایک گونہ سختی تھی تو وہ اس کو ادھر دوڑانے لگیں (تاکہ وہ نرمی پر آ جائے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذرا نرمی اختیار کرو۔

فصل 18- بیان عادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفا اور حسن عہد اور صلہ رحمی میں

ہم سے قاضی ابوعامر نے ۔سند خود عبداللہ بن ابی محمد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے قبل ز بعثت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بیع کا معاملہ کیا اور اس میں کا کچھ بقیہ باقی رہ گیا تو میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں اس کو لے کر فلاں مقام پر حاضر ہوں گا پھر مجھے یاد نہ رہا اور تین دن بعد مجھ کو یاد آیا تو میں (اس کو لے کر) وہاں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ وہیں تشریف رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے جو تو نے مجھے کلفت میں ڈالا میں تین روز سے تیرا اس جگہ انتظار کر رہا ہوں۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی ہدیہ لایا جاتا تو آپ فرماتے کہ اس کو فلاں کے گھر لے جاؤ وہ خدیجہ (الکبریٰ رضی اللہ عنہا) کی ساتھی تھی اور خدیجہ سے محبت رکھتی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ (ازواج مطہرات میں سے) مجھ کو کسی عورت پر اتنی غیرت (رشک) نہیں آئی جتنی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنتی تھی کہ آپ انکار کرتے رہتے ہیں اور اگر آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو آپ ان کی ساتھیوں کو ضرور ہدیہ بھیجتے اور (ایک بار) ان کی بہن نے آپ پر اذن چاہا تو آپ ان کے سبب خوش ہوئے۔ اور آپ کے پاس ایک عورت آئی تو آپ اس سے خوش ہوئے اور آپ نے خوب اچھی طرح اس کا حال دریافت کیا یا جب وہ چلی گئی تو فرمایا کہ خدیجہؓ کے زمانے میں یہ ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور (فرماتے تھے کہ حسن عہد ایمان کا جزو ہے۔ اور بعض سلف صالحین نے آپ کا اس طرح

وصف بیان کیا ہے کہ آپ اپنے قرابتوں سے صلہ رحمی فرماتے تھے بغیر اس کے کہ آپ ان کو اس شخص پر فضیلت دیں جو ان سے افضل ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی فلاں کی لولاد میری اولیا نہیں ہیں صرف اتنی بات ہے کہ ان کا ناتا ہے سو اس کی تری کے ساتھ میں اس کو تر کرتا ہوں (یعنی ان کے ناتہ کے سبب ان کے ساتھ سلوک کرتا رہتا ہوں اور ایک بار) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب کی بیٹی امامہ کو لے کر نماز پڑھی۔ اور آپ ان کو اپنے شانہ مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے پس جب آپ سجدہ میں جاتے تو آپ ان کو اپنے شانہ سے رکھ دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اپنے شانہ مبارک پر اٹھا لیتے تھے۔ اور ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نجاشی کی طرف سے ایک جماعت قاصدوں کی حاضر آئی تو ان کی خدمت کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس کھڑے ہوئے تو اس پر آپ کے صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی طرف سے ہم کافی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے اصحاب کا اکرام کیا ہے اور میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں ان کی مکافات کروں۔ اور جب اسارائے ہوازن میں آپ کی رضاعی بہن شیماء لائی گئیں اور انھوں نے اپنے آپ کو پہچنوایا تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا کہ تو چاہے تو اکرام اور محبت کے ساتھ میرے پاس مقیم رہ یا میں تجھ کو وہ شے دیدوں جس سے تو فائدہ اٹھا دے اور تو اپنی قوم کی طرف لوٹ جا تو انھوں نے اپنی قوم کی طرف لوٹ جانے کو پسند کیا تو آپ نے ان کو وہ شے عطا کر دی جس سے وہ فائدہ اٹھا دیں۔ اور ابوالطفیل نے کہا ہے کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور میں اس وقت لڑکا تھا اتنے میں ایک عورت آئی یہاں تک کہ وہ آپ کے قریب پہنچ گئی تو آپ نے اس کے واسطے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئی تو میں نے کہا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کی والدہ ہیں جنھوں نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ اور عمرو بن السائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ کے رضاعی والد آئے اور آپ نے ان کے واسطے اپنا کپڑا ڈال دیا تو وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ کی رضاعی والدہ (حلیمہ) آئیں تو آپ نے اس کپڑے کا دوسرا کنارہ ان کے لیے کھول دیا تو وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر آپ کی رضاعی بھائی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے آگے بٹھا لیا اور آپ ثوبیہ مولاۃ ابی لہب کی طرف جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا جائزہ اور کپڑے بھیجا کرتے تھے جب وہ مر گئی تو آپ نے اس کے پسماندہ قرابتیوں کو

دریافت فرمایا تو کہا گیا کہ (اس کے کوئی نہیں رہا۔ اور خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کو خوشخبری ہو قسم بخدا اللہ تم کو کبھی رسوانہ کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ضعیف اور ناتوان کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور نہ ہوت والے کے لیے شے معدوم کو کماتے ہیں اور مہمان کو کھانا کھلاتے ہیں اور نوائب حق پر آپ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

فصل 19- بیان تواضع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معلوم کرنا چاہیے کہ باوجود علومنصب اور رفعت مرتبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ متواضع اور بے تکبر تھے (کہ آپ میں تکبر کا نام تک نہ تھا) اور (آپ کی تواضع اور عدم تکبر پر) تجھ کو یہ دلیل بس ہے کہ آپ کو اس امر میں اختیار دیا گیا تھا کہ آپ نبی بادشاہ ہونا چاہتے ہیں یا نبی بندہ تو آپ نے یہ اختیار فرمایا کہ میں نبی بندہ ہونا چاہتا ہوں تو اس وقت آپ سے اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی اس تواضع کے سبب جو آپ نے جناب الٰہی میں کی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو یہ عطا کیا ہے کہ آپ قیامت کے روز تمام اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہوں اور سب سے پہلے آپ کی قبر شق ہو اور سب سے پہلے آپ شافع (شفاعت کرنے والے) ہوں۔ ہم سے ابوالولید بن العوار نے .سند خود ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہم پر تشریف لائے تو ہم سب آپ کے (تعظیم کے) لیے کھڑے ہو گئے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم (عجمی لوگوں کی طرح) کھڑے مت ہوا کرو جیسے وہ کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ اس میں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں اور فرمایا میں تو بندہ ہوں بندوں ہی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ اور آپ گدھے پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کر لیتے اور مسکینوں کی عیادت فرماتے اور فقیروں کے پاس بیٹھتے اور غلاموں کی دعوت منظور فرماتے اور اپنے اصحاب کے درمیان ملے جلے رہتے اور جہاں جگہ باقی رہتی بیٹھ جاتے (اور اپنے لیے کوئی جگہ ایسی مقرر نہ فرماتے جس میں کسی قسم کا امتیاز اور ترفع ہو) اور عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جس کو کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ مت کرو جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں کیا ہے بلکہ میں بندہ ہوں تم بھی یہی کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھ کو آپ سے کچھ حاجت

ہے تو آپ نے فرمایا ای فلانہ کی ماں تو مدینہ کے کسی راستہ میں بیٹھ جا میں بھی تیرے پاس بیٹھ جاؤں گا یہاں تک کہ تیری حاجت پوری کروں انس نے کہا ہے کہ وہ (ایک جگہ) بیٹھ گئی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اس کے پاس بیٹھ گئے یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت سے فارغ ہوئی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اور آپ (قتل) بنی قریظہ کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کے پوست خرما کے دھاگے لگے ہوئے تھے اور اس پر اس کا پالان کھچ رہا تھا۔ اور کہا ہے کہ آپ جو کی روٹی اور چربی کی جانب بلائے جاتے جس میں کچھ تغیر آگیا ہوتا اور آپ (اس کو) قبول فرماتے۔ اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک پرانی کاٹھی پر سوار ہو کر حج کیا جس پر کہ ایک خطوط دار کپڑا پڑا تھا۔ جو چار درہم کا بھی نہ تھا تو آپ نے فرمایا اللھم اجعلہ حجا مبرورا لا ریاء فیہ ولا سمعہ ای اللہ ای اللہ تو اس کو حج مبرور کر دے جس میں نہ دکھلاوا ہو اور نہ سناؤ۔ آپ کی یہ تواضع اور انکساری تھی اور آپ پر ملک فتح ہو رہے تھے اور آپ نے اپنے اسی حج میں سو اونٹ قربانی فرمائے تھے۔ اور جب آپ پر مکہ فتح ہوا اور آپ لشکر مسلمین کے ساتھ اس میں داخل ہوئے تو آپ نے تواضعاً للہ تعالیٰ اپنے سرمبارک کو کجاوے کی طرف جھکا رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مقدم رحل سے لگا جاتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تواضع اور فروتنی سے ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تم مجھ کو یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت مت دو اور نہ تم انبیاء کرام کے مابین فضیلت دو اور نہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام سے اچھا کہو اور ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کے ساتھ ہم زیادہ اولیٰ ہیں اور اگر میں اتنا ٹھہرا رہتا جتنے کہ یوسف علیہ السلام قید خانہ میں ٹھہرے رہے تو میں داعی کو قبول کر لیتا۔ اور آپ نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے کہ آپ سے یہ کہا تھا ای بہترین خلقت کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان احادیث پر خدا نے چاہا تو آئندہ کلام آوے گا۔ اور عائشہ صدیقہ اور حسن بصری اور ابی سعید خدری وغیرہم رضی اللہ عنہم سے صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مروی ہوا ہے کہ ان میں سے بعض نے بعض پر کچھ زیادہ بھی کیا ہے کہ آپ اپنے گھر میں اپنے اہل کی خدمت میں رہتے تھے اپنے کپڑوں میں جوئیں دیکھتے اور اپنی بکری کا دودھ نکالتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے اور اپنی جوتی گانٹھتے اور اپنی جان کی خدمت کرتے اور گھر میں جھاڑو دیتے اور اپنا اونٹ باندھتے اور پانی کے اونٹ کو چارہ ڈالتے اور اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اس کے ساتھ آٹا گوندھتے اور بازار سے اپنا سامان اٹھا کر

لاتے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ مدینہ منورہ کی ایک چھوکری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی لے جاتی یہاں تک کہ آپ اس کی حاجت پوری کرتے۔ اور آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا تو آپ کی ہیبت سے اس کو لرزہ آگیا اور وہ کانپنے لگا تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی جان پر آسانی کر میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں تو ایک قریشی عورت کا لڑکا ہوں۔ اور آپ سوکھا گوشت کھاتے تھے۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بازار میں داخل ہوا تو آپ نے ایک پاجامہ خرید کیا اور وزن کرنے والے سے کہا کہ تول اور جھکتا تول۔ اور ایک قصہ ذکر کیا (اور پھر آخر میں) کہا کہ وزن مذکور دست مبارک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کو دوا اور ان کو بوسہ دینے لگا تو آپ نے اس سے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور فرمایا کہ یہ فعل عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو تمہیں میں کا ایک شخص ہوں پھر آپ نے وہ پاجامہ اٹھا لیا تو وہ دوڑا تاکہ میں اس کو اٹھاؤں تو آپ نے فرمایا کہ جس کی چیز ہو اس کے اٹھانے کا بھی وہی زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

فصل 20- عدل اور امانت اور عفت اور صدق لہجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ امانت دار اور عادل اور عفیف اور راست گو تھے اور ان صفات کا آپ کے لیے آپ کے مخالفوں اور دشمنوں نے بھی اقرار کیا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ ان اخلاق صالحہ کے سبب جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ میں جمع فرمائے تھے آپ (ان کے درمیان) میں کے نام سے موسوم تھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مطاع ثم امین اطاعت کیا گیا اس جگہ امانت دار۔ اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یعنی یہ آپ کی صفت ہے۔ اور جب بوقت بناء خانہ کعبہ قریش کے درمیان حجرا سود کے رکھنے میں اختلاف واقع ہوا کہ اس کو کون رکھے اور وہ کئی فریق ہو گئے تو انھوں نے اس امر میں اس شخص کو حکم مقرر کیا جو اس کہ اس کو کون رکھے اور وہ کئی فریق ہو گئے تو انھوں نے اس امر میں اس شخص کو حکم مقرر کیا جو سب سے پہلے ان پر داخل ہو تو ان پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور یہ نبوت سے پہلے کا قصہ ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ محمد ہیں اور یہ امین بھی ہیں اور ہم سب ان کی تحکیم پر رضا مند ہیں۔ اور ربیع بن خثیم سے مروی ہوا ہے کہ اسلام سے پہلے

جاہلیت کے زمانہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب تحکیم لائی جاتی تھی اور آپ حکم بنائے جاتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے واللہ میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں۔ ہم سے ابو علی الصدفی نے سند خود بواسطہ امام ترمذی علی کرم اللہ وجہہ سے حدیث بیان کی ہے کہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہم تو اس شے کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لائے ہیں اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ

ترجمہ کہ وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں انتہی۔

اور ترمذی کے سوا اور وں نے روایت کیا ہے کہ ہم (اے محمدؐ) تجھ کو نہیں جھٹلاتے اور نہ تو ہم میں جھٹلایا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بدر کے روز اخنس بن شریق نے ابوجہل سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ اے ابالحکم اس جگہ میرے اور تیرے سوا اور کوئی نہیں ہے جو ہماری بات سنے تو مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خبردے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے تو ابوجہل بولا واللہ محمدؐ سچے ہیں اور محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا (اور مروی ہوا ہے کہ اس کے بعد ابوجہل نے یہ بھی کہا لیکن یہ تو بتاؤ کہ جب بنی قصی سواء اور سقایت اور حجابت اور ندوہ اور نبوت سب چیزوں کے مالک ہو گئے تو پھر بقیہ قریش کے لیے کیا باقی رہ گیا انتہی) اور ہرقل نے بھی جب ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال دریافت کیا تھا تو اس نے بھی یہی کہا تھا کہ کیا تم ان کو اس بات کے کہنے سے پہلے بھی جھوٹ کے ساتھ متہم جانتے تھے جو اس نے اب کہی ہے۔ تو ابوسفیان نے جواب دیا تھا کہ نہیں۔ اور نضر بن حارث نے قریش سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم میں ایک نوعمر لڑکے تھے جو تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور بات کے سچے اور بڑے امانت دار تھے یہاں تک کہ تم نے ان کی دونوں پٹیوں میں بڑھاپا دیکھا اور تمہارے پاس وہ شریعت آئی جس کو کہ وہ لائے تم نے کہا کہ وہ جادوگر ہے واللہ وہ ہرگز جادوگر نہیں ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ کے ہاتھ نے کبھی کسی ایسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا جس کی کہ غلامی کے آپ (بذریعہ نکاح یارق حقیقی) مالک نہ ہوں۔ اور حدیث علی کرم اللہ وجہہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف میں ہے کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپ نے حدیث صحیح میں فرمایا ہے۔ وائے ہے تجھ کو پھر کون انصاف کرے گا اگر میں نے

بھی انصاف نہ کیا۔ میں نامراد ہوا اور میں نے ٹوٹا پایا اگر میں نے انصاف نہ کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کبھی دو امروں میں اختیار نہیں دیا جاتا تھا مگر آپ ان دونوں میں سے اسی امر کو اختیار فرماتے تھے جو سب سے آسان ہوتا تھا جب تک کہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب لوگوں سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے۔ ابوالعباس مبرد نے کہا ہے کہ کسریٰ نے اپنے ایام کو تقسیم کیا تو اس نے کہا کہ ہوا کا دن تو نیند کا ہے اور ابر کا دن شکار کا اور مینہ کا دن شراب نوشی اور کھیل تماشہ کا اور دھوپ کا دن جوائج (یعنی کام کاج اور انصاف) کا۔ ابن خانو یہ نے کہا ہے کہ وہ صرف سیاست دنیا کا واقف تھا (نہ دین کا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ) جانتے ہیں ظاہر زندگانی دنیا کو اور وہ آخرت سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور لیکن ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دن کے تین حصہ فرمائے ہیں۔ ایک حصہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ اپنے اہل کے لیے اور ایک حصہ اپنی جان کے لیے اور پھر آپ نے اس حصہ کو دو حصہ فرمایا جس کو آپ نے اپنی ذات اقدس کے لیے رکھا تھا ایک اپنا اور ایک لوگوں کا کہ اس وقت میں آپ خاص لوگوں کے ذریعہ سے عوام پر مدد لیتے اور فرماتے کہ اس شخص کی حاجت کو مجھ تک پہنچاؤ جو اپنی حاجت کو خود مجھ تک نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ جو کوئی کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے گا جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو بڑی گھبراہٹ کے دن امن میں رکھے گا۔ اور حسن بصری سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی کو کسی کے گناہ میں نہ پکڑتے تھے اور نہ ایک کی ایک پر تصدیق کرتے تھے۔ اور ابو جعفر طبری نے بواسطہ علی کرم اللہ وجہہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے دو مرتبہ کے سوا کبھی ان امور جاہلیت میں سے کسی امر کا ارادہ نہیں کیا جس کو کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور وہی دونوں بار اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرے اور میرے ارادہ کے درمیان حائل ہوتا رہا۔ پھر کبھی میں نے برے کام کا ارادہ نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ پر رسالت کے ساتھ اکرام فرمایا (اور مجھ کو رسول کر دیا) تو میں نے ایک رات ایک لڑکے سے جو میرے ساتھ بکریاں چراتا تھا کہا کہ اگر تو میری بکریاں دیکھتا رہے تو میں مکہ میں داخل ہو کر رات کو باتیں کروں جیسے جو ان کیا کرتے ہیں چنانچہ میں اس ارادہ سے روانہ ہوا یہاں تک کہ جب میں مکہ کے پہلے گھر پر آیا تو میں نے کھیل کی آواز سنی کسی بیاہ کے سبب وہ مزامیر کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو میں بیٹھ کر دیکھنے لگا تو مجھ کو فوراً نیند آگئی اور مجھ کو لہوولعب میں سے کسی چیز نے بیدار نہیں کیا مگر

سورج کی گرمی نے بس میں لوٹ آیا اور میں مطلقاً اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا۔ پھر ایک بار اور مجھ کو ایسا ہی اتفاق ہوا (اور پھر بھی میں اپنا کچھ ارادہ پورا نہ کر سکا) پھر اس کے بعد میں نے کبھی کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا۔

فصل 21- بیان وفا اور سکوت اور تأنی اور مروت اور حسن سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

معلوم کرنا چاہیے کہ ہم سے ابو علی الجیانی نے ،سند خود خارجۃ بن زید سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار شخص تھے قریب تھا کہ آپ کے اطراف (یعنی ہاتھ کان ناک منہ وغیرہ) سے کوئی شے ظاہر نہ ہو۔ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مجلس میں بیٹھتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی پشت اور پنڈلی کے درمیان جمع کر لیتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹھنا اکثر اسی طرح پر تھا کہ آپ بصورت احتباء بیٹھتے تھے اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آپ چار زانوں بیٹھتے تھے اور بعض اوقات آپ اس طرح بھی بیٹھتے تھے کہ دونوں سرینوں کو زمین پر جما لیتے اور دونوں رانوں کو پیٹ سے ملا کر دونوں ہاتھوں سے دونوں رانوں کو پکڑ لیتے (جس کو کہ اہل عرب قرفصاء بولتے ہیں) اور آپ کی نشست کا یہ طریقہ قیلہ کی حدیث میں مروی ہوا ہے اور آپ اکثر احوال خاموش رہتے تھے اور بلا ضرورت بات نہ فرماتے تھے اور جو کوئی بھلی بات نہ کہتا آپ اس سے اعراض فرماتے تھے۔ اور آپ کی ہنسی تبسم ہوتی اور آپ کا کلام صاف صاف اور جدا جدا ہوتا تھا نہ فضول اور نہ کم اور آپ کے حضور میں آپ کے اصحاب کرام کی ہنسی بھی تبسم ہی ہوتی تھی اور آپ کی تعظیم اور توقیر اور آپ کے اتباع کے سبب وہ بھی کھل کھلا کر نہ ہنستے تھے بلکہ مسکرانے پر بس کرتے تھے۔ اور آپ کی مجلس علم اور حیاء اور خیر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی نہ تو اس میں شور و شغب ہوتا تھا اور نہ اس میں مراد ہ" (دوسروں کی) حرمتیں کھوئی جاتی تھیں جب آپ بات کرتے تو آپ کے پاس بیٹھنے والے اپنا سر جھکا لیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرند ہیں۔ اور آپ کی صفت میں (آیا) ہے کہ آپ ذرا آگے جانب کو جھکے ہوئے چلتے تھے اور ایسی رفتار چلتے تھے جو نہ زیادہ تیز ہوتی تھی اور نہ زیادہ آہستہ اور نہ متکبرانہ بلکہ آپ بین بین تواضع اور فروتنی کے ساتھ چلتے تھے گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو آپ مجتمع اور اکٹھے ہو کر چلتے تھے اور آپ کی رفتار سے معلوم ہوتا تھا کہ نہ آپ گھبرائے

ہوئے ہیں اور نہ کاہل اور ناتوان ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سب سے عمدہ عادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت ہے اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں ترسیل اور ترتیل (دونوں جمع) تھی یعنی آپ صاف بھی بولتے تھے اور جلد بولتے تھے۔ ابن ابی ہالہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت چار حال پر ہوتا تھا ایک حلم دوسرے حذر تیسرے تقدیر چوتھے تفکر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح سے بات کیا کرتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا یہ چاہے کہ اس کو گن لیں تو وہ اس کو گن سکتا تھا اور آپ خوشبو اور رائحہ طیبہ کو محبوب رکھتے تھے اور اس کا استعمال بھی فرماتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو اس کی رغبت بھی دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو تمہاری دنیا سے عورت اورخوشبو (دو چیزیں) محبوب ہیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک میری نماز میں رکھی گئی ہے اور آپ کی عادت تھی کہ آپ کھانے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرماتے اور اس امر کا حکم کرتے کہ اپنے آگے سے کھاؤ (اور دوسرے کے آگے ہاتھ نہ بڑھاؤ) اور مسواک کرتے رہو اور انگلیوں کی گرہوں کو صاف رکھو اور خصال فطرت پر عمل کرتے رہو۔

فصل 22- اور رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا سے زاہد اور بے رغبت ہونا سو معلوم کرنا چاہیے کہ اثنائے اس سیرت میں اس سے قبل اتنے اخبار گذر چکے ہیں جو اس باب میں کافی ووافی ہیں۔ اور اس میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے بہت ہی کم حصہ لیا ہے اور اس کی زیب وزینت سے آپ بالکل ہی معرض رہے ہیں تجھ کو یہ امر کافی ہے کہ باوجودیکہ دنیا آپ کی طرف کھینچی گئی اور آپ پر پے درپے فتح ہوتی رہی مگر جب آپ نے وفات فرمائی تو آپ کی درعہ نفقہ اہل وعیال میں ایک یہودی کے نزدیک رہن پڑی تھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس پر بھی آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ یہ دعا فرماتے تھے اللھم اجعل رزق ال محمد کفافا کہ اے اللہ اولاد محمدؐ کی روزی بقدر کفاف (یعنی قوت لایموت) کردے جس سے زندگی قائم رہے) ہم سے سفیان بن العاص نے .سند خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اولاد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے کبھی تین روز لگاتار پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو کی روٹی دو روز متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور اگر اللہ چاہتا تو آپ کو اتنا دیتا جو خیال میں بھی نہیں آتا اور ایک اور روایت میں ہے کہ اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ اللہ عزوجل

سے ملے اور آپ نے وفات فرمائی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا اور نہ درہم اور نہ بکری چھوڑی اور نہ اونٹ اور حدیث عمرو بن الحارث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہتھیار اور خچر اور زمین کے سوائے جن کو کہ آپ نے صدقہ کر دیا تھا اور کوئی شے نہیں چھوڑی اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات فرمائی تو میرے گھر میں اتنی چیز نہ تھی جس کو کہ کوئی جاندار کھالیں مگر آدھے صاع جو جو ایک کھونٹی پر یا ایک آلہ میں رکھے تھے اور کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ پر یہ بات پیش کی گئی کہ تیرے لیے بطحاء مکہ کو سونا کر دیا جائے تو میں نے کہا کہ نہیں ای میرے رب میں ایک دن بھوکار ہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور جس دن بھوکا رہوں اس دن تیری طرف تضرع کروں اور تجھ سے مانگوں اور جس دن پیٹ بھروں اس دن تیری تعریف کروں اور تیری ثناء بیان کروں (یعنی) اس کا شکر ادا کروں) اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ پر اللہ عزوجل سلام کہتا ہے اور آپ سے یہ فرمایا ہے کہ کیا تم اس بات کو دوست رکھتے ہو کہ میں ان پہاڑوں کو سونا کر دوں اور یہ تمہارے ساتھ رہا کریں جہاں تم ہوا کرو تو آپ نے سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ ای جبرائیل یہ دنیا اس کا گھر ہے جس کے گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کے مال نہ ہو اور اس کو وہی شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو اس پر آپ سے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ای محمدؐ اللہ نے تم کو قول ثابت کے ساتھ ثابت رکھا۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ اٰل محمد سارے سارے مہینہ ٹھہرے رہتے (اور) آگ تک نہ جلاتے ہماری روزی یہی کھجور اور پانی ہوتا۔ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات فرمائی اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اور ایسا ہی عائشہ اور ابی امامہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کئی کئی روز تک برابر خالی پیٹ رات گذارتے تھے اور ان کو شب کا کھانا نصیب نہ ہوتا تھا۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خوان اور پیالیوں میں کھانا نہیں کھایا اور نہ آپ کے لئے کبھی چپاتیاں یا مانڈے پکائے گئے اور نہ آپ نے کبھی سالم بکری بھنی ہوئی دیکھی۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ آپ کے سونے کا بستر

جس پر کہ آپ سوتے تھے چمڑہ کا تھا جس میں پوست خرما بھری رہی تھی۔ اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر جو آپ کے گھر میں تھا ایک ٹاٹ تھا ہم اس کو دوہرا کر دیتے تھے پس آپ اس پر سو رہتے تھے سو ایک بار ہم نے اس کو آپ کے لیے چوہرا کر دیا۔ جب آپ نے صبح کی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے آج کی رات میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا تو ہم نے آپ سے اس کا ذکر کیا اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو ویسا ہی کر دو جیسا کہ وہ پہلے سے تھا کیونکہ اس کی نرمی نے آج مجھ کو شب کی نماز سے روک دیا اور آپ کبھی (بے بستر کے) بانوں کی بنی ہوئی چارپائی پر سو جاتے تھے جس سے آپ کی کروٹ میں اون کے نشان پڑ جاتے تھے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس طرح نہیں کھایا کہ آپ شکم سیر ہوئے ہوں اور نہ آپ نے کبھی کسی سے شکوہ ظاہر فرمایا اور آپ کو غنا کی نسبت فاقہ زیادہ محبوب تھا ور آپ تمام رات بھوک کے پڑے ہوئے کروٹیں لیا کرتے تھے مگر اس پر بھی آپ اس دن کا روزہ رکھنا نہ چھوڑتے تھے۔ اور اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے تمام زمین کے خزانوں اور اس کے پھلوں اور فراغت عیش کا سوال کر لیتے اور وہ ان کو پورا فرما دیتا اور مجھ کو اس مشقت اور کلفت کے سبب جس میں کہ آپ کو مبتلا دیکھتی تھی آپ پر رحم آتا تھا اور میں روتی تھی۔ اور شدت بھوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تھی اور کہتی تھی کہ آپ پر میری جان قربان ہو کہ اگر آپ دنیا سے اتنا بھی حاصل کر لیتے جس سے آپ کی قوت بسری ہوتی (تو بہتر ہوتا) تو آپ فرماتے ای عائشہ مجھ سے اور دنیا سے کیا سروکار میرے بھائی رسل اولوالعزم نے اس سے بھی زیادہ سخت پر صبر کیا ہے اور اپنی حالت پر دنیا سے گذر گئے ہیں سو جب وہ اپنے رب کے پاس آئے تو اس نے ان کا اکرام کیا اور ان کو بھرپور ثواب عطا کیا سو مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اگر میں اپنی معیشت میں رفاہیت کو اختیار کروں تو کل کے دن ان سے میرا رتبہ کم ہو جائے اور مجھ کو اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ملنے سے زیادہ اور کوئی شے پیاری نہیں ہے رکھتی ہیں کہ آپ اس کے بعد ایک مہینہ بھی باقی نہیں رہے کہ آپ نے وفات پائی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فصل 23- بیان خوف وطاعت اور شدت عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے رب سے ڈرنا اور اپنے رب کی طاعت کرنا اور شدت سے اس کی عبادت میں مشغول رہنا اتنا ہی زیادہ تھا جتنا کہ

آپ کا علم زیادہ تھا۔ اسی واسطے ہم سے ابو محمد بن عتاب نے اپنی اس حدیث میں کہا ہے جو انھوں نے .سند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو وہ امر معلوم ہو جاتا جو میں جانتا ہوں تو تم بیشک تھوڑا ہنستے اور بہت روتے (اور) ہماری اس حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے جس کو کہ ہم نے ابی عیسیٰ الترمذی سے روایت کیا ہے اور انھوں نے اس کو ابی ذر کی جانب مرفوع کیا ہے۔ کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتے اور چرچر بولا آسمان اور اس کو یہی لائق ہے کہ وہ چرچر بولے کیونکہ اس میں چار انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جس میں خدا کے سامنے ایک فرشتہ سجدہ میں اپنا ماتھا نہ ٹیکے ہو واللہ اگر تم وہ جانو جو میں جانتا ہوں تو تم بیشک تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ اور تم عورتوں کے ساتھ عیش نہ اڑاؤ تم اللہ کی جانب آوازیں بلند کرتے ہوئے راستوں کو نکل جاؤ اور میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں درخت ہوتا کہ کوئی کاٹ ڈالتا۔ یہ کلام کہ میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں درخت ہوتا کوئی مجھ کو کاٹ ڈالتا کلام ابی ذر سے مروی ہوا ہے (یعنی یہ کلام ان پر موقوف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں ہے) اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور حدیث مغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم ورم کر آئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم ورم کر آئے تو کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ یہ کلفت برداشت کرتے ہیں اور اللہ عزوجل نے آپ کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں بندہ شکور نہ ہو جاؤں۔ اور اسی کے ہم معنی ابی سلمہ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کام دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے اس کی کون طاقت رکھتا ہے جو آپ طاقت رکھتے تھے۔ اور کہا ہے کہ آپ روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ (اب) آپ افطار نہ کریں گے اور آپ افطار کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے کہ (اب) آپ روزہ نہ رکھیں گے۔ اور اسی کے ہم معنی ابن عباس اور ام سلمہ اور انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہوا ہے اور (ان میں سے ہر واحد نے) کہا ہے کہ تو نہ چاہتا کہ آپ کو رات میں نماز پڑھتے دیکھے مگر آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا اور تو نہ چاہتا کہ آپ کو سوتا دیکھتا مگر تو آپ کو سوتا دیکھتا اور عوف بن مالک نے کہا ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا تو آپ نے مسواک کی پھر وضو کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے تو میں

بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہوا تو آپ نے سورہ بقر شروع کی تو آپ کسی آیت رحمت پر نہ گذرتے مگر توقف فرماتے اور دعا مانگتے اور آپ کسی آیت عذاب پر نہ گذرتے مگر کہ توقف فرماتے اور تعوذ پڑھتے پھر آپ رکوع کرتے اور بقدر اپنے قیام کے اس میں ٹھہرتے اور فرماتے سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْعَظَمَۃِ پھر آپ سجدہ کرتے اور ایسا ہی کہتے اور اسی کے مثل حذیفہ سے بھی مروی ہوا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے بقدر اپنے قیام کے سجدہ کیا اور اسی کے قریب قریب آپ نے دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کیا اور کہا یہاں تک کہ آپ نے سورہ بقر اور آل عمران اور نساء اور مائدہ پڑھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی آیت کے ساتھ کھڑے رہے۔ اور عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پیٹ سے ایک آواز آ رہی تھی جیسے کہ ہانڈی کی آواز ہو۔ ابن ابی ہالہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ محزون اور متفکر رہتے تھے اور آپ کو کسی وقت چین اور آرام نہ تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ایک روز میں سو بار استغفار کرتا ہوں اور مروی ہوا ہے کہ ستربار۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا طریقہ سنیہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ معرفت میرا راس مال ہے اور عقل میرا اصل دین ہے اور محبت میری جڑ اور بنیاد ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکر الٰہی میرا مونس (اور غمگسار) ہے اور خدا کی ذات پر بھروسہ کرنا میرا خزانہ ہے اور غم میرا رفیق ہے اور علم میرا ہتھیار ہے اور صبر میری چادر ہے اور رضا میری غنیمت ہے اور عجز میرا فخر ہے اور زہد میرا پیشہ ہے اور یقین میری قوت ہے اور صدق میرا شفیع اور سفارشی ہے اور طاعت میری کفایت ہے اور جہاد میری عادت ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے اور میرے دل کا پھل اس کے ذکر میں ہے اور میرا غم میری امت کے سبب ہے اور میرا شوق میرے رب العزت کی جانب ہے

فصل 24- اللہ مجھ کو اور تجھ کو توفیق عطا فرما دے معلوم کرنا چاہیے کہ تمام انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوۃ والسلام کی یہی صفتیں ہیں جو کہ کمال خلقت اور حسن صورت اور شرف نسب اور حسن خلق وغیرہ سے مذکور ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہی اوصاف اوصاف کمال ہیں اور کمال اوصاف اور تمام خلقت اور جمیع فضائل انھیں حضرات کا حصہ ہے۔ صلی اللہ

علیہم اجمعین۔ کیونکہ ان کا رتبہ سب رتبوں سے بلند اور ان کا درجہ سب درجوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ترجمہ یہ پیغمبر بزرگی دی ہم نے بعض ان کے کو اوپر بعض کے انتہی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ترجمہ اور بیشک ہم نے ان کو پسند کیا ہے جان بوجھ کر جہاں کے لوگوں پر انتہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے پہلے جو جماعت جنت میں داخل ہو گی وہ چودھویں رات کے چاند کی صورت میں ہو گی۔ پھر آخر حدیث میں کہا ہے کہ ایک شخص کی پیدائش اپنے باپ آدم کی صورت ساٹھ ہاتھ لمبی آسمان کی طرف اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا تو وہ ایک کم گوشت اور گھنگریالے بال والے بلند ناک والے آدمی تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے لوگوں میں کے ہیں۔ اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا تو وہ ایک میانہ قد آدمی تھے اور آپ کے چہرہ پر بہت سے تل تھے۔ سرخ رنگت والے گویا کہ آپ حمام سے نکلے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے باریک پیٹھ والے مثل تلوار کے اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اولاد ابراہیم علیہ السلام میں ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہوں اور ایک اور حدیث میں حلیہ موسیٰ علیہ السلام میں کہا ہے کہ وہ گندمی رنگ والوں میں جن کو تو دیکھتا ہو سب سے زیادہ اچھے (خوبصورت) تھے۔ اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر عزت اور منعت کے لوگوں میں اور (ایک روایت میں بجائے زروہ) فی ثروہ کا لفظ بھی مروی ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں مبعوث کیا ہے جو صاحب ثروت اور منعت تھے اور ترمذی نے قتادہ سے اور دار قطنی نے قتادہ سے اور انھوں نے انس سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اچھی صورت والا اور اچھی آواز والا اور تمہارا نبی صورت میں بھی ان سب سے اچھا ہے اور آواز میں بھی سب سے اچھا ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حدیث ہرقل میں ہے کہ میں نے تجھ سے ان کا نسب دریافت کیا تو تو نے کہا کہ وہ تم میں بڑے نسب والے ہیں اور ایسے ہی رسل کرام اپنی قوم کے انساب میں مبعوث ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ پایا اس کو صبر کرنے والا خوب بندہ ہے ایوب (اپنے رب کی طرف) رجوع کرنے والا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً وَکَانَ تَقِیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا

ترجمہ ای یحیٰی پکڑ لے کتاب کو زور سے اور دیا ہم نے اس کو حکم لڑکے پن سے اور دی ہم نے مہربانی اپنی طرف سے اور پاکیزگی اور تھا پرہیزگار اور سلوک کرنے والا اپنے ماں باپ سے اور نہ تھا زبردست بے حکم اس پر سلام ہے اس دن کہ پیدا ہوا اور اس دن کہ مرا اور اس دن کہ اٹھے زندہ ہو کر انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ

ترجمہ بیشک اللہ خوشخبری دیتا ہے تجھ کو یحیی کی جو ماننے والا ہے ایک بات کو خدا سے اور سردار ہے اور بند رہنے والا عورتوں سے اور نبی ہے صالحوں سے انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰہِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

ترجمہ تحقیق اللہ نے چن لیا آدم کو اور نوح کو اور کنبے ابراہیم کو اور کنبے عمران کو جہاں والوں پر اولاد ہیں ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے انتہی۔

اور نوح علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے انہ کان عبدا شکورا کہ وہ بڑا شکر گزرا بندہ تھا۔ اور فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْہًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَہْدِ وَکَہْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ

ترجمہ تحقیق اللہ خوشخبری دیتا ہے تجھ کو ایک بات کی اپنی طرف سے جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا آبرو والا دنیا میں اور آخرت میں اور نزدیک

کیے گیوں سے اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہو گا اور جب
ادھیڑ ہو گا اور نیک بختوں میں سے ہے۔
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَمَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (بولا) بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی کیا ہے اور مجھ کو برکت والا کیا ہے جہاں کہیں ہوں۔ اور مجھ کو نماز اور زکوۃ کی تاکید کی ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اور فرمایا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا

ترجمہ اے ایمان والو تم ان لوگوں کے مانند نہ ہو جنھوں نے ایذا دی موسیٰ کو۔ پھر بری کیا اللہ نے ان کو اس چیز سے کہ وہ کہتے تھے۔ اور تھا وہ نزدیک اللہ کے آبرو والا۔ انتہی۔

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موسیٰ ایک نہایت درجہ کے شرمیلے اور پرلے درجہ کے پردہ دار شخص تھے پس ان کی شرم کی وجہ سے کسی نے ان کا جسم نہ دیکھا تھا تو بعض بنی اسرائیل نے آپ کو ستایا اور کہا کہ یہ اتنا پردہ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کی جلد (یعنی کھال) میں کچھ عیب ہے چاہے تو برص ہو یا ان کے خصیہ بھاری ہوں سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اس الزام سے بری فرمانا چاہا تو آپ ایک روز نہانے کے لیے تنہا ہوئے تو آپ نے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے۔ سو وہ پتھر (آپ کے کپڑے لے کر) بھاگ پڑا۔ اور آپ یہ کہتے ہوئے کہ اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ آپ جماعت بنی اسرائیل تک پہنچ گئے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کو اس حالت میں ننگا دیکھ لیا کہ آپ ساری خلقت سے اچھے ہیں یہ دیکھ کر وہ بول اٹھے کہ واللہ موسیٰ میں کوئی عیب نہیں تو آپ نے اپنے کپڑے لے لیے اور آپ نے اس پتھر کو مارنا شروع کیا قسم بخدا اس میں تین یا چار یا پانچ نشان ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

ترجمہ پس بخشا مجھ کو میرے رب نے حکم اور کیا مجھ کو پیغمبروں سے۔ انتہی۔
اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بسلسلہ تعریف ایک جماعت انبیائے کرام کے فرمایا یعنی

لَكُمْ رَسُولٌ اَمِيْنٌ بیشک میں تمہارے واسطے با امانت رسول ہوں۔ اور فرمایا ہے اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ تحقیق سب سے بہتر جس کو تو نوکر رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور امانت دار ہو۔ اور فرمایا ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ پس صبر کر جیسا کہ صبر کیا ہمت والوں نے رسولوں میں سے۔ اور فرمایا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

ترجمہ اور اس کو بخشا ہم نے اسحاق اور یعقوب ہر ایک کو ہدایت کی ہم نے اور نوح کو ہدایت کی ہم نے پہلے اس سے اور اولاد اس کی میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اس طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو اور یہ سب نیکوں سے تھے اور اسمٰعیل اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہم نے سب کو بزرگی دی جہاں والوں پر اور ہدایت کی ہم نے بعض کو ان کے باپوں سے اور ان کی اولاد سے اور ان کے بھائیوں سے اور پسند کیا ہم نے ان کو اور ہدایت کی ہم نے ان کو ان کی طرف راہ سیدھی کے یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ بتایا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہے اپنے بندوں سے اور اگر (یہ لوگ) شرک کرتے تو بیشک کھوئے جاتے ان سے عمل ان کے جو کچھ کہ کرتے تھے۔ یہ لوگ ہیں جن کو دی ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت پس اگر یہ لوگ کفر کریں ساتھ اس کے تو بیشک ہم نے مقرر کیے ہیں ساتھ اس کے وہ شخص جو اس کا انکار نہیں کرتے۔ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی سو تو ان کی ہدایت کی پیروی

کرا انتہی۔

پس حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان حضرات کی بہت سے اوصاف کے ساتھ تعریف فرمائی ہے۔ جیسے صلاح اور ہدایت اور اجتباء اور حکم اور نبوت اور فرمایا فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ اور (بشروه بغلام) حلیم پس بشارت دی ہم نے ان کو ایک لڑکے جاننے والے کی۔ اور بشارت دی انھوں نے اس کو ایک لڑکے بردبار کی۔ اور فرمایا وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ اور بیشک آزمایا ہم نے پہلے ان سے قوم فرعون کو اور آیا ان کے پاس رسول عزت والا کہ حوالہ کرو میرے بندہ خدا کی تحقیق میں ہوں واسطے تمہارے پیغمبر با امانت اور فرمایا۔

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ شتاب پاویگا تو مجھ کو اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والوں سے۔ اور اسمٰعیل کے حق میں فرمایا إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا

تحقیق وہ تھا سچا وعدہ کا اور تھا پیغمبر نبی اور حکم کرتا تھا اپنے اہل کو نماز کا اور زکوۃ کا اور تھا اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ۔ اور موسیٰ کی صفت میں فرمایا انہ کان مخلصا بیشک وہ تھا چنا ہوا۔ اور سلیمان کی تعریف میں فرمایا ہے نعم العبد انہ اواب اچھا بندہ تھا اور رجوع کرنے والا۔ اور فرمایا

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ

ترجمہ اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے بیشک ہم نے خالص کیا ان کو ساتھ صفت خالص کے وہ یاد تھی آخرت کی اور بیشک وہ ہمارے نزدیک البتہ چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے ہے انتہی۔

اور داؤد کی تعریف میں فرمایا ہے إِنَّهُ أَوَّابٌ بیشک وہ رجوع کرنے والا ہے۔ اور پھر فرمایا ہے وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ہم نے اس کی سلطنت کو اور دی ہم نے اس کو حکومت اور فیصل کرنے والی بات۔ اور یوسف کی جانب سے کہا ہے اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ کہ مقرر کر مجھ کو

زمین کے خزانوں پر بیشک میں نگہبانی کرنے والا جاننے والا ہوں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی صفت میں کہا ہے سَتَجِدُنِیْٓ اِنْشَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا شہ ناب پاؤگا تو مجھ کو اگر خدا نے چاہا تو صبر کرنے والا۔ اور شعیب علیہ السلام کی طرف سے کہا ہے سَتَجِدُنِیْٓ اِنْشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ البتہ پاؤں گا تو مجھ کو اگر خدا نے چاہا صالحوں سے اور انہیں کے حق میں فرمایا اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ میں نہیں چاہتا مگر سنوارنا جب تک کہ سکوں اور نہیں توفیق میری مگر ساتھ اللہ کے اور فرمایا لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا اور لوط کو دیا ہم نے حکم اور علم۔ اور فرمایا ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ بیشک یہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے۔ سفیان (ثوری یا ابن عیینہ) نے کہا ہے کہ خشوع کے معنی ہیں حزن دائم (معلوم کرنا چاہیے کہ اللہ) سبحانہ وتعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں انبیائے کرام کے ان خصائل حمیدہ اور محاسن ستودہ کا ذکر فرمایا ہے جو ان کے کمال پر دلالت کر رہے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سی خصلتوں کا ذکر احادیث میں بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول انما الکریم بن الکریم بن الکریم ابن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نبی بن نبی بن نبی بن نبی بزرگ بیٹے کے بزرگ بیٹے بزرگ کے بیٹے بزرگ کے بیٹے بزرگ کے یوسف بیٹے یعقوب کے بیٹے اسحاق کے بیٹے ابراہیم کے نبی بیٹے نبی کے بیٹے نبی کے بیٹے نبی کے (مطلب یہ ہے کہ آپ خود بھی بزرگ اور نبی ہیں اور بزرگ اور نبی کے بیٹے اور پوتے اور پروتے ہیں غرضیکہ آپ بزرگ اور بزرگ زادہ حسب اور نسب دونوں اعتبار سے بزرگ ہیں) اور حدیث انس میں ہے کہ ایسی ہی انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتے۔ اور مروی ہوا ہے کہ باوجودیکہ سلیمان علیہ السلام کو اس قدر ملک عطا ہوا تھا مگر وہ خشوع اور خضوع اور تواضع جناب الٰہی کے سبب آسمان کی جانب اپنی نگاہ نہ اٹھاتے تھے اور آپ لوگوں کو نفیس نفیس کھانے کھلاتے اور خود جو کی روٹی کھاتے تھے اور آپ کی جانب وحی کی گئی تھی کہ اے عابدوں کے سردار حجتہ الزاہدین کے بیٹے۔ اور ایک بوڑھیا آپ کے سامنے آتی اور آپ ہوا پر اپنے لشکر میں ہوتے تو آپ ہوا کو حکم کرتے اور وہ ٹھہر جاتی اور آپ اس کی حاجت میں تامل کرتے (اور اس کو پورا کرتے) اور پھر (جدھر ارادہ ہوتا) چلے جاتے۔ اور کسی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا کہ کیا سبب ہے جو آپ بھوکے رہتے ہیں حالانکہ آپ

خزائن زمین پر قابض اور متصرف ہیں فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنا پیٹ بھرلوں تو بھوکوں کو بھول جاؤں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ داؤد علیہ السلام پر قرآن اتنا ہلکا کر دیا گیا تھا کہ آپ گھوڑا کس کانے حکم دیتے اور قبل اس کے کہ وہ کسا جاتا آپ اس کی تلاوت سے فارغ ہو جاتے اور آپ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ اور نرم کیا ہم نے واسطے اس کے لوہا کہ بناؤ زرہیں اور اندازہ رکھ ایک دوسرے کا پرونے میں اور انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ ان کی روزی ان کے ہاتھ کی کمائی کر دے جس سے وہ بیت المال سے مستغنی ہو جاویں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی نماز سب کی نمازوں سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ سب کے روزوں سے زیادہ محبوب ہے اور آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات (عبادت الٰہی میں) کھڑے رہتے اور چھٹا حصہ سوتے تھے۔ اور ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز افطار کرتے تھے اور صوف پہنتے تھے اور بال بچھاتے تھے اور جو کی روٹی نمک اور ساگ کے ساتھ کھاتے تھے۔ اور اپنے پانی میں آنسو ملاتے تھے۔ اور خطا کے بعد تو آپ کو کسی نے ہنستے اور آسمان کی طرف نظر کرتے نہیں دیکھا کیونکہ آپ استحیاء من اللہ نہ تو کبھی ہنسے اور نہ آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور اپنی ساری عمر کو رو رو کر پورا کر دیا۔ اور کہا گیا کہ آپ نے اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اگ آئی اور آنسوؤں نے آپ کے رخسار دن میں گڑھے کر دیے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ بھیس بدل کر نکلتے اور اپنے عادات کا تجسس فرماتے اگر آپ اپنی تعریف سنتے تو آپ اور زیادہ تواضع کرتے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ کہیں تم گدھا لے لیتے تو اچھا ہوتا تو آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک میرا رتبہ اس سے زیادہ ہے کہ وہ میرے دل گدھے کے ساتھ مشغول کرے۔ اور آپ بالوں کا کپڑا پہنتے اور درخت (کی چھال) کھاتے۔ اور آپ کے گھر نہ تھا جہاں نیند آ جاتی وہیں سو رہتے اور آپ کو یہ بات سب سے زیادہ پیاری تھی کہ آپ کو لوگ مسکین کہہ کر پکاریں۔ اور کہا گیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین پر وارد ہوئے تو دبلے پن کے سبب آپ کے پیٹ میں ترکاری کی سبزی نظر آتی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے نبیوں کی یہ کیفیت تھی کہ ان سے بعض انبیا علیہم السلام فقر اور جو دن کے ساتھ مبتلا ہوتے تھے اور یہ ان کے اس سے بھی زیادہ محبوب ہوتا تھا کہ کوئی شخص ان کو کچھ

دیئے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک سور ملا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو سلامتی کے ساتھ چلا جا تو اس پر کسی نے کچھ کہا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں اپنی زبان کو بدگوئی کا عادی کروں۔ اور مجاہد نے کہا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا کھانا گھاس تھا اور (باین ہمہ) آپ خوف خدا سے رویا کرتے تھے یہاں تک کہ آنسوؤں نے ان کے رخساروں میں اپنے بہنے کی جگہ کرلی تھی اور جانور ان وحشی کے ساتھ کھانا کھاتے تھے تاکہ آپ لوگوں سے (جدا رہیں اوران سے) نہ ملیں اور طبری نے وہب سے حکایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تکریم الٰہی اوراس افضال رب العزت کی تواضع میں کہ اس نے آپ سے کلام فرمایا ہے ایک پیڑ کے سایہ میں رہتے اور ایک پتھر کے گڑھے میں کھانا کھاتے اور چوپایہ کی طرح اسی میں منہ ڈال کر پانی پیتے اور چونکہ ان صفات میں ان حضرات کے اخبار (کتابوں میں مدوّن اور) مسطور ان کے صفات کمل اور جمیل اخلاق اور حسن صورت اور سیرت (لوگوں میں) مشہور اور معروف ہیں اس وجہ سے ہم ان کے ذکر کے ساتھ کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے اور تجھ کو ان امور کی جانب ہرگز توجہ نہ کرنا چاہیے جو اس کے خلاف کتب بعض مورخین جاہلین اور مفسرین (مغفلین) میں معلوم ہوں

فصل 25- خدا تیرا اکرام فرمادے ہم نے تیرے لیے اخلاق حمیدہ اور فضائل جلیلہ اور خصال کمل کثیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف اتنے ہی امور ذکر کیے ہیں اور انھیں امور کی صحت کو دکھایا اور اتنے ہی آثار جمع کیے ہیں جو (اطمینان) کے لئے کافی ووافی ہیں ورنہ آپ کے مناقب جلیلہ کا میدان اتنا وسیع ہے جس کی پایاں نہیں اور آپ کے فضائل کے باب میں مجال سخن اتنا دراز ہے جس کے طے کرنیسے پہلے دلیلیں منقطع ہوکی جاتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم خصائص کا دریائے ناپیدا کنار اتنا عمیق ہے کہ ڈولوں کی کثرت اس کو گندلا نہیں کر سکتی (یعنی وہ کس طرح منتہی نہیں ہو سکتی) لیکن ہم نے تیرے لیے اس میں سے زیادہ تر انھیں امور کو ذکر کیا ہے جو صحاح اور مصنفات مشہورہ میں معروف ہیں اور اس باب میں ہم نے کثیر سے قلیل پر اور دریا سے قطرہ پر اکتفا کیا ہے۔ اور ہمیں یہ امر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان فصلوں کو اس حدیث کے ذکر پر ختم کریں جس کو کہ حسن نے ابن ابی ہالہ سے روایت کیا ہے کیونکہ وہ شمائل اور اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک جامع حدیث کیا ہے اور اس کے راوی نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل سے ایک جملہ کافی کو داخل کیا ہے اور نیز یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حدیث کے ساتھ ایک ایسی تنبیہہ لطیف

بھی پیوند کریں جو اس کے غرائب اور مشکلات کی مبین اور مظہر ہو۔ ہم سے قاضی ابو علی حسین بن محمد نے بسند خود حسن سے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑی تعریف کرنے والے شخص تھے اور مجھ کو (ان سے) یہ امید لگ رہی تھی کہ اگر وہ آپ کے اوصاف حمیدہ میں سے کچھ بیان کریں گے تو میں اس کو لے لوں گا۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے بھاری بھرکم شخص تھے اور آپ کا روئے مبارک ایسا منور (اور درخشاں) تھا جیسا چودھویں رات کا چاند اور آپ کو تاہ قد سے لمبے اور لمبے ڈانگے سے چھوٹے (یعنی میانہ) قد تھے اور آپ کا سر مبارک بڑا تھا اور آپ کے بال چھلہ دار تھے نہ سخت گھونگروالے اور نہ بالکل سیدھے۔ اور اگر آپ کے بالوں میں خود بخود مانگ نکل آتی تو آپ مانگ رہنے دیتے اور نہیں تو نہیں (یعنی خود مانگ نہ نکالتے تھے) اور آپ کے بال آپ کی پاڑیوں سے تجاوز کرتے تھے جبکہ آپ انکا وفرہ کرنا چھوڑ دیتے اور آپ درخشاں رنگ کشادہ پیشانی تھے اور آپ کی بھویں باریک اور لمبی اور بن ملی ہوئی تھیں (یعنی دونوں بھوؤں کے درمیان کسی قدر فصل تھا) اور ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جس کو کہ غصہ حرکت دیتا تھا (یعنی بوقت غصہ اس میں حرکت پیدا ہو جاتی تھی) اور آپ کی بینی مبارک درمیان سے ابھری ہوئی اور اس کا بانسا باریک تھا اس میں ایک قسم کا نور تھا جس سے وہ بلند اور مستوی معلوم ہوتی تھی اور جو شخص اس کو بدون تامل دیکھتا تھا وہ اس کو بلند خیال کرتا تھا اور آپ کی داڑھی گھنی (اور گنجان) تھی اور آپ کی آنکھوں کی پتلیاں بہت سیاہ اور باقی چشم سفید تھی۔ اور آپ کے رخسارے ڈھیلے ہوئے تھے نہ ابھرے ہوئے اور آپ کا منہ بڑا تھا اور آپ کے دانت نہایت سفید اور بارونق تھے اور آپ کے سینہ اور شکم پر ایک باریک مسربہ (یعنی بالوں کا خط) تھا اور آپ کی گردن گویا کہ دمیہ (تصویر ہاتھی دانت کی گردن تھی جو صفائی میں چاندی تھی اور آپ معتدل الخلقت بھاری بدن تھے اور آپ کا جسم مبارک گٹھا ہوا اور آپ کا پیٹ اور سینہ دونوں برابر تھے اور آپ کا سینہ کسی قدر ابھرا ہوا تھا اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی لونر سے آپ کا سینہ چوڑا تھا) اور آپ کے جوڑ بند بھاری تھے اور آپ کا جو جسم کھلا رہتا تھا وہ (بھی) پر رونق تھا۔

اور آپ کی گردن سے لے کر آپ کی ناف تک (آپ کے سینہ اور پیٹ پر ایک) بالوں کا باریک خط ملا تھا جو درمیان سے منقطع نہ تھا اور اس خط کے سوا آپ کے سینہ کی دونوں جانب بالکل صاف تھیں ان پر بال نہ تھے۔ اور آپ کے دونوں باز اور دونوں مونڈھے اور آپ کے سینہ کا اوپر والا حصہ پر بال تھا (یعنی ان سب پر بال زیادہ تھے) اور آپ کی دونوں کلائیاں لبی اور آپ کی دونوں ہتھیلیاں چوڑی تھیں اور آپ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کسی قدر بھاری اور پرگوشت تھے اور آپ کی انگلیاں لبی تھی اور آپ کی دونوں پنڈلیاں اور ہاتھ کی نلیاں لبی اور بے گرہ تھیں اور آپ کے پاؤں کے تلوے بیچ میں سے کسی قدر ابھرے ہوئے تھے۔ اور آپ کے قدم صاف اور چکنے تھے (نہ کھرے) جن سے پانی گذر جاتا تھا جب آپ قدم اٹھاتے تو برکندہ اٹھاتے تھے۔ اور آپ اگلی جانب کو قدم اٹھاتے۔ اور آپ کو سکون اور وقار کے ساتھ تیز رفتار چلتے اور چلتے وقت آپ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا آپ بلندی سے اتر رہے ہیں اور جب آپ کسی طرف دیکھتے تو بے محابا دیکھتے اور آپ اکثر نیچی نگاہ رکھتے اور بہ نسبت آسمان کے آپ زمین کی جانب زیادہ نظر رکھتے۔ اور آپ اکثر گوشہ چشم سے دیکھتے تھے۔ اور آپ اپنے اصحاب کو اپنے آگے چلاتے اور جو کوئی آپ سے ملتا آپ خود اس سے ابتدا السلام کرتے۔ میں نے کہا (القائل حسن بن علی) کہ آپ مجھ سے آپ کی گویائی کی کیفیت بیان کیجئے تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر غمگین اور ہمیشہ متفکر رہتے اور کسی وقت راحت نہ پاتے تھے۔ اور آپ کبھی بلا ضرورت بات نہ کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے اور آپ بات کو پری دہن سے شروع کرتے تھے اور پری دہن ہی ختم کرتے تھے (یعنی آپ صاف اور پکار کر بولتے تھے منہ ہی منہ میں بات نہ کرتے تھے کہ سمجھ ہی میں نہ آئے) اور آپ جوامع الکلم کے ساتھ صاف بات کرتے جس میں نہ فضول ہوتا اور نہ قصور اور آپ نہایت خلیق اور نرم مزاج تھے اور نہ درشت خو اور لوگوں کو حقیر اور ذلیل جاننے والے۔ اور آپ نعمت (الٰہی) کی بہت تعظیم فرماتے تھے گو کتنی ہی کم ہوتی۔ اور آپ کبھی کسی شے کی مذمت نہ فرماتے تھے اور نہ آپ کسی کھانے اور پینے کی برائی اور بھلائی کرتے تھے (کہ یہ اچھا ہے یا برا ہے) اور اس وقت آپ کے غصہ کو کوئی نہ روک سکتا تھا جبکہ کسی حق الٰہی کا تعرض کیا جاتا جب تک کہ آپ اس سے بدلا نہ لے لیتے اور آپ اپنی ذات اقدس کے لیے نہ تو کبھی غصہ ہوتے تھے اور نہ اس کا بدلا لیتے تھے۔ اور جب آپ کسی امر کا اشارہ فرماتے تو آپ سارے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے۔ اور جب آپ کو تعجب ہوتا تھا تو آپ اس کو (آسمان کی جانب)

پلٹتے تھے۔ اور جب بات کرتے تھے تو آپ اس کو اپنے ہاتھ یا اشارہ سے ملا لیتے اور اپنے داہنے انگوٹھے کو اپنی بائیں ہتھیلی پر مارتے۔ اور جب آپ غصہ ہوتے تو آپ اس سے اعراض فرماتے اور منہ پھیر لیتے۔ اور جب آپ خوش ہوتے تو آپ اپنی نگاہ نیچی فرما لیتے۔ اور آپ کی بڑی ہنسی تبسم ہوتا تھا اور ہنستے وقت آپ کے دندان مبارک ایسے ظاہر ہوتے تھے جیسے (سفید) اولے حسن نے کہا ہے کہ میں نے اس حدیث کو ایک زمانہ تک حسین بن علی علیہما السلام سے چھپائے رکھا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کو مجھ سے بھی پہلے حاصل کر چکے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر آنے اور باہر جانے اور مجلس میں بیٹھنے اور شکل (اور صورت) سے بھی دریافت کر چکے ہیں غرضیکہ انھوں نے کوئی بات نہیں چھوڑی (جو دریافت نہ کی ہو) حسین نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے کا حال دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ اس امر میں (اللہ کی طرف سے) ماذون تھے (کہ آپ جب اور جہاں چاہیں داخل ہوں) پس جب آپ اپنے گھر میں تشریف رکھتے تو آپ اپنے دخول کے تین حصہ فرماتے ایک حصہ اللہ کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے اہل کے لیے اور تیسرا حصہ اپنی ذات اقدس کے لیے پھر آپ اپنے حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے تو آپ اس کو بواسطہ خواص عوام پر رد فرماتے اور آپ ان سے کوئی بات (بھلائی کی) اٹھا نہ رکھتے تو امت کے حصہ میں آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ اپنے اذن کے لیے انھیں لوگوں کو اختیار فرماتے جو ان میں اہل فضل وکمال ہوتے اور آپ اس حصہ کو ان پر ان کے فضل کے موافق تقسیم فرماتے۔ بایں طور کہ جس کا جتنا رتبہ دین میں زیادہ ہوتا اتنا ہی آپ اس کا حصہ بھی زیادہ لگاتے کوئی ان میں سے ایک حاجت والا ہوتا اور کوئی دو حاجتوں والا اور کوئی کئی حاجتوں والا تو آپ ان کے ساتھ مشغول ہوتے اور ان کو اس امر میں مشغول کرتے جس میں کہ ان کی اور امت کی صلاح ہوتی مثلاً آپ ان سے ان کا حال دریافت فرماتے اور ان کو ان امور کی خبر دیتے جو ان کے لیے مناسب اور موزوں ہوتے۔ اور فرماتے کہ جو کوئی تم میں سے یہاں موجود ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو اس تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہ ہو اور مجھ تک ان لوگوں کی حاجتیں پہنچاؤ جو خود اپنی حاجتیں مجھ تک نہیں پہنچا سکتے یہاں تک نہیں پہنچا سکتے کیونکہ جو کوئی کسی ایسے شخص کی حاجت کو بادشاہ تک پہنچاتا ہے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے روز اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا۔ آپ کے نزدیک ان امور کے سوا اور کچھ مذکور نہ ہوتا تھا اور نہ اس کے سوا آپ کسی سے کوئی اور بات قبول

فرماتے تھے۔ سفیان ابن وکیع کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ آپ پر طالب ہو کر داخل ہوتے تھے اور آپ سے شکم سیر ہو کر متفرق ہوتے تھے اور جب باہر نکلتے تھے تو دلیل یعنی فقیہ ہو کر باہر نکلتے تھے میں نے کہا کہ تم مجھ کو آپ کے باہر تشریف لے جانے کی خبر دو کہ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تھے تو اس وقت آپ کیا کرتے تھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جانب سے اپنی زبان کو ان باتوں سے روکتے تھے جو ان کو نفع نہ دے یا ان کی مدد نہ کرے اور ان کی تالیف فرماتے اور ان کو پریشان نہ کرتے اور ہر قوم کے کریم کا اکرام فرماتے اور اسی کو ان پر والی مقرر کرتے اور خود لوگوں سے بچتے اور ان سے اپنا تحفظ فرماتے مگر کسی سے کشادہ روئی کو ترک نہ فرماتے۔ اور اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے اور لوگوں سے ان امور کو دریافت فرماتے جو ان میں ہوتے رہتے۔ اور بھلی بات یا بھلی چیز کی تحسین فرماتے اور اس کو اچھا کہتے اور بری بات کی برائی فرماتے اور اس کی توہین کرتے۔ آپ کا ہر کام اعتدال کے ساتھ تھا نہ مختلف (کہ کبھی کچھ کبھی کچھ) آپ اس خیال سے کہیں وہ غافل نہ ہو جاویں اور کسل نہ کرنے لگیں کسی امر میں غفلت نہ فرماتے۔ اور آپ کے لیے ہر حال کے لیے ایک ذخیرہ تھا اور آپ نہ تو کبھی حق سے کوتاہی فرماتے اور نہ غیر حق کی جانب تجاوز کرتے اور جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ان میں آپ کی نزدیک وہی شخص سب سے اچھا اور افضل ہوتا جو سب کا خیر خواہ ہوتا۔ اور آپ کے نزدیک رتبہ میں بھی وہی شخص سب سے زیادہ ہوتا جو لوگوں کے ساتھ مواسات اور موازرت کرنے میں سب سے اچھا ہوتا۔ پھر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کا حال دریافت کیا کہ آپ اس میں کیا کرتے تھے تو انھوں نے کہا کہ آپ بغیر ذکر الہی نہ کھڑے ہوتے تھے اور نہ بیٹھتے اور نہ اپنے لیے کوئی خاص جگہ مقرر فرماتے اور نیز لوگوں کو بھی جگہ مقرر کرنے سے منع فرماتے۔ اور جب کسی قوم کی جانب جاتے تو جہاں جگہ پاتے وہیں بیٹھ جاتے اور اسی کا حکم کرتے اور جو لوگ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے کوئی شخص یہ خیال نہ کرتا تھا کہ آپ کے نزدیک اس کے سوا کوئی اور شخص بھی اس سے زیادہ بزرگ ہے اور جو کوئی شخص کسی حاجت کی وجہ سے آپ کے پاس بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ اس کے ساتھ ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہی خود آپ سے پھرنے والا ہوتا اور جو کوئی آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا تو آپ یا تو اس کا سوال پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات فرماتے اس کے سوا اور کوئی بات نہ ہوتی غرضیکہ آپ کی کشادہ روئی اور حسن خلق نے سب کو اپنے میں سمالیا تھا۔ اور آپ ان کے لیے باپ اور وہ سب کے سب (بمنزلہ اولاد) آپ کے نزدیک حق میں قریب قریب

برابر ہو گئے تھے۔ اور ان میں سے جس کسی کو ایک دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل تھی تو وہ صرف تقوے کے سبب تھی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب آپ کے نزدیک حق میں برابر ہو گئے تھے۔ آپ کی مجلس علم اور حیا اور شرم اور صبر اور امانت کی مجلس تھی۔ اس میں نہ آواز بلند ہوتی تھیں اور نہ برائیاں ذکر کی جاتی تھیں اور نہ لوگوں کی لغزشیں دہرائی جاتی تھیں۔ اور یہ کلمہ ان دونوں روایتوں کے سوا اور روایتوں سے ہے اور تقوے کے سبب سب آپس میں مہربان اور متواضع تھے بڑوں کی توقیر کرتے اور چھوٹوں پر رحم۔ اور حاجت مند کی معاونت کرتے اور مسافر پر رحم کرتے۔ پھر میں نے ان سے یہ دریافت کیا کہ آپ کا اپنے جلیسوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ خنداں رو اور نرم طبیعت نرم مزاج تھے نہ درشت خو سخت مزاج اور نہ چلانے والے اور بدگو اور عیب جو اور بے انتہا تعریف کرنے والے آپ اس شے سے تغافل فرماتے جس کی کہ آپ کو رغبت نہ ہوتی اور آپ کسی کو اپنے سے ناامید نہ کرتے اور آپ نے اپنے نفس اقدس کو تین باتوں سے بچا رکھا تھا ایک دکھلوا دوسرے اکثار یعنی زیادہ گوئی اور زیادہ جوڑنے سے اور تیسرے اس شے سے جو بے فائدہ ہو اور (علی ہذا) اپنی تین باتوں سے لوگوں کو بھی چھوڑ رکھا تھا ایک اس سے کہ آپ کسی کی برائی سنیں اور اس کو عار دلائیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کسی کی پردہ دری کریں تیسرے یہ کہ آپ اس شے کے سوا جس میں آپ کو ثواب کی امید ہو اور کسی بات میں کلام فرمادیں اور جب آپ بات کرتے تھے اور نیز وہ آپ کے سامنے باہم دخل در معقولات نہ دیتے تھے جب (مجلس میں) کوئی شخص بات شروع کرتا تو سب لوگ اس کے لیے خاموش ہو جاتے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوتا اور رغبت اور نشاط میں ان کی بات ایسی ہوتی تھی جیسے پہلے شخص کی۔ اور آپ ہنسی کی بات پر ہنستے اور تعجب کی بات پر تعجب کرتے اور مسافر اور غریب الوطن کی سخت گوئی پر صبر فرماتے اور فرماتے کہ جب تم کسی ذی حاجت کو دیکھو کہ وہ اس کا طالب ہے تو اس کی مدد کرو اور اس کی حاجت پوری کرو۔ اور آپ اس شخص کے سوا کسی دوسرے کی تعریف قبول نہ فرماتے جو مکافی ہوتا۔ اور آپ کسی کی بات نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ اس کو پوری کرے پس آپ اس کو یہ تو پورا ہونے کے ساتھ روکنے یا قیام کے ساتھ۔ یہاں پر سفیان بن وکیع کی حدیث پوری ہو گئی۔ اور دوسرے راوی نے (اتنا اور) زیادہ کیا ہے کہ میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سکوت کی کیا کیفیت ہے تو اس نے کہا کہ آپ کا سکوت چار طرح پر تھا حلم اور حذر اور تقدیر اور تفکر (یعنی آپ کا سکوت یا تو سکینہ اور وقار

کے سبب تھا یا کسی بچاؤ کے سبب یا تقدیر اور اندازہ کے سبب یا سوچ اور فکر کسی تدبیر کے سبب) پس تقدیر یعنی کسی شے کا اندازہ فرمانا سو وہ نظر اور استماع بین الناس میں تھا (کہ آپ سب لوگوں کو ایک نظر دیکھیں اور سب کی بات یکساں سنیں) اور رہا تفکر سو وہ اس میں تھا کہ کیا باقی رہتا ہے اور کیا فنا ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم صبر آمیز تھا سو آپ کو کوئی شے ایسا غصہ نہ دلاتی تھی جس سے آپ میں کسی قسم کی خفت اور سبکی پیدا ہو اور آپ کے حذر میں بھی چار خوبیاں جمع تھیں اخذ بالحسن یعنی نیک بات کا اختیار فرمانا تاکہ اس میں آپ کا اقتدار کیا جائے اور ترک قبیح یعنی قبیح بات کا ترک کرنا تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ اور اس امر میں اجتہاد فرمانا تاکہ کون شے امت کے لیے صالح ہے اور امت کے لیے ان مصالح کا جمع فرمانا جو ان کے لیے دین اور دنیا دونوں امر کی جامع ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کی مدد سے آپ کا وصف پورا ہو گیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فصل 26- تفسیر غریب اور مشکل اس حدیث کے بیان میں (تنبیہہ چونکہ حدیث مذکور کا ترجمہ اردو میں ہو چکا اور اس فصل کے فوائد انھیں لوگوں کے ساتھ مخصوص تھے جو اصل کتاب کو مطالعہ کریں اس وجہ سے ترجمہ میں اس کو ترک کر دیا گیا اور اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا)

باب تیسرا ان احادیث صحیحہ اور اخبار مشہورہ کے بیان میں جو آپ کی قدر عظیم اور منزلت کریم اور آپ کے ان خصائص کے بیان میں وارد ہوئے ہیں جن کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا ہے

اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ آپ اللہ کہ نزدیک درجہ اور مرتبہ میں سب سے بزرگ اور اولاد سیدنا آدم علیہ السلام کے سردار اور تمام آدمیوں سے افضل اور اعلیٰ اور قرب الٰہی میں سب سے اقرب ہیں۔ اور اس باب میں جو احادیث وارد ہوئے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور ہم نے ان میں سے صرف انھیں حدیثوں پر اقتصار کیا ہے جو صحیح اور مشہور ہیں اور معانی کے لحاظ سے ہم نے ان کو بارہ باب میں جمع کیا ہے

فصل پہلی۔ ان اخبار اور احادیث کے بیان میں جو علو مرتبت اور اصطفاء اور رفعت شان اور تفضیل اور سیادت ولد آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان مراتب جلیلہ دنیاوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں وارد ہوئے ہیں جو آپ کے

ذات پاک کے ساتھ مخصوص اور برکت آپ کے نام مبارک کو مشتمل ہیں۔ ہم سے شیخ ابو محمد عبداللہ بن العدل نے .سند خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خلق کے دو حصہ فرمائے تو مجھ کو بہتر حصہ میں کیا سو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ داہنے والے اور بائیں والے۔ تو میں اصحاب یمین سے ہوں اور اصحاب یمین میں بھی سب سے بہتر۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں قسموں کو تین قسم پر منقسم کیا تو مجھ کو اس تہائی میں کیا جو سب سے بہتر ہے اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ اور اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ پس میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں بھی سب سے بہتر۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان اثلاث کے قبائل کیے تو مجھ کو سب سے بہتر قبیلہ میں کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ تو میں اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ تقی اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہوں اور کوئی فخر نہیں پس سبحانہ وتعالیٰ نے قبائل کو گھرانہ کیا تو مجھ کو سب سے اچھے گھر میں کیا سو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اور ابی سلمہ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی فرمایا اس وقت کہ آدم روح اور جسد کے درمیان تھے (یعنی ابھی پتلا ہی تھے ان میں روح بھی نہ پھنکی تھی) اور واثلہ بن الاسقع سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو پسند فرمایا اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرمایا ہے اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ بزرگ ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ میں پہلوں اور پچھلوں سب سے زیادہ بزرگ ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے تمام مشارق اور مغارب زمین کو چھان ڈالا تو مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص افضل نہ دکھائی دیا اور میں نے کوئی قبیلہ بنی

ہاشم سے افضل نہیں دیکھا۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ شب معراج کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لایا گیا تو اس نے آپ کے سامنے تیزی کی تو اس پر اس سے جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو یہ کرتا ہے اور تجھ پر کوئی شخص آپ سے زیادہ بزرگ سوار نہیں ہوا اس سے وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھ کو آپ کی پشت میں زمین کی جانب آتارا۔ اور نوح علیہ السلام کی پشت میں مجھ کو کشتی میں سوار کیا اور ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں مجھ کو آگ میں ڈالا پھر مجھ کو اصلاب کریمہ سے ارحام طیبہ کی جانب منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے مجھ کو میرے ماں باپ سے پیدا کیا جو کبھی بدکاری کے نزدیک نہیں گئے اور اسی امر کی جانب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد ولا بشرانت ولا مضغنه ولاعلق

بل نطفه ترکب السفین وقد الجم نسرا واهله الغرق

تنقل من صالب الی رحم اذامضی عالم بداطبق

ور بعض نسخوں میں اور اشعار بھی آئے ہیں اور وہ یہ ہیں

ثم احتوی بیتک المهیمن خندف علیاتحتها النطق
وانت لما ولدت واشرقت الارض وضائت بنورک الانق

فنحن فی ذالک الضیاء وفی النسور السبل الرشاد نحترق۔

یابردنار اخلیل باسبا لعصمته النار وہی تحترق

اور ابوذر اور ابن عمر اور ابن عباس اور ابو ہریرہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو پانچ چیزیں عطا ہوئی ہیں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ چھ چیزیں عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مسافت ایک ماہ پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔

دوسرے یہ کہ زمین کو میرے لیے مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ سو میری امت میں سے جس کسی کو جہاں کہیں نماز پالیوے وہ وہیں نماز پڑھ لیں۔ تیسرے یہ کہ میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ ہوا تھا اور چوتھے یہ کہ میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ اور پانچویں یہ کہ مجھ کو شفاعت (عظمیٰ) عطا ہوئی ہے۔ اور ایک روایت میں اس کلمہ کے بدلے ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تو سوال کر دیا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھ میری امت عرض کی گئی تو مجھ پر تابع متبوع سے پوشیدہ نہیں رہا (یعنی مجھ کو یہاں تک معلوم ہو گیا کہ کون تابع ہے اور کون متبوع) اور ایک اور روایت میں ہے کہ میں ہر سرخ اور سیاہ (یعنی سب) کی جانب مبعوث ہوا ہوں (عرب ہوں یا عجم) کہا گیا ہے کہ سیاہ سے عرب مراد ہیں کیونکہ ان کی رنگتوں پر گیہواں پن غالب ہے سو وہ سیاہ ہیں اور سرخ سے عجم مراد ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے آیت کے سیاہ اور سفید لوگ مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ سرخ انس میں اور سیاہ جن۔ اور دوسری حدیث میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی اور مجھ کو جوامع الکلم عطا ہوئے اور اس اثناء میں کہ میں سو رہا تھا تمام خزائن ارض کی کنجیاں لاکر میرے ہاتھ میں رکھدی گئیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھ پر نبی ختم کر دیے گئے اور عقبہ بن عامر سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے لیے فرط (پیشوا) ہوں اور میں تمہارے لیے گواہ ہوں اور واللہ میں اس وقت اپنی حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھ کو خزائن زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور واللہ مجھے تم پر یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے اور لیکن مجھ کو تم پر یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نبی امی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مجھ کو جوامع الکلم اور خواتم الکلم عطا ہوئے ہیں۔ اور مجھ کو خازنان دوزخ اور حاملان عرش معلوم کرائے گئے ہیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ (آپ نے فرمایا ہے کہ) میں قیامت کے آگے مبعوث ہوا ہوں۔ اور روایت ابن وہب سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد مانگ میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار کیا مانگوں تو نے ابراہیم کو خلیل ٹھہرایا اور موسیٰ سے کلام کیا اور نوح کو برگزیدہ کیا اور سلیمان کو وہ ملک عطا کیا جو ان کے بعد کسی کو زیبا نہیں تو اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا میں نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ ان سب سے بہتر ہے میں نے تم کو کوثر دی

ہے۔ اور تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے کہ وہ آسمان کے درمیان پکارا جاتا ہے۔ اور میں نے تمہارے اور تمہاری امت کے لیے زمین کو طہور کیا ہے اور تمہارے سارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کیے پس تم لوگوں میں بخشے بخشائے پھرتے ہو اور یہ بات میں نے آپ سے پہلے کسی کے لیے نہیں کی اور آپ کی امت کے دلوں کو ان کے مصاحف بنا دیا اور میں نے آپ کے لیے آپ کی شفاعت کو چھپا رکھا اور میں نے آپ کے سوا اس کو اور کسی نبی کے لیے نہیں چھپا رکھا۔ اور دوسری حدیث میں ہے جس کو کہ حذیفہ نے روایت کیا ہے کہ (آپ نے فرمایا ہے کہ) مجھ کو میرے رب نے بشارت دی ہے کہ جو لوگ سب سے پہلے میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے وہ ستر ہزار ہوں گے۔ اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہیں جن پر حساب کتاب نہیں۔ اور مجھ کو یہ عطا کیا گیا ہے کہ میری امت کبھی بھوکی نہ رہے گی اور نہ کبھی مغلوب ہو گی۔ اور مجھ کو تیرے رب نے نصرت اور عزت اور ایسا رعب عطا کیا ہے جو میری امت کے سامنے ایک مہینہ کی راہ پر دوڑتا ہے۔ اور میرے اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال کیا ہے۔ اور ہمارے لیے ان سب چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں ہم سے پہلوں پر تشدد کیا گیا تھا۔ اور ہم پر دین میں کچھ تنگی نہیں فرمائی۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اتنے ہی معجزے عطا ہوئے جتنے اشخاص کہ ان پر ایمان لائے ہیں اور مجھ کو جو معجزہ عطا ہوا ہے وہ وحی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے سو مجھ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ امید ہے کہ قیامت کے دن میرے ہی تابع سب انبیاء کے تابعین سے زیادہ ہوں۔ محققین کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا معجزہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ دنیا قائم ہے۔ اور تمام انبیاء کے معجزات اسی وقت جاتے رہے ہیں اور ان کے معجزات کو صرف انھیں لوگوں نے دیکھا ہے جو اس معجزہ کے وقت موجود تھے اور قرآن شریف کے معجزے کو قرناً "قرناً" تا قیام قیامت ہر شخص دیکھتا رہے گا نہ مجرد سنتا۔ اور اس مسئلہ میں بڑا طول طویل کلام ہے اور یہ اس کا خلاصہ ہے اور ہم نے اس امر میں اور نیز اور امور میں جو مذکور ہوئے ہیں آخر باب معجزات میں کلام کیا ہے۔ اور علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہوا ہے کہ ہر نبی کو سات نقیب عطا ہوئے ہیں اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چودہ نقیب عطا ہوئے ہے جن میں سے ایک ابوبکر اور (دوسرے) عمر اور (تیسرے) ابن مسعود اور (چوتھے) عمار رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مکہ سے (اصحاب) فیل کو روکا اور تمہارے رسول اور مومنین

کو اس پر مسلط فرمایا۔ اور میرے بعد وہ اور کسی کے لیے حلال نہ ہو گا۔ اور میرے لیے بھی دن بھر صرف ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ اور نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اور آدم اپنی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور میں اپنے والد ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اہل آسمان اور جمیع انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے اس پر اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (ان سے) کہا کہ آپ کو اہل آسمان پر کیا فضیلت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل آسمان کو فرمایا ہے وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِنْ دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ انھوں نے کہا کہ آپ کو انبیا علیہم السلام پر کیا فضیلت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وما ارسلناک الا کافۃ للناس اور خالد بن معدان سے مروی ہوا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک جماعت نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ ہم کو اپنی ذات اقدس سے خبر دیجئے اور اسی کے ہم معنی ابی ذرؓ اور شداد بن اوس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہوا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں میں اپنے والد ماجد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور آپ اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول مراد لیتے تھے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ اور میں بشارت عیسیٰ ہوں۔ اور جب میرے ساتھ میری والدہ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے بصرے ملک شام کے شہر چمک اٹھے اور مجھ کو بنی سعد بن بکر میں دودھ پلوایا گیا۔ پس اس اثنا میں کہ میں اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ اپنے گھروں کے پیچھے اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ اتنے میں میرے پاس دو آدمی آئے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور دوسری حدیث میں ہے کہ تین آدمی آئے اور ان کے ساتھ ایک سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا تو ان دونوں نے پکڑ کر میرا پیٹ چیر ڈالا۔ اس حدیث کے سوا اور حدیث میں کہا ہے کہ اعلیٰ سینہ سے لے کر پیٹ کی جھلی تک (چیر ڈالا) پھر انھوں نے اس میں سے میرا دل نکالا اور پھر اس کو چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ خون کا لوتھڑا نکال

کر پھینک دیا اور پھر انھوں نے اس برف سے میرا دل اور پیٹ دھویا یہاں تک کہ اس کو خوب صاف کیا اور دوسری حدیث میں کہا ہے کہ پھر ان میں سے ایک نے کوئی چیز لی تو وہ ناگہاں اس کے ہاتھ میں ایک نور کی انگوٹھی تھی جس کے دیکھنے سے پہلے دیکھنے والے کو حیرت ہوتی تھی سو وہ میرے دل پر لگادی جس کے سبب وہ ایمان اور حکمت سے بھر گیا۔ پھر اس نے اس کو ویسا ہی ملا دیا اور دوسرے نے میرے سینہ کے نشیمن پر اپنا ہاتھ پھیر دیا جس سے وہ مل گیا اور ایک اور روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ دل قوی ہے اور اس میں دو آنکھیں دیکھتی اور دو کان ہیں سنتے۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اس کو اس کی امت میں سے دس کے ساتھ تول تو اس نے مجھ کو تولا تو میں بھاری نکلا تو اس نے پھر کہا کہ اس کو اس کی امت میں سے سو کے ساتھ تول تو اس نے مجھ کو ان کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی بھاری نکلا تو اس نے پھر کہا کہ اس کو اس کی امت میں سے ایک ہزار کے ساتھ تول تو اس نے مجھ کو ان کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی بھاری نکلا تو اس نے کہا کہ اس کو چھوڑ دے اگر تو ان کو ان کی ساری امت کے ساتھ بھی تولے گا تو بھی یہی بھاری نکلیں گے۔ پھر دوسری حدیث میں کہا ہے کہ پھر انھوں نے مجھ کو اپنے اپنے سینہ سے ملایا اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر کہا ای حبیب گھبرا نہیں۔ اگر کہیں تجھ کو وہ خوبی معلوم ہو جائے جو تیرے ساتھ چاہی جاتی ہے تو بیشک تیری آنکھ ٹھنڈی ہو اور بقیہ اس حدیث میں اتنا قول اور مذکور ہے کہ (ماشاء اللہ) آپ اللہ کے نزدیک کس قدر بزرگ ہیں بیشک اللہ اور اس کے فرشتے تمھارے ساتھ ہیں اور ابی ذرؓ کی حدیث میں کہا ہے کہ پس وہ اس کے بعد میرے پاس سے لوٹ گئے۔ اور گویا کہ میں یہ سب باتیں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور ابو محمد مکی اور ابواللیث سمرقندی وغیرہ نے حکایت کیا ہے آدم علیہ السلام نے اپنی طبیعت کے وقت کہا تھا کہ ای اللہ بحق محمد میری خطا بخش دے اور مروی ہوا ہے کہ آپ نے کہا تھا ای اللہ بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری خطا بخش دے اور میری توبہ قبول فرمالے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے محمد کو کہاں سے پہچانا تو انھوں نے عرض کیا کہ میں نے جنت کی ہر ہر جگہ میں لکھا دیکھا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور یہ بھی مروی ہوا ہے محمد عبدی ورسولی کہ محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ تو مجھ کو معلوم ہوا کہ تیرے نزدیک محمدؐ ساری خلق سے بزرگ ہیں سو اللہ عزوجل نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور آپ کا گناہ بخش دیا اور قائل اس قول کے نزدیک یہ قول اللہ تعالیٰ فتلقی ادم من ربہ کلمات کی تاویل ہے (گو مفسرین میں یہ امر مشہور

ہے کہ وہ کلمات ہیں) رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنفُسَنَا وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ اور روایت آجری میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے کہا تھا (کہ ای اللہ) جب تو نے مجھ کو پیدا کیا تو میں نے تیرے عرش کی جانب سر اٹھایا تو دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا ہے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جانا کہ تیرے نزدیک آپ سے زیادہ اور کوئی شخص بڑی قدر نہیں رکھتا اس واسطے کہ تو نے ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ مقترن کیا ہے۔ پس سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی جانب وحی بھیجی کہ میری عزت اور جلال کی قسم کہ وہ تمہاری ذریت میں سب سے پچھلے نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا کہا ہے کہ آدم علیہ السلام ابامحمدؐ کے ساتھ کنیت کیے جاتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ ابا لبشر کے ساتھ۔ اور سریج بن یونس سے مروی ہوا ہے کہ اللہ کے لیے کچھ فرشتے ہیں جن کی یہ عبادت ہے کہ وہ اکرام نام مبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مجھ کو آسمان کی جانب سیر کرائی گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ عرش الہی پر لکھا ہوا ہے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ محمد رسول اللہ کے ہیں اور میں نے ان کی مدد علی کرم اللہ وجہہ سے کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہا سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں مروی ہوا ہے کہ وہ ایک تختی ہے سونے کی جس میں لکھا تھا۔ عجب ہے اس شخص سے جو تقدیر کا یقین رکھتا ہے کہ کیوں مشقت میں پڑتا ہے اور عجب ہے اس شخص سے جو دوزخ کا یقین رکھتا ہے کہ کیونکہ ہنستا ہے۔ اور عجب ہے اس شخص سے کہ دنیا اور اس کے تقلب کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے اہل کے ساتھ کیونکر بدلتے رہتے ہیں پھر اس پر کیونکر بھروسہ کرتا ہے میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ میرے بندے ہیں اور میرے رسول۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ دروازہ جنت پر لکھا ہوا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ محمد رسول اللہ کے ہیں۔ میں اس کو عذاب نہ کروں گا جو یہ کہے گا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اور ذکر کیا گیا ہے کہ پرانے پتھروں پر پایا گیا ہے کہ ان پر لکھا ہوا ہے محمد تقی مصلح وسید امین کہ محمد پرہیزگار اصلاح کرنے والے امانت دار ہیں۔ اور سمنداری نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بعض بلاد خراساں میں ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کے ایک بازو پر لاالہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا تھا اور مورخین نے ذکر کیا ہے کہ بلادہند میں ایک پھول ہے جس پر سفیدی سے لکھا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اور بواسطہ جعفر بن محمد امام محمد (باقر) رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ قیامت کے دن ایک

منادی ندا کرے گا کہ جو شخص محمدؐ نام رکھتا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور کرامت اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب جنت میں داخل ہو جائے۔ اور ابن قاسم نے اپنی سماع میں اور ابن وہب نے اپنی جامع میں مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہی روایت کیا ہے کہ میں نے اہل مکہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ کوئی گھر نہیں جس میں محمدؐ نام ہو مگر وہ بڑھتا ہے اور وہ روزی دیے جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے (کہ آپ نے فرمایا ہے) کہ اس میں تمہارا کیا حرج ہے تمہارے گھر میں ایک اور دو اور تین محمد ہوں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے بندوں کے دلوں کی طرف دیکھا تو ان میں سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا اور اس کو اپنی ذات پاک کے لیے منتخب کیا اور پھر اس نے آپ کو ساری رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اور نقاش نے حکایت کیا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا تو آپ خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اے جماعت مومنین کی اللہ سبحانہ وتعالی نے مجھ کو تم پر اور میری بی بیوں کو تمہاری بی بیوں پر فضیلت دی ہے۔

فصل 2- بیان ان فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن کو کرامت اسراء متضمن ہے جیسے رب العزت سے کلام کرنا اور اس کو دیکھنا اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت کرنا اور سدرۃ المنتہی تک پہنچنا اور آیات کبری کا ملاحظہ فرمانا اور خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے قصہ اسراء کا مع ان درجات عالی اور مقامات رفیعہ کے جن کو کہ وہ ان اسرار الہی سے متضمن ہے جن پر کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی کتاب عزیز میں تنبیہہ فرمائی ہے اور اخبار (اور آثار) صحیحہ نے ان کی شرح کی ہے۔ فرمایا اللہ تعالی نے

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتی رات ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک جس میں ہم نے خوبیاں رکھیں تاکہ دکھاویں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سنتا دیکھتا۔ انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

ترجمہ قسم ہے تارے کی جب گرے نہیں بہکا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھرا۔ اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔ سکھایا اس کو سخت قوت والے نے صاحب قوت ہو کر۔ پس پورا نظر آیا اور وہ بیچ کنارہ بلند کے تھا۔ پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا۔ پس تھا قدر دو کمانوں کے۔ یا زیادہ نزدیک پس وحی پہنچائی اس نے طرف بندے اپنے کے جو پہنچائی۔ نہیں جھوٹ بولا دل نے جو دیکھا کیا پس جھگڑے ہو تم اس سے اس چیز پر کہ دیکھا۔ اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس کو ایک بار اور نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک اس کے ہے جنت الماویٰ جس وقت کہ ڈھانکا تھا بیر کو جو ڈھانک رہا تھا نہیں کجی کی نظر نے اور نہ زیادہ بڑھ گئی۔ تحقیق دیکھا اس نے نشانیوں پروردگار اپنے سے بڑی کو انتہی۔

اور صحت اسرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بنص قرآن ثابت ہے اور اس کی تفصیل اور اس کے عجائبات کی شرح اور اس امر میں کہ وہ ہمارے نبی کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ بہت سے احادیث مشہورہ وارد ہوئی ہے۔ اور ہم کو یہ مناسب دکھائی دیتا ہے کہ ہم ان احادیث میں سے اول اس حدیث کو بیان کریں جو سب سے اکمل اور اتم ہو اور اس کے بعد ان زیادات کی جانب اشارہ کریں جن کا کہ ذکر کرنا واجب اور ضروری ہو ہم سے قاضی شہید ابوعلی اور فقیہ ابوبکر نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ثابت بنانی سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے لیے براق حاضر کیا گیا اور یہ ایک دراز قد اور سفید رنگ جانور تھا جو

گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا اور وہ منتہائے نظر پر اپنا قدم رکھتا تھا فرمایا کہ اس پر سوار ہو لیا یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں آیا اور میں نے اس کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے کہ سب نبی باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں وہاں سے باہر آیا تو میرے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر حاضر ہوئے تو میں نے (ان میں سے) دودھ کو اختیار کر لیا اس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تم نے فطرت کو اختیار کیا۔ پھر وہ مجھ کو لے کر آسمان کی جانب چڑھے اور دروازہ کھلوانا چاہا تو کہا گیا کہ کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ جبرائیل کہا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے کہا کہ محمدؐ کہا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں۔ وہ بلائے گئے تو ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو ناگہاں میں آدم علیہ السلام کے پاس ہوں تو انہوں نے مجھ سے فرمایا مرحبا اور مجھ کو دعائے خیر دی پھر وہ ہم کو لے کر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے تو پھر جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا تو کہا گیا کہ کون ہے کہا کہ جبرئیل کہا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے کہا گیا کہ محمدؐ کہا گیا کیا وہ بلائے گئے کہا گیا ہاں وہ بلائے گئے پس ہمارے لیے (دروازہ) کھولا گیا تو ناگہاں میں دونوں خالہ کے بیٹے عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے پاس ہوں تو ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر وہ مجھ کو لے کر تیسرے آسمان کی طرف چڑھے تو ویسا ہی ذکر کیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ پس ہمارے لیے (دروازہ) کھولا گیا ناگہاں میں یوسف علیہ السلام کے پاس ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کو آدھا حسن عطا ہوا ہے تو انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور مجھ کو دعائے خیر دی۔ پھر وہ ہم کو لے کر چوتھے آسمان کی جانب چڑھے اور ویسا ہی ذکر کیا تو میں ناگہاں ادریس علیہ السلام کے پاس ہوں انہوں نے (بھی) مجھ کو مرحبا کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ورفعناہ مکانا علیا اور اٹھایا ہم نے ان کو مکان بلند میں۔ پھر وہ مجھ کو لے کر پانچویں آسمان کی طرف چڑھے اور ویسا ہی ذکر کیا تو ناگہاں میں ہارون علیہ السلام کے پاس ہوں تو انہوں نے مجھ کو مرحبا کہا اور مجھ کو دعائے خیر دی۔ پھر وہ ہم کو لے کر چھٹے آسمان کی طرف چڑھے اور اسی کے مثل ذکر کیا تو ناگہاں میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہوں تو انہوں نے مجھ کو مرحبا کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر وہ مجھ کو لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور اسی کے مثل ذکر کیا تو ناگہاں میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوں کہ وہ بیت المعمور سے کمر لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو پھر کبھی داخل نہیں ہوتے پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ

تک لے گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے ایسے جیسے ہاتھی کے کان اور اس کے پھل ایسے ہیں جیسے مٹکے کہا کہ اتنے میں اس کو امر الٰہی سے اس شے نے ڈھانک لیا جسے کہ ڈھانک کیا سو مخلوق الٰہی میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس کے حسن و خوبی کی تعریف کر سکے پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میری جانب وحی کی جو کچھ کہ اس نے وحی کی پس مجھے دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں تو میں موسیٰ کی طرف اترا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری امت پر تمہارے رب نے کیا فرض کیا میں نے کہا کہ پچاس نمازیں تو انہوں نے کہا کہ تم اپنے رب کے طرف پھر جاؤ اور اس سے تخفیف کے طالب ہو آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی میں نے بنی اسرئیل کو آزمایا ہے اور ان کا تجربہ کیا ہے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور میں نے عرض کیا کہ ای پروردگار میری امت سے تخفیف فرما تو سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دیں تو میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی گئیں کہا کہ آپ کی امت اتنی طاقت نہیں رکھتی تم اپنے پروردگار کی طرف پھر جاؤ اور اس سے تخفیف کے طالب ہو فرمایا کہ میں بار بار اپنے پروردگار اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ فرمایا ای محمدؐ وہ ہر رات دن میں پانچ نمازیں ہیں ہر نماز کے لیے دس نمازوں کا ثواب ہے۔ سو یہ پچاس نمازیں ہیں اور جو کوئی نیکی کا قصد کر کے (اس کو ترک کر دے اور) نہ کرئے تو اس کے لیے بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر وہ اس کو کر بھی لے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو کوئی برائی کا قصد کر کے (اس کو چھوڑ دے اور) نہ کرے تو اس کے لیے کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ اس کو کر بیٹھے تو اس کے لیے صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے کہا کہ پھر اترا یہاں تک کہ میں موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس پہنچا تو میں نے ان کو اس کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ اب پھر جاؤ اور اپنے رب سے تخفیف کے طالب ہو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بار بار اپنے رب کے پاس گیا اب مجھ کو اس کے پاس جاتے ہوئے شرم معلوم ہوتی۔ قاضی عیاض مصنف کتاب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ثابت رحمہ اللہ نے اس حدیث کو انس رضی اللہ سے جیسا کہ چاہیے خوب اچھی طرح بیان کیا ہے اور اس کو ان سے کہنے سے بہتر اور کسی راوی نے بیان نہیں کیا۔ اوران کے سوا اور راویوں نے اس میں بہت سے تخلیط کی ہے خاص کر اس روایت میں جو شریک ابن ابی نمر سے مروی ہوئی ہے کہ اس کے اول میں آپ کے پاس فرشتہ کا آنا اور آپ کے شکم مبارک کا شق کرنا اور اس کا زمزم کے پانی سے دھونا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ یہ سب اس وقت کا قصہ

ہے جبکہ آپ بچہ تھے اور آپ پر وحی نہ آئی تھی۔ اور شریک نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ یہ وحی سے پہلے کا قصہ ہے اور (اس کے ساتھ) اسراء کا قصہ ذکر کیا۔ حالانکہ اسراء کا قصہ بلاخلاف وحی کے بعد کا قصہ ہے اور بہت سے علماء نے کہا ہے کہ یہ قصہ ہجرت سے ایک سال پیشتر کا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے (اور) پہلے کا ہے۔ اور ثابت نے بروایت حماد بن سلمہ انس رضی اللہ عنہ سے جبرئیل علیہ السلام کا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا اور آپ کے قلب مبارک کا شق کرنا اس وقت روایت کیا ہے جبکہ آپ اپنی دودھ پلانے والی کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ لیکن انہوں نے اس قصہ کو حدیث اسراء سے علیحدہ روایت کیا ہے جیسا کہ اور سب لوگوں نے روایت کیا ہے تو انہوں نے دونوں قصوں کو عمدہ طور سے بیان کیا ہے اور نیز اس امر میں بھی ان کی حدیث بہت عمدہ ہے کہ اسراء بیت المقدس تک اور اسراء سدرۃ المنتہی تک ایک ہی قصہ ہے اور آپ اول بیت المقدس پہنچے۔ اور پھر وہاں سے معراج کو تشریف لے گئے تو اس سے وہ تمام اشکال دفع ہو گئے جو ان کے سوا اور دن نے وہم کیے جاتے تھے۔ اور یونس نے ابن شہاب سے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو داؤد حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے میرا سینہ کشادہ کیا اور پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا طشت لائے جو ایمان اور حکمت سے بھرا تھا پھر اس کو میرے سینہ میں الٹ دیا اور پھر اس کو ملا دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو لے کر آسمان پر چڑھ گئے اور پورا قصہ ذکر کیا۔ اور اسی کے مثل اس حدیث کو قتادہ نے انس سے اور انہوں نے مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے اور کچھ کم و بیشی اور کچھ ترتیب انبیاء علیہم السلام میں اختلاف ہے کہ کون کس آسمان پر تھا۔ اور ثابت کی وہ حدیث جو انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے سب سے زیادہ محفوظ اور اچھی ہے اور حدیث اسراء میں اور بھی بہت سی زیادتیاں آئی ہیں جن میں سے ہم نکات مفیدہ کو اپنی غرض میں ذکر کریں گے ان میں سے ایک زیادہ تو وہ ہے جو ابن شہاب کی حدیث میں ہے کہ اس میں ہے کہ آپ سے ہر نبی نے یہ کہا کہ مرحبا بالنبی الصالح ولاخ الصالح بنی صالح اور بھائی صالح کو مرحبا ہو مگر سیدنا آدم اور ابراہیم علیہما السلام کہ ان دونوں نے (بجائے الاخ الصالح) والابن الصالح فرمایا یعنی نبی صالح اور بیٹے صالح کو مرحبا ہو۔ اور اس میں طریق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ثم عرج بی حتی ظہرت بمستوی اسمع فیہ

صریف الاقلام یعنی پھر مجھ کو لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ایسے بلند اور مستوی مکان پر پہنچ گیا جس میں کہ میں قلم چلنے کی آواز سنتا ہوں اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر وہ مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہی تک آیا تو اس کو رنگتوں نے ڈھانک لیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیا رنگتیں تھیں کہا پھر میں جنت میں داخل کیا گیا۔ اور حدیث مالک بن صعصعہ میں ہے کہ جب میں موسیٰ سے آگے بڑھا تو وہ رو پڑے اس پر ان کو آوازی دی گئی کہ کیوں روتے ہو عرض کیا کہ ای رب یہ لڑکا جس کو تو نے میرے بعد مبعوث کیا ہے اس کی امت میں سے جنت میں اس سے زیادہ لوگ داخل ہوں گے جتنے میری امت سے داخل ہوں گے۔ اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں جماعت انبیا میں ہوں اور نماز کا وقت قریب آگیا ہے تو میں نے ان کی امامت کی تو کسی کہنے والے نے کہا کہ ای محمدؐ یہ مالک ہیں داروغہ دوزخ کے ان پر سلام کرو تو میں نے ادھر دیکھا تو انھوں نے مجھے پہلے سلام کیا۔ اور حدیث ابی ہریرہ میں ہے کہ پھر میں چلا یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں آیا اور وہاں پر اتر کر میں نے اپنی سواری یعنی براق کو صخرہ کے قریب باندھ دیا پھر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی پس جب نماز پوری ہو چکی تو انھوں نے کہا ای جبرئیل یہ تمھارے ساتھ کون ہیں کہا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین ہیں کہا کیا ان کی طرف بھیجا گیا (یعنی وہ رسول ہو گئے یا وہ طلب کیے گئے) کہا کہ ہاں انھوں نے کہا کہ اللہ اس نبی اور خلیفہ کو زندہ رکھے اچھا بھائی ہے اور اچھا خلیفہ ہے پھر آپ ارواح انبیا علیہم الصلوۃ والسلام سے ملاقی ہوئے پس ان سب نے اپنے رب کی تعریف کی اور (راوی نے) ان میں سے ہر واحد کا کلام ذکر کیا اور کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے رب کی تعریف کی اور کہا کہ تم سب نے اپنے رب کی تعریف کی اور میں بھی اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں (اور کہا) الحمدللہ الذی لرسلنی رحمته للعالمین و کافته الناس بشیرا ونذیر لوانزل علی الفرقان فیه تبیان کل شی وجعل امتی خیرامته وجعل امتی وسطا و جعل امتی هم الا و لون وهم الاخرون و شرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما سب تعریف اس سبحانہ وتعالیٰ ہی کو زیبا ہے جس نے مجھ کو تمام عالم کے لیے رحمت اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر کر کے بھیجا ہے اور مجھ پر فرقان حمید نازل کیا ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر (اور اوسط الامم) کیا ہے اور میری ہی امت کو

اول اور آخر کیا ہے۔ اور میرا سینہ کھولا ہے اور مجھ سے میرا بوجھ اتارا ہے اور مجھ کو فاتح اور خاتم کیا ہے۔ اس پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ انھیں باتوں کے سبب محمدؐ نے تم پر فضیلت پائی ہے۔ پھر ذکر کیا کہ آپ کو آسمان دنیا کی جانب چڑھایا گیا اور وہاں سے ایک آسمان سے دوسرے پر جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے کہ مجھ کو لے کر سدرۃ المنتہی تک پہنچے اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ اور جو کچھ اوپر سے اترتا ہے وہ یہیں تک منتہی ہوتا ہے پھر وہ اس سے لے لیا جاتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْیَغْشَی السِّدْرَۃَ مَایَغْشٰی جب چھا رہا تھا بیری کو جو چھا رہا تھا۔ کہا فراش من ذھب کہ سونے کی پروانہ تھی۔ اور ابی ہریرہ راضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو از طریق ربیع بن انس مروی ہوئی ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ اس جگہ تک آپ کی امت کا ہر وہ شخص پہنچتا ہے جو آپ کی طریق پر گذرا ہے۔ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ اس کی جڑ میں سے پانی کی نہریں نکلتی ہیں جو سڑتا نہیں اور دودھ کی نہریں نکلتی ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا۔ اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کو لذت دیتی ہیں۔ اور شہد مصفیٰ کی نہریں اور وہ (سدرۃ المنتہی) ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار ستر برس چلتا ہے (تب وہ اس کی مسافت کو قطع کر سکتا ہے) اور اس کا پتہ ایک خلق کا سائبان ہے۔ سو اس کو نور نے ڈھانک کیا۔ اور اس کو ملائکہ نے ڈھانک لیا (راوی نے) کہا ہے کہ یہ قول اللہ تعالیٰ اِذْیَغْشَی السِّدْرَۃَ مَایَغْشٰی کی تفسیر ہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) فرمایا سوال کرو تو آپ نے عرض کیا کہ (ای اللہ) تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا کیا اور موسیٰ سے باتیں کیں اور داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لئے لوہے کو نرم اور پہاڑوں کو مسخر کیا اور سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا اور جن اور انس اور شیاطین اور ہوا کو ان کا تابع کیا وہ ملک عظیم عطا کیا جو ان کے سوا اور کسی کے لیے زیبا نہیں۔ اور موسیٰ کو تورات سکھائی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل سکھائی اور ان کو ایسا کیا کہ وہ اندھے مادر زاد اور برص والوں کو اچھا کرتے تھے اور ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی جس کے سبب اس کو ان دونوں پر کوئی راہ نہ رہی اس پر سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ میں نے تم کو خلیل اور حبیب بنایا پس تم توریت میں محمد حبیب الرحمن لکھے ہو یعنی محمد رحمن کے حبیب ہیں اور ہم نے تم کو کل لوگوں کی جانب رسول کیا اور آپ کی امت کو ایسا کیا ہے کہ وہ سب سے اول وہ سب سے آخر ہیں اور تمھاری امت کو ایسا کیا کہ ان کا کوئی خطبہ جائز نہ ہو گا جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے بندے

اور میرے رسول ہیں اور میں نے آپ کو پیدائش میں سب سے پہلا اور بعثت میں سب سے پچھلا نبی کیا ہے۔ اور میں نے آپ کو سبع مثانی عطا کی ہے جو آپ سے پہلے میں نے کسی کو عطا نہیں کی اور میں نے آپ کو اس خزانہ سے جو عرش کے تلے ہے سورہ بقر کا خاتمہ عطا کیا ہے اور جو آپ سے پہلے میں نے کسی نبی کو نہیں دیا۔ اور میں نے آپ کو فاتح اور خاتم کیا ہے (کہ آپ پیدائش میں سب سے اول اور وجود میں سب سے آخر میں) اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین چیزیں عطا ہوئی ہیں۔ ایک پانچوں نمازیں اور دوسرے خاتمہ سورہ بقر کا اور تیسرے آپ کی امت سے اس شخص کے گناہ بخش دے گئے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور (ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ) مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جرائیل علیہ السلام کو ان کی صورت اصلی میں دیکھا ہے ان کے چھ سو پر تھے۔ اور حدیث شریک میں ہے کہ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا ہے (شریک یا نبی اللہ صلعم نے) کہا ہے کہ یہ تفضیل کلام الہی کے سبب سے ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ساتویں آسمان میں دیکھنا اس سبب سے ہوا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے کلام کیا ہے) کہا کہ پھر وہ ان کو لے کر اوپر چڑھے جس کو کہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تو موسیٰ نے کہا کہ مجھ کو یہ گمان نہ تھا کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی بلند کیا جائے گا۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیا علیہم السلام کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس اثنا میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا دفعتہً جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان (میرے سینہ میں) مکہ مارا تو میں ایک درخت کی جانب کھڑا ہوا جس میں ایسے (دو) گھونسلے تھے جیسے پرندوں کے دو گھونسلے ہوں تو ایک میں جبرئیل اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ درخت بڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ اس نے آسمان کے دونوں کناروں کو روک لیا اور اگر میں چاہتا تو میں آسمان کو چھو سکتا تھا اور میں چار طرف اپنی نگاہ کو پھیرتا تھا اور میں نے اس وقت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بالکل حلس ہیں کہ چمٹ رہے ہیں تو میں نے معلوم کیا کہ ان کو عظمت الہی کا مجھ سے بھی زیادہ علم ہے اور میرے لیے آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور میں نے ایک بڑا بھاری نور دیکھا اور میرے درمیان ایک پردہ ڈالا گیا جس کے

پھندے موتی اور یاقوت کے تھے پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جو کچھ چاہا مجھ پر وحی کیا۔ اور بزار نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو اذان سکھانا چاہی تو ان کے پاس جبرئیل علیہ السلام ایک سواری لے کر حاضر ہوئے جو براق کہلاتا تھا تو آپ نے اس پر سوار ہونا چاہا تو اس نے آپ پر شوخی کی تو اس سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ قسم بخدا تجھ پر کوئی بندہ ایسا سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بزرگتر ہو تو آپ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ آپ اسی پر (سوار ہوئے ہوئے) اس حجاب تک پہنچے جو رحمٰن سے ملتا ہے۔ پس آپ اسی حال میں تھے کہ اتنے میں حجاب مذکور سے ایک فرشتہ باہر نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ای جبرئیل یہ کون ہے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے واللہ میں رتبہ میں ساری خلق سے زیادہ مقرب ہوں مگر جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس گھڑی سے پہلے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا تو اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو اس کو پس پردہ سے کہا گیا صدق عبدی انا اکبر انا اکبر میرے بندہ نے سچ کہا میں ہی سب سے بڑا ہوں پھر فرشتہ نے کہا اشھد ان لاالہ الااللّٰہ تو اس کو پس پردہ سے کہا گیا صدق عبدی انا اللّٰہ لا الہ الا انا میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ایسا ہی بقیہ اذان میں ذکر کیا مگر اس کے قول حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کا جواب ذکر نہیں کیا۔ اور کہا کہ پھر انھوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور آپ نے اہل آسمان کی امامت کی جن میں کہ آدم اور ابراہیم اور نوح علیہم السلام بھی شامل تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم راوی حدیث نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف کو اہل آسمان اور اہل زمین (سب) پر پورا کر دیا قاضی (عیاض مصنف کتاب رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو حجاب کا ذکر ہے وہ تجلی مخلوق ہے نہ تجلی خالق کیونکہ محجوب یہی ہیں اور باری تعالیٰ عزاسمہ ان تمام اشیا سے بالکل پاک ہے جو اس کو محجوب کر سکیں کیونکہ حجاب ان چیزوں کو محجوب کرتا ہے جو مقدر اور محسوس ہوں (اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے پاک ہے) اور لیکن خلق کی بصر اور بصائر اور ادراک پر جس چیز کے ساتھ اور جس طرح اور جب وہ چاہے پردہ پڑے ہیں جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ کوئی نہیں وہ اپنے رب سے اس دن رو کے جاویں گے تو راوی کا اس حدیث میں یہ کہنا حجاب (پردہ) اور (یہ کہنا) اذخرج ملک من الحجاب کہ اتنے

میں پردہ سے ایک فرشتہ نکلا اس کے یہ معنی کہنا واجب ہیں کہ وہ وہ پردہ ہے جس کے سبب وہ فرشتے جو اس سے ورے ہیں ان امور پر مطلع ہونے سے روکے گئے ہیں جو سلطان اور عظمت الٰہی اور عجائب ملکوت اور جبروت رب العزت سے اس پردہ کے اندر مخفی ہیں اور اس امر پر اسی حدیث میں جبرئیل کا وہ قول دلالت کر رہا ہے کہ جو انہوں نے اس فرشتہ کے بتانے میں کہا تھا جو پس پردہ سے باہر آیا تھا کہ جن سے میں پیدا ہوا ہوں اس گھڑی سے پہلے میں نے کبھی اس کو نہیں دیکھا تو (ان کے اس جواب نے) اس پر دلالت کی ہے کہ یہ حجاب ذات سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور اسی پر کعب احبار کا وہ قول بھی دلالت کرتا ہے جو انہوں نے سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں کہا ہے الیھا ینتھی علم الملائکتہ وعندھا یجدون امر اللہ لایجاوزھا علمھم کہ اسی تک فرشتوں کا علم منتہی ہوتا ہے اور اسی جگہ وہ حکم الٰہی پاتے ہیں اور اس سے آگے ان کا علم تجاوز نہیں کر سکتا اور رہا راوی کا یہ قول الذی یلی الرحمن کہ وہ حجاب جو رب العزت سے ملتا ہے۔ سو یہ محمول ہے حذف مضاف پر یعنی اس حجاب تک جو عرش رحمن سے ملتا ہے یا اس کی بڑی نشانیوں اور بھاری حقائق اور معارف سے کوئی اور شے جس کو اس سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے واسئل القریہ اے اھل القریہ یعنی پوچھ بستی والوں سے اور رہا راوی کا یہ قول کہ پس پردہ سے کہا گیا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اور میں ہی سب سے بڑا ہوں سو ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس محل پر کلام الٰہی کو سنا ہے لیکن پس پردہ سے جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اور نہیں طاقت کسی آدمی کی کہ بات کرے اس سے اللہ مگر جی میں ڈالنے کر یا پس پردہ سے۔ مطلب یہ کہ انسان سبحانہ وتعالیٰ کو نہیں دیکھتا سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی آنکھ کو اپنے دیکھنے سے روک دیا ہے پس اگر یہ بات صحیح ہو جائے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب العزت کو دیکھا ہے تو ممکن ہے کہ آپ نے اس کے بعد یا اس سے پہلے کبھی اور محل پر دیکھا ہو (بایں طور) کہ آپ کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا گیا ہو اور آپ نے سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھ لیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل 3- معلوم کرنا چاہیے کہ سلف صالحین اور علمائے متقدمین سے اس امر میں کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی تھی یا جسدی۔ تین قول پر اختلاف کیا ہے کہ ایک جماعت تو اس طرف گئی ہے کہ اسراء روح کے ساتھ منام میں واقع ہوئی ہے مع

اس امر کے کہ رویائے انبیا علیہم والسلام حق اور وحی ہے (یعنی رویائے انبیا کے حق ہونے میں ان کے درمیان اختلاف نہیں ہے بلکہ وہ سب کے نزدیک حق اور وحی ہے) اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور نیز حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی حکایت کیا گیا ہے مگر انسے اس کے خلاف مشہور ہے اور اسی طرف محمد بن اسحق نے اشارہ کیا ہے اور دلیل ان کی سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ اور وہ امر ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے (کہ انھوں نے کہا ہے) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد مبارک کو گم نہیں کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے اس حال میں کہ میں سو رہا تھا۔ اور انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ اور پھر انھوں نے بقیہ قصہ کو ذکر کیا اور پھر اس کے آخر میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا (یہ پہلا قول ہے) اور بڑے بڑے سلف صالحین اور اکابر مسلمین اس طرف گئے ہیں کہ اسراء جسد کے ساتھ بیداری میں واقع ہوئی ہے اور یہی حق ہے اور یہ ابن عباس اور جابر اور انس بن مالک اور حذیفہ بن الیمان اور عمر بن الخطاب اور ابی ہریرہ اور مالک بن صعصعہ اور ابی حبہ البدری اور ابن مسعود اور ضحاک اور سعید بن جبیر اور قتادہ اور ابن المسیب اور ابن شہاب اور ابن زید اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور مسروق اور مجاہد اور عکرمہ اور ابن جریج رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور یہی مذہب عائشہ رضی اللہ عنہا کا مختار ہے۔ اور یہی قول طبری اور ابن حنبل اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا قول ہے اور یہی قول اکثر فقہائے متاخرین اور محدثین اور متکلمین اور مفسرین کا قول ہے (یہ دوسرا قول ہے) اور ایک جماعت نے کہا کہ اسراء بیت المقدس تک تو جسد کے ساتھ بیداری میں واقع ہوئی ہے اور (اس کے بعد) آسمان تک روح کے ساتھ اور اس جماعت نے قول اللہ تعالیٰ

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

سے استدلال کیا ہے۔

ترجمہ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی بندہ اپنے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک انتہی۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اسراء جس میں کہ عظیم قدرت کی وجہ سے تعجب کیا جاتا ہے۔ اور تفضیل سیدنا ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس میں مدح کی جاتی ہے اور

اس کے ساتھ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی کرامت کو ظاہر فرمایا ہے۔ اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیت المقدس ہی تک محدود فرمایا ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اسراء جسد کے ساتھ مسجد اقصیٰ سے آگے تک ہوتی تو ضرور تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی کو ذکر فرماتا کیونکہ وہ مدح میں اس سے بھی زیادہ کامل ہے پھر ان آخری دونوں فریق نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہے یا نہیں سو حدیث انس وغیرہ میں پیشتر وہ امر گذر چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ واللہ وہ دونوں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل امین) ہرگز براق کی پشت سے جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ دونوں واپس تشریف لائے قاضی عیاض مصنف کتاب رحمہ اللہ نے کہا ہے اور ان دونوں قولوں میں خدا نے چاہا حق اور صحیح یہی قول ہے کہ سارے میں اسراء روح اور جسم (دونوں) کے ساتھ تھی اور اسی پر آیت اور صحیح اخبار اور اعتبار دلالت کر رہے ہیں۔ اور بدوں کسی استحالہ کے کلام کا ظاہر اور حقیقت سے کسی تاویل کی جانب پھیرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس امر میں کہ اسراء جسد کے ساتھ اور بیداری میں واقع ہوئی ہے کوئی احالہ نہیں کیونکہ اگر اسراء منام میں ہوتی تو (قرآن شریف میں بجائے اسری ،عبدہ۔ اسریٰ) بروح عبدہ کہا جاتا اور اسری ،عبدہ نہ کہا جاتا۔ اور نیز (اس امر پر) قول اللہ تعالیٰ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (بھی دلالت کر رہا ہے) اور (اگر فرض کیا جائے کہ) اسراء نوم کی حالت میں ہوتی تو پھر اس میں نہ کوئی نشانی تھی اور نہ کوئی معجزہ اور نہ اس کو کفار بعید جانتے اور نہ اس کی تکذیب کرتے اور نہ اس کے سبب سے ضعفائے مسلمیں مرتد ہو کر فتنہ میں مبتلا ہوتے کیونکہ خواب کی باتوں کا انکار نہیں کیا جاتا بلکہ انکا یہ استبعاد اور تکذیب اور ارتداد سب اسی بنا پر تھا کہ انھوں نے جان لیا تھا کہ آپ کا اسراء اور نیز ان امور سے خبر دینا جو حدیث میں مذکور ہوئے ہیں جسد اور بیداری ہے کی حالت سے ہے مثلاً بیت المقدس میں آپ کا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو نماز پڑھانا اور ایک روایت میں جیسا کہ ان کے سوا اور ون نے روایت کیا ہے یا آسمان میں (نماز پڑھانا) کہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام براق لے کر حاضر ہوئے اور آپ کا خبر معراج اور آسمانوں کے کھلوانے کا ذکر کرنا اور اس بات کا کہا جانا کہ تمہارے ساتھ کون ہے اور جبرئیل علیہ السلام کا یہ جواب دینا کہ محمدؐ ہیں اور پھر آپ کا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے ملاقات کرنا اور ان اخبار کا ذکر کرنا جو آپ کو ان کے ساتھ پیش آئے تھے اور ان کا آپ سے مرحبا کہنا اور

قصہ فرضیت نماز اور مراجعت موسیٰ علیہ السلام کا کہ انھوں نے اس باب میں آپ سے مراجعت کی اور بعض ان اخبار میں ہے کہ پھر جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو آسمان کی جانب لے چڑھے (راوی با آنحضرت صلعم کے) اس قول تو کہ پھر وہ مجھ کو لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں آپ سے بلند اور ہموار مقام پر پہنچا جہاں کہ میں قلم کی آواز سنتا تھا اور یہ کہ آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچے اور آق جنت میں داخل ہوئے اور آپ نے اس میں وہ چیزیں دیکھیں جن کو کہ آپ نے ذکر فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ یہ آنکھ کا دیکھنا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ہے۔ خواب کا دیکھنا نہیں ہے اور حسن (بصری رحمہ اللہ) سے حدیث معراج میں مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس حال میں کہ میں حجر (حطیم) میں سو رہا تھا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے اپنی ایڑی سے مجھ کو ذرا دبایا تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا تو میں پھر اپنی جگہ لیٹ رہا اس کو میں بار ذکر کیا پھر تیسری بار کہا کہ پھر وہ میرا بازو پکڑ کر مجھ کو دروازہ مسجد کی جانب لے چلے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سواری کھڑی ہے اور خبر براق کو ذکر کیا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو اس رات آپ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے اور (ہم ہی میں آپ نے عشاء کی نماز پڑھی تھی اور ہم ہی میں آپ سوئے تھے پھر فجر نے ذرا پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو بیدار کیا پھر جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم بھی نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا کہ ای ام ہانی میں نے تمہارے ساتھ اس وادی میں عشا کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا ہے پھر میں بیت المقدس آیا اور اس میں نماز پڑھی پھر اب میں نے فجر کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ اور یہ اس امر میں بالکل صریح ہے کہ اسرا جسد کے ساتھ تھی (نہ محض روح کے ساتھ) اور شداد بن اوس کی روایت سے ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج کی رات میں نے آپ کو تلاش کیا آپ نہیں ملے تو آپ نے ان کو جواب دیا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ کو بیت المقدس کی جانب اٹھا لے گئے تھے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اس رات مقدم مسجد میں نماز پڑھی تھی جس رات مجھ کو معراج کرائی گئی پھر میں صخرہ (بیت المقدس) میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر ایک فرشتہ کھڑا ہے اور اس کے ساتھ تین برتن اور (اس کے بعد) بقیہ حدیث کو ذکر کیا۔ اور یہ سب تصریحات ظاہر

اور غیر مستحیل ہیں تو وہ اپنے ظاہر پر محمول کیے جائیں گے۔ اور ابی ذر رضی اللہ عنہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ (آپ نے فرمایا) کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکہ میں تھا پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے میرا سینہ کھولا اور پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا آخر قصہ تک (پھر ذکر کیا کہ) پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو لے کر (اوپر) چڑھے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میرے پاس کچھ آگ آئی اور مجھ کو لے کر زمزم کی طرف چلی پھر میرا سینہ کھولا گیا۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو حجر (حطیم) میں دیکھا اور قریش مجھ سے میری سیر کا حال دریافت کر رہے تھے تو انہوں نے مجھ سے بہت سے ایسی چیزیں دریافت کیں جو مجھ کو یاد نہ تھیں اس سے مجھ کو ایسی سخت بے چینی پیدا ہوئی جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی سو اللہ عزوجل نے اس کو میرے لیے بلند کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور اسی کے ہم معنی جابر (بن عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے اور حدیث اسراء میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر میں خدیجہ (الکبریٰؓ) کی جانب لوٹ آیا اور ان کے پہلو سے نہیں ہٹا۔

فصل 4- بیان ابطال دلائل ان لوگوں کا جنھوں نے کہا ہے کہ اسراء (یعنی معراج نیند میں تھی

ان حضرات نے (اپنے اس قول پر) قول اللہ تعالیٰ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ سے استدلال کیا ہے (بایں طور) کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا خواب نام رکھا ہے۔ (اس کے جواب میں ہم نے کہا ہے کہ اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول سبحانہ الذی اسری بعبدہ رد کر رہا ہے کیونکہ نوم (یعنی نیند) میں اسراء نہیں بولا جاتا۔ اور قول اللہ تعالیٰ فتنۃ الناس اس امر کی تائید کرتا ہے کہ وہ آنکھ کا دیکھنا اور جسم کا سیر کرنا ہے۔ کیونکہ نیند میں کوئی فتنہ نہیں اور نہ کوئی اس کو جھٹلاتا ہے کیونکہ خواب میں ہر شخص ایسا دیکھ سکتا ہے کہ وہ ایک ساعت میں تمام اقطار ارض کے مختلف مقامات میں پھر آیا ہے۔ علاوہ بریں مفسرین کے درمیان اس آیت کی تفسیر میں اختلاف واقع ہے۔ بعض مفسرین تو اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت قضیہ حدیبیہ اور اس رنج وغم میں نازل ہوئی ہے جو ان کے دلوں میں اس قضیہ سے واقع ہوا تھا اور اس کے سوا اور اقوال بھی کہے گئے ہیں۔ اور رہا ان حضرات کا یہ قول کہ حدیث میں اس کا نیند نام رکھا ہے۔ اور دوسری حدیث میں راوی کا یہ قول کہ آپ سوتے اور جاگتے کے درمیان تھے اور نیز راوی کا یہ کہنا کہ آپ سوتے تھے اور آپ کا یہ فرمانا کہ پھر

میں بیدار ہوا سو اس میں (بھی اصل مدعا پر) کچھ حجت نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جب اول بار آپ کے پاس فرشتہ آیا تو آپ اس وقت سوتے ہوں (اور پھر بیدار ہو گئے ہوں) یا جب اول بار آپ کو اٹھایا اور معراج کو لے چلا اس وقت آپ سوتے ہوں اور حدیث میں اس کے سوا کہ آپ نے فرمایا کہ پھر میں بیدار ہوا اور میں مسجد حرام میں تھا۔ اور کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ آپ سارے قصہ میں سوتے رہے ہیں تو ممکن ہے کہ آپ کا یہ قول کہ پھر میں بیدار ہوا اس کے یہ معنی ہوں کہ میں نے صبح کی اور میں مسجد حرام میں تھا۔ یا آپ کا یہ بیدار ہونا آپ کے گھر پہنچنے کے بعد کسی دوسری نیند سے بیدار ہونا ہو اور اس بات پر یہ امر دلالت کر رہا ہے کہ آپ کا سیر (یعنی معراج) کو لے جانا تمام شب نہ تھا بلکہ بعض حصہ رات میں تھا۔ اور ممکن ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بیدار ہوا تو میں مسجد حرام میں تھا۔ اس حیرت اور استغراق کے سبب سے ہو جو کہ آپ کو مطالع عجائب ملکوت زمین و آسمان سے لاحق اور مشاہدہ ملا اعلیٰ سے آپ کے قلب مبارک پر طاری ہوا تھا اور آپ نے (وہاں پر) آیات کبریٰ اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے مشاہدہ کیا تھا کہ آپ نے اس حالت سے اس وقت افاقہ پایا اور آپ اس وقت حالت بشری میں آئے جبکہ آپ مسجد حرام میں تھے

تیسری وجہ یہ ہے کہ حسب مقتضائے لفظ آپ کا سونا اور جاگنا دونوں حقیقت پر محمول ہوں (مطلب یہ کہ آپ حقیقتہً سوتے بھی تھے اور جاگتے بھی) لیکن اسراء آپ کے جسد مبارک کے ساتھ ہو اور آپ کا دل حاضر ہو اور انبیائے کرام کے خواب حق میں اور ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل (جاگتا ہے وہ) نہیں سوتا۔ اور بعض اصحاب اشارات قریب قریب اس قول کی جانب مائل بھی ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ کی آنکھوں کا بند کرنا اس وجہ سے تھا کہ محسوسات میں سے کوئی شے آپ کو اللہ عزوجل سے مشغول نہ کر دے اور یہ اس وقت میں صحیح نہیں ہو سکتا جب کہ آپ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو نماز پڑھائی تھی (کیونکہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے) اور ممکن ہے کہ اس اسراء میں آپ کی کئی حالتیں رہی ہوں

اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ لفظ نوم کے ساتھ اس جگہ ہیئت نائم یعنی چت لیٹنے سے تعبیر کیا گیا ہو اور اس کی روایت عبد بن حمید عن ہمام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول تائید کرتا ہے درمیان اس حال کے کہ میں سو رہا تھا اور کبھی کہا ہے کہ میں چت لیٹا ہوا تھا اور ہدبہ کی اس روایت میں ہے جو انھوں نے ہمام سے روایت کی ہے کہ اس حال

میں کہ میں حطیم میں سو رہا تھا اور کبھی کہا ہے کہ میں حطیم میں چت لیٹا ہوا تھا اور دوسری روایت میں آپ کا یہ قول کہ میں سوتے اور جاگتے کے درمیان تھا تو ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہیئت کا نیند نام رکھا ہو کیونکہ یہ ہیئت اکثر سونے کی ہیئت ہوتی ہے۔ اور بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ یہ زیادات جو اس حدیث میں آئے ہیں کہ آپ سوتے تھے اور آپ کا پیٹ چاک کیا گیا اور آپ رب العزت سے قریب ہوئے سب شریک کی اس روایت میں ہیں جو انھوں نے انس سے روایت کی ہے سو یہ سب زیادتیاں ان کی روایت سے منکر ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں شق بطن کا قضیہ صغیر سنی اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کا قضیہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ خود شریک نے اسی حدیث میں کہا ہے کہ پہلے اس سے کہ آپ مبعوث ہوں اور معراج کا قصہ بالاتفاق مبعث کے بعد کا قصہ ہے سو یہ سب باتیں اس زیادت کو ضعیف کر رہی ہیں جو حدیث انس میں واقع ہوئی ہیں علاوہ بریں خود انس نے کئی طریقوں سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو دوسروں سے روایت کیا ہے اور خود بلاواسطہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا کیونکہ انھوں نے کبھی تو کہا ہے مالک بن صعصعہ سے۔ اور کتاب مسلم میں ہے شاید وہ مالک بن صعصعہ سے ہے برسبیل شک اور کبھی کہا ہے کہ ابوذر حدیث بیان کرتے تھے۔ اور رہا عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ میں نے آپ کے جسد مبارک کو گم نہیں کیا سو ان کا یہ قول بھی مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے کیونکہ اس قصہ کے وقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل میں داخل ہی نہیں تھیں اور نہ وہ ضبط کا سن رکھتی تھی اور ممکن ہے کہ اس اختلاف کی بنا پر جو معراج میں واقع ہوا ہے کہ وہ کب ہوئی ہے وہ اس وقت پیدا بھی نہ ہوئی ہوں کیونکہ زہری اور ان کے موافقین کے قول کے مطابق اسراء ابتدائے اسلام میں بعثت سے ڈیڑھ برس بعد واقع ہوئی ہے اور بوقت ہجرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہشت سالہ لڑکی تھیں اور کہا گیا ہے کہ اسراء ہجرت سے پانچ سال پہلے واقع ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے اور قریب بصواب یہ ہے کہ وہ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی ہے اور اس باب میں دلائل بہت طول طویل ہیں جن سے ہم کو کچھ سروکار نہیں ہے۔ پس جب عائشہ رضی اللہ عنہا اس قصہ کے وقت خود موجود ہی نہ تھیں تو معلوم ہوا کہ ضرور انھوں نے اس قصہ کو کسی دوسرے سے روایت کیا ہے تو ان کی خبر دوسروں کی خبر پر راجح نہیں ہو سکتی اور دوسرے لوگ ان کے خلاف کہہ رہے ہیں جو نصاً ام ہانی اور غیر ام ہانی کی حدیث میں واقع ہے۔ اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

ثابت بھی نہیں اور دوسری حدیثیں ان کی حدیث سے زیادہ ثابت ہیں اور اس قول سے ہم ام ہانی کی وہ حدیث مراد نہیں لیتے جس میں کہ (خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ذکر کی گئی ہیں۔ اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے جسد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گم نہیں کیا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ مدینہ منورہ ہی میں ہم بستر ہوئے ہیں اور یہ سب وجوہ ان کی حدیث کی تضعیف کر رہی ہیں بلکہ جس بات پر عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول صحیح دلالت کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ معراج جسد کے ساتھ ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باری تعالیٰ عزاسمہ کے دیکھنے کا انکار کیا ہے پس اگر ان کے نزدیک معراج خواب میں ہوتی تو وہ اس کا انکار نہ کرتیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى نہیں جھوٹ بولا دل نے جو دیکھا کہ اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے روایت کو دل کی جانب منسوب کیا ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ رویت مذکور رویت نوم اور وحی ہے نہ مشاہدہ چشم اور حس۔ تو ہم نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ قول اللہ تعالیٰ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى اس کا معارض ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (اس آیت میں) رویت کو آنکھ کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور مفسران نے قول اللہ اللہ تعالیٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى کی تفسیر میں کہا ہے کہ دل نے آنکھ کی طرف حقیقت کے سوا اور کوئی وہم نہیں کیا بلکہ اس کی رویت کی تصدیق کی اور کہا گیا ہے کہ آپ کے دل نے اس امر کا انکار نہیں کیا جو آپ کی آنکھ نے دیکھا

فصل 5- بیان اس امر کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باری تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں

معلوم کرنا چاہیے کہ اس امر میں سلف صالحین نے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو اس کا انکار کیا ہے۔ ہم سے ابوالحسین سراج بن عبدالملک نے بسند خود مسروق سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے ام المومنین کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو انھوں نے کہا کہ تیرے اس کہنے سے میرا رو نگٹا کھڑا ہو گیا تین باتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی ان کو تجھ سے بیان کرے وہ جھوٹا ہے بیشک اس نے جھوٹ بولا (ان میں سے ایک یہ ہے) جو کوئی یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ

وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو اور وہ ہے باریک بین خبردار اور آخر حدیث تک ذکر کیا۔ اور ایک جماعت علما نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور وہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔ اور اسی کے مثل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے تو انھوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ہے اور ان سے مختلف (یعنی اثبات اور نفی رویت دونوں طرح کی) روایتیں مروی ہوئی ہیں۔ اور انکار اور امتناع رویت باری تعالیٰ کی دنیا میں محدثین اور فقہا اور متکلمین کی ایک جماعت قائل ہوئی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور عطا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رب العزت کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور ان سے بروایت ابی العالیہ مروی ہوا ہے کہ آپ نے رب العزت کو دوبار دل سے دیکھا ہے۔ اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو انھوں نے کہا کہ ہاں اور ان سے مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ بات ان سے متعدد طریقوں کے ساتھ مروی ہوئی ہے اور کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ کو کلام کے ساتھ اور ابراہیم کو خلت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رویت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اور دلیل ان کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ہے مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى نہیں جھوٹ بولا دل نے جو دیکھا کیا پس جھگڑتے ہو تم اس سے اس چیز پر کہ دیکھا اور البتہ تحقیق دیکھا اس نے ایک بار۔ اور ماوردی نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کلام اور رویت کو موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان تقسیم کیا ہے سو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو سبحانہ وتعالیٰ کو دوبارہ دیکھا ہے اور موسیٰ نے دوبارہ کلام کیا ہے۔ اور ابوالفتح الرازی اور ابواللیث سمرقندی نے اس حکایت کو کعب احبار سے حکایت کیا ہے۔ اور عبداللہ بن الحارث نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس اور کعب احبار دونوں صاحب ایک جگہ جمع ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم بنو ہاشم کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دوبارہ دیکھا ہے اس پر کعب نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس سے تمام پہاڑ گونج اٹھے اور کہا کہ اللہ نے اپنی رویت اور کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے رب العزت سے کلام کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دل سے اس کو دیکھا۔ اور شریک نے تفسیر آیت مذکور میں ابی ذر رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اور سمرقندی نے محمد بن کعب القرظی اور ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے فرمایا میں نے اس کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اور مالک بن یخامر نے معاذ سے اور انھوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ایک (بھاری) بات ذکر کی پھر کہا ای محمدؐ ملا اعلیٰ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں آخر حدیث تک۔ اور عبدالرزاق نے حکایت کیا ہے کہ حسن بصریؒ قسم کھاتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اور ابو عمرا لطلمنکی نے اس قول کو عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ اور بعض متکلمین نے اس مذہب کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا ہے۔ اور ابن اسحاق نے حکایت کیا ہے کہ مروان نے اباہریرہ سے دریافت کیا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو انھوں نے کہا کہ ہاں۔ اور نقاش نے امام احمد بن حنبل سے حکایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں حدیث ابن عباس کا قائل ہوں اور میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب العزت کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے دیکھا ہے یہاں تک کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی (یعنی آپ برابر یہی کہتے رہے دیکھا ہے دیکھا ہے) اور ابو عمر (بن عبدالبر) نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور یہ کہنے کی آپ نے جرات نہ کی کہ آپ نے رب العزت کو دنیا میں آنکھ سے دیکھا ہے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ میں نہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے دیکھا ہے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے نہیں دیکھا۔ اور تاویل آیت مذکور میں ابن عباس اور عکرمہ اور حسن اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے اختلاف کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عکرمہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ آپ نے رب العزت کو دل سے دیکھا اور حسن اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے جبرئیل کو دیکھا ہے اور عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد ماجد احمد بن حنبل رحمتہ اللہ سے حکایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ آپ نے دیکھا ہے۔ اور ابن عطا سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ الم نشرح لک صدرک میں مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ (اللہ تعالیٰ سبحانہ

وتعالیٰ نے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک رویت کے لیے اور موسیٰ علیہ السلام کا سینہ کلام کے لیے کھول دیا۔ اور ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور نیز ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ جتنی نشانیاں اور معجزے فردا فردا جملہ انبیاء علیہم السلام کو دی گئی ہیں وہ سب کی سب مجموعۃً" ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیے گئے ہیں اور تفضیل رویت کے ساتھ آپ ان میں سب سے مخصوص کیے گئے ہیں (کہ وہ اور کسی کو عطا نہیں ہوئے) اور ہمارے بعض مشائخ نے اس امر میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس پر کوئی دلیل روشن نہیں پائی جاتی اور لیکن اس کا ہونا جائز ہے۔ قاضی ابوالفضل (مصنف کتاب) رحمہ اللہ نے کہا کہ حق صریح جس میں کہ کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں ہے یہ ہے کہ رویت باری تعالیٰ دنیا میں "عقلاً" جائز ہے اور عقل میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے یہ کہا جائے کہ وہ محال ہے اور اس کے دنیا میں جائز ہونے پر دلیل (کافی) ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العزت سے اس کا سوال کیا تھا۔ اور یہ بات بالکل محال ہے کہ نبی یہ بھی نہ جانے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کس چیز کا مانگنا جائز ہے اور کس چیز کا مانگنا جائز ہے۔ بلکہ موسیٰ نے رب العزت سے اس شے کا سوال کیا ہے جو جائز اور غیر مستحیل ہے لیکن (ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے) اس کا واقع ہونا اور مشاہدہ ان مغیبات سے ہے جن کو کہ وہی جان سکتا ہے جن کو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ معلوم کرا دے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا ہے کہ تو مجھ کو نہ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ تم میں ہمارے دیکھنے کی طاقت نہیں اور نہ تم اس کے متحمل ہو سکتے ہو پھر سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰ کے لیے ایک ایسی شے کی مثال بیان فرمائی جو دنیا میں موسیٰ سے زیادہ قوی اور مضبوط تھی یعنی پہاڑ کی اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے رب العزت کا دنیا میں دیکھنا (عقلاً) محال ہو بلکہ اس میں ایک گونہ جواز پایا جاتا ہے اور شرع میں بھی اس کے استحالہ اور امتناع پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کیونکہ جو شے موجود ہو اس کا دیکھنا جائز اور غیر مستحیل ہے اور اس باب میں اس شخص کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں ہے جس نے اس کے امتناع پر قول اللہ تعالیٰ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے استدلال کیا ہے کیونکہ تاویل آیت میں مفسرین کے مابین اختلاف واقع ہے اور نیز اس واسطے کہ اس شخص کا قول بھی استحالہ کا مقتضی نہیں ہے جس نے اس کو دنیا میں منع کیا ہے۔ اور بعض علما نے اس آیت سے جواز رویت اور اس امر پر استدلال کیا ہے کہ وہ فی الجملہ غیر مستحیل ہے

اور (اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس کا کفار کی آنکھیں اور اک نہیں کر سکتیں۔ اور کہا گیا ہے لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ کے یہ معنی ہیں کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہا کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ خود دیکھنے والا اس کا ادراک کرتا ہے اور یہ سب تاویلین نہ تو امتناع رویت کی مقتضی ہیں اور نہ استحالہ کی۔ اور ایسے ہی ان کے لیے قول اللہ تعالیٰ لَن تَرَانِیْ اور تُبْتُ اِلَیْکَ میں بھی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ ہم اس کو پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اور نیز اس واسطے کہ آیت مذکور اپنے عموم پر نہیں ہے اور اس واسطے کہ جس نے یہ کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تو مجھے دنیا میں نہ دیکھے گا اس کا یہ قول بھی تاویل ہے اور امر میں بھی کوئی امتناع کی نص نہیں ہے بلکہ وہ صرف موسیٰ کے حق میں آئی ہے۔ اور جب تاویلات کے راستے کھل جاتے ہیں اور احتمالات (مختلف) مسلط ہو جاتے ہیں تو اس وقت قطع (اور منع) کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ اور قول موسیٰ تبت الیک کے یہ معنی ہیں کہ میں نے تیری جانب اپنے اس سوال سے توبہ کی جو توں نے میرے لیے مقدر نہ کیا تھا۔ اور ابوبکر ہزلی نے قول اللہ تعالیٰ لَن تَرَانِی کی تفسیر میں کہا ہے کہ کسی بشر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ دنیا میں میری جانب دیکھ سکے اور جو کوئی میری طرف دیکھتا ہے وہ مر جاتا ہے۔ اور میں نے بعض سلف صالحین اور متاخرین کے لیے دیکھا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ رویت باری تعالیٰ دنیا میں اس سبب سے ممتنع ہوئی ہے کہ اہل دنیا کی ترکیب ضعیف اور ان کے قویٰ کمزور ہیں اور عوارض آلات اور فنا کے سبب وہ وقتاً فوقتاً متغیر ہوتے رہتے ہیں۔ پس جب وہ آخرت میں دوسری ترکیب سے مرکب کیے جائیں گے اور ان کو قوت ثابتہ اور باقیہ عطا ہو گی اور ان کی آنکھوں اور دلوں کا نور پورا کر دیا جائے گا تو وہ اس وقت رویت باری تعالیٰ پر بھی قوی ہو جائیں گے اور اسی کے ہم معنی ہم نے مالک بن انس رحمہ اللہ کے لیے بھی دیکھا ہے انھوں نے کہا ہے کہ وہ دنیا میں اس وجہ سے نہیں دکھائی دیتا کہ وہ باقی ہے اور فانی کے ساتھ باقی نہیں دکھائی دیتا۔ پس جب آخرت میں ایسی آنکھیں عطا ہوں گی جو باقی رہنے والی ہیں تو باقی کے ساتھ باقی دکھائی دے جائے گا اور یہ کلام پاکیزہ اور بلیغ ہے اور اس میں ضعف قدرت بندہ کے سوا اس کے استحالہ پر اور کوئی دلیل نہیں ہے پس جب خدائے تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے قوی کر دے گا اور اس کو بار رویت کے تحمل کی قدرت دے دے گا تو پھر اس کے حق میں رویت بھی ممتنع نہ ہوگی اور وہ امر جو قوت بینائی سیدنا موسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نفوذ اور اک ان دونوں حضرات علیہما السلام

سے ذکر کیا گیا ہے وہ پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں نبیوں کو وہ قوت عطا فرمائی تھی جس سے انھوں نے اس امر کا ادراک کیا جس کا کہ انھوں نے ادراک کیا اور انھوں نے اس شے کو دیکھا جس کو کہ دیکھا۔ اور قاضی ابوبکر (باقلانی) آنے اثنائے ان جوابات میں جو انھوں نے ہر دو آیت مذکورہ سے دیے ہیں وہ امر ذکر کیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ نے رب العزت کو دیکھا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ بیہوش ہو کر گرے تھے اور اس ادراک کے سبب جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے پہاڑ میں پیدا کر دیا تھا پہاڑ نے بھی اپنے رب کو دیکھا تھا جس کے سبب سے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور یہ بات انھوں نے واللہ علم قول اللہ تعالیٰ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ سے مستنبط کی ہے۔ پھر کہا ہے فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" اور رب العزت کا پہاڑ کے لیے تجلی فرمانا اس سبحانہ وتعالیٰ کا اس کے لیے ظاہر ہونا ہے۔ غرضیکہ اس قول کے موافق موسیٰ علیہ السلام نے سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اور جعفر بن محمد علیہما السلام نے کہا ہے کہ جب سبحانہ وتعالیٰ نے تجلی فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کی جانب مشغول کر دیا اور اگر یہ نہ ہوتا تو وہ بیہوش ہوتے ہی مر جاتے اور پھر افاقہ نہ پاتے اور ان کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور پہاڑ کے حق میں بعض مفسرین کے لیے واقع ہوا ہے کہ اس نے رب العزت کو دیکھا ہے۔ اور اس بات سے کہ پہاڑ نے رب العزت کو دیکھا ہے ان علما نے جو اس امر کے قائل ہوئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کو دیکھا ہے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کو دیکھا ہے کیونکہ انھوں نے اس امر کو جواز رویت باری تعالیٰ کو دلیل ٹھہرایا ہے کیونکہ آیات (مذکورہ) میں کوئی ایسی نص نہیں ہے جو منع رویت پر دلالت کرتی ہو اور رہی یہ بات کہ وہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے واجب ہے اور آپ نے رب العزت کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے سو اس میں بھی دلیل یا نص قطعی نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی جس دلیل پر اعتماد کیا گیا ہے وہ سورہ نجم کی دونوں آیتیں ہیں اور ان دونوں میں وہ تنازع واقع ہے جو علما کے درمیان ماثور ہے اور آیت میں دونوں احتمال ممکن ہیں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس باب میں کوئی اثر متواتر اور قاطع موجود نہیں جو اس نزاع کو قطع کر دے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث خود ان کے اعتقاد کی خبر ہے انھوں نے اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اسناد نہیں کیا جس سے مضمون ان کے اعتقاد کے موافق عمل کرنا واجب ہو۔ اور

تفسیر آیت میں ابی ذر کی حدیث بھی اسی کے مثل ہے اور معاذ کی حدیث (رایت ربی فی احسن صورۃ) بھی تاویل کی محتمل اور اسناد اور متن دونوں کے اعتبار سے مضطرب ہے اور ابی ذر کی دوسری حدیث بھی مختلف اور (دونوں امر کی) محتمل اور مشکل ہے کیونکہ (یہ بھی) مروی ہوا ہے نور انی اراہ کہ نور ہی کیونکر دیکھوں۔ اور ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے روایت کیا ہے نورانی اراہ کہ نورانی ہے میں اس کو دیکھتا ہوں۔ اور ان کی دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رایت نورا" (کہ میں نے ایک نور دیکھا ہے اور ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس سے صحت رویت پر احتجاج ممکن ہو پس اگر (روایت) رایت نورا صحیح ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردی ہے کہ آپ نے اللہ کو نہیں دیکھا بلکہ آپ نے ایک نور دیکھا ہے جس نے کہ آپ کو رویت باری تعالیٰ سے محجوب اور ممنوع کردیا اور اسی جانب یہ قول بھی راجع ہو گا نورانی اراہ یعنی میں رب العزت کو کس طرح دیکھوں نور کے پردے تو آنکھ کو ڈھانک رہے ہیں اور یہ ایسا ہے جیسا دوسری حدیث میں ہے حجابہ نور کہ اس کا پردہ نور ہے۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اس کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا اور لیکن میں نے اس کو دل سے دوبار دیکھا ہے۔ اور پڑھا ثم دنی فتدلی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ جو ادراک اس نے آنکھ میں پیدا کیا ہے وہی ادراک وہ دل میں بھی پیدا کردے یا جس طرح چاہیے اسکے سوا کوئی معبود نہیں (جو اس کے حکم اور ارادہ کو روک سکے) پس اگر کوئی حدیث یا نص صریح اس باب میں وارد ہو جائے تو اس کا اعتقاد واجب اور اس کی جانب رجوع کرنا لازم ہو گا اس واسطے کہ اس میں نہ کسی قسم کا استحالہ ہی ہے اور نہ کوئی مانع قطعی ہی موجود ہے جو اس کو رد کرتا ہو اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل 6- فوائد متفرقہ کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ وہ امر جو اس قصہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے سرگوشی کی اور اس رب نے آپ کے ساتھ کلام کیا اس دلیل سے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی مع ان امور کے جن کو کہ امور متضمن ہیں۔ تو اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ وحی کرنے والا اللہ عزوجل ہے کہ اس نے اولا جبرئیل کی جانب وحی کی اور پھر جبرئیل علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب وحی کی مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ (کہ وہ اس کے مخالف ہیں) سو جعفر بن محمد

الصادق علیہ السلام سے ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کی جانب بلاواسطہ وحی فرمائی ہے۔ اور اسی کے ہم معنی واسطے سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی کی طرف بعض متکلمین گئے ہیں (اور انھوں نے کہا ہے) کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں اپنے رب سے کلام کیا ہے اور یہی قول اشعری سے بھی حکایت کیا گیا ہے۔ اور انھوں نے اس قول کو ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حکایت کیا ہے اور دوسرے علما نے اس کا انکار کیا ہے اور نقاش نے قصہ اسراء میں ابن عباس رضی اللہ سے (تفسیر) قول اللہ تعالیٰ دنیٰ فتدلیٰ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے چڑھایا یہاں تک کہ مجھ سے آوازیں منقطع ہو گئیں تو میں نے اپنے رب کا کلام سنا اور وہ فرماتا تھا لیهدا روعک یامحمد ادن ادن ای محمد اپنا دل مطمئن کر نزدیک آ نزدیک آ اور انس کی اس حدیث میں بھی اسی کے مثل ہے جو اسراء میں ہے اور انھوں نے (اس قول پر کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے) قول اللہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ سے استدلال کیا ہے کیونکہ انھوں نے کہا ہے کہ آیت (میں کلام) تین قسم ہیں۔ ایک پس پردہ سے کلام کرنا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا گیا ہے اور دوسری بار سال رسل کہ رسول بھیجا جائے اور وہ آپ کے حکم سے جو چاہیے وحی کرے جیسا کہ حال جملہ انبیائے کرام کا اور اکثر احوال ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اور تیسری وحی۔ اور اب تقسیم صور سے مشافہہ مع المشاہدہ باقی رہ گیا اور کہا گیا ہے کہ وحی اس جگہ وہ ہے جو سبحانہ وتعالیٰ بلا واسطہ قلب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں القا فرماتا تھا۔ اور ابوبکر بزاز نے حدیث اسراء میں علی کرم اللہ وجہہ سے وہ امر ذکر کیا ہے جو نبی اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے کلام الٰہی کے سننے میں آیت سے بھی زیادہ صریح (اور صاف) ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو اس سے پس پردہ سے کہا گیا صدق عبدی انا اکبر انا اکبر میرے بندہ نے سچ کہا میں سب سے بڑا ہوں میں سب سے بڑا ہوں۔ اور ایسا ہی بقیہ کلمات اذان میں ذکر کیا۔ اور ان دونوں حدیثوں پر اور ان امور پر جو ان سے مشابہ ہیں اس فصل میں کلام آئے گا جو اس کے بعد ہے اور باب کی پہلی فصل میں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان انبیائے کرام سے کلام فرمانا جن کو کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے اس کرامت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے عقلا جائز اور غیر ممتنع ہے اور شرع میں بھی کوئی دلیل قطعی ایسی وارد نہیں ہوئی جو اس کی مانع ہو

پس اگر اس میں خبر صحیح ہو جائے تو وہ اس پر محمول ہو گی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنا قطعی ہے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں نص فرمائی ہے۔ اور اس کو مصدر کے ساتھ موکد کیا ہے (کہا ہے کلم اللہ موسیٰ تکلیما) تاکہ (مجاز کا احتمال بھی باقی نہ رہے اور) حقیقت پر پوری پوری دلالت ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے ان کا رتبہ ساتویں آسمان پر بلند ہوا ہے سو یہ اسی سبب سے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے کلام کیا ہے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے اوپر اٹھائے گئے ہیں یہاں تک کہ آپ اس مقام مستوی پر پہنچے ہیں جہاں پر کہ آپ نے قلم کے چلنے کی آواز سنی ہے پھر آپ کے حق میں کلام الٰہی کا سننا کیسے مستحیل اور بعید ہو سکتا ہے۔ پس پاک ذات ہے اس وحدہ لاشریک لہ کی جس نے جسے جس چیز کے ساتھ چاہا مخصوص فرمایا اور جس نے بعض کے بعض پر درجے بلند کیے

فصل 7۔ معلوم کرنا چاہیے کہ[1] وہ امر جو حدیث اسراء اور ظاہر آیہ کریمہ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں دنو اور قرب سے وارد ہوا ہے سو اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ یہ قرب اور تدلی یا تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام کے درمیان منقسم ہے یا ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ مخصوص ہے یا سدرۃ المنتہیٰ سے رازی نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ نزدیک ہوئے اور پھر اپنے رب کی طرف سے اتر آئے اور کہا گیا ہے کہ دنی کے معنی ہیں قرب یعنی نزدیک ہوئے اور تدلی کے معنی ہیں زادنی القرب کہ قرب میں اور زیادہ ہوئے۔ اور کہا گیا ہے کہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور مکی اور ماوردی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حکایت کیا ہے (کہ انھوں نے کہا) ھوالرب دنی من محمد فتدلی الیہ کہ رب تبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیک ہوا اور پھر آپ کے جانب (اس کا امر اور حکم) اتر آیا۔ اور نقاش نے حسن سے حکایت کیا ہے (کہ انھوں نے کہا ہے) کہ رب العزت اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیک ہوا اور پھر نیچے اتر آیا اور تم سے قریب ہو گیا۔ پس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت اور عظمت میں سے جو کچھ چاہا دکھا دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ مقدم اور موخر ہے (قصہ یہ ہے کہ) شب معراج میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رفرف نیچے اترا اور آپ اس پر بیٹھ گئے پھر وہ اٹھایا گیا تو آپ اپنے رب العزت سے نزدیک ہو گئے آپ نے فرمایا کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے اوپر چڑھایا اور مجھ سے آوازیں منقطع ہو

گئیں اور میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی بات سنی اور انس رضی اللہ عنہ سے صحیح میں مروی ہوا ہے (کہ آپ نے فرمایا) کہ جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر سدرۃ المنتہیٰ کی جانب چڑھے اور جبار رب العزت نزدیک ہوا پھر سبحانہ وتعالیٰ نے نزول فرمایا یہاں تک کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بقدر چلہ دو کمانوں کے یا اس سے بھی قریب ہو گیا اور پھر اس نے جو کچھ چاہا وہ آپ کی جانب وحی کیا اور آپ کی طرف پچاس نمازیں وحی کی گئیں پھر تخفیف کی گئی یہاں تک کہ فرمایا کہ وہ (عدد میں) پانچ ہیں اور وہ (اجر میں) پچاس ہیں اور حدیث اسراء کو ذکر کیا۔ اور محمد بن کعب سے مروی ہوا ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ اپنے رب سے نزدیک ہوئے تو اتنے قریب ہو گئے جیسے دو کمانوں کے چلہ اور جعفر بن محمد علیہما السلام نے کہا ہے کہ رب العزت نے اپنے سے نزدیک کیا یہاں تک کہ آپ سبحانہ وتعالیٰ سے اتنے نزدیک ہو گئے کہ آپ کے اور رب العزت کے درمیان صرف دو چلہ کمانوں کا فاصلہ باقی رہ گیا۔ اور نیز انھوں نے کہا ہے کہ دنو (قرب الٰہی) سے کیفیت منقطع ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنے قرب سے کس طرح محجوب فرمایا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان امور کی جانب جو معرفت اور ایمان سے آپ کے دل میں امانت رکھے تھے کیسا قرب کر دیا تو آپ اطمینان قلب کے سبب اس شے کی جانب اتر آئے جس سے کہ اس سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو نزدیک کیا اور آپ کے دل سے شک اور شبہہ کو قطعاً کھو دیا۔ قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کو معلوم کرنا چاہیے کہ اس جگہ پر اضافت قرب عن اللہ یا الی اللہ سے جو کچھ وارد ہوا ہے سو وہ قرب مکان اور غایت نہیں ہے بلکہ وہ ایسا ہے جیسا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ذکر کیا ہے کہ دنو حد نہیں ہے بلکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے تبارک وتعالیٰ سے نزدیک اور قریب ہونا آپ کی مرتبت عالی اور منزلت کریم کا ظاہر ہونا اور (آپ پر) انوار معرفت الٰہی کا روشن ہونا ہے اور آپ کا اسرار غیب اور قدرت رب العزت کا مشاہدہ کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا آپ کے ساتھ مزید سلوک کرنا اور آپ کو مزید انس دلانا ہے اور آپ کے لیے منبسط ہونا اور آپ پر اکرام فرمانا ہے۔ اور اس میں وہی تاویل کی جائے گی جو ایک وجہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں کی جاتی ہے کہ ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے کہ نزول الٰہی سے (اس جگہ) اس کے افضال اور جمال اور قبول احسان کا نازل ہونا مراد ہے واسطی نے کہا ہے کہ جس نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اپنی ذات سے قریب ہوا ہے تو اس نے اس جگہ

مسافت قرار دی ہے (تو یہ شخص قریب نہیں ہوا) بلکہ وہ اپنی ذات کے ساتھ جتنا حق سے قریب ہوا ہے اتنا ہی وہ دریافت حقیقت سے پیچھے گرا ہے کیونکہ حق کے لئے نہ قرب ہے اور نہ بعد اور قول اللہ تعالیٰ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰی میں جس کسی نے ضمیر (دنی) کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب راجع کیا ہے نہ جبرئیل کی اس کے قول پر اگر دنو آنحضرت کی جانب سے ہے (کہ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے قریب ہوئے ہیں) تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کو نہایت قریب اور لطف محل اور کمال معرفت اور مزید اطلاع علی الحقیقت حاصل ہوئی۔ اور اگر دنو خدا کی جانب سے ہے (کہ آپ رب العزت آنحضرت صلعم سے نزدیک ہوا ہے) تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی خواہش کو قبول فرمایا اور آپ کی مراد کو پورا کیا اور آپ پر کمال درجہ کو احسان ظاہر فرمایا اور آپ کی منزلت اور مرتبت کو خوب بلند فرمایا۔ اور اس میں بھی وہی تاویل کرنا ضرور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں کی جاتی ہے کہ جو کوئی مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو کوئی میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں کہ اس سے اجازت قبول اور احسان کے ساتھ آنا اور مدعا کا جلد تر عطا فرمانا مراد ہے۔

فصل 8- ذکر اس امر کا کہ قیامت کے روز کرامت خاصہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل ظاہر کیا جائے گا

ہم سے قاضی ابو علی نے بسند خود انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب (قیامت کے دن) سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا اور جب وہ آویں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ ناامید ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں گا اور میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہو گا اور میں اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے بزرگ ہوں اور میں یہ بات ازراہ فخر نہیں کہتا اور ابن زحر کی اس روایت کے الفاظ میں ہے جو انہوں نے ربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ جب وہ (قبروں سے) اٹھیں گے تو میں سب سے پہلے نکلنے والا ہوں گا۔ اور جب وہ آئیں گے تو میں ان کا کھینچنے والا ہوں گا۔ اور جب وہ چپ ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ روکے جائیں گے تو میں ان کا سفارشی ہوں گا۔ اور جب وہ ناامید ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا اور میرے ہاتھ میں بزرگی کا نشان ہو گا اور میں اپنے رب کے نزدیک ساری اولاد آدم سے بزرگ تر ہوں

اور یہ بات میں فخراً نہیں کہتا اور میرے گرد ہزار خادم پھرتے ہوں گے گویا کہ وہ در مکنون ہیں۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے) اور مجھ کو جنت کے حلوں میں سے ایک حلہ پنہایا جائے گا پھر میں عرش (رحمن) کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا میرے سوائے خلقت میں سے اور کوئی شخص اس جگہ کھڑا نہ ہوگا۔ اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور یہ بات میں ازراہ فخر نہیں کہتا اور اس روز آدم علیہ السلام اور ان کے سوا کل انبیاء میرے نشان کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے میری ہی (قبر سے) زمین شق ہوگی اور میں یہ بات از راہ فخر نہیں کہتا۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا۔ اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ میں قیامت کے روز لوائے حمد کا اٹھانے والا ہوں گا اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری ہی سب سے پہلے شفاعت قبول ہوگی اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور میں ہی سب سے پہلے جنت کی زنجیر کھنکھناؤں گا تو وہ میرے لیے کھولی جائے گی اور میرے ساتھ اس میں فقرائے مومنین داخل ہوں گے اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور میں سب سے پہلے اور پچھلوں سے بزرگ ہوں۔ اورانس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے (کہ آپ نے فرمایا) کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس کی سفارش قبول ہوگی اور سب لوگوں سے زیادہ میرے تابع ہوں گے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے روز سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ اور تم جانتے ہو کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ اللہ سب پہلوں اور پچھلوں کو جمع فرمائے گا اور حدیث شفاعت کو ذکر کیا (جس میں ہے کہ وہ آدم کے پاس آویں گے یہاں تک کہ پھر وہ میرے پاس آویں گے) اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو لو لگ رہی ہے کہ قیامت کے دن میں ہی سب نبیوں سے اجر میں زیادہ ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ قیامت کے دن ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام تم میں ہوں پھر فرمایا کہ قیامت کے دن وہ دونوں میری ہی امت میں ہوں گے سو ان میں

سے ابراہیم تو یہ کہیں گے کہ تم میری دعا اور میری اولاد ہو تم مجھ کو اپنی امت میں کر لو۔ اور عیسیٰ اور میں اور تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں کہ (ان کی مائیں جدا جدا ہیں۔ اور عیسیٰ میرے بھائی ہیں اور ان کے درمیان اور کوئی نبی نہیں اور میں ان کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ اولیٰ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا حالانکہ آپ دنیا اور آخرت دونوں میں ان کے سردار ہیں اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ جب قیامت کے روز اس مقام میں تمام لوگ آپ کی جانب ملتجی اور منتظر ہوں گے اور آپ کے سوا وہ کسی کو نہ پاویں گے تو اس روز ایک اکیلے آپ ہی سردار ہوں گے اور سردار وہی ہے جس کی جانب لوگ اپنے حوائج میں منتظر ہوں تو اس وقت تمام مخلوق میں صرف آپ ہی سردار ہوں گے اور اس گھڑی سیادت میں کوئی شخص آپ کا مزاحم اور مدعی نہ ہو گا جیسا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (کس کا راج ہے اس دن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا) حالانکہ دنیا اور آخرت دونوں میں اسی کا راج ہے اور لیکن آخرت میں ان لوگوں کا دعویٰ منقطع ہو جائے گا جو دنیا میں اس کے مدعی تھے۔ ایسے ہی شفاعت میں بھی تمام لوگ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی جانب منتظر ہوں گے تو آخرت میں آپ ہی ان سب کے سردار ہوں گے اور کوئی شخص اس وقت سرداری کا دعویدار نہ ہو گا۔ اورانس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا تو اس کو کھلوانا چاہوں گا تو خازن (رضوان) کہے گا کہ تم کون ہو تو میں کہوں گا کہ میں محمد ہوں تو وہ کہیں گے کہ مجھ کو صرف آپ ہی کے لیے حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے اور کسی کے لے نہ کھولوں۔ اور عبداللہ بن عمرو (بن العاص) سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری حوض ایک مہینہ کی مسافت ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں اور اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور اس کی ہوا مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اتنے کوزہ (گلاس) ہیں جتنے آسمان کے تارے جو کوئی اس سے پیے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ اور اسی کے مثل ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے اور کہا ہے کہ اس کا طول اتنا ہے جتنا عمان سے ایلہ تک اور اس میں جنت کے دو پرنالہ گرتے ہیں۔ اور اسی کے مثل ثوبان سے مروی ہوا ہے اور (انھوں نے) کہا ہے کہ اس کا ایک پرنالہ سونے کا ہے اور دوسرا چاندی کا۔ اور روایت حارث بن وہب میں ہے کہ جیسا درمیان مدینہ اور صنعاء کے اور انس نے کہا ہے کہ (جیسا مابین) ایلہ اور صنعاء کے اور ابن عمر رضی اللہ عنہا

نے کہا ہے کہ (جیسا) درمیان کوفہ اور حجر اسود کے۔ اور حوض کی حدیث کو انس اور جابر اور سمرہ اور ابن عمر اور عقبہ بن عامر اور حارثہ بن وہب الخزاعی اور مستورد (بن شداد) اور ابو برزۃ الاسلمی اور حذیفہ بن الیمان اور ابوامامہ اور زید بن ارقم اور ابن مسعود اور عبداللہ بن زید اور سہل بن سعد اور سوید بن جبلہ اور ابوبکر اور عمر بن الخطاب اور ابن بریدہ اور ابوسعید خدری اور عبداللہ الصنابحی اور ابوہریرہ اور براء اور جندب اور عائشہ اور اسماء صاحبزادیاں ابوبکر الصدیق اور ابوبکرہ اور خولہ بنت قیس وغیرہم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے

فصل 9- بیان تفضیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبت اور خلت کے ساتھ

معلوم کرنا چاہیے کہ محبت اور خلت کے ساتھ آثار صحیحہ وارد ہوئے ہیں اور زبان مسلمین پر آپ حبیب اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں ہم سے ابوالقاسم بن ابراہیم الخطیب نے بسند خود ابی سعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی دوسرے کو خلیل پکڑتا تو میں ابابکر کو خلیل ٹھہراتا اور دوسری حدیث میں کہ ہے تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے کہ اللہ نے تمہارے صاحب کو خلیل ٹھہرایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چند لوگ بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں آپ باہر تشریف لائے یہاں تک کہ آپ ان سے نزدیک ہوئے اور ان کو سنا کہ وہ کچھ باہم ذکر کر رہے ہیں تو آپ نے اس کی باتیں سنیں ان میں سے بعض نے کہا کہ عجب ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ابراہیم کو خلیل ٹھہرایا۔ دوسرے نے کہا کہ کیا یہ اس سے بھی عجب نہیں کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔ ایک اور بولا (دیکھو) عیسیٰ اللہ کی روح اور اس کے کلمہ ہیں۔ اور ایک اور نے کہا کہ اللہ نے موسیٰ کو برگزیدہ کیا تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں نے تمہاری بات سنی اور تمہارا تعجب معلوم کیا اللہ نے ابراہیم کو خلیل ٹھہرایا ہے اور وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے سرگوشی کی اور وہ ویسے ہی ہیں اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور وہ ویسے ہی ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور وہ ویسے ہی ہیں سنو میں حبیب اللہ ہوں اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور میں قیامت کے روز لوائے حمد کا اٹھانے والا ہوں اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور میں ان لوگوں میں سب سے اول ہوں جو جنت کی زنجیر ہلادیں گے سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو میرے لیے کھولے گا اور مجھ کو اس

میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے اور میں یہ بات فخرا نہیں کہتا اور میں سب پہلوں اور پچھلوں سے بزرگتر ہوں اور میں یہ بات فخرا" نہیں کہتا اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو اپنا خلیل ٹھہرایا تو آپ تورات میں لکھے ہوئے ہیں اسب حبیب الرحمن کہ تم حبیب الرحمن ہو۔ قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تفسیر خلت اور اس کے اشتقاق میں علماء کے درمیان اختلاف واقع ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب انقطاع کرنے والا ہو اور اس کے اللہ کی جانب قطع کرنے اور اس کے ساتھ محبت کرنے میں کسی قسم کا اختلال نہ ہو اور بعض علما نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے (جو وصف خلت کے ساتھ) مختص ہو۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ خلت کی اصل استصفا ہے (یعنی اختیار کرنا اور خالص سے چننا) اور ابراہیم کا خلیل اس واسطے نام رکھا گیا ہے کہ آپ اللہ ہی کی راہ میں محبت کرتے تھے اور اللہ ہی کی راہ میں عداوت کرتے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ابراہیم کو خلیل بنانا یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی اور آپ کو ان لوگوں کا امام اور پیشوا کیا جو آپ کے بعد ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ خلیل کی اصل فقیر اور محتاج ہے جس کا کہ کوئی معین اور مددگار نہ ہو اور یہ لفظ خلت بمعنی حاجت سے ماخوذ ہے تو اس نام کے ساتھ ابراہیم اس وجہ سے موسوم ہوئے ہیں کہ انھوں نے اپنی حاجت کو اپنے رب ہی پر مقصور کر رکھا تھا اور آپ نے اپنی ہمت کے سبب اس کی طرف انقطاع کیے ہوئے تھے اور آپ نے اس وقت میں بھی اپنی ہمت کو (دوسری جانب) مائل نہ کیا تھا جبکہ آپ کو آگ میں ڈالنے کی غرض سے منجنیق (گوپھن) میں رکھا گیا تھا اور آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے تو آپ نے فرمایا کہ (ہاں) تمہاری طرف تو مجھ کو کوئی حاجت نہیں۔ اور ابوبکر بن فورک نے کہا ہے کہ خلت اس محبت کا صاف کرنا ہے جو تخلل اسرار کے سبب اختصاص کی موجب اور بعض علما نے کہا ہے کہ خلت اصل محبت ہے اور اس کے معنی ہیں مراد کا پورا کرنا اور نرمی کے ساتھ مدد کرنا اور اس کو اپنے سے فوق سمجھنا اور اس کی سفارش کا قبول کرنا اور ان معنی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے اس قول کے ساتھ بیان فرمایا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ

ترجمہ اور یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں

کہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر انتہی

تو (اس آیت میں) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (اشارہ) محبوب کے لیے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ اس سے گناہوں پر مواخذ نہیں کیا جاتا کہا ہے کہ جب یہ جان چکے تو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خلت (دوستی) نبوت (یعنی قرابت ولادت) سے بھی زیادہ قوی ہے کیونکہ بنوت میں تو کبھی عداوت ممکن بھی ہے جیساکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے

إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ اور تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگذر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ انتہی

اور خلت کے ساتھ عداوت کا ہونا ممکن ہی نہیں تو اب سیدنا ابراہیم اور محمد علیہما الصلوۃ والسلام کا خلیل نام رکھنا یا تو اس سبب سے ہے کہ ہر دو حضرات علیہم الصلوۃ والسلام نے خدا کی جانب انقطاع فرمایا اور اپنے حوائج کو اسی سبحانہ وتعالیٰ پر موقوف رکھا اور اس کے سوا سب سے انقطاع فرمایا ہے اور اسباب اور وسائط اور اسباب (ظاہری) سے منہ پھیرا ہے یا اس سبب سے ہے کہ ہر دو حضرات علیہما الصلوۃ والسلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے مزید اختصاص اور خفی الطاف حاصل ہو گیا تھا اور ان کے دلوں میں اسرار الٰہی اور مکنون غیوب اور اس کی معرفت سما گئی تھی یا اس سبب سے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں کو پسند فرمایا تھا اور ان کے دلوں کو اپنے ماسوا سے بالکل خالی کر دیا تھا حتیٰ کہ ہر دو حضرات کے دل میں اس کے سوا اور کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہ رہی تھی اور اسی واسطے بعض علما نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے جس کے سوا دل میں اور کی گنجائش ہی نہ رہے اور یہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے معنی ہیں کہ اگر میں کسی کو خلیل پکڑتا تو میں ابابکر کو خلیل پکڑتا اور لیکن سلام کی بھائی بندی ہے اور علماء (ظاہر) اور ارباب قلوب (صوفیہ کرام) نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ مرتبہ خلت اور محبت میں سے کونسا درجہ زیادہ بلند ہے تو بعض علما نے تو دونوں کو برابر قرار دیا ہے سو اس بنا پر تو جو حبیب ہو گا وہ خلیل بھی ہو گا اور جو حبیب ہو گا وہ خلیل بھی ہو گا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے (یعنی ان کا خلیل اور آپ کا حبیب نام رکھا ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ خلت کا درجہ محبت کے درجہ سے فوق ہے اور اس قائل نے اس امر پر قول رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا سے اور اس امر سے استدلال کیا ہے کہ پھر آپ نے ان کو خلیل نہ ٹھہرایا اور لفظ محبت کو آپ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ان کے صاحبزادگان اور اسامہؓ وغیرہم کے لیے بولا ہے اور اکثر علما نے محبت کو خلت سے فوق قرار دیا ہے لیکن حبیب کا درجہ ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا درجہ ہے اور وہ درجہ خلیل سے زائد ہے جو کہ ابراہیم علیہ السلام کا درجہ ہے اور محبت کے اصل معنی اس شے کی طرف مائل ہونا ہے جو کہ محب کے موافق ہو (ف یعنی محبت یہ ہے کہ جو محبوب چاہے اور جس سے وہ خوش ہو وہی کرے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

تعصی الاله وانت تزعم حبه لو کان حبک صادقا لاطعته
هذا لعمرک فی الصنیع بدیع ان المحب لمن یحب مطیع

اور لیکن یہ معنی اس شخص کے حق میں صحیح ہیں جس سے میل اور اتفاق صحیح ہو۔ اور یہ مخلوق کا درجہ ہے۔ اور رہا خالق۔ سو وہ اغراض اور (اعراض) سے منزہ ہے سو اس کا بندہ کو محبوب رکھنا یہ ہے کہ وہ اس کو اس امر پر قدرت عطا فرمائے جس میں کہ اس کی سعادت اور نیک بختی ہو اور اس کو (برائیوں سے) محفوظ رکھے اور اس کو نیکی کی توفیق عطا فرما دے اور اس کے لیے اسباب قرب کو مہیا کرے اور اس پر اپنی رحمت فائض فرما دے اور غایت محبت الٰہی یہ ہے کہ وہ اس کے دل سے پردہ (نفسانیت اور انسانیت) کو دور کر دے جس سے وہ اس سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے دل اور بینائی دل سے دیکھنے لگے اور وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ حدیث قدسی میں (آیا ہے کہ جب میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے الخ اس حدیث سے اس کے سوا اور کچھ سمجھنا جائز نہیں ہے کہ اس سے دل کا غیر محبت الٰہی سے پاک کرنا اور اس کے ماسوا سے اس کی طرف (اور سکنات) کا خاص خدا کے لیے خالص کرنا مراد ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ کا خلق قرآن شریف تھا کہ آپ اس کی رضا کے ساتھ راضی اور اس کے غصہ کے ساتھ غصہ ہوتے تھے۔ اور بعض علما نے اس مقام کو اپنے اس قول میں خلت سے تعبیر کیا ہے

قد تخللت مسلک الروح منی فاذا ما نطقت کنت حدیثی
وبذا سمی الخلیل خلیلا واذا ما سکت کنت الغلیلا

تو اس وقت ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے ان آثار صحیحہ کے سبب جو علماء میں مشہور اور امت میں قبول کے ساتھ ماخوذ ہیں مزیت خلت بھی حاصل ہے اور خصوصیت محبت بھی اور اس مدعا پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول کافی ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ کہہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو تم میری پیروی کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا اور تمہارے واسطے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ انتہی

اہل تفسیر نے حکایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار نے کہا کہ محمد تو یہ چاہتا ہے کہ اب ہم اس کو (نصاریٰ کی طرح) حنان (معبود اور مسجود) ٹھہرالیں جیسا کہ انھوں نے عیسیٰ بن مریم کو (معبود) ٹھہرایا ہے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے غصہ دلانے اور ان پر رد کرنے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

ترجمہ: کہہ کہا مانو اللہ کا اور رسول کا انتہی۔

تو سبحانہ وتعالیٰ نے اس امر کے ساتھ آپ کے شرف اور منزلت کو اور بھی زیادہ کر دیا کہ ان کو آپ کی اطاعت کا حکم فرمایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ مقرر کیا پھر آپ کی اطاعت سے اعراض کرنے پر ان کو تہدید فرمائی ہے اور فرمایا ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ پس اگر وہ پھر جائے تو اللہ نہیں دوست رکھتا کافروں کو۔ اور محبت اور خلت کے فرق میں امام ابوبکر فورک نے بعض متکلمین سے ایک بڑا طول طویل کلام نقل کیا ہے جس کے اشارات کا خلاصہ یہ ہے کہ مقام خلت سے مقام محبت افضل ہے۔ اور ہم اس میں سے کچھ تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے مابعد پر راہبر ہو سو اس میں ہے کہ علما کا قول ہے کہ خلیل وہ ہے جو (اس شخص تک) بالواسطہ موصل ہو (جس نے اس کو خلیل ٹھہرایا ہے) اور یہ بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ) اور حبیب وہ ہے جو اس کی جانب اسی کے ساتھ موصل ہو اور یہ بات سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ اور کہا گیا ہے کہ خلیل وہ ہے جس کی مغفرت محل طمع میں ہو (یعنی اس کی بخشش کی امید ہو اور یقینی ہو) اور

یہ بات قول اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ سے ماخوذ ہے اور حبیب وہ ہے جس کی مغفرت یقینی ہو۔ اور یہ بات قول اللہ تعالیٰ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَہْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا سے ماخوذ ہے اور خلیل نے کہا ہے وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ اور حبیب سے کہا گیا ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ سو یہاں پر سوال سے پہلے کلام کو بشارت کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ اور خلیل نے محنت میں کہا تھا حسبی اللہ اور حبیب سے کہا گیا حسبک اللہ اور خلیل نے کہا تھا وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ اور حبیب سے کہا گیا ہے ور فعنالک ذکرک۔ (مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہر چیز) بلا سوال دی گئی اور خلیل نے کہا تھا وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور حبیب سے کہا گیا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ اور اس امر میں جو ہم نے ذکر کیا ہے مقاصد ان مقامات پر اس امر کی تنبیہ ہے کہ انہوں نے ان مقامات اور احوال میں تفضیل کو اختیار کیا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے طریقہ پر کام کرتا ہے اور تیرا رب اس کو خوب جاننے والا ہے جو زیادہ راہ یاب ہے۔

فصل 10- بیان تفضیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفاعت اور مقام محمود کے ساتھ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں۔ ہم کو شیخ ابو علی غسانی نے بسند خود آدم بن علی سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر کو سنا کہ وہ کہتے تھے کہ قیامت کے دن لوگ جماعت ہو جائیں گے اور ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہو گی ای فلانہ ہماری شفاعت کر ای فلانہ ہماری شفاعت کر یہاں تک کہ شفاعت ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب منتہی ہو گی۔ سو یہ وہ دن ہے جس دن کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت سے دریافت کیا عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (کہ یہ کیا مقام ہے) تو آپ نے فرمایا کہ یہ (مقام) مقام شفاعت ہے اور کعب بن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ اکٹھا کیے جاویں گے تو میں اور میری امت ایک ٹیلہ پر ہوں گے اور مجھ کو میرا رب حلہ سبز پہنا دے گا اور پھر مجھ کو (بات کرنے کی) اجازت دی جائے گی تو میں جو خدا چاہے گا وہ کہوں گا سو یہ مقام محمود ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ

عنہا سے مروی ہوا ہے اور انھوں نے حدیث شفاعت کو ذکر کیا ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلنے لگے یہاں تک کہ آپ جنت کی زنجیر کھٹ کھٹا دیں گے تو اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا جس کا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ عرش کی داہنی جانب ایسے مقام پر کھڑے ہوں گے جہاں کہ آپ کے سوا اور کوئی نہ کھڑا ہو گا اور اس مقام کے سبب سب پہلے اور پچھلے آپ پر غبطہ کریں گے اور اسی کے مثل کعب احبار اور حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی مروی ہوا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں مقام محمود میں کھڑا ہونے والا ہوں کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا یہ (اس) دن ہے جس روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرماوے گا (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کرسی پر تشریف رکھیں گے) الحدیث اور ابی موسیٰ (اشعری) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اس امر میں اختیار دیا گیا تھا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل ہو اور اس امر کہ شفاعت کروں تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ کیونکہ وہ عام تر ہے کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے ہے (نہیں) بلکہ وہ گناہ گار خطا واروں کے لیے ہے۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر شفاعت میں کیا شے وارد ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میری شفاعت ان لوگوں کے لیے ہے، جو سچے دل سے اس امر کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور ان کی زبانیں ان کے دل کی تصدیق کریں (یعنی ان کا دل اور زبان ایک ہو) اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر وہ امور ظاہر کیے گئے ہیں جو میرے بعد میری امت کو پہنچنے والے ہیں کہ بعض بعض کو قتل کریں گے اور وہ ان مصائب اور فتن میں مبتلا ہوں گے جن میں کہ پہلی امتیں مبتلا ہوئی ہیں تو میں نے سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کیا کہ قیامت کے روز مجھ کو ان کے حق میں شفاعت عطا فرما تو سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے حق میں میری یہ دعا قبول فرمائی اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ کل لوگوں کو ایک زمین ہموار میں جمع کریں گا جہاں کہ پکارنے والے کی آواز سنائی دی گئی اور سب سامنے نظر آتے ہوں گے ننگے پیر ننگے بدن جیسے پیدا ہوئے تھے

چپ چاپ کوئی بلا اذن الٰہی بات نہ کر سکے گا پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دی جائے گی تو آپ کہیں گے لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والشر لیس الیک المھدی من ھدیت وعبدک بین یدیک ولک والیک لاملجا ولا منجا منک الا الیک تبارکت وتعالیت سبحانک رب البیت سو یہ مقام مقام محمود ہے جس کا سبحانہ وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے تو سب سے پچھلی جماعت جنتیوں کی اور سب سے پچھلی جماعت دوزخیوں کی باقی رہ جائے گی تو دوزخیوں کی جماعت جنتیوں کی جماعت سے کہے گی کہ تم کو تمہارے ایمان نے کیا نفع دیا تو اس پر وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور رنج و غم کے سبب خوب چلا چلا کر رو دیں گے تو ان کی آواز سن کر اہل جنت حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سوا اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام سے ان کے لیے شفاعت کے طالب ہوں گے اس پر ہر ایک نبی عذر کریں گا یہاں تک کہ وہ (سب سے آخر میں) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آویں گے تو آپ ان کے لیے شفاعت فرماویں گے سو یہ مقام محمود ہے۔ اور اسی کے مثل ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہوا ہے اور علی بن حسین علیہما السلام نے اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یزید قصیر سے کہا کہ تم نے کچھ سیدنا محمدؐ کے اس مقام سے بھی سنا ہے جس میں ان کو اللہ کھڑا کریں گا کہا کہ ہاں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مقام محمود ہے کہ آپ کے سبب سے اللہ (گناہ گاروں کو) آگ سے نکالے گا جس کو نکالے گا اور حدیث شفاعت کا ذکر کیا جس میں کہ اخراج دوزخیں کا ذکر ہے۔ اور اسی کے ہم معنی انس سے بھی مروی ہوا ہے اور کہا ہے کہ یہی مقام محمود ہے جس کا کہ آپ سے وعدہ ہوا ہے۔ اور روایت انس اور ابی ہریرہ وغیرہما میں ہے اور اس میں بعض کی حدیث کو بعض میں داخل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز اللہ سب پہلوں اور پچھلوں کو اکٹھا کریں گا تو وہ نہایت رنج وغم میں مبتلا ہوں گے یا کہا ان کو الہام ہو گا تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رب کی جانب سفارش چاہتے۔ اور ان سے ایک اور طریق سے مروی ہوا ہے کہ لوگ ایک دوسرے میں داخل ہوں گے۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور سورج قریب ہو گا تو لوگوں کو اتنا رنج وغم طاری ہو گا جس کی کہ ان کو طاقت نہ ہو گی اور نہ وہ اس کے متحمل ہوں گے تو وہ کہیں گے کیا تمہیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو تمہاری شفاعت کرے تو وہ حضرت آدم

علیہ السلام کے پاس آویں گے تو کہیں گے تم آدم ابوالبشر ہو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور تم میں اپنی روح پھونکی ہے اور تم کو اپنی جنت میں بسایا ہے اور تم کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا ہے اور آپ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے ہیں آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمایئے تاکہ وہ ہم کو اس مقام سے راحت نصیب فرما دے جس میں کہ ہم مبتلا ہو رہے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہیں وہ کہیں گے کہ میرا رب آج ایسا غصہ ہو رہا ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصہ ہو گا اور مجھ کو درخت (کے کھانے) سے منع کیا سو میں نے نافرمانی کی نفسی نفسی (یعنی مجھ کو میری ہی جان بخش دی جائے تو غنیمت ہے میں اور دن کی کیا سفارش کروں گا) تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤں تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ تو وہ نوحؑ کے پاس آویں گے اور ان سے کہیں گے کہ تم اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہو اور اللہ نے تمہارا بندہ شکور نام رکھا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم پر کیا آفت آ رہی ہے کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہ فرمائیں گے تو وہ کہیں گے کہ آج میرا رب ایسا غصہ ہوا ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ ہوا ہے اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصہ ہو گا نفسی نفسی۔ انس کی روایت میں فرمایا ہے اور وہ اس خطا کو ذکر کریں گے جو ان سے رب العزت سے بلا علم سوال کرنے میں صادر ہوئی تھی (اور کہا تھا ان ابنی من اھلی) اور روایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے (کہ انھوں نے کہا) کہ میرے لیے ایک دعوت مقبولہ تھی سو وہ میں نے اپنی قوم پر کر لی (کہ اے رب زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی بسنے والا نہ چھوڑ) تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ تم ابراہیم کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں سو وہ ابراہیم علیہ السلامؑ کے پاس آویں گے اور ان سے کہیں گے کہ آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں تو آپ کہہ گے کہ میرا رب آج ایسا غصہ ہوا ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ ہوا ہے اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصہ ہو گا اور تین باتیں ذکر کریں گے جو (صورۃً انھوں نے جھوٹ بولی تھیں (پھر کہیں گے) نفسی نفسی۔ میں ان کا اہل نہیں اور لیکن تم موسیٰ کا دامن پکڑو کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں کہ اللہ نے ان سے باتیں کی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے وہ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تورات عطا فرمائی ہے اور ان سے باتیں کی ہیں اور ان کو سرگوشی کے لیے (اپنے سے قریب کیا ہے کہا کہ پھر موسیٰؑ کے پاس آویں گے تو وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں اور اپنی وہ خطا ذکر کریں گے جو قتل قبطی کے

سبب ان سے صادر ہوئی تھی اور کہیں گے نفسی نفسی اور لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کا پیچھا پکڑو کیونکہ وہ اللہ کی روح اور اس کے کلمہ ہیں تو وہ عیسیٰ کے پاس آویں گے تو وہ کہیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں اور لیکن تم (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا دامن پکڑو کہ وہ ایسے بندے ہیں جن کے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما چکا ہے۔ تب وہ میرے پاس آویں گے تو میں کہونگا کہ (ہاں) میں اس کام کا ہوں تو میں (عرش کی طرف) چلونگا اور میں اپنے رب سے اذن چاہوں گا تو مجھ کو اذن دیا جائیگا تو میں سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں عرش کے نیچے آؤں گا اور پھر میں سجدہ میں گروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی ایسی تعریف کروں گا جس پر میں اب قادر نہیں ہوں مگر اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو مجھ پر الہام فرماوے گا اور ایک سوالات سو جب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھوں گا تو میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے محامد سے مجھ پر وہ محامد اور ثنا کھول دے گا جو مجھ سے پہلے اس نے کسی پر نہیں کھولیں۔ اور ابی ہریرہؓ سے کی ایک روایت میں ہے کہ پھر کہا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھا اور مانگ جو مانگے گا دیا جائے گا اور شفاعت کر تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا یا رب امتی۔ یا رب امتی ای میرے رب میری امت ای میرے رب میری امت (یعنی تو ان کو بخش دے) تو سبحانہ وتعالیٰ فرما دے گا کہ تو اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر کہ حساب نہیں جنت کے ان دروازوں سے داخل کر جو جنت کی داہنی جانب ہیں اور وہ دروازوں کے سوا اور دروازوں میں وہ لوگوں کے شریک ہیں (یعنی وہ چاہیں تو ان دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں) اور انس کی روایت میں اس فصل کو ذکر نہیں کیا (یعنی اس کے اس قول سے کہ اپنا سر اٹھا اس جگہ تک ذکر نہیں کیا) اور اس کی جگہ کہا ہے کہ پھر میں سجدہ میں گر پڑوں گا تو مجھ سے کہا جائے گا کہ ای محمد اپنا سر اٹھا اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول ہو گی اور مانگو دیے جائے گا تو میں کہوں گا یا رب امتی امتی (ای میرے پروردگار میری امت میری امت) تو (مجھ سے) کہا جائے گا کہ جاؤ اور جس کسی کے دل میں گیہوں کے دانہ برابر یا جو کے برابر بھی ایمان ہو اس کو (دوزخ سے) نکال لو تو میں چلوں گا اور جن جن لوگوں کے دلوں میں گیہوں کے دانہ برابر یا جو کے دانہ کے برابر ایمان ہو گا ان کو نکال لوں گا۔ پھر میں اپنے رب العزت کی طرف واپس آؤں گا اور انھیں تعریفوں کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور ویسا ہی ذکر کیا جیسا کہ پہلی بار ذکر کیا ہے اور اس میں کہا کہ رائی کے دانہ برابر ایمان ہو کہا کہ پھر میں ایسا ہی کروں گا (یعنی ان لوگوں کو بھی نکالوں گا جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو گا)

پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹ آؤں گا اور ویسا ہی ذکر کیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا تھا اور اس میں کہا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے ادنی ادنی ادنی برابر ایمان ہو (اس کو بھی نکال لو) تو میں (ایسا ہی) کروں گا (یعنی ان کو بھی نکال لوں گا) اور چوتھی مرتبہ میں ذکر کیا کہ پھر مجھ سے کہا جاوے گا کہ اپنا سر اٹھا اور کہہ سنا جاوے گا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جاوے گی اور مانگ دیا جاوے گا تو میں کہوں گا ای میرے پروردگار مجھ کو ان لوگوں میں اذن دے جنھوں نے لاالہ الا اللّٰہ کہا ہے فرمایا یہ تمہاری طرف نہیں۔ اور لیکن قسم ہے میری عزت اور میری کبریائی اور میری عظمت اور میری جبروت کی کہ میں ضرور اس شخص کو آگ سے نکالوں گا جس نے لاالہ الا اللّٰہ کہا ہے۔ اور قتادہ کی روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا کہ پھر میں کہوں گا ای میرے پروردگار آگ میں صرف وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو کہ قرآن شریف نے روک دیا ہے یعنی جن پر خلودنار واجب ہوا ہے۔ اور اسی کے مثل ابی بکرالصدیق اور عقبہ بن عامر اور ابی سعید خدری اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے کہ کہا کہ پھر وہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آویں گے تو آپ کو اذن دیا جاوے گا اور امانت اور رحم آویں گے اور دونوں (پل) صراط کے دونوں جانب کھڑے ہو جاویں گے (اور گزرنے والے کی امانت داری اور صلہ رحمی یا اس کی خیانت اور قطع رحمی کی گواہی دیں گے) اور ابی مالک کی اس روایت میں ذکر کیا ہے جو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آویں گے تو آپ (امت کی) شفاعت کریں گے تو (پل) صراط قائم کی جاوے گی تو لوگ اس پر گذریں گے سو جو کوئی سب سے پہلے گذرے گا وہ ایسا گذرے گا جیسے بجلی (کوندتی ہو) پھر جیسے ہوا اور پرند اور تیز گھوڑا (جاتا ہو) اور تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پل صراط پر کہتے ہوں گے اللّٰھم سلم سلم ای اللہ بچا بچا یہاں تک کہ لوگ گذر جاویں گے اور اس شخص کا ذکر کیا جو (پل صراط سے) سب سے آخر میں گزرے گا الحدیث اور روایت ابی ہریرہ میں ہے کہ (پل صراط سے) سب سے پہلے میں ہی گذروں گا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نبیوں کے واسطے منبر رکھے جاویں گے اور وہ اس پر بیٹھ جاویں گے اور میرا منبر باقی رہ جاوے گا میں اس پر نہ بیٹھوں گا (بلکہ) میں اپنے رب کے سامنے بصورت طالب حاجت کھڑا ہوں گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ تم اپنی امت کے لیے کیا چاہتے ہو کہ میں ان کے ساتھ کروں تو میں کہوں گا ای میرے پروردگار تو ان کا جلد حساب کر دے تو وہ بلائے جاویں گے تو ان کا حساب شروع کیا جاوے گا تو ان میں سے کوئی تو محض

اس کی رحمت سے جنت میں داخل ہو گا اور کوئی میری شفاعت سے اور میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھ کو ایسے چند لوگوں کی چٹھیاں عطا ہوں گی جن کے آگ میں لے جانے کا حکم ہو چکا ہو گا یہاں تک کہ خازن نار (داروغہ دوزخ) مجھ سے کہے گا ای محمد تم نے اپنی امت میں اپنے رب کے عذاب سے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا اور زیادہ النمیری کی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان شخصوں میں سب سے پہلا شخص ہوں جن کی کھوپڑی سے زمین پھٹے گی اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا اور قیامت کے روز میرے ساتھ لوائے حمد ہو گا اور میں پہلا شخص ہوں گا جس کے لیے جنت کھولی جائے گی اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا تو میں آؤں گا اور جنت کا حلقہ پکڑوں گا تو مجھ سے کہا جاوے گا کہ یہ کون ہے تو میں کہوں گا کہ میں محمدؐ ہوں تو میرے لیے کھولا جاوے گا تو جبار تعالیٰ مجھے سامنے نظر آوے گا تو میں اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسا ہی ذکر کیا جیسا کہ (روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے) پہلے گزر چکا ہے اور روایت انیس سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں قیامت کے روز زمین سے پتھروں اور درختوں سے بھی زیادہ شفاعت کروں گا۔ پس اختلاف الفاظ ان تمام احادیث اور آثار سے یہ بات نکل آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفاعت فرمانا اور مقام محمود ابتدائے شفاعت سے لے کر انتہائے شفاعت تک ہے یعنی جب سے کہ لوگ حشر کے لیے اکٹھے ہوں گے اور ان کا دم گھٹنا شروع ہو گا اور ان سے پسینہ اور سورج اور وقوف (یوم محشر ہر ایک امر) اپنی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا اور یہ سارے قصے حساب سے پہلے کے ہیں تو آپ اس وقت اس امر کے لیے شفاعت فرماویں گے کہ لوگوں کو (تکلیف) موقف سے نجات دلادیں پھر پل صراط قائم کی جائے گی اور لوگوں کا حساب شروع ہو گا جیسا کہ حدیث میں ابی ہریرہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے وارد ہوا ہے اور یہ حدیث سب سے زیادہ مضبوط حدیث ہے تو آپ اپنی امت کے ان لوگوں کے لیے تو اس امر کی شفاعت فرماویں گے کہ جلد جنت میں داخل کر دیے جاویں جن پر حساب نہیں (اور وہ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے) جیسا کہ پیشتر حدیث میں گذر چکا ہے۔ پھر آپ ان لوگوں کی شفاعت فرماویں گے جن پر کہ مقتضائے احادیث کیوہ عذاب واجب ہو چکا ہو گا اور وہ آگ میں جا چکے ہوں گے پھر آپ ان لوگوں کی شفاعت فرماویں گے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور یہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی نہ کر سکے گا اور حدیث مشہور صحیح میں ہے کہ ہر نبی کے لیے

ایک دعا ہے کہ وہ اس کی دعا کرے اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کے واسطے قیامت کے دن کے لئے چھپا رکھا ہے۔ اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایسی دعا ہے جس کی نسبت اس کو یہ معلوم کرا دیا جاتا ہے کہ وہ ان کے واسطے قبول ہے اور اس میں ان کا مدعا بالضرور حاصل ہو گا (اور وہ ہرگز ہرگز رد نہ ہو گی) ورنہ انبیائے کرام میں سے ہر نبی کے لیے بہت سے ایسی دعائیں ہیں جو مستجاب ہوئی ہیں اور خاص کر ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اتنی دعائیں ہیں جن کا کہ حد و شمار نہیں لیکن ایک دعا کے سوا اور دعا کے وقت ان کا حال رجا و بیم کے درمیان ہوتا ہے اور اس ایک دعا کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے کہ جس امر کے واسطے چاہیں وہ اس کو کر لیں وہ بالیقین مستجاب اور قبول ہے اور اسی حدیث میں محمد بن زیاد اور ابو صالح سے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی کے لیے اس کی امت میں ایک دعا ہے جو اس نے کی ہے اور وہ اس کے واسطے مقبول ہوئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دعا کو شفاعت اپنی امت کے واسطے قیامت کے دن کو موخر کرلوں اور روایت ابی صالح میں ہے کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی اور اسی کے مثل ابی زرعہ کی اس روایت میں ہے جو انھوں نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے سو یہ دعا جس کا کہ ذکر ہوا ہے یہ وہ دعا ہے جو امت کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کی اجابت کا ذمہ لیا گیا ہے ورنہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ نے اپنی امت کے لیے دین اور دنیا کی بہت سی چیزوں کا سوال کیا ہے جن میں سے بعض تو آپ کو عطا کر دی گئیں اور بعض سے آپ کو روک دیا گیا اور یہ دعا آپ نے یوم حاجت اور خاتمۃ المحن اور بڑی مانگ اور خواہش کے لیے ذخیرہ کر رکھی ہے جزاہ اللہ احسن ماجز انبیا عن امتہ وصلی اللہ علیہ وسلم کثیرا اللہ آپ کو ان سب جزاؤں سے بہتر جزا عنایت فرما دے جو اس نے انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو اس کی امت کے طرف سے عطا کی ہو اور وہ اللہ آپ پر بے انتہا رحمت اور سلام نازل فرمائے

فصل 11- اظہار فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں وسیلہ اور درجہ رفیعہ اور کوثر اور (مزید) فضیلت کے ساتھ

ہم سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ التمیمی نے ،سند خود عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ فرماتے تھے کہ جب تم موذن کو اذان دیتے سنو تو تم بھی ویسا ہی کہو جیسا وہ کہتا ہے۔ اور پھر مجھ پر درود بھیجو۔ سو جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار

درورد بھیجتا ہے۔ پھر تم میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو۔ کہ وہ جنت میں ایک منزل ہے جو بندگان خدا میں سے صرف ایک ہی بندہ کے لیے زیبا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ سو جو کوئی میرے لیے اللہ سے وسیلہ کا طالب ہو گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ اور دوسری حدیث میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ (درجات جنت میں) وسیلہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس اثنا میں کہ میں جنت میں سیر کر رہا تھا دفعۃً مجھ کو ایک نہر نظر آئی جس کے دونوں کنارے موتیوں کے قبہ تھے میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ نہر کوثر ہے جو خدا نے تم کو عطا کی ہے۔ کہا کہ پھر انھوں نے اس کی مٹی میں ہاتھ مارا تو انھوں نے (اس میں سے) مشک نکلی۔ اور اسی کے مثل عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ وہ یواقیت اور موتیوں پر بہتی ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سفید ہے اور ایک اور روایت میں آپ سے مروی ہوا ہے (کہ آپ نے فرمایا) کہ وہ نالہاں زمین پر بغیر کسی کٹاؤ کے بہتی ہے اور اس پر ایک حوض ہے جس پر میری امت اترے گی اور حوض کی حدیث ذکر کی اور اسی کے ہم معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہوا ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ کوثر خیر کثیر ہے جو خدا نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ نہر جو جنت میں ہے وہ بھی خیر کثیر سے ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ان احادیث میں مروی ہوا ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے ذکر کی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ کو کوثر عطا فرمائی ہے اور وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے حوض میں پڑتی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ. وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ میں مروی ہوا ہے کہ ہزار محل ہیں موتیوں کے جن کی مٹی خشک (ازفر) ہے اور ان میں وہ ساز وسامان مہیا ہے جو ان کے لیے ہونا چاہیے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس میں ازواج اور خدم وغیرہ سے وہ وہ چیزیں موجود ہیں جو اس میں ہونا چاہیں

فصل 12- اور اگر تو یہ کہے کہ جب دلیل قرآن اور صحیح آثار اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری خلقت سے بہتر اور تمام انبیائے کرام سے افضل اور اکرم ہیں تو پھر ان احادیث کے کیا معنی ہیں جو ممانعت تفضیل میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ ہم بسند خود اسدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو یہ زیبا نہیں ہے کہ یہ کہے کہ میں یونس متی سے بہتر ہوں اور اس طریق کے سوا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی بندہ کو یہ زیبا نہیں ہے آخر حدیث تک (یعنی وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں) اور حدیث ابی ہریرہ میں اس یہودی کے قصہ میں ہے جس نے کہا تھا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو جملہ آدمیوں پر پسند کیا اور اس کے ایک انصاری نے تھپڑ مارا تھا اور کہا تھا کہ تو یہ کہتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ سو یہ خبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم انبیائے کرام کے درمیان تفضیل مت دو اور ایک روایت میں ہے کہ تم مجھ کو موسیٰ سے اچھا مت کہو پھر باقی حدیث کو ذکر کیا اور اس میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ کوئی یونس بن متی سے افضل ہے اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں سو اس نے جھوٹ بولا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اور ان کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا خیرالبریہ ای بہترین خلقت۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ان احادیث میں علما نے کئی طرح پر تاویل کی ہے

پہلی تاویل یہ ہے کہ آپ کا تفضیل سے منع فرمانا اس سے پہلے کا قصہ ہے جبکہ آپ کو یہ معلوم کرایا گیا تھا کہ آپ سید ولد آدم ہیں تو اس وقت کہ آپ نے تفضیل سے منع فرمایا تھا کیونکہ تفضیل کے لیے ضرور ہے کہ وہ سماع سے معلوم ہو اور جو کوئی کسی کو کسی پر بغیر علم کے فضیلت دے وہ جھوٹا ہے اس نے جھوٹ بولا۔ اور ایسا ہی آپ کا یہ فرمانا بھی ان کی تفضیل کا مقتضی نہیں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ کوئی شخص انا سے (یونس بن متی سے) افضل ہے بلکہ وہ ظاہر میں میں تفضیل سے روکتا ہے

دوسری تاویل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تواضع اور نفی تکبر اور عجب کے طور پر فرمائی ہے مگر یہ تاویل اعتراض سے سالم نہیں ہے

تیسری تاویل یہ ہے کہ انبیاء کرام کے درمیان اس طرح پر فضیلت نہ دینا چاہیے جس سے (نعوذ باللہ) کسی نبی کی تنقیص اور توہین لازم آوے خاص کر یونس بن متی علیہ السلام کی کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے اس امر کے خبر دی ہے جو معلوم ہے تاکہ بے علم شخص کے دل میں ان کی طرف سے خیال منقصت اور کی مرتبت کا نہ آنے پاوے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ اور فرمایا ہے اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه کیونکہ ممکن ہے کہ اس سے بعض اوقات اس شخص کے دل میں ان کی کی مرتبت کا خیال پیدا ہو جس کو کہ علم نہیں

چوتھی تاویل یہ ہے کہ تفضیل سے جو ممانعت کی گئی ہے وہ صرف نبوت اور رسالت میں ہے کیونکہ نفس نبوت اور رسالت میں سارے نبی برابر ہیں کیونکہ نفس نبوت اور رسالت ایک شے ہے وہ (فی حد ذاتہ) متفاضل (اور متفاوت) نہیں ہوتے بلکہ ان میں جو تفاضل واقع ہے وہ زیارات احوال اور مزید خصوصیات اور کرامات اور مراتب اور الطاف کے سبب سے ہے رہی نفس نبوت سو وہ فی حد ذاتہ متفاضل نہیں ہے بلکہ اس میں جو تفاضل ہے وہ ان امور کے سبب ہے جو نفس نبوت پر زائد ہیں اور یہی سبب ہے کہ کوئی تو ان میں محض رسول ہے اور کوئی رسول الو العزم اور کوئی مکان رفیع میں مرفوع ہوا ہے اور کسی کو بچپن ہی میں حکمت خطا ہو گئی ہے اور کسی کو زبور دی گئی اور کسی کو معجزات کثیرہ عطا ہوئے اور کسی سے خدا نے خود کلام کیا اور کسی کے درجہ بلند فرمائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ تفضیل سے اس جگہ ان کی دنیاوی تفضیل مراد ہے اور یہ تین باتوں کے ساتھ واقع ہوتی ہی (ایک تو) یہ کہ اس نبی کے خوارق علوات اور معجزات نہایت روشن اور نہایت روشن اور بہت مشہور ہوں (اس نبی کی امت سب سے بہتر اور سب سے زیادہ ہو (دوسری وجہ ہے) یا یہ کہ وہ نبی ہی فی حد ذاتہ سب نبیوں سے افضل اور اطہر ہو اور اس کا فضل ذاتی ان خصائص اور کرامات اور اختصاص الہی کی جانب راجع ہو جس کے ساتھ کہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو مخصوص کیا ہو جیسے خلت یا رویت۔ یا اپنے الطاف اور کرم اور ولایت میں سے اس کو کسی امر کے ساتھ مخصوص کیا ہو اور مروی ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوت کے بہت بوجھ ہیں جن کے اٹھانے سے یونس علیہ السلام کچیا گئے جیسے اونٹ کا بچہ کچیا جاتا ہے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفقۃ الامتہ اوہام ان اشخاص سے محل فتنہ کی حفاظت فرمائی ہے جن کے دلوں میں ان امور کے نسبب ان کی نبوت یا ان کے اصطفاء یا ان کی کی مرتبت یا ان کی عصمت میں ضعف اور قدح آتا ہو اور اس سبب سے ایک پانچویں وجہ اور پیدا ہوتی ہی اور وہ یہ ہے کہ (آپ کے اس قول میں کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں) میں کا لفظ قائل کی

جانب راجع ہو یعنی اس حکایت کے سبب جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یونسؑ سے ذکر کی ہے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ وہ (خود) یونس بن متی سے افضل ہے گو وہ کتنا ہی بڑا ذکی اور معصوم اور طاہر کیوں نہ ہوگیا ہو کیونکہ نبوت کا مرتبہ نہایت افضل اور نہایت اعلےٰ ہے۔ اور ان تقدیرات سے ان کے مرتبہ عالی میں رائی کے دانہ کے برابر کمی نہیں آئی اور اس مبحث کو خدا نے چاہا تو ہم تیسری قسم میں اور زیادہ بیان کریں گے اور اس سے (جو ہم نے ذکر کیا ہے) تجھ کو ہمارا مقصود معلوم اور معترض کا شبہہ دفع ہوگیا اور اللہ ہی کی توفیق درکار ہے اور اسی کی توفیق سے سب کام آسان ہیں اور ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فصل 23- بیان اسماء مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ان فضائل کا جن کو کہ وہ مشتمل ہیں۔ ہم سے ابو عمران موسیٰ ابن ابی تلید فقیہ نے ،سند خود جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ میرے سبب سے اللہ کفر مٹا دے گا۔ اور میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ محشور ہونگے اور میں عاقب ہوں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کا اپنی کتاب عزیز میں محمد اور احمد نام رکھا ہے سو منجملہ ان خصائص کے جن کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا ہے کہ آپ کے نام نامی (آپ کی ثناء اور صفت) کو متضمن ہیں۔ وسبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے ذکر میں آپ کی قدر دانی کو داخل فرمایا ہے اور اس کو ذکر کیا ہے جیسا کہ کہا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ اور اِنَّکَ لَتَہۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ تو آپ کا نام نامی احمد (بروزن) افعل صفت حمد سے مبالغہ (یعنی افعل التفضیل) کا صیغہ ہے۔ اور محمد (بروزن) مفعل مبالغہ کا صیغہ ہے کثرت حمد سے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ان لوگوں سے بھی بزرگ اور افضل ہیں جن کی کہ تعریف کی گئی ہو اور آپ ان سب لوگوں سے بھی افضل اور اعلیٰ ہیں جو تعریف کرنے والے ہیں تو آپ تمام ان شخصوں سے بھی زیادہ محمود ہیں جن کی کہ کوئی تعریف کرتا ہو اور تمام ان تعریف کرنے والوں سے بھی زیادہ تعریف کرنے والے ہیں جو اپ رب کی تعریف کرتے ہیں اور قیامت کے روز آپ کے ساتھ لواء حمد ہو گا تاکہ آپ کے لیے کمال حمد کو پورا کیا جائے اور آپ ان میدانوں میں صفت حمد کے ساتھ مشہور ہوں گے اور آپ کا رب آپ کو اس جگہ مقام محمود میں کھڑا کرے گا جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ سے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور سب پہلے اور پچھلے آپ کی تعریف کریں گے اس واسطے

کہ آپ ان کی شفاعت فرماویں گے اور اس مقام پر آپ پر وہ محامد مفتوح ہوں گے جو حسب قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سوا اور کسی پر مفتوح نہ ہوئے ہونگے اور انبیائے علیہم السلام کی کتابوں میں آپ کی امت حمادوں کے نام سے موسوم ہوئی ہے (یعنی بہت تعریف کرنے والی امت) تو آپ اس امر کے ساتھ زیادہ لائق ہیں کہ آپ محمد اور احمد کے نام کے ساتھ موسوم ہوں۔ پھر ان دونوں ناموں میں آپ کے عجائب خصائص اور بدائع آیات سے ایک اور فن ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے نام کی اس امر سے حمایت فرمائی کہ آپ کے زمانے سے پہلے کوئی اور شخص ان دونوں ناموں کے ساتھ موسوم ہو سو آپ کے نام نامی احمد کے ساتھ جو کہ پہلی کتابوں میں آچکا ہے۔ اور جس نام کے ساتھ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے آپ کی بشارت دی ہے تو اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات سے بچائے رکھا کہ آپ کے سوا اور کوئی شخص کبھی اس نام کے ساتھ موسوم ہو اور آپ سے پہلے کوئی شخص اس نام کے ساتھ موسوم نہیں ہوا تاکہ ضعیف القلب (والاعتقاد اشخاص) پر کسی قسم کا شک اور شبہ واقع نہ ہونے پائے اور ایسا ہی (آپ کا نام نامی) محمد کہ اس کے ساتھ بھی آپ سے پہلے عرب یا غیر عرب میں کوئی شخص موسوم نہیں ہوا مگر آپ کے میلاد مبارک اور وجود باجود کے تھوڑے زمانہ پہلے جب لوگوں میں یہ چرچا ہوا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا تو عرب کے چند لوگوں نے اپنے بیٹوں کو اس امید پر کہ شاید یہی وہ نبی ہو جائے اس نام کے ساتھ موسوم کیا اور اس بات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا اور آپ سے پہلے جو لوگ اس نام کے ساتھ موسوم ہوئے ہیں وہ شخص یہ ہیں۔ محمد بن احیحہ بن الجلاح الاوسی۔ اور محمد بن مسلمہ الانصاری۔ اور محمد بن براء البکری۔ اور محمد بن سفیان بن المجاشع اور محمد بن حمران الجعفی۔ اور محمد بن خزاعی السلمی ان کے سوا کوئی ساتواں شخص نہیں اور کہا جاتا ہے جو سب سے پہلے محمد کے ساتھ موسوم ہوا ہے وہ محمد بن سفیان (بن مجاشع) ہے اور اہل یمن کہتے ہیں بلکہ وہ محمد بن محمد لازمی ہے۔ اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان لوگوں میں سے جو اس نام کے ساتھ موسوم ہوئے تھے ہر شخص کی اس امر سے حفاظت فرمائی کہ وہ خود دعویٰ نبوت کرے یا کوئی دوسرا شخص اس کے نبی ہونے کا مدعی ہو۔ یا اس پر (خوارق عادت سے کوئی ایسا سبب ظاہر ہوا ہو جو اس کے بارے میں کسی کو شک میں ڈالے یہاں تک کہ یہ دونوں علامتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے متحقق ہوئیں۔ اور ان دونوں علامتوں میں کوئی آپ کا متنازع پیدا نہ ہوا اور رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں وحی ہوں اور

میرے سبب سے اللہ کفر مٹا دے گا سو اس کی خود حدیث میں تفسیر کر دی گئی ہی اور محو کفر سے یا تو یہ مراد ہے کہ مکہ معظمہ اور بلاد عرب اور اس سرزمین سے کفر محو کیا جائے گا جو آپ کے لیے اکٹھی کی گئی تھی اور آپ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ (وہاں تک) آپ کی امت کا ملک پہنچے گا یا محو سے عام مراد ہے جس کے معنے ہیں ظہور اور غلبہ کے جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ تاکہ ظاہر کرے اس کو سب دینوں پر اور اس کی تفسیر حدیث میں یہ بھی وارد ہوئی ہے کہ آپ کے سبب سے اس شخص کے گناہ محو کیے جائیں گے جو آپ کی پیروی کرے گا اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگ محشور ہوں گے اس کے یہ معنی ہیں کہ میرے زمانہ اور میرے عہد میں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے وخاتم النبین۔ اور نبیوں کے پورا کرنے والے اور آپ کا عاقب اس وجہ سے نام رکھا گیا ہے کہ آپ انبیا کے پیچھے آئے ہیں اور صحیح میں ہے کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کے قول علی قدمی۔ کے یہ معنی ہیں کہ لوگ میرے سامنے محشور ہوں گے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور کہا گیا ہے۔ کہ علے قدمی کے معنے ہیں۔ علے سابقتی۔ یعنی میرے سبق قدم پر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان لھم قدم صدق عند ربھم۔ اور کہا گیا ہے کہ علی قدمی کے۔ معنی ہیں علے قدامی وحولی۔ یعنی میرے سامنے اور میرے گرد۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز میری طرف اکٹھے ہوں گے۔ اور کہا گیا ہے۔ علے قدمی کے معنی ہیں میرے طریقہ پر اور آپ کے اس قول کے معنی ہیں لی خمسۃ اسماء کہ میرے پانچ نام ہیں کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ میرے یہ نام کتب سابقہ میں (تو معروف) اور علماء امم سابقہ میں مشہور ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرے دس نام ہیں اور ان میں آپ نے طہ۔ اور یس۔ کو ذکر کیا۔ اس کو کی نے حکایت کیا ہے۔ اور طہ کی بعض تفسیروں میں کہا گیا ہے کہ اس کے معنے ہیں یا طاہر یا ہادی اور یس کے تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں یا سید اس کو سلمی نے واسطی اور جعفر بن محمد سے حکایت کیا ہے اور سلمی کے سوا کسی اور نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے دس نام ہیں تو پانچ تو وہی ذکر کیے جو پہلے ذکر ہو چکے ہیں اور کہا ہے اور فرمایا کہ میں رسول الرحمۃ اور رسول الراحۃ اور رسول الملاحم۔ اور مقفی ہوں کہ نبیوں کے پیچھے آیا ہوں۔ اور میں قیم ہوں اور قیم کے معنے ہیں الجامع الکامل سنے خوبیوں کا جمع کرنے والا اور فضیلت اور بزرگیوں میں پورا میں نے

اس کو ایسا ہی (لکھا ہوا) پایا ہے اور روایت نہیں کیا اور میں خیال کرتا ہوں کہ تاء مثلثہ کے ساتھ قثم ٹھیک ہے جیسا کہ اس کے بعد ہم نے اس کو حربی سے ذکر کیا ہے اور تفسیر مذکور سے بھی وہی زیادہ مناسب ہے اور کتب انبیاء (سابقین) میں واقع ہوا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے کہا تھا۔ اللھم ابعث لنا محمد المقیم السنته بعد الفترۃ اے اللہ ہمارے لیے فترت کے بعد کو محمد کو سنت کا قائم کرنے والا بھیج تو قیم اس معنے میں ہونا ممکن ہے نقاش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے میرے لیے قرآن میں سات نام ہیں۔ محمد اور احمد اور یس اور طہ اور مدثر اور مزمل اور عبداللہ۔ اور ایک حدیث میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ چھ ہیں محمد اور احمد اور حاتم اور عاقب اور حاشر اور ماحی اور حدیث ابی موسیٰ اشعری میں ہے کہ میں۔ محمد اور احمد اور مقفی اور حاشر اور نبی التوبہ اور نبی الملحمۃ اور نبی الرحمۃ ہوں اور مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نبی الرحمۃ اور نبی الرحمۃ اور نبی الراحۃ ہوں اور خدا نے چاہا تو (آپ کے) سب نام صحیح ہیں اور مقفی کے معنے ہیں عاقب یعنے پیچھے آنے والا۔ اور لیکن آپ کے یہ نام نبی الرحمۃ اور نبی التوبہ اور نبی الرحمۃ اور نبی الراحۃ سو (یہ چاروں تو اس ایت سے ماخوذ ہیں) فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کا وصف فرمایا ہے کہ آپ ان کا تزکیہ فرماویں گے اور آپ ان کو کتاب اور حکمت سکھلاویں گے اور آپ ان کو راہ مستقیم کی طرف راستہ بتا دے گے اور آپ مومنین پر شفقت فرمانے والے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی امت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ امت مرحومہ ہے اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ یعنی اور وہ ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں صبر کی اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں مہربانی کی پس سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی امت کے لیے (خصوصاً) اور تمام جہاں والوں کے لیے (عموماً) بالذات اور با تکلف رحم کرنے والا بنایا ہے اور ان کی بخشش چاہنے والا کر کے بھیجا ہے اور آپ کی امت کو امت مرحومہ کیا ہے اور رحمت کے ساتھ ان کی تعریف فرمائی ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک دوسرے پر رحم کرنے کا حکم دیا ہے اور رحم کرنے کی تعریف بھی فرمائی ہے فرمایا ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے ان بندوں کو محبوب رکھتا ہے جو رحم کرنے والے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ قیامت کے روز رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرمادے گا تم ان لوگوں پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر رحم

کرے گا جو آسمان میں ہے (یعنی خدا) رہی روایت نبی الملحمۃ کی سو وہ اس قتل وقتال اور سیف کی جانب اشارہ ہے جس کی ساتھ آپ مبعوث ہوئے ہیں اور یہ (روایت یا یہ اشارہ) صحیح ہے اور حذیفہ نے بھی ابی موسیٰ کی حدیث کے مثل روایت کی ہے اور اس میں ہے نبی الرحمہ اور نبی التوبہ اور نبی الملاحم (یعنی اس میں یہ نام اور مذکور ہیں) اور حربی نے حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم قثم یعنی مجتمع ہو حربی نے کہا ہے کہ قثم کے معنی ہیں چیز کے جمع کرنے والے اور یہ نام اہل البیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل میں معلوم (اور معروف) ہے (اور وہ قثم ابن العباس ہیں اور کہا گیا ہے کہ قثم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا بھی نام تھا) اور ان القابات اور علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا جن کو کہ ہم ضمن آپ کے اوصاف کثیرہ اور صفات جمیلہ کے ذکر کر آئے ہیں قرآن شریف میں آپ کے اور بھی بہت سے القاب اور علامتیں وارد ہوئی ہیں جیسے نور اور سراج منیر اور منذر اور نذیر اور بشر اور بشیر اور شاہد اور شہید اور حق المبین اور خاتم النبیین اور روف رحیم اور امین اور قدم صدق اور رحمۃ للعالمین اور نعمۃ اللہ اور عروۃ الوثقی اور صراط مستقیم اور طہ اور یس اور نجم الثاقب اور کریم اور نبی امی اور داعی اللہ اور ان ناموں میں سے آپ کے بہت سے نام اللہ کی پہلی کتاب اور انبیاء سابقین کے لیے کافی وافی شافی ہیں جیسا کہ آپ کا اسماء ذیل کے ساتھ موسوم ہونا مصطفیٰ اور مجتبیٰ۔ اور ابی القاسم اور حبیب رب العالمین اور رسول رب العالمین اور شفیع المشفع اور متقی اور مصلح اور طاہر اور مہیمن اور صادق اور مصدوق اور ہادی اور سید ولد آدم اور سید المرسلین اور امام المتقین اور قائد المحجلین اور حبیب اللہ اور خلیل الرحمن اور صاحب الحوض المورود اور صاحب الشفاعۃ والمقام المحمود اور صاحب الوسیلہ اور صاحب الفضیلۃ اور صاحب الدرجۃ الرفیعہ اور صاحب التاج اور صاحب المعراج اور صاحب اللواء اور صاحب القضیب اور راکب البراق اور راکب الناقۃ والنجیب اور صاحب البرہان اور صاحب الہراوۃ اور صاحب النعلین۔ اور آپ کے ان ناموں میں سے جو کہ کتب سابقہ میں مسطور ہیں یہ نام ہیں۔ متوکل اور مختار اور مقیم السنۃ اور مقدس اور روح القدس اور روح الحق اور یہ بار قلیط کے معنی ہیں جو انجیل میں مذکور ہے۔ اور ثعلب نے کہا ہے کہ بار قلیط وہ ہے جو حق اور باطل میں فرق کرے اور آپ کی ان ناموں میں سے جو کتب سابقہ میں مذکور ہیں ایک نام ماذ ماذ ہے جس کے معنی ہیں طیب طیب (پاک پاک) اور حمطایا ہے اور خاتم اور حاتم ان کو کعب احبار نے،

حکایت کیا ہے اور ثعلب نے کہا ہے خاتم وہ ہے جس نے نبیوں کو ختم کیا ہے اور حاتم وہ ہے جو صورت اور سیرت دونوں میں سب سے نبیوں سے بہتر ہو اور سریانی میں آپ اشفح اور متمنا کے نام سے موسوم ہیں اور آپ کا تورات میں احید نام ہے اور یہ ابن سیرین سے مروی ہوا ہے اور صاحب قضیب کے معنی ہیں صاحب (السیف تلوار) آپ کا یہ نام انجیل میں تفسیر رائج میں ہے (اس میں) کہا ہے کہ اس کے ساتھ تلوار لوہے کی جس سے وہ اور اس کی امت قتل کرے گی اور ممکن ہے کہ یہ اس چھڑی پر محمول ہو جو ممشوق کہلاتی تھی اور آپ اس کو اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور اب وہ خلفاء کے نزدیک ہے اور ہراوہ جس کے ساتھ آپ (صاحب) ہراوہ میں موصوف ہوئے ہیں سو وہ لٹھ (لاٹھی ہے اور میں خیال کرتا ہوں اور اللہ ہی خوب جاننے والا ہے کہ یہ وہ عصا ہے جس کا کہ حدیث کوثر میں ذکر آیا ہے کہ میں اہل یمن کے لیے اپنے عصا کے ساتھ اس سے لوگوں کو ہٹاؤں گا۔ اور رہا (صاحب التاج میں لفظ تاج سو اس سے عمامہ مراد ہے کہ یہ اس وقت عرب کے سوا اور کسی کے لئے نہ تھا اور نہ کوئی اس کا استعمال کرتا تھا اور عمامہ عرب کا تاج ہے اور آپ کے اوصاف اور القاب اور علامات کتب (سابقہ) میں بے انتہا مذکور ہوئے ہیں اور جتنے ہم ان میں سے ذکر کر آئے ہیں وہ خدا نے چاہا طالب کے لیے کافی وافی ہیں اور آپ کی کنیت جو سب میں مشہور ہے وہ ابوالقاسم ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے تو آپ کے پاس جبرئیل آئے اور کہا السلام علیک یا ابا ابراہیم

فصل 14- بیان اس تشریف اور تکریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو یہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ آپ کو اپنے بعض اسماء کے ساتھ موسوم کیا ہے اور اپنے بعض اوصاف کے ساتھ تعریف فرمائی ہے۔ قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس فصل کے لیے یہ زیادہ موزوں تھا کہ اس کو پہلے بابوں کی فصلوں سے ملحق کیا جاتا کیونکہ اس کا مضمون ان فصلوں کے مضمون سے زیادہ ملتا جلتا ہے اور اس کے مطالب شریں ان کے مقاصد لذیذ سے زیادہ ملتے رہتے ہیں۔ اور لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے لئے اس وقت سینہ کشادہ فرمایا جبکہ ہم کو اس سے پہلی فصل میں خوض وفکر کرنے کا اتفاق ہوا اور اس سے پہلے دل اس طرف متوجہ نہ ہوا تھا کہ ورب بما اس فصل کا استخراج کیا جائے تو آپ یہی مناسب ہوا کہ اس فصل کو اس فصل کے ساتھ ملا کر اس کے شتط اور تفرق کو مجتمع کر دوں۔ تو معلوم کرنا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہت سے انبیاء کرام کو اپنے اسما حسنی کا خلعت فاخرہ کرامت فرمایا ہے اور ان کو اپنے نام کے ساتھ موسوم کیا ہے

جیسے حضرت اسحاق اور اسمٰعیل علیہما السلام کو علیم اور حکیم کے ساتھ اور ابراہیم علیہ السلام کو حلیم کے ساتھ اور نوح علیہ السلام کو شکور کے ساتھ اور عیسیٰ اور یحییٰ علیہ السلام کو بر کے ساتھ اور موسیٰ علیہ السلام کو کریم اور قوی کے ساتھ اور یوسف کو حفیظ اور علیم کے ساتھ اور ایوب کو صابر اور اسمٰعیل کو صادق الوعد کے ساتھ موسوم فرمایا ہے جیسا کہ محل تذکاران حضرات میں کتاب اللہ العزیز اس کی ناطق ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے نبی کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ اپنی کتاب عزیز میں اور اپنے انبیاء کرام کی زبان پر اپنے اسماء حسنیٰ میں سے بہت سے ناموں کا خلعت مفاخرت عطا فرمایا ہے۔ اور ہم کو بڑے غوض اور فکر کے بعد ان میں سے ایک جملہ کافی حاصل ہوا ہے اور ہم کو اسی کی تلاش میں زیادہ تر اس وجہ سے غوض و فکر کرنا پڑا ہے کہ سلف صالحین میں سے ہم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس نے اس میں سے دو ناموں سے زیادہ کو بھی جمع اور ان دونوں فصلوں کو تالیف کیا ہو اور ہم نے (بحمد اللہ تعالیٰ) اس فصل میں تقریباً تیس نام جمع کیے ہیں اور ہم کو سبحانہ وتعالیٰ سے امید ہے کہ جیسا اس سبحانہ وتعالیٰ نے ہم پر ان اسماء کا علم الہام فرمایا ہے اور ان کو متحقق کیا ہے ویسا ہی وہ ہمارے دل میں ان اسماء کے ظاہر کرنے کے ساتھ اپنی نعمتوں کو پورا فرما دے جو اب تک ہم پر ظاہر نہیں ہوئیں اور ہم سے اس کے اغلاق کو دور کرے۔ پس (جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے حمید بمعنی محمود (تعریف کیا گیا) کیونکہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود بھی تعریف فرمائی ہے اور اس کے بندے بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور نیز اس کے معنی ہیں حامد (تعریف کرنے والا) سو وہ اپنی ذات اور اعمال طاعت کی تعریف کرنے والا ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا محمد اور احمد نام رکھا ہے سو ان میں سے محمد کے معنی ہیں محمود۔ اور زبر داؤد علیہ السلام میں آپ کا نام ایسا ہی واقع ہوا ہے (یعنی محمد اور محمود) اور احمد کے معنی ہیں تمام تعریف کرنے والوں سے بڑا اور تمام ان لوگوں سے بزرگ جن کی کہ کسی نے تعریف کی ہو اور ایسے ہی معنی کی جانب حسان (بن ثابت) رضی اللہ عنہ نے آپ نے اس کلام میں اشارہ کیا ہے وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وہذا محمد اور منجملہ اسماء الٰہی کے ہیں رؤف۔ اور۔ رحیم۔ اور وہ دونوں معنی میں متقارب ہیں اور سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں ناموں کے ساتھ موسوم فرمایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بالمومنین رؤف رحیم ایمان والوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والے۔ اور منجملہ اسماء الٰہی کے ہے۔ حق مبین اور حق کے معنی ہیں موجود متحقق

قاہر۔ اور ایسا ہی مبین کہ اس کے معنی ہیں ظاہر الامر والا ہے یعنی اس کا الہ ہونا ظاہر اور باہر ہے (اور یہ ماخوذ ہے) بان لبان سے اور ان دونوں کے ایک معنی ہیں اور اس کے یہ معنی بھی ہیں وہ اپنے بندوں کے لیے ان کے امر دین اور معاد کا بیان کرنے والا ہے۔ اور سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس نام کے ساتھ موسوم فرمایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حَتّٰی جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ۔ اور فرمایا ہے۔ وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ اور فرمایا قد جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ اور فرمایا فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اور تفسیر حق میں کہا گیا ہے کہ محمد ہیں اور کہا گیا ہے کہ قرآن شریف ہے اور اس وقت اس کے معنی ہیں ضد باطل اور وہ شے جس کا کہ صدق اور امر متحقق اور ثابت ہو۔ اور وہ پہلے معنی میں ہے اور صور۔تکہ مبین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہو اس) کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم کی شان اور آپ کی رسالت ظاہر اور باہر ہیں جس امر کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ اور اسما الٰہی میں سے ہے نور اس کے معنی ہیں نور والا یعنی نور کا پیدا کرنے والا۔ یا آسمان و زمین کو اپنے انوار کے ساتھ اور قلوب مومنین کا ہدایت کے ساتھ روشن کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی نور رکھا ہے اور فرمایا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ نور سے محمد مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ قرآن شریف اور آپ کے حق میں فرمایا وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا چراغ روشن۔ اور آپ اس نام کے ساتھ اس وجہ سے موسوم ہوئے ہیں کہ آپ کی شان اور نبوت ظاہر اور باہر اور آپ قلوب مومنین کے اس شے کے ساتھ روشن کرنے والے ہیں جس کو کہ آپ خدا کی جانب سے لائے ہیں۔ اور اسما الٰہی میں سے ہیں شہید اور اس کے معنی ہیں جاننے والا اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں قیامت کے روز اپنے بندوں پر گواہی دینے والا۔ اور آپ کا بھی سبحانہ وتعالیٰ نے شہید اور شاہد نام رکھا ہے فرمایا ہے اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا اور فرمایا ہے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور وہ بھی پہلے معنوں میں ہے (یعنی شاہد کے) اور اسما الٰہی میں سے ہے کریم اور اس کے معنی ہیں بہت بھلائی والا اور کہا گیا ہے (کہ اس کے معنی ہیں) فضل کرنے والا اور کہا گیا ہے (اس کے معنی ہیں) بہت درگزر کرانے والا اور کہا گیا ہے (کہ اس کے معنی ہیں بڑی شان والا۔ اور اس حدیث میں ہے جو اسما حسنیٰ میں وارد ہوئی ہے اکرم اور سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے قول انہ لقول رسول کریم میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کریم نام لیا ہے اس کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ رسول کریم سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ جبرئیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انااکرم ولد ادم۔ کہ میں سارے اولاد آدم سے بزرگ ہوں اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اسم کے معنی لینا صحیح ہیں (یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ آپ کا نام ہے) اور اسماء الٰہی میں سے ایک نام ہے۔ عظیم اور اس کے معنی ہیں ایسا بڑے مرتبہ والا جس کے رتبہ کو کوئی نہ پہنچے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔ انک لعلی خلق عظیم۔ اور تورات میں اسمٰعیل علیہ السلام سے (خود انہیں کے حق میں ہے) کہ وہ ایک عظیم شخص کو بڑی امت کے لئے چنیں گے اور وہ بڑے ہیں بڑے خلق پر اور آسماء الٰہی میں سے ہے جبار اور اس کے معنی میں سنوارنے والا کہا گیا ہے دباؤ والا اور کہا گیا ہے کہ بڑی شان اور بڑے رتبہ والا اور کہا گیا ہے بڑائی والا اور کتاب داؤد علیہ والسلام میں بھی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبار نام لیا ہے کہ عالم ارواح میں آپ سے ایک منادی نے کہا تھا کہ اے جبار تو اپنی تلوار گلے میں ڈال کیونکہ آپ کا ناموس (اعتبار اور اقتدار) اور آپ کے شرائع آپ کی قوت کے ساتھ مقرون ہیں۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اس کے معنی ثابت ہیں یا تو اس سبب سے کہ اپنے ہدایت اور تعلیم کے ذریعہ سے اپنی امت کی اصلاح فرمائی ہے یا اس سبب سے کہ اپنے اپنے دشمنوں کو مقرر کیا ہے یا اس سبب سے کہ آپ کی منزلت اور عظمت جنس بشری سے فوق ہے اور رہی جبروت تکبر جو آپ کے شایاں نہیں سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی آپ سے نفی فرمائی ہے اور فرمایا ہے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ اور اسمائے الٰہی میں سے (خبیر اور اس کے معنی ہیں نہایت شے اور حقیقت شے کا جاننے والا اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں خبر دینے والا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ فاسئل بہ خبیرا اس کی تفسیر میں) قاضی ابوبکر بن العلا نے کہا ہے کہ جس کو سوال کرنے کا حکم ہوا ہے وہ غیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور مسئول خبیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کریں تو اسی بناء پر آپ ہی خبیر ہیں) اور قاضی مذکور کے سوا اور علماء نے کہا ہے کہ سائل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مسئول خبیر سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں معنوں پر جو پیشتر مذکور ہوئے ہیں خبیر ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ ان علوم غیوب سے پورے واقف تھے جن کا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا تھا اور آپ اپنی امت کو ان امور سے خبر

دینے والے بھی تھے جن کے کہ اعلام کا آپ کا اذن دیا گیا تھا۔ اور اسماء الٰہی میں سے ہے فتاح اور اس کے معنی ہیں بندوں میں حکم کرنے والا یا دروازہائے رزق اور رحمت اور ان امور کا کھولنے والا جو ان پر بند اور مغلق ہیں یا (اس کے معنی ہیں کہ) وہ معرفت حق کے ساتھ ان کے دلوں اور آنکھوں کو کھولتا ہے اور نیز وہ ناصر کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ کہ اگر تم مدد کے طالب ہو تو تمہارے پاس مدد دینے والا آ پہنچا اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں ابتداء فتح اور نصر دینے والا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حدیث اسراء میں جو بڑی طول طویل حدیث ہے اور بروایت ربیع بن انسؓ ابی العالیہ وغیرہ کے واسطے سے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوئی ہے اپنے نبی کریم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فاتح نام رکھا ہے اور اس میں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو خاتم اور فاتح کیا ہے۔ اور اسی حدیث میں ضمن ثناء اوصفت باری تعالیٰ اور شمار مراتب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوا ہے (کہ آپ نے عرض کیا) کہ میرا بول بالا کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم کیا اور اس جگہ کو فاتح کے معنی ہیں اپنی امت میں حکم کرنے والے اور ان کے لیے دروازہائے رحمت کے کھلوانے والے اور معرفت حق اور ایمان باللہ کے ساتھ ان کی آنکھیں کھولنے والے اور حق کے لئے مدد کرنے والے یا امت کی ہدایت شروع کرنے والے یا انبیاء میں سب سے اول اور مقدم اور ان کے ختم کرنے والے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے اور بعثت میں سب کے بعد ہوں۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے شکور اور یہ نام حدیث میں آیا ہے اور اس کے معنی ہیں تھوڑے عمل پر بہت جزا دینے والا اور کہا گیا ہے کہ اطاعت کرنے والوں کی تعریف کرنے والا اور اس وصف کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے اور کہا ہے اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس وصف کے ساتھ اپنے نفس کریم کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا (یعنی کیا میں نے اپنے رب کی نعمتوں کا اقرار کرنے والا اور ان کی قدر کا جاننے والا اور ان پر تعریف کرنے والا اور اپنی جان سے زیادت نعمت میں کوشش کرنے والا نہ ہو جاؤں اس واسطے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا اور اسمائے الٰہی میں سے ہے علیم اور علام اور عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ اور سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

علم کے ساتھ موصوف اور اپنی طرف سے مرتبت اور فضیلت علم کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے فرمایا اللہ تعالی نے۔ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ اور فرمایا ہے وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور اسما الٰہی میں سے ہیں اول اور آخر اور ان دونوں کے معنی ہیں وجود سب چیزوں سے پہلے موجود اور فنا سب چیزوں کے بعد باقی اور حقیقت اس اسم کی یہ ہے کہ اس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے اور بعثت میں سب نبیوں سے پیچھے ہوں اور انھیں معنی کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالی کے اس قول کی تفسیر کی گئی ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیِّیْنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور ایسے ہی معنی کی جانب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اشارہ کیا ہے اور اسی قبیل سے ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا) کہ ہم ہی سے پچھلے اور سب سے پہلے ہیں اور آپ کا یہ فرمانا ہے ہوں میں جس سے سب سے پہلے زمین پھٹے گی اور میں ہی ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ سب سے پہلے زمین پھٹے گی اور میں ہی ہوں جو سب سے پہلے شفاعت قبول ہوگی۔ اور آپ سب نبیوں کے ختم کرنے والے اور سب رسولوں سے پیچھے آنے والے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اسماء الٰہی میں سے ہے قوی اور ذوالقوۃ المتین۔ اور اس کے معنی ہیں قادر یعنی بڑی قدرت والا اور سبحانہ وتعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اس وصف کے ساتھ موصوف فرمایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالی نے ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ محمد ہیں اور کہا گیا ہے کہ جبرئیل ہیں (اور وہی صحیح ہے) اور حدیث ماثور میں اللہ کا نام ہے صادق۔ اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی صادق مصدوق وارد ہوا ہے۔ اور اللہ کا ایک نام ہے ولی اور مولی اور معنی ان دونوں کے ہیں ناصر (مددگار) اور فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا ولی کل مومن کہ میں ہر مومن کا ولی (مددگار اور دوست وار ہوں) اور فرمایا اللہ تعالی نے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اسماء الٰہی میں سے ہے عفو اور اس کے معنی ہیں نہایت درجہ کا درگذر کرنے والا اور اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن شریف اور توراۃ میں اپنے نبی کریم کی اس صفت کے ساتھ تعریف فرمائی ہے اور آپ کو اس کا

تم بھی فرمایا ہے۔ فرمایا ہے خذالعفو۔ درگزر کو اختیار کرو اور فرمایا ہے۔ فاعف عنھم واصفح۔
آپ ان سے معاف کرو اور درگزر فرماؤ۔ اور جب آپنے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیہ
کریمہ خذالعفو کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ آپ اس شخص سے درگزر فرمائیے جو
آپ کو ستائے۔ اور حدیث مشہور میں ہے کہ توراۃ اور انجیل میں منجمن آپ کے وصف
کے کہا ہے کہ آپ نہ بدخلق ہیں اور نہ سخت دل اور لیکن آپ معاف فرماتے ہیں اور
درگزر کرتے ہیں اور اسماء الہی میں سے ہے ہادی۔ اس کے معنی ہیں سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے
بندوں میں سے جس کو چاہے توفیق عطا فرمانا اور (نیز) اس کے معنی ہیں رہنمائی اور بلانے کے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ اور اصل ان سب (اقسام ہدایت) کی (خواہ بمعنی توفیق ہو یا دلالت یا دعوت)
میل سے ہے اور کہا گیا ہے کہ تقدیم سے (یعنی یا تو مہتدی خود اپنی جگہ سے اس جانب بڑھتا
ہے جس کی جانب اس کو ہدایت کی جاتی ہے یا کوئی دوسرا شخص اسکو اس طرف بڑھاتا ہے)
اور تفسیرطہ میں کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں یا طاہر یا ہادی اور اس سے بھی نبی اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا
ہے اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور نیز آپ کے حق میں فرمایا ہے۔
وداعیاالی اللہ باذنه وسراجا منیرا تو پہلے معنی کے ساتھ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی
مختص ہے (کہ عطاء توفیق اسی کا کام ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ
اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور معنی دلالت (اور دعوت) کے اعتبار سے اللہ
سبحانہ وتعالیٰ کے سوا اور دن پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور اسماء الہی میں سے ہے۔ مومن اور
مہیمن اور کہا گیا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی معنی میں ہیں تو سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں تو
مومن کے معنی ہیں اپنے بندوں سے اپنے وعدہ کا سچا کرنے والا اور نیز اپنے مومنین بندوں
اور رسولوں کی تصدیق کرنے والا اور کہا گیا ہے کہ (اس کے معنی ہیں) اپنی ذات کی یکتائی
بیان کرنے والا اور کہا گیا ہے (کہ اس کے معنی ہیں) اپنے بندوں کو دنیا میں ظلم سے اور
مومنین کو آخرت میں عذاب سے امن میں رکھنے والا اور کہا گیا ہے کہ مہیمن کے معنی ہیں
امین کے اور یہ امین کے تصغیر ہے کہ اس کا ہمزہ ہاء سے بدل گیا ہے اور کہا گیا کہ مومنین کا
دعائیہ کہنا کہ امین اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس کے معنی ہیں مومن۔ اور کہا گیا ہے کہ
مومن کے معنی ہیں شاہد اور حافظ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی امین اور مومن
اور مہیمن ہیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کا امین نام رکھا ہے۔ سو فرمایا ہے۔ مطاع ثم

امین۔ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی امین کے نام سے معروف اور مشہور رہے ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اس شعر میں آپ کا مہیمن نام لیا ہے۔ ثم احتوی بیتک المہیمن ممن خندف علیاء تحتها النطق کہا گیا ہے کہ (بیت میں المہیمن سے) یا اعلیٰ مہیمن مراد ہے (یعنی اللہ) اور یہ قتیبی اور امام ابوالقاسم قشیری کا قول ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَیُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی آپ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور مومنین کا یقین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنے اصحاب کے لیے (امن) ہوں سو اس) لفظ کے معنی ہیں المومن یقین کرنے والے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ہے قدوس اور اس کے معنی ہیں نقصان سے بری اور علامات حدوث سے پاک اور بیت المقدس کو بھی بیت المقدس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں انسان گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور اسی قبیل سے ہیں وادی المقدس اور۔ روح القدس اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی بھی مقدس واقع ہوا ہے یعنی گناہوں سے پاک جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ یا اس کے معنی ہیں کہ وہ ذات اقدس جس کے سبب لوگ گناہوں سے اور اس کے اتباع کے سبب عیوب سے پاک ہوتے ہیں جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ویزکیھم اور فرمایا ہے۔ وَیُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ یا یہ کہ مقدس کے معنی ہیں کہ اخلاق ذمیمہ اور اوصاف رذیلہ سے پاک اور صاف اور اللہ کے ناموں میں سے ہے عزیز اور اس کے معنی ہیں۔ الممتنع الغالب کہ اپنی ذات سے ممتنع اور اپنے اوصاف سے غالب یا اس کے معنی ہیں بے نظیر اور بے مثل یا اس کے معنی ہیں دوسروں کو عزت دینے والا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ یعنی امتناع اور جلالت قدر اللہ اور اس کے رسول ہی کے لیے ہے اور نہ کسی کے لیے اور سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کا بشارت اور نذارت کے ساتھ وصف فرمایا ہے۔ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ۔ اور فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی۔ اور دوسرے محل پر کہا ہے۔ یُبَشِّرُکَ بِکَلِمَةٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مبشر اور نذیر اور بشیر نام رکھا ہے یعنی آپ اہل اطاعت کے لیے بشارت دینے والے اور اہل معصیت کے لیے ڈرانے والے ہیں (فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ اور فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا

وَنَذِيرٌ کے اور حسب تحریر بعض مفسرین کے طہ اور یس بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام ہے اور بعض مفسرین نے ان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں ذکر کیا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے شرف کرم کو اور زیادہ فرما دے۔

فصل 15- قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اب میں چند نکات ذکر کرتا ہوں جن کو کہ میں اس فصل کے ذیل قرار دیتا ہوں اور اسی کے ساتھ میں اس قسم کو پورا کروں گا اور اس کے ذریعہ سے میں ہر ضعیف الوہم سقیم الفہم سے اشکال کو دفع کروں گا تاکہ وہ اس کو مہالک تشبیہ اور مہاوی تمویہ سے نجات دے اور وہ یہ ہے (کہ ہر مکلف پر واجب اور لازم ہے) کہ وہ اس امر کا اعتقاد رکھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے عظمت اور کبریائی اور ملکوت اور اسماء حسنی اور صفات علیہ میں بے مثل اور بے نظیر ہے نہ وہ خود کسی شے سے مشابہ ہے اور نہ کوئی شے اس کے مشابہ ہے اور جو شرع میں ایسے صفات (مشترک) وارد ہوئے ہیں جو خالق اور مخلوق دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ سو ان میں حقیقۃً کوئی مشابہت اور مناسب نہیں ہے اس واسطے کہ قدیم کی صفتیں مخلوق (محدث) کی صفتوں کی برعکس ہوتی ہیں تو جیسی سبحانہ وتعالیٰ کی ذات (بے مثل اور بے نظیر ہے کہ) کسی ذات سے مشابہ نہیں ایسے ہی اس کے صفات بھی صفات مخلوقات (سے برعکس ہیں اور اس) کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ صفات مخلوقات کا اعراض اور اغراض سے جدا ہونا ممکن نہیں اور سبحانہ وتعالیٰ اعراض اور اغراض سے بالکل پاک اور صاف ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے مع اپنی ذات اور صفات کے قائم دائم ہے اور اس باب میں سبحانہٖ وتعالیٰ کا صرف یہ قول کافی ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ) کہ زمین و آسمان میں کوئی شے اس کے مثل نہیں۔ اور سبحانہ اللہ بعض علماء عارفین محققین نے کیا خوب کہا ہے کہ توحید ایسی ذات (بے مثل) کا ثابت کرنا ہے جو نہ کسی ذات سے مشابہ ہوا اور نہ صفات سے معطل اور اس نکتہ کی واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے توضیح کی ہے اور اس کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور وہی ہمارا مقصود ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ نہ اس کے ذات کی مثل کوئی ذات ہے اور نہ اس کے نام کے مانند کوئی نام ہے اور نہ اس کے فعل کے مانند کسی کا فعل ہے اور نہ اس کی صفت کے مانند کسی کی صفت ہے مگر اتنی بات ہے کہ لفظ لفظ سے مطابق ہو گیا ہے (کہ صفت خالق کا لفظ صفت مخلوق کے لفظ سے مشابہ ہو گیا ہے) اور ذات قدیم اس سے فوق ہے کہ کوئی شے حادث اس کی صفت بن سکے جیسا کہ یہ امر محال ہے کہ کسی شے محدث کی کوئی ذات قدیم صفت بن سکے اور یہ سب کا سب اہل حق اور اہل سنت والجماعت کا مذہب

ہے رضی اللہ عنہم۔ اور امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ نے (واسطی کے) اس قول کی اور تفسیر کی ہے تاکہ وہ زیادہ واضح اور صاف ہو جائے تو انہوں نے کہا ہے کہ یہ حکایت جوامع مسائل توحید پر مشتمل ہے اور بھلا اس کی ذات (منزہ من السمات) ذات محدثات سے کیونکر مشابہ ہو سکتی ہے۔ اور اس کی ذات خود اپنے ذات کے ساتھ (کل چیزوں سے) سے مستغنی ہے اور اس کا فعل فعل مخلوقات سے کیونکر مشابہ ہو سکتا ہے اور اس کے فعل میں نہ کسی انیس کی طلب مقصود ہے اور نہ کسی نقصان حاصل کا دفع مطلوب ہے اور نہ اس کے فعل میں کوئی اندیشہ اور غرض ہے اور نہ اس کا فعل مباشرت اور معالجت کا محتاج ہے اور مخلوق کا فعل ان اغراض سے خالی نہیں ہوتا (بلکہ اس میں کوئی نہ کوئی غرض ضرور موجود ہوتی ہے) اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ تم جن امور کا وہم کر سکتے ہو یا ان کو اپنی عقلوں سے یاد کر سکتے ہو جو تمہاری طرح وہ بھی محدث ہیں اور امام ابوالمعالی الجوینی نے کہا ہے کو جو کوئی کسی ایسی موجود کی جانب مطمئن ہو جس کی جانب کہ اس کا فکر منتہی ہوتا ہو وہ مشبہ ہے اور جو کوئی نفی محض کی جانب اطمینان حاصل کرے وہ معطل ہے اور جو کوئی (بلا تشبیہ و تعطیل) مجرد موجود کہ یقین کرے اور ادراک حقیقت سے اپنے عجز کا معترف ہو سو یہ محض موحد ہے۔ اور ذی النون مصری رحمہ اللہ نے خوب کہا ہے کہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ تو یہ جانے کہ اللہ کی قدرت ہر چیز میں بلا علاج ہے اور اس کا ان کو بنانا بلا مزاج ہے (یعنی وہ ان کو بدون کسی ترکیب کے مجرد اپنے حکم اور قدرت سے ابتداءً بات کو نیا پیدا کرتا ہے) اور ہر چیز کی علت اس کی صنعت ہے اور اس کی صنعت کی کوئی علت نہیں (وہ محض بے علت ہے) اور جو چیز تیرے وہم میں آئے اللہ اس کے خلاف ہے۔ اور یہ کلام نہایت عجیب اور نفیس اور محقق ہے اور آخری فصل (یعنی جو چیز تیرے وہم میں آئے الخ) قول اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیء۔ کی تفسیر ہے اور دوسری فصل (یعنی ہر چیز کی علت الخ) قول اللہ تعالیٰ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔ کی تفسیر ہے اور تیسری فصل یعنی توحید کی حقیقت الخ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اور تجھ کو توحید اور ثبات صفات اور تنزیہ پر قائم رکھے اور انتہائے گمراہی تشبیہ اور تعطیل سے محفوظ اور مامون رکھے (بحرمتہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

چوتھا باب۔ ان معجزات (قاہرہ) اور دلائل باہرہ کے بیان میں جو آنحضرت کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے ہیں اور ان خصائل کبری اور علامات عظمیٰ کے بیان میں جن کے

ساتھ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مشرف اور مخصوص فرمایا ہے۔ قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس شخص کے لیے جو ہماری اس کتاب میں نظر کرے یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ ہم نے یہ کتاب اس شخص کے لیے جمع نہیں کی ہے جو ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کا منکر ہو اور آپ کے معجزات میں طعن کرتا ہو جس کے سبب ہم کو اس کی ضرورت ہو کہ ہم اس پر دلائل اور برہان قائم کر کے اس امر کی حفاظت کریں کہ کوئی شخص اس میں طعن نہ کرنے پائے اور نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ ہم معجز اور تحدی کے شروط کو ذکر کریں اور نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ ہم فساد قول اس شخص کو ذکر کر کے اس کا رد کریں جو نسخ شرائع کو باطل بتایا ہے بلکہ ہم نے اس کتاب کو صرف ان لوگوں کے لیے جمع کیا ہے جو آپ کے ہم مذہب اور ہم ملت اور آپ کے متبع اور آپ کی نبوت کے سچ جاننے والے ہیں تاکہ ان کی محبت میں ترقی ہو اور ان کو توفیق حاصل ہو اور ان کے ایمان اور اعمال میں ترقی ہو اور اس باب میں ہمارا یہ مقصود ہے کہ ہم آپ کے معجزات اور آیات سے انہیں آیات اور معجزات کو بیان کریں جو کہ معجزات کے اصل اصول اور عام اور خاص میں مشہور ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک آپ کی قدر منزلت کیسی رفیع ہے اور ان آیات اور معجزات میں سے بھی ہم صرف انہیں آیات اور معجزات کو ذکر کریں گے جو کہ محقق اور ان آیات اور معجزات میں سے بھی ہم صرف انہیں آیات اور معجزات کو ذکر کریں گے جو کہ محقق اور ثابت اور صحیح الاسناد ہیں۔ اور ان میں سے اکثر تو ایسے ہوں گے جو قطعی یا قریب نہ قطعی ہیں اور ان آیات اور معجزات کے ساتھ ہم ان آیات اور معجزات کو اور شامل کریں گے جو کتب مشہور ائمہ حدیث میں واقع ہیں اور جب کوئی متامل منصف مزاج ان امور میں تامل کریں گا جن کو کہ ہم پیشتر ذکر کر آئے ہیں اور اس بات کو سوچے گا کہ آپ کی سیرت کیسی پاکیزہ اور آپ کا اخلاق کیسا ستودہ تھا اور آپ علم میں کیسے فائق تھے اور آپ کی عقل اور آپ کا حکم کیسا راجح تھا اور آپ میں تمام کمالات اور جملہ خصائل حمیدہ کیسے جمع ہوئی تھیں۔ اور نیز آپ کے مشاہد احوال اور صواب مقال میں غور کریں گا تو (وہ جان لے گا کہ آپ سچے نبی ہیں اور) اس کو آپ کی نبوت کی صحت اور آپ کی دعوت کی سچائی میں کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے گا۔ اور یہی امور آپ پر ایمان اور اسلام لانے میں بہت سے لوگوں کو کافی ہوئے ہیں سو ہم نے ترمذی اور ابن قانع وغیرہم سے ان کے اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں آپ کے دیکھنے کو حاضر ہوا تو

جب میں نے آپ کا روئے مبارک دیکھا اور اس میں تامل کیا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ کا منہ جھوٹے کا سا منہ نہیں ہے اس قصہ کو ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمہ اللہ نے سند خود بیان کیا ہے اور ابی اشہ تمی سے مروی ہوا ہے (کہ اس نے کہا) کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میرا بھتیجہ تھا تو میں نے آپ کو اس کو بھی دکھایا اور خود بھی دیکھا تو جب میں نے آپ کو دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ اور امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے جب ضماد (بن ثعلبۃ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھدان لاالہ اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ۔ تو انھوں نے عرض کیا ہے کہ آپ اپنے ان کلمات کو پھر فرمایئے کہ یہ کلمات تو دل میں چبھ گئے اور کہا اپنا ہاتھ لایئے کہ میں آپ سے بیعت کروں۔ اور جامع بن شداد نے کہا ہے کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کو لوگ طارق کہتے تھے اس نے خبر دی ہے کہ میں نے مدینہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی ایسی چیز ہے جو تم بیچتے ہو تو ہم نے کہا کہ ہاں یہ اونٹ ہے فرمایا کتنے کو تو ہم نے کہا اتنے کو اتنے وسق کھجور دن کو تو آپ اس کی مہار پکڑ کر مدینہ منورہ کی جانب چلے گئے تو ہم نے کہا ہم نے ایسے شخص کے ہاتھ اپنا اونٹ بیچ دیا جس کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے اور ہمارے ساتھ ایک عورت اپنے ہودج میں سفر کر رہی تھی وہ بولی کہ تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں میں نے اس شخص کا منہ دیکھا ہے سو اس کا منہ ایسا ہے جیسا چودھویں رات کا چاند وہ تمہارے ساتھ (دغا نہ کرے گا کہتے ہیں) کہ جب صبح ہوئی تو (ہمارے پاس) ایک شخص کھجوریں لے کر آیا اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں اور تمہارے پاس آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو فرمایا ہے کہ ان کھجوروں میں سے کھاؤ اور بقدر اپنے حق کے ان میں سے تول لو تو ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور جلندی ملک عمان کی خبر میں ہے کہ جب اس کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اسلام کی دعوت فرماتے ہیں تو اس نے کہا کہ واللہ مجھ کو اس نبی (کے تصدیق) پر اس امر نے رہبری کی ہے کہ جس کی بھلائی کا وہ حکم کرتے ہیں اس کو سب سے پہلے آپ خود کرتے ہیں اور جس امر سے آپ کسی کو منع فرماتے ہیں تو سب سے پہلے آپ ہی اس کو چھوڑتے ہیں اور آپ کسی پر غالب ہوتے ہیں تو اتراتے نہیں اور مغلوب

ہوتے ہیں تو گھبراتے نہیں اور آپ عہد کے پکے اور زبان کے سچے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (اللہ کے) نبی ہیں۔ اور لفطویہ نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ۔ یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ میں کہا ہے کہ یہ ایک مثل ہے جس کو سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بیان فرمایا ہے۔ فرماتا ہے کہ آپ کا منظر مبارک آپ کی نبوت کو بلا بتائے خود بخود بتائے دیتا ہے گو آپ قرآن شریف بھی نہ پڑھیں اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے لولم تکن فیہ ایات مبینتہ فکان منظرہ نبیک بالخبر اور اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ ہم نبوت اور وحی اور رسالت کا ذکر شروع کریں اور اس کے بعد معجزہ قرآن شریف اور ان دلائل اور براہین واضحہ کو بیان کریں جو کہ قرآن شریف میں موجود ہیں۔

فصل 1۔ معلوم کرنا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے بندوں کے دلوں میں ابتداء بلا کسی واسطے کے اپنی معرفت اور اپنی ذات پاک اور اپنے اسماء اور اپنے اوصاف اور تمام تکلیفات شرعیہ کا علم پیدا کر دے جیسا کہ عادات الٰہی سے بعض انبیاء علیہم السلام کے حق میں حکایت کیا گیا ہے اور اس کو بعض اہل تفسیر نے قول اللہ تعالیٰ۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ سب باتیں ان تک کسی واسطے کے ساتھ پہنچائے جاویں جو ان کو سبحانہ وتعالیٰ کا کلام پہنچائے اور یہ واسطہ یا تو بشر کے سوا کوئی اور شخص ہو جیسے انبیا کرام کے ساتھ فرشتہ یا کوئی انہیں کا ہم جنس (بشر) ہو جیسے امتوں کے ساتھ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اور دلائل عقل سے کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو اس کی مانع ہو اور جب یہ امر جائز ٹھہر چکا نہ محل اور رسول علیہم الصلوۃ والسلام ان معجزات کے ساتھ تشریف لائے جو اس کے صدق پر دلالت کرتے ہیں تو ان کے جمیع ان امور میں تصدیق کرنا واجب اور لازم ٹھہرا جن کو کہ وہ لادیں کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے معجزہ تمام ان باتوں میں جن کو وہ کہتے ہیں سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا تم اس کی اطاعت کرو اور اس کی پیروی بجا لاؤ اور وہ معجزہ اس کے صدق اور سچائی کا بڑا شاہد ہے اور اثبات مدعا کے لئے اتنا بیان کر دینا کافی ہے اور اس میں طوالت کرنا خارج از مدعا ہے سو جو کوئی اس کو پورے پورے طور پر معلوم کرنا چاہے (اس کو لازم ہے کہ وہ کتب ائمہ کا مطالعہ کرے کہ) وہ اس کو خدا نے چاہا ہمارے ایمہ کی کتاب میں پورا پورا پائے گا۔

نبوت اس شخص کی لغت پر جس نے اس کو مہموز پڑھا ہے بناء بمعنی خبر سے ماخوذ

ہے اور تاویل پر اس کو کبھی "نبیا" للعز غیر مھموز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اور اس وقت اسی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو اپنے (بعض) مغیبات پر آگاہ فرمایا ہے اور اس کو یہ بتلایا ہے کہ وہ اس کا نبی ہے تو وہ شخص نبی منبئی ہوتا ہے (یعنی نبی یا خبیر) تو اس صورت میں فعیل بمعنی مفعول ہے یا وہ اس امر کا خبر دینے والا ہوتا ہے جس کے ساتھ کہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو مبعوث فرمایا ہے اور وہ اس امر کا اطلاع دینے والا ہوتا ہے جس پر کہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو مطلع فرمایا ہے سو اس صورت میں فعیل بمعنی فاعل ہوتا ہے اور اس شخص کے نزدیک جس نے نبوت کو غیر مھموز پڑھا ہے وہ نبوت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں زمین مرتفع تو اس وقت اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک نبی کا رتبہ نہایت شریف اور اس کا مرتبہ نہایت لطیف اور رفیع ہے سو نبی کے حق میں دونوں وصف متلازم ہیں (کہ وہ ان سے جدا نہیں ہوتے) اور رہا رسول سو اس کے معنی ہیں مرسل اور فعیل کا صیغہ مفعل کے معنی ہیں (بہت کم) شاذ ونادر ہی آتا ہے اور رسول کا ارسال یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو یہ حکم دے کہ وہ ان لوگوں کو احکام الٰہی پہنچادے جن کی طرف کہ وہ مبعوث ہوا ہے اور یہ لفظ تتابع سے مشتق ہے بولتے ہیں۔ جاء الناس من لرسالا بعمني تبع بعضهم بعضا۔ یعنی ایک کے پیچھے ایک آیا گویا کہ رسول علیہ السلام نے تکرار تبلیغ کو اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ احکام الٰہی کو بار بار امت کی طرف پہنچادے گا یا امت پر اس کا اتباع لازم کیا گیا ہے۔

اور اس امر میں علما کے درمیان اختلاف واقع ہے کہ آیا نبی اور رسول دونوں کے ایک معنی ہیں یا دونوں بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں اور اصل اس کے معنی اعلام ہے اور اس قائل نے اپنے اس قول پر سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اور وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارسال کو (نبی اور رسول) دونوں کے لئے ثابت کیا ہے اور اس قائل نے کہا ہے کہ جو نبی ہے وہ رسول بھی ہے اور جو رسول ہے وہ نبی بھی ہے۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ وہ من وجہ۔ ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں نفس نبوت میں مشترک ہیں جس کے معنی ہیں اطلاع علی الغیب اور اعلام بخواص النبوت یا رفعت مرتبت جو کہ معرفت رسالت اور نبوت اور حصول اس مرتبت عالی کے سبب حاصل ہوی ہے اور زیادت رسالت یعنی امر بالانذار اور اعلام میں جو کہ رسول کو حاصل ہوتے ہیں وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں جیسا کہ ہم نے کہا ہے اور ان کی دلیل بھی بعینہ یہی آیت ہے وجہ استدلال (اس جماعت

ی) یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آیت میں رسول اور نبی دونوں ناموں میں تفریق کی ہے اگر وہ دونوں ایک ہی چیز ہوتے تو کلام بلیغ میں ان کا تکرار مستحسن نہ ہوتا اور ان حضرات نے کہا ہے کہ آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم نے کسی امت کی طرف کوئی رسول یا کسی شخص کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا جو رسول نہیں اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ رسول وہ ہے جو نئی شریعت لایا ہو اور جو نئی شریعت نہ لایا ہو وہ نبی ہے نہ رسول گو اس کو ابلاغ اور انذار کا حکم ہو گیا ہو اور مذہب صحیح جس پر کہ جم غفیر (متفق) ہے یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پچھلے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم۔

اور حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ میں مرفوعا آیا ہے کہ (دنیا میں) ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ ان میں تین سو تیرہ رسول تھے جن میں سب سے پہلے (ابونا) آدم علیہ السلام ہیں۔

پس جب تجھ کو نبوت اور رسالت کے معنی معلوم ہو چکے تو تجھ کو یہ بھی جان لینا ضرور ہے کہ محققین کے نزدیک نبوت اور رسالت نہ ذات نبی ہے اور نہ وصف ذات بخلاف کرامیہ کے ان کے تطویل اور تہویل غیر معتمد ہیں۔

اور رہی وحی سو اس کی اصل ہے اسراع (دوڑنا) چونکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام بھی اخذ اور قبول اس امر کی جانب جو ان کے پاس رب العزت کی طرف سے آیا ہے دوڑتے ہیں (اور اس کے لینے میں جلدی کرتے ہیں) اس لئے اس شے کو بھی وحی کہنے لگے ہیں جو ان کے پاس خدا کی طرف سے آتی ہے۔ اور الہام کے جملہ اقسام بھی وحی کہلاتے ہیں کیونکہ وہ بھی وحی انبیاء علیہم السلام سے مشابہ ہے اور سرعت حرکت دست کاتب کے سبب خط کو بھی وحی بولتے ہیں۔ اور وحی الحاجب اور وحی اللحظ ان دونوں کے سرعت اشارہ کا نام ہے اور اسی باب سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا۔ فَاَوْحٰی اِلَیْہِمْ اَنْ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا۔ یعنی ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ اور کہا گیا ہے کہ (اس کے معنی ہیں) لکھا اور اسی سے ہے قول عرب۔ الوحی الوحی۔ جلدی جلدی اور کہا گیا ہے کہ وحی کی اصل ہے سر اور اخفاء (یعنی پوشیدہ اور چھپانا) اور اسی سبب سے الہام کو بھی وحی کہتے ہیں اور اسی قبیل سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا۔ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیٰٓئِہِمْ یعنی شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں اور اسی قبیل سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا۔ واوحینا الی ام موسیٰ۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے

دل میں ڈالا۔ اور یہی بات (قول اللہ تعالیٰ) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا میں بھی کہی گئی ہے۔ یعنی وہ امر جو اس کے دل میں بلا کسی واسطہ کے ڈالا جائے۔

فصل 2۔ معلوم کرنا چاہیے کہ ہماری اس شے کو معجزہ کہنے کی جس کو کہ انبیاء کرام لائے ہیں یہی وجہ ہے کہ خلقت ایسی چیز کے لانے سے عاجز ہوتی ہے۔ اور اس کی دو قسم ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو قدرت انسانی میں داخل ہو مگر وہ اس کے لانے سے عاجز ہو گئے ہوں اور لا نہ سکے ہوں جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہود کا تمنی موت سے پھیر دینا اور رائے بعض پر کفار قریش کو مثل قرآن کے لانے سے عاجز کر دینا۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو قدرت انسانی میں داخل نہ ہو اور نہ وہ اس کو کر سکتے ہوں جیسے مردوں کا زندہ کرنا اور لاٹھی کا سانپ بنا دینا اور صالح علیہ السلام کا پتھر سے اونٹنی کا نکالنا اور درخت کا کلام کرنا اور انگلیوں سے پانی کا نکلنا اور چاند کا دو ٹکڑے کر دینا اور علیٰ ہذا اور بہت امور جن کو کہ خدا کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ سو ان امور کا دست مبارک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کا کام ہے اور نبی اللہ صلعم کا ان اشخاص سے جو آپ کو جھٹلاتے تھے یہ کہنا کہ تم بھی اس کے مثل لے آؤ اور ان کا اس کے لانے سے عاجز رہنا سبحانہ وتعالیٰ ہی کا عاجز کرنا ہے۔

معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت اور قوت اور معلوم کرنا چاہیے کہ جو معجزہ اور دلائل اور براہین ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے ہیں وہ دونوں قسم کے معجزہ ہیں اور آپ معجزات میں بھی سب نبیوں سے زیادہ ہیں اور آپ کے دلائل اور براہین بھی سب نبیوں کے دلائل اور براہین سے اقوی اور اظہر ہیں جیسا کہ ہم اس کو آگے بیان کریں گے اور آپ کے معجزات کی اول تو تعداد ہی زیادہ ہے اور پھر ان کے ضمن میں اتنے معجزات داخل ہیں جن کا کہ انحصار ناممکن ہے کیونکہ ان میں سے ایک معجزہ قرآن شریف ہے سو اسی کے اتنے معجزہ ہیں جو نہ ہزار کے ساتھ شمار ہو سکتے ہیں اور نہ دو ہزار کے اور نہ اس سے زائد کے ساتھ کیونکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ایک سورت کے ساتھ تحدی فرمائی ہے (اور فرمایا ہے۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ) پھر وہ اس کے بھی لانے سے عاجز رہے اور اہل علم نے کہا ہے کہ سورتوں میں۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ سب سے چھوٹی سورت ہے سو اس میں سے ہر آیت یا سب آیتیں معجزہ ہیں گنتی کے اعتبار سے بھی اور قدر کے اعتبار سے بھی پھر نفس سورہ کوثر میں بہت سے معجزے ہیں۔ جیسا کہ ہم ان کو ضمن اون معجزات کے مفصل بیان کریں گے جن کو کہ

قرآن شریف مشتمل ہے۔
معجزات آنحضرت صلعم کے اقسام پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔کے معجزات کی دو قسم ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو قطعی اور یقینی طور سے معلوم (اور معروف) ہیں اور بنقل متواتر ہماری طرف منقول ہوئے ہیں جیسے قرآن شریف کہ اس میں کسی قسم کا شک اور شبہہ اور خلاف نہیں بالیقین اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اور وہ آپ سے ظاہر ہوا ہے اور آپ نے اس کی حجت سے (اپنے صدق پر) استدلال کیا ہے اور اگر کوئی معاند یا جاحد انکار بھی کرے تو اس کا یہ انکار ایسا ہے جیسا کوئی یہ کہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف ہی نہیں لائے بلکہ منکرین جاحدین سے جو اعتراض منقول ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے حجت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سو اس کلام حد ذاتہ مع ان تمام آیات اور سور کے جن کو کہ وہ متضمن ہے آپ کے معجزات سے ہونا ضرورۃ معلوم ہے (اور محتاج مشاہدہ نہیں) اور نیز وجہ اس کے اعجاز کی بھی ضرورۃ اور نظرا (دونوں طرح سے) معلوم ہے جیسا کہ ہم اس کو آگے مشروحاً بیان کریں گے۔

ہمارے بعض ائمہ نے کہا ہے کہ یہ بات بھی اسی قبیل سے ہے کہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر بہت سی آیات اور خوارق ظاہر ہوئے ہیں گو کوئی فرد معین ان میں سے حد تواتر اور یقین کو نہ پہنچا ہو مگر بحیثیت مجموعی اس میں شک نہیں کہ آپ کے دست مبارک پر بہت سے معجزات اور خوارق ظاہر ہوئے ہیں اور ان خوارق اور معجزات کے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر جاری ہونے میں کسی مومن اور کافر کے درمیان خلاف نہیں ہے بلکہ کسی معاند جاحد نے جو خلاف کیا ہے وہ اس امر میں کیا ہے کہ آیا یہ خوراق خدا کی طرف سے بھی ہیں یا نہیں اور یہ امر ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور یہ معجزہ اور تحدی ایسا ہے جیسا سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تو نے سچ کہا سو اتفاق معانی کے سبب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے معجزات اور خوارق کا صادر ہونا ہم کو ضرورۃ ایسا معلوم ہے جیسا کہ لوگوں کو حاتم کی سخاوت اور عنتر کی شجاعت اور احنف کا حلم معلوم ہوا ہے کیونکہ ان میں سے ہر واحد سے جو خبریں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب اس امر پر متفق ہیں کہ یہ سخی تھا اور وہ بہادر اور یہ حلیم حالانکہ فی حد ذاتہ نہ ان میں سے ہر چیز علم کی موجب ہے اور نہ قطعی طور سے اس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح ہی ہے اور (آپ کے معجزات کی) معجزہ آنحضرت صلعم کی دوسری قسم وہ ہے

جس کی خبر کو صرف ایک ہی دو شخص نے بیان کیا ہے اور اس کے تھوڑے سے راوی ہوئے ہیں اور پہلی قسم کی طرح وہ لوگوں میں مشتہر بھی نہیں ہوئے ہیں لیکن جب اس کو اس جیسے اخبار کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو وہ معنی اور معجزے کے لانے میں متفق اور مجتمع ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کو پیشتر بیان کیا ہے۔

قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ میں حق کے ظاہر کرنے کی غرض سے (بلکے پکار) کہتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یقینی طور پر معلوم ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ شق القمر کا ہے جس کے واقع ہونے پر نص قرآن ناطق اور اس کے وجود کی مخبر ہے تو بغیر دلیل صارف اس سے دوسری جانب عدول نہ کیا جائے گا اور نیز اسانید کثیرہ کے ساتھ بہت سے اخبار صحیحہ دفع اس احتمال میں وارد ہوئے ہیں تو ہمارے عزم (قوی) کو نہ تو کسی ایسے جاہل احمق کی مخالفت کم زور کر سکتی ہے جو رسی دین کو کھولنا چاہے اور نہ ہم کسی ایسے مبتدع (گمراہ) کی حماقت پر نظر کر سکتے ہیں جو ضعفاء مومنین کے دلوں میں شک ڈالنا چاہے بلکہ ہم اس کی حماقت کو اسی کے ماتھے ماریں گے اور اس کی اس سخافت کو پیخانہ میں پھینک دیں گے۔ اور علی ہذا آپ کے انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور طعام قلیل کا بہت ہو جانا بھی ایسا قصہ ہے جس کو کہ ثقہ ارجم غفیر نے جم غفیر سے اور انہوں نے بہت سے صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک قصہ وہ ہے جس کو کہ ایک جماعت نے دوسری جماعت سے جو کہ معجزات کی راوی ہے ۔سند متصل صحابہ کرام اور اہل خبر سے روایت کیا ہے یہ کہ قصہ (یعنی تکثیر طعام) مواقع اجتماع جم غفیر صحابہ کرام میں غزوہ خندق اور غزوہ بواط اور عمرۃ الحدیبیہ اور غزوہ تبوک وغیرہا میں واقع ہوا ہے جہاں کہ مسلمانوں کو مجلس مجتمع اور ان کا بڑا جمگھٹ جمع ہو رہا تھا اور بایں ہمہ صحابہ کرام میں سے کسی صحابی سے یہ منقول نہیں ہوا کہ فلاں صحابی نے فلاں شخص کی اس معجزے میں مخالفت کی ہے جس کو کہ وہ روایت کرتا تھا اور نہ کسی صحابی سے یہ منقول ہوا ہے کہ انہوں نے کسی شخص پر جو ان سے کسی معجزے کو روایت کرتا ہو اس معجزہ کا انکار کیا ہوا اور کہا ہو کہ میں نے تجھ سے یہ معجزہ نہیں روایت کیا بلکہ وہ سننے کے بعد بھی انکار نہ کرتے تھے تو ان میں سے چپ رہنے والے کا چپ رہنا بھی ایسا ہے جیسا کہ بولنے والے کا بولنا کیونکہ صحابہ کرام کی شان اس سے اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وہ باطل پر سکوت اختیار فرما دیں۔ حالانکہ اس جگہ نہ کسی قسم کی رغبت تھی اور نہ کسی امر کا اندیشہ جو ان کو (اس انکار

ہے) مانع ہوتا اور اگر ان کے نزدیک وہ امر جو انھوں نے سنا منکر اور غیر معروف ہوتا تو وہ ضرور اس کا انکار کرتے جیسا کہ ان میں سے بعض نے بعض پر ان بہت سے امور میں کیا ہے جن کو کہ وہ سنن اور سیر اور حروف قرآن شریف سے روایت کرتے تھے اور بعض نے بعض کو خطا اور وہم کی جانب منسوب کیا ہے جیسا کہ یہ امور معلوم ہیں تو بدلیل مذکور یہ قسم بھی سب کی سب انھیں معجزات سے ملحق ہو گی جو قطعی اور یقینی ہیں۔

اور نیز ایسے اخبارات کے لیے جو بے اصل اور بے بنیاد ہوتے ہیں یہ امر ضرور ہے کہ مرور زمانہ اور تداول بین الناس کے بعد جب اہل تحقیق اس کی چھان بین کرتے ہیں تو اس کا ناقابل للاعتبار اور بے اصل ہونا لوگوں پر کھل جاتا ہے اور (لوگوں سے) ان کا ذکر واذکار مٹ جاتا ہے جیسا کہ بہت سے اخبار کاذبہ اور قصص واہیہ میں مشاہدہ ہے اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات بھی جو از طریق احاد مروی ہیں مرور زمانہ کے ساتھ اور شہرت پکڑتے جاتے ہیں اور باوجود یہ کہ وہ فرق متفرقہ میں متداول ہیں اور جماعت طاعنین کی کثرت ہے اور وہ اس کی تو ہین اور تضعیف میں کوشاں ہیں اور ملاحدہ اس کے اخفاء اور اطفاء میں ساعی ہو رہے ہیں مگر پھر بھی وہ روز بروز قوت اور قبول پکڑتے جاتے ہیں اور طاعنین کو سوائے زیادت حسرت اور سوزش درونی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اور علی ہذا آپ کے معجزات میں آپ کا غیوب اور ان امور سے خبر دینا بھی بالضرورت معلوم ہے جو آئندہ ہونے والے ہیں یا پہلے ہو چکے ہیں۔ اور یہ ایسی پکی اور پکی بات ہے جس میں کسی قسم کا خفا نہیں اور اس امر کے ہمارے ائمہ میں سے قاضی (ابوبکر یا قلانی) اور استاد ابوبکر (بن فورک) وغیرہما قائل ہوئے ہیں۔ اور میرے نزدیک اس شخص کو یہ کہنے کی کہ یہ قصہ جات جو مشہور ہیں از قبیل خبر احاد ہیں یہ وجہ ہے کہ اس نے کتب اخبار اور روایت کا جیسا کہ چاہیے مطالعہ نہیں کیا اور وہ تحصیل دوسرے معارف میں مشغول رہا ہے اور جس کسی نے طریق نقل کا اہتمام اور احادیث اور سیر کا مطالعہ کیا ہے وہ ان قصص مشہورہ کی صحت میں ہرگز ہرگز شک نہیں کر سکتا اور بالیقین جانتا ہے کہ یہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور یہ کوئی بعید بات نہیں کہ ایک شخص کو ایک شے کی تواتر کا علم حاصل ہو اور دوسرے کو نہ ہو کیونکہ خبر کے ذریعہ سے لوگ جانتے ہیں کہ دنیا میں بغداد ایک شہر ہے اور وہ بہت بڑا شہر اور دارالخلافت اور دارالحکومت ہے اور عام لوگ اس کا نام تک نہیں جانتے

اس کی خوبیوں کا تو کیا ذکر ہے۔
اور علی ہذا الفقہاء مالکیہ کو بالضرورت یہ امر معلوم ہے اور انسے بالتواتر منقول ہوا ہے کہ امام مالکؒ رحمتہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ منفرد اور امام پر نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور رمضان شریف کی پہلی رات روزہ کی نیت کر لینا اور راتوں کی نیت کرنے سے کافی ہے۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ کی رائے ہے کہ ہر رات کو نئی نیت کرنا لازم اور ضروری ہے اور مسح سر میں بعض سر پر اکتفا کرنا کافی ہے اور ان دونوں حضرات کا مذہب ہے کہ ہر قتل میں قصاص واجب ہے چاہے جس چیز کے ساتھ ہو لوہا وکھا کر دار ہو یا کوئی اور شے غیر دھار دار۔ اور وضوء میں نیت کرنا واجب ہے اور نکاح میں ولی ہونا شرط ہے اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ ان سب مسائل میں ان کے خلاف ہیں۔ اور فقہاء مالکیہ کے سوا اور علماء جو ان کے مذہب کے ساتھ مشغول نہیں ہوئے اور انھوں نے ان کے اقوال کو روایت نہیں کیا ان کو ان کے مذہب سے ان باتوں کی خبر تک بھی نہیں ہے ان کے سوا اور اشخاص کا تو کیا ذکر ہے۔ اور جب ہم ان معجزات کو بیان کریں گے تو خدا نے چاہا تو اس محل پر ہم اس امر کو اور کھول کر بیان کریں گے۔

فصل 3- اعجاز قرآن شریف کے بیان میں خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق عطا فرما دے
معلوم کرنا چاہیے کہ کتاب اللہ العزیز بہت سے اقسام اعجاز کو متضمن ہے اور ضبط اس کے انواع کا حاصل کرنا چار وجہ میں منحصر ہے۔ پہلی وجہ اس کا حسن تالیف اور اقسام کلمات اور فصاحت اور وجوہ ایجاز اور بلاغت ہے جو کہ عادت عرب کا خارق ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ لوگ فصاحت کے مرد اور (براعت) کلام کے شہسوار تھے اور بلاغت اور حکمت سے ان کو وہ کمال حاصل ہوا تھا جو ان کے سوا کسی اور امت کو نصیب نہیں ہوا اور ان کو وہ چرب زبانی عطا ہوئی تھی جو اور کسی انسان کو عطا نہیں ہوئی اور ان کو (خدا کی طرف سے) وہ خوش بیانی مرحمت ہوئی تھی جس سے وہ عقلا کو اپنا اسیر کرتے تھے اور یہ وصف خدا نے ان کا جبلی اور خلقی وصف کر دیا تھا اور نیز ان میں وہ ملکہ اور قوت بیانی پیدا تھی جس سے وہ فی البدیہہ ایسی بات کہتے تھے جس سے لوگوں کو تعجب میں ڈالتے تھے اور اپنی اس خوش بیانی کے سبب ہر امر کی جانب راہ حاصل کرتے تھے اور ہر محل اور مقام پر (اس کے مناسب) فی البدیہہ خطبہ دیتے اور مقام صعب (دشوار) میں کھڑے ہوتے اور مطالب خطیر کو ادا کرتے اور بوقت نیزہ بازی اور شمشیرزنی اس کے ساتھ رجز پڑھتے اور کسی کی تعریف اور کسی کی ہجو کرتے اور کہیں اس کو (حصول اپنے مطالب کا) وسیلہ ٹھہراتے اور کہیں (اس کے ذریعہ

سے) میل جول پیدا کرتے اور کسی کو (اپنی تعریف سے) اوپر چڑھاتے اور کسی کو (اپنی ہجو سے) نیچے گراتے غرضیکہ اپنی خوش بیانی سے سحر حلال کو ظاہر کرتے اور جس کسی سے راضی ہوتے اس کے گلے میں اپنی تعریف سے موتیوں کا ہار ڈالتے پس اس سے اہل عقل کو دھوکہ دیتے اور اپنے مشکلات کو آسان کرتے اور لوگوں کے دلوں سے کینہ کو دور کرتے اور خوار اور ذلیل لوگوں کو ابھارتے اور نامردوں کو جرات دلاتے اور بخیلوں اور لیموں کا ہاتھ کشادہ کرتے اور ناقص کو کامل اور عاقل کو خامل (گمنام) بناتے ان میں کوئی بدوی تھا جس کے لفظ جزیل اور بات صاف اور کلام فخیم (اور بڑا) ہوتا اور طبع جوہری اور مشرب قوی رکھتا تھا۔ اور کوئی شہری تھا جو نہایت بلیغ اور خوش تقریر اور شیریں بیان تھا جو تھوڑے سے الفاظ میں مطالب کثیرہ کو ادا کرتا اور طبع نرم رکھتا تھا اور (چرب زبان اور شیریں گفتار ہوتا تھا کہ) الفاظ کو بے تکلیف جس طرح چاہتا سانچے میں ڈالتا اور اس کی باتیں پاکیزہ اور پر رونق ہوتیں تھیں اور (ایجاز اور اطناب کے) دونوں باب ہر مقام کے مناسب ہوتے تھے۔ غرضیکہ بلاغت میں ان کو حجت کاملہ اور قوت وافعہ (سرپھوڑ) اور سہم غالب اور طریق واسع حاصل تھا اور وہ اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ کلام ان کی مراد کا مطیع اور بلاغت ان کے مطلوب کی منقاد ہے اور نیز وہ اس کے فنون کے جامع اور اس کے معانی سے لب لباب کے نکالنے والے تھے اور فصاحت اور بلاغت کے دروازوں میں ہر طرف سے گھس رہے تھے اور حصول اس کے اسباب کے لیے انھوں نے (ہر طرف) زینہ کھڑے کر رکھے تھے اور وہ ہر قلیل اور کثیر میں مجال سخن کو وسعت دیتے تھے اور نظم اور نثر میں مفاخرت کرتے تھے سو (ان کی اس فصاحت اور بلاغت اور شیریں بیانی اور چرب زبانی پر) ان کو کسی چیز نے مضطر (اور موثر) نہیں کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب عزیز کے ساتھ جس کی صفت کی ہے لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ کہ وہ ایسی کتاب (بے مثل) ہے جس کے آگے اور پیچھے بھی باطل کا گذر نہیں اور وہ حکیم حمید کی جانب سے اتری ہے جس کی آیتیں محکم اور جس کے کلمات مفصل ہیں اور جس کی بلاغت نے عقلوں کو مبہوت کر دیا اور جس کی فصاحت ہر کلام پر ظاہر ہو گئی اور جس کا ایجاز اور اعجاز ان کے کلام پر غالب آگیا اور جس کا حقیقت اور مجاز (سبقت میں) ایک دوسرے کا معاون اور جس کا مطلع اور مقطع حسن میں ایک دوسرے کا معارض بن گیا اور جس کے جوامع کلم اور بدائع حکم نے بیان کی تمام خوبیوں کو جمع کر لیا اور پھر اس ایجاز اور اختصار پر بھی وہ اپنے حسن میں معتدل اور اس کے الفاظ پسندیدہ اس کے

فوائد (مفیدہ) پر منطبق اور باوجود یہ کہ ان کو اسباب میں ملکہ تامہ حاصل تھا اور وہ مخاطبت اور محاور کے بڑے مرد تھے اور قافیہ بندی اور شعر گوئی میں بڑی قدرت رکھتے تھے اور غرائب اور لغت میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا اور کتاب مسطور ان کی اس زبان میں نازل ہوئی تھی جو ان کے روزمرہ کی بول چال تھی اور جس میں وہ رات دن ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان تیئیس برس تک ہر زمان اور ہر آن ان کو زجر و توبیخ فرماتے رہے اور باواز بلند ان کے سرداروں کے سروں پر پڑھتے رہے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اور وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ۔ اور قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا اور قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ اور یہ (زجر و توبیخ و تحدی) اس واسطے تھا کہ جو چیز من گھڑت اور بے اصل ہوتی ہے وہ آسان اور اختیار معارض سے اقرب ہوتی ہے اور اس کو اس میں اختیار ہوتا ہے کہ اس کو جس طرح چاہے گھڑ لے اور جب الفاظ مطالب صحیحہ کے تابع ہوتے ہیں تو اس وقت بڑی دشواری کا سامنا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں کہ فلاں جیسا کہ کہا جاتا ہے ویسا ہی لکھ دیتا ہے اور فلانہ جیسا چاہتا ہے ویسا ہی لکھ لیتا ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور پہلے شخص کو دوسرے پر بڑی فضیلت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ہمیشہ نہایت درجہ کی زجر توبیخ فرماتے اور ان کے عقلا کی تسفیہ اور ان کے اکابرین کی تنقیص کرتے رہے اور ان کے انتظام کو پریشان اور ان کے بتوں اور ان کے باپ دادوں کی مذمت فرماتے رہے اور ان کا گھر اور در اور زمین اور مال اور مویشی (مومنین کے لیے) مباح کرتے رہے اور بایں ہمہ وہ سب کے سب سرنگوں اور اس کے معارضہ سے پیچھے ہٹے رہے اور اس کا معارضہ نہ کر سکے اور اس کی مماثلت سے اپنی جانوں کی شور و شغب تکذیب اور فتنہ پردازی اور ان اقوال کے ساتھ دھوکہ دیتے رہے۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ۔ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور اِفْكٌ افْتَرَاهُ اور اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اور کہتے رہے کہ یہ بھانمت ہے اور اپنے دنائت (اور ذلت) پر راضی ہے جیسے انکا یہ قول

قول قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور فِیْ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ۔ اور لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ۔ اور اپنے اس عجز پر دعویٰ بھی کرتے رہے لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَا کہ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی ایسا ہی کہہ لیتے اور باوجود یہ کہ سبحانہ وتعالیٰ یہ فرما چکا تھا۔ ولن تفعلوا۔ کہ تم وہ ہرگز نہ کر سکو گے ان میں سے کسی ایک نے بھی کر کے نہ بتایا اور نہ وہ اس پر قادر ہوئے اور اگر ان کے بیوقوف اور ناسمجھ لوگوں میں سے کسی نے اس کا ارادہ بھی کیا تو (اس نے اس سے زیادہ کوئی فائدہ نہیں اٹھایا کہ) اس نے سب کے سامنے اپنے عیوب کو ظاہر کر کے رسوا ہوا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے کلام فصیح سے ان کی فصاحت اور بلاغت کو سلب کر لیا ورنہ ان میں سے ان اشخاص پر جو کہ اہل تمیز (اور ذی فہم) تھے یہ امر پوشیدہ نہ تھا کہ ان کا وہ کلام جو انھوں نے اس معارضہ کے معارضہ میں کہا تھا ویسا (فصیح اور بلیغ) نہ تھا جیسے کہ وہ لوگ فصیح اور بلیغ تھے۔ بلکہ ان کے معارضہ سے سب نے پیٹھ پھیری۔ اور اس کے سامنے مطیع اور منقاد ہو کر حاضر ہوئے کوئی ان میں (مہتدی اور راہ یاب کم ہوا کہ اس نے ہدایت پائی اور اسلام لے آیا) اور کوئی (اس کی فصاحت اور بلاغت پر) مفتون (اور ان کے عجز سے متعجب ہوا) اور یہی وجہ ہے کہ جب ولید بن مغیرہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ آیت سنی۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تو اس نے کہا واللہ اس میں ایک قسم کی شیرینی ہے۔ اور اس پر ایک طرح کا حسن اور رونق ہے اور اس کا نیچے کا ٹکڑا پر آب اور اوپر کا ٹکڑا باثمر ہے انسان یہ نہیں کہہ سکتا۔ اور ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک شخص کو یہ پڑھتے سنا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ) تو وہ سجدہ میں گر پڑا اور کہا کہ میں نے اس کی فصاحت کو سجدہ کیا ہے۔ اور ایک اعرابی نے ایک شخص کو یہ پڑھتے سنا۔ فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْہُ خَلَصُوْا نَجِیًّا۔ تو وہ بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایسے کلام پر مخلوق قادر نہیں ہو سکتی۔ اور حکی ہوا ہے کہ ایک روز عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے کہ دفعتہً آپ نے دیکھا ایک شخص کو آپ کے سرہانے کھڑا ہوا حق کی شہادت دے رہا ہے (اور کہہ رہا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ) تو آپ نے اس سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ میں روم کا ایک بطریق ہوں اور کلام عرب اور غیر عرب کا ماہر ہوں میں نے مسلمانوں کے ایک قیدی کو

سنا کہ وہ تمہاری کتاب کی یہ آیت پڑھ رہا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ تو میں نے اس میں تأمل کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں دنیا اور آخرت کا تمام وہ احوال جمع ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اور اصمعی نے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک چھوکریاں کو سنا کہ وہ کہتی ہے۔ استغفر اللّٰہ من ذنوبی کلھا تو انہوں نے کہا مرگئی تو کیسی فصیح ہے وہ بولی کیا تم سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے بعد بھی اس کو فصاحت شمار کرتے ہو۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کہ ایک آیت میں دو امر اور دو نہی اور دو خبر اور دو بشارت جمع ہیں۔ یہ اس کے اعجاز کی ایک قسم ہے اور اپنی ذات کے ساتھ منفرد ہے کسی دوسری قسم کی جانب مضاف نہیں اور تحقیق محققین اور مذہب صحیح کے موافق دونوں قولوں میں بھی صحیح ہے۔ اور یہ امر کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے اور آپ اس کو لائے ہیں ضرورۃ معلوم ہے (کسی بینہ اور دلیل کا محتاج نہیں) اور نیز یہ امر بھی کہ ضرورۃ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے معارضہ کے طالب ہوئے اور اہل عرب اس کے لانے سے عاجز رہے ہیں اور نیز یہ امر کہ وہ اپنے فصاحت اور بلاغت میں عادت عرب کا خارق ہے ان لوگوں کو ضرورۃ معلوم ہے جو فصاحت اور وجوہ بلاغت کے عالم اور ماہر ہیں اور جو لوگ اس کے اہل نہیں ان کے جاننے کا یہ طریق ہے کہ وہ اس بات کو معلوم کریں کہ جو بڑے بڑے فصیح اور بلیغ اس کے منکر تھے وہی اس کے معارضہ سے عاجز رہے ہیں اور جو لوگ اس کی نسبت یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ گھڑ لیا گیا ہے وہی اس کے اعجاز اور بلاغت کے قائل ہوئے۔ اور جب تو قول اللہ تعالیٰ۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ) اور قول اللہ تعالیٰ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ۔ اور قول اللہ تعالیٰ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ اور قول اللہ تعالیٰ۔ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور قول اللہ تعالیٰ۔ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ اور اس کے مثل اور آیتوں بلکہ اکثر قرآن میں تأمل کرے گا تو تجھ پر اس امور کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی جو ہم ایجاز الفاظ اور کثرت

معانی اور خوبی عبارت اور حسن تالیف حروف اور تناسب کلمات کتاب عزیز سے بیان کر آئے ہیں اور یہ امر بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس کے ہر ہر لفظ کے تحت میں جملہ اور فصلیں اور علم داخل ہیں جن کے بعض مستنبط (اور مستفیدات) سے دواوین (اسلام) بھرے پڑے ہیں اور اس کے طرح طرح کے مسائل اور علوم مستنبط کیے گئے ہیں۔ اور پھر وہ ان طول طویل قصوں اور قرون ماضیہ کے ذکر کرنے میں جن کے بیان کرتے وقت علاوہ فصحاء کا کلام کم زور پڑ جاتا ہے اور ان کے کلام کی رونق جاتی رہتی ہے اس شخص کے لیے بڑی نشانی ہے جو اس میں تامل کرے تو اس کا کلام کیسا مربوط اور اس کا بیان کیسا مسلسل اور مناسب اور اس کے اقسام باہم کیسے موافق ہیں۔ جیسے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا۔ پھر جب اس کے قصوں کو دوہرایا گیا ہے تو باوجود کثرت تکرار اس کی عبارتیں اس خوبی کے ساتھ مختلف ہوئی ہیں ان میں سے ہر واحد (اپنی خوبی کے سبب) دوسرے کو بھلائی دیتا ہے اور حسن وخوبی میں اپنے مقابل کے روئے زیبا کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کا بار بار دہرانا طبائع کو متنفر نہیں کرتا اور نہ کسی کو ناگوار ہوتا ہے۔

4- اعجاز قرآن کی دوسری وجہ اس کی صورت عجیب اور اس کا اسلوب غریب ہے جو کہ اسالیب کلام عرب اور ان کے طریق نظم ونثر کا مخالف ہے جس پر کہ وہ نازل ہوا ہے۔ اور جس پر کہ اس کی آیات کے مقاطع اور اس کے کلمات کے فواصل ختم ہوئے ہیں اور جس کا کہ اس سے قبل اور اس کے بعد کوئی نظیر نہیں پایا گیا اور نہ کوئی شخص اس کی مماثلت پر قادر ہوا بلکہ اس کے (مقابلہ) میں عقلیں دنگ اور اس کے نزدیک ان کے ہوش گم ہو گئے اور ان کو ان کے کلام پر نثر یا نظم سجع یا رجز یا شعر میں سے کوئی شے ایسی نہ ملی جو اس کے مثل ہوتی اور جب ولید بن مغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سنا اور، اس سے متاثر ہوا اور اس پر انکار کرنے کی غرض سے اس کے پاس ابو جہل آیا تو اس نے کہا کہ واللہ تم میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ شعر کا جاننے پہچاننے والا نہیں اور جو وہ کہتے ہیں وہ اشعار کے کسی قسم سے مشابہ نہیں۔ اور اس کی دوسری خبر میں ہے کہ جب بروقت حضور موسم (حج) اس نے قریش کو جمع کیا تو اس نے کہا کہ قافلہ آنے والے ہیں تم اس میں (یعنی سیدنا محمد صلعم میں) اپنی ایک رائے قائم کرلو تاکہ کوئی ایک دوسرے کو تکذیب نہ کرنے پائے بلکہ سب کے سب ایک زبان ایک ہی بات کہیں تو انھوں نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہے تو اس نے کہا واللہ وہ کاہن نہیں ہے اور اس میں نہ اس کا سا گنگنانا ہے اور نہ اس کے سی تک بندی ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ وہ مجنوں ہے تو اس

نے کہا کہ واللہ وہ مجنوں بھی نہیں اور اس میں نہ اس کا ساگلا گھٹنا ہے اور نہ اس کا سا وسوسہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے تو اس نے کہا کہ واللہ وہ شاعر بھی نہیں ہم شعر کے تمام اقسام رجز اور قریض اور مبسوط اور مقبوض کو جانتے ہیں وہ شاعر بھی نہیں کہ پھر کہیں گے کہ وہ ساحر ہے کہا کہ وہ ساحر بھی نہیں اس میں نہ اس کا سا پھونک مارنا اور نہ اس کا سا گرہ لگانا کہا کہ پھر ہم اب کیا کہیں کہا کہ تم ان باتوں میں سے جونسی بھی کہو گے واللہ میں جانتا ہوں کہ وہی جھوٹ اور بے اصل اس کے حق میں ان سب باتوں میں یہ بات زیادہ لگتی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ساحر ہے کیونکہ وہ باپ بیٹے اور میاں بیوی اور خویش واقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے سو (جب وہ اس قول پر متفق ہو گئے تو) وہ وہاں سے متفرق ہو کر راستوں پر جا بیٹھے اور لوگوں کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے) ڈرانے لگے تو اس پر سبحانہ وتعالیٰ نے ولید مذکور کے حق میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا وَبَنِينَ
شُهُودًا وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا
عَنِيدًا سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ
قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ أَدْبَرَ
وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ الخ

ترجمہ۔ چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جس کو بنایا میں نے اکیلا اور دیا میں نے اس کو مال بہت اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے اور طیار کی میں نے اس کے لیے خوب تیاری پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور دوں کوئی نہیں وہ ہے ہماری آیتوں سے لڑنے والا۔ اب میں اسے چڑھاؤں گا بڑی چڑھائی سو اس نے تامل کیا اور دل میں ٹھہرایا سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر مارا جائیو کیسا ٹھہرایا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا نہیں یہ مگر جادو کہ چلا آتا ہے۔ انتہی۔

اور جب عتبہ بن ربیعہ نے قرآن شریف سنا تو اس نے کہا کہ اے قوم تم جانتے ہو کہ میں نے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جو میں نے نہ سیکھی پڑھی ہو واللہ میں نے یہ ایسا کلام سنا ہے کہ کبھی نہ سنا تھا نہ وہ شعر ہے اور نہ وہ سحر اور نہ کہانت۔ اور نضر بن حارث نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور اسلام ابی ذر کی حدیث میں ہے جس میں انہوں نے اپنے بھائی انیس کی تعریف کی ہے (کہ وہ کہتے ہیں کہ) واللہ میں نے اپنے بھائی انیس سے بڑھ کر کوئی شاعر نہیں سنا اس نے جاہلیت میں بارہ شاعروں سے مقابلہ کیا تھا جن میں کا ایک میں بھی ہوں۔

اور وہ مکہ گیا اور وہاں سے میرے پاس نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر لایا تو میں نے کہا کہ (آپ کے حق میں) لوگ کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا کہ شاعر کاہن ساحر (کہتے ہیں۔ اور کہا کہ) میں نے کاہنوں کی بات سنی ہے تو ان کی بات کاہنوں کی بات نہیں اور میں نے ان کے کلام کو اوزان شعر پر تولا تو اس میں بھی وہ مجھ سمیت کسی کی زبان کے شعر سے مطابق نہیں ہوا واللہ آپ سچے ہیں اور لوگ جھوٹے۔ اور اسباب میں بہت سے اخبار صحیح وارد ہوئے ہیں اور قرآن کا اعجاز اقسام مذکورہ میں سے ہر ہر قسم کے ساتھ ہے محض ایجاز اور بلاغت کے ساتھ بھی اور محض اسلوب غریب کے ساتھ بھی اور تحقیق اہل توفیق کے موافق ان دونوں میں سے ہر واحد اعجاز کی ایک جداگانہ قسم ہے اور اہل عرب ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم کی بھی لانے پر قادر نہیں ہوئے (نہ ایجاز وبلاغت ہی کے اور نہ اسلوب غریب ہی کے) اس واسطے کہ ان میں سے ہر واحد ان کی استطاعت سے خارج اور ان کی فصاحت اور کلام سے جدا ہے اور اکثر محققین اسی طرف مائل ہوئے ہیں اور بعض مقتدی اس طرف گئے ہیں کہ اعجاز مجموع بلاغت اور اسلوب غریب (دونوں) کے ساتھ ہے اور اس امر پر وہ ایسے دلائل لائے ہیں جن کو کہ کان سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور دلوں کو ان سے نفرت ہوتی ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں (کہ اقسام مذکورہ میں سے ہر ہر قسم معجز ہے) اور علم ان سب باتوں کا ضروری اور قطعی ہے اور اس شخص پر جس نے کہ علوم بلاغت میں کچھ کمال حاصل کیا ہے اور اپنے دل اور زبان کو ادب اس صناعت سے تیز کیا ہے اس پر وہ امر پوشیدہ نہیں ہے جو ہم کہہ آئے ہیں اور اس امر میں ائمہ اہل سنت والجماعت کے درمیان اختلاف واقع ہے کہ عجز عرب کا کون سبب ہے جس کے سبب کہ وہ مثل قرآن کے لانے (سے عاجز رہے اور اس کے لانے) پر قادر نہ ہو سکے تو ان میں سے اکثر کا تو یہ قول ہے کہ قرآن شریف میں قوت جزالت اور فصاحت الفاظ اور حسن نظم اور حسن ایجاز اور بدیع تالیف اور اسلوب غریب وغیرہ وغیرہ وہ خوبیاں اور کمال جمع ہیں جن کا کہ مقدور بشر سے ہونا ممکن ہی نہیں (بلکہ وہ قدرت بشری سے خارج ہیں) اور وہ از قبیل خوارق عادت ہیں جن پر انسان کا قادر ہونا ممتنع (اور محال) ہے جیسے مردوں کا زندہ کرنا اور لاٹھی کا سانپ بنانا اور کنکریوں کا تسبیح پڑھنا۔ اور شیخ ابوالحسن (علی بن اسمٰعیل) اس طرف گئے ہیں کہ وہ ان امور میں سے ہے جو مقدور بشر کے تحت میں داخل ہیں اور جن پر خدا ان کو قدرت دے دیا کرتا ہے لیکن یہ نہ تو اب تک ہوا اور نہ آئندہ ہو گا کیونکہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے اس قدرت کو روک دیا ہے اور ان کو اس کے معارضہ سے عاجز کر دیا ہے اور اس قول کی ان

کے اصحاب میں سے ایک جماعت قائل ہوئی ہے۔ غرضیکہ عرب کا اس کے لانے سے عاجز رہنا ثابت دونوں طرح پر ہے (اس میں کسی قسم کا شک اور شبہہ نہیں) اور اس امر کے ساتھ جو کہ تحت قدرت انسان میں داخل ہو ان پر حجت قائم کرنا اور ان سے یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی اس کے مثل لے آؤ تمیز میں خوب بڑھ کر اور تفریع اور توبیخ میں نہایت موزوں ہے اور ان کے عجز پر اس امر کے ساتھ استدلال کرنا کہ ان جیسا شخص ایک ایسی چیز لے آئے جو کہ قدرت بشری سے خارج ہو ایک امر لازم اور بڑی بھاری اور روشن دلیل ہے۔ بہرحال وہ اس کے معارضہ سے عاجز رہے اور اس کے مقابلہ میں کچھ نہ کہہ سکے بلکہ وہ اپنے جلا وطنی اور اپنے قتل (اور اسر) پر صبر کرتے رہے۔ اور برا برا اپنی حقارت اور ذلت کے گھونٹ بھرتے رہے حالانکہ یہ سب بڑی ناک والے اور بڑی آن بان کے لوگ تھے (کہ ناک پر مکھی تک نہ بیٹھنے دیتے تھے) سو یہ ہرگز اس مذلت اور خواری کو اپنی خوشی گوارا نہ کر سکتے تھے مگر مجبور تھے (کہ ان سے کچھ بن نہ آتا تھا) ورنہ اگر وہ اس کے معارضہ پر قادر ہوتے تو ان کے لیے اس کے ساتھ مشغول ہونا (اس مذلت سے) لاکھ درجہ آسان تھا اور اس سے ان کی مراد بھی جلد حاصل ہو سکتی تھی اور ان کا عذر بھی اچھی طرح دفع ہو سکتا تھا اور اس کے ذریعہ سے وہ اپنے مخالف کا منہ بھی خوب بند کر سکتے تھے۔ اور باوجود یہ کہ یہ ایسے لوگ تھے جن کو کہ کلام پر قدرت تامہ حاصل تھی اور وہ اس میں تمام مخلوق کے پیشوا گنے جاتے تھے اور ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہا تھا جس نے اس امر میں اپنی کوشش کو پورا نہ کیا ہو اور جتنا اس سے بن سکا ہو اس نے اخفاء ظہور اور اطفاء نور کلام مجید میں سعی نہ کی ہو مگر معارضہ قرآن مجید اور فرقان حمید میں ان کے لبوں سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا اور باوجود یہ کہ ان کو اتنی طول طویل مہلت حاصل رہی اور ان کی جماعت بے شمار تھی اور اس کے معارضہ میں سب بڑے چھوٹے ایک دوسرے کے معاون اور مددگار بن رہے تھے پھر بھی ان سے کچھ نہ بن سکا اور آخر کار آس توڑ بیٹھے اور کچھ نہ کہہ سکے اور (خدا کی طرف سے) ان کی زبانیں بند کر دی گئیں اور اس کے معارضہ میں پالا ہار بیٹھے سو قرآن شریف ان دونوں قسموں کے ساتھ (انفراد" اور اجتماعاً" دونوں طرح معجز ہے۔

فصل 5- اعجاز قرآن کی تیسری وجہ اس کے وہ اخبار مغیبات ہیں : ں کو کہ وہ مشتمل ہے اور اس میں ان کے وجود اور وقوع سے پہلے ان کے وجود اور وقوع کی خبر دی گئی ہے اور پھر وہ ایسے ہی واقع ہوئے ہیں جیسے کہ ان کی (اس میں) خبر دی گئی تھی جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ۔

ترجمہ تحقیق تم داخل ہو رہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا چین سے بال منڈاتے اپنے سروں کے اور کتراتے بھی بلا اندیشہ۔ انتہی۔

اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔

وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔

ترجمہ اور وہ اس دبنے کے پیچھے اب غالب ہوں گے کئی برس میں اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ تاکہ اس کو اوپر کرے ہر دین سے اور اگرچہ ناخوش رکھیں کافر

اور سبحانہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول۔ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

ترجمہ وعدہ کیا اللہ نے ایمان والو تم میں سے ان لوگوں سے کہ کام کیے اچھے کہ ضرور حاکم کرے گا ان کو ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے پہلوں کو اور جمادے گا واسطے ان کے دین ان کا جو پسند کر دیا ہے واسطے ان کے اور البتہ بدل دے گا ان کے ڈر کے پیچھے امن۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔

ترجمہ جب آئے مدد اور فتح اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں فوج فوج۔ انتہی

کہ یہ سب باتیں جیسے فرمائی تھیں ایسے ہی ظہور میں آئیں کہ (عمرو القضاء کی سال مسلمان مسجد الحرام میں باامن وامان محلق اور مقصر داخل ہوئے اور) چند سال بعد روم فارس پر غالب آئے اور (فتح مکہ کے بعد) لوگ فوج فوج اسلام میں داخل ہونے لگے اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں سارا عرب فتح ہو گیا اور اس میں کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہی جہاں کہ اسلام نہ پہنچا ہو اور زمین میں خدا نے مومنین کو خلیفہ کر دیا اور اس میں ان

کے دین کو پورا پورا جما دیا اور اقصاء مشرق سے لے کر اقصاء مغرب تک ان کو سرزمین کا مالک کر دیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے لیے زمین اکٹھی کی گئی اور مجھ کو اس کا مشرق اور مغرب دکھلایا گیا قریب ہے کہ میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے جہاں تک کہ وہ میرے لیے اکٹھی کی گئی ہے اور جیسا سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ہم نے اتاری نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔ کہ جیسا وعدہ ہوا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور باوجود یہ کہ بیحد اور بے شمار لوگ اس کی آیات اور احکام کے تغیر اور تبدل میں کوشاں رہے خاص کر قرامطہ کہ انھوں نے اس کے تغیر اور تبدیل میں اپنے مکر اور قوت اور قدرت کو پورا صرف کر دیا اور اس کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی اس وقت تک کہ (ہجرت سے) کچھ اوپر پانسو برس گذر چکے ہیں ان سے نہ اس کا نور بجھ سکا اور نہ وہ اس کا کوئی حرف بدل سکے اور نہ وہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کے کسی حرف میں شک ڈال سکے۔ للہ الحمد والمنتہ اور اسی قبیل سے ہے قول اللہ تعالیٰ کا۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ترجمہ اب شکست کھائیں گی یہ جماعت اور بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

ترجمہ لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے ان کو اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمانوں کے اور نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ دے گا جس کو چاہے اور اللہ ہے جاننے والا اور حکمت والا۔ انتہی

اور قول اللہ تعالیٰ کا۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ ترجمہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت اور دین حق کے تاکہ غالب کرے اس کو سب دینوں پر اور بس ہے اللہ گواہی دینے والا۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ترجمہ اور وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم سے پیٹھ پھیریں گے پھر ان کی مدد نہ ہوں گی۔ سو (بحمد اللہ تعالیٰ) یہ سب امور (ویسے ہی) واقع ہوئے ہیں (جیسے کہ ان کی خبر دی گئی ہے) اور وہ آیات ہیں

جن میں کہ منافقین اور یہود کے اسرار خفیہ اور ان کے مقولوں اور ان کے جھوٹ کو ظاہر فرمایا ہے اور اس پر ان کو زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔ وَيَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ترجمہ اور کہتے ہیں اپنے دلوں میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول يُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ترجمہ چھپاتے ہیں اپنے جیوں میں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اگر ہم کو کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ترجمہ جو لوگ یہود ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کو اور جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں آئے بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّيْنِ ترجمہ بعض یہودی بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سن نہ سنا جائیو اور راعنا موڑ دے کر اپنی زبان کو اور عیب دے کر دین میں۔ اور جیسے اظہار اس امر میں جو سبحانہ وتعالیٰ نے روز بدر کے لیے مقرر کر رکھا تھا اور مومنین اس روز اس کا اعتقاد رکھتے تھے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمانا۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ

ترجمہ اور جب وعدہ دیتا تھا اللہ تم کو ایک کا دو جماعتوں میں سے کہ تم کو یہ ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے جس میں کانٹا نہ لگے وہ ملے تم کو۔ انتہی ر

ر اور نیز اعجاز قرآن سے ہے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ معبود اور سو آگے معلوم کریں گے۔ انتہی۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام کو اس امر کی بشارت دی کہ اللہ عزوجل نے آپ کو ان ٹھٹھا کرنے والوں سے کفایت فرمایا

اور ان ٹھٹا کرنے والوں کی کہ مکہ معظمہ میں ایک بڑی جماعت جمع تھی جو لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکتی تھی اور آپ کو ایذا پہنچاتی رہتی تھی پس وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اور (اسی قبیل سے ہے) سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ترجمہ اور خدا بچائے گا تم کو لوگوں سے پس باوجود یہ کہ اکثر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور قتل کے درپے تھے مگر پھر بھی ویسا ہی واقع ہوا جیسا کہ فرمایا تھا اور تاوم وفات سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ اور مامون رکھا اور اس قسم کے قصہ جات میں بہت سے اخبار صحیح اور مشہور وارد ہوئے ہیں۔

فصل 6:- اعجاز قرآن کی چوتھی درجہ اخبار قرون ماضیہ اور امم ہالکہ اور شرائع قدیمہ ہیں جن کو چند اشخاص اہل کتاب کے سوا کوئی نہ جانتا تھا اور ان میں سے بھی اس کو صرف وہی اشخاص جانتے تھے جو برسوں اس کی تحقیق اور تحصیل میں لگے رہے تھے اور اپنی ساری عمر اسی میں گنوا چکے تھے کہ ان قصص اور اخبار کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہو بہو ویسا ہی ذکر فرمایا جیسا کہ وہ واقع ہوئے تھے اور ان کو ویسا ہی بیان فرمایا جیسا کہ وہ (ان کی کتابوں میں منصوص اور مسطور تھے تو اس سبب سے ان میں ان لوگوں نے جو اس قضیہ سے واقف تھے اس کی صحت اور صدق کا اقرار کیا اور جان لیا کہ یہ بات آپ کو تعلیم سے حاصل نہیں ہوئی اور اس بات کو وہ پہلے سے جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی محض ہیں نہ آپ نے کہیں لکھا نہ پڑھا اور نہ آپ کسی مدرسہ میں تشریف لے گئے اور نہ آپ کبھی بھی کسی مجلس علما اور فضلا میں بیٹھے اور نہ آپ سے غائب رہے اور نہ وہ آپ کے حال سے بے خبر تھے۔ اور اہل کتاب اکثر آپ سے ایسی باتیں دریافت کرتے رہتے تھے جن کے سبب آپ پر قرآن شریف نازل ہوتا رہتا تھا اور آپ اس کو نصیحۃ ان پر پڑھتے رہتے تھے جیسے انبیائے کرام کے وہ قصہ قضیہ جو ان حضرات کو ان کی قوموں کے ساتھ پیش آئے تھے اور خبر حضرت موسیٰ اور ان کے بھائیوں کی درقصہ اصحاب کہف اور ذی القرنین اور لقمان اور ان کے بیٹے کا اور ایسے ہی اخبار اور نبیوں کے اور خبر بدو عالم اور ان امور کی کہ توراۃ اور انجیل اور زبور اور صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام میں مذکور اور مسطور تھی کہ یہ سب امور ایسے ہیں جن میں کہ علماء اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی ہے اور وہ ان میں سے کسی ایک امر کی بھی تکذیب نہیں کر سکتے بلکہ وہ اس کے سبب آپ کے مطیع اور منقاد ہو گئے کہ ان میں سے کسی کو خدا کی طرف سے توفیق عطا ہوئی اور وہ سابقہ رحمت ازلی کے سبب آپ پر ایمان لے آیا اور کوئی (اپنی بدنصیبی سے) شقی معاند بنا رہا تمر بایں ہمہ

نصاری یا یہود میں سے جو آپ کے ساتھ بڑی عداوت رکھتے تھے اور آپ کی تکذیب پر بڑے حریص تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر اکثر انھیں کی کتابوں سے حجت قائم کیا کرتے تھے اور ان کو انھیں امور کے ساتھ زجر و توبیخ فرمایا کرتے تھے جو ان کی کتابوں اور صحیفوں میں مذکور تھے اور وہ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے امور کا سوال کرتے رہتے تھے اور شرارتاً آپ کی تکلیف دہی کی غرض سے اکثر آپ سے انبیاء سابقین کی خبریں اور ان کے علوم مخفیہ اور قصوں کو دریافت کرتے رہتے تھے اور آپ ان کو ان شرائع مخفیہ اور مطالب کتاب سے (جو اس میں لکھے ہوتے) اطلاع دیتے رہتے تھے جیسا کہ ان کا آپ سے روح اور ذی القرنین اور اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰؑ اور حکم رجم اور ان اشیا کا سوال کرنا جو اسرائیل (حضرت یعقوب) علیہ السلام نے از خود اپنی جان پر حرام کرلیں تھیں اور ان جانوروں اور پاکیزہ چیزوں سے سوال کرنا جو ان کے لیے پہلے سے حلال تھیں اور پھر ان کی سرکشی کے سبب وہ ان پر حرام کی گئیں اور جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ اور ان کے سوا اور بہت سے قصہ جن میں کہ قرآن شریف نازل ہوا ہے اور آپ نے ان کو جواب دیا ہے اور آپ نے اس میں سے ان کو وہ امر معلوم کرایا ہے جو آپ پر وحی کیا گیا کسی سے یہ حکایت نہیں کیا گیا کہ اس نے اس (امر) کا انکار کیا ہو (جس کی کہ آپ نے خبر دی تھی) یا اس نے آپ کو جھٹلایا ہو بلکہ ان میں سے اکثر نے صحت آپ کی نبوت اور صدق آپ کے مقالہ کی تصریح اور اپنے حسد اور عناد کا اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ کو آپ سے حسد اور عناد تھا جیسے اہل نجران اور ابن صوریا اور اخطب یہودی کے دونوں بیٹوں اور ان کے سوا اور لوگوں سے منقول ہوا ہے اور اگر کسی شخص نے اس امر میں کچھ جھوٹ بھی بولا اور اس امر کا دعوی بھی کیا کہ ایسا نہیں بلکہ ان کے نزدیک اس کے خلاف موجود ہے جو آپ فرماتے ہیں تو (خدا کی طرف سے) اس کو اظہار حجت اور اثبات دعوے کا حکم دیا گیا اور آپ کو ارشاد ہوا۔ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ کہ اے محمدؐ تم لوگوں سے کہہ دو کہ تم توریت لے آؤ اور اس کو پڑھ لو اگر تم سچے ہو پس جو کوئی باندھے اللہ پر جھوٹ اس کے پیچھے تو وہی ہے بے انصاف۔ پس آپ نے ان کو زجر توبیخ فرمایا اور ان کو ایسی شے کے لانے کا حکم دیا جس کا کہ لانا غیر ممکن اور ممتنع نہ تھا سو ان

میں سے بعض نے تو اس امر کا اقرار کر لیا جس کا کہ وہ اول سے انکار کر رہا تھا اور بعض نے اپنی بے حیائی سے (کتاب کو حاضر کر کے) اس آیت پر ہاتھ رکھ لیا جو اس کی رسوا کرنے والی تھی اور کسی سے یہ منقول نہیں ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی خلاف قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی امر ظاہر کیا ہو یا اپنے صحیفوں اور کتابوں سے کوئی امر صحیح یا سقیم (آپ کے خلاف) پیش کیا ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

ترجمہ اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول کھولتا ہے تم پر بہت چیزیں جو تم چھپاتے تھے کتاب کی اور در گزر کرتا ہے بہت سے تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرنے والی جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے اس شخص کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے طرف اجالے کے اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے راہ سیدھی۔

فصل 7- اعجاز قرآن کے یہ چاروں وجوہ ایسے ظاہر اور باہر ہیں کہ ان میں نہ کسی قسم کا نزاع ہے اور نہ کسی قسم کا شک اور شبہہ اور ان وجوہ کے سوا اعجاز قرآن کے بعض اور وجوہ بھی ہیں۔ ان میں کی ایک وجہ روشن تو وہ آیتیں ہیں جو قضایاء خاص میں تعجیز اقوام مخصوص کے لیے نازل ہوئی ہیں اور ان آیتوں میں ان کو جتلایا گیا ہے کہ وہ یہ کام نہ کر سکیں گے اور اس اعلام کے بعد بھی انہوں نے اس کام کو نہ کیا اور نہ وہ اس پر قادر ہوئے جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہود (غیر ایہود) سے فرمانا۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ

ترجمہ کہہ اگر ہے واسطے تمہارے گھر آخرت کا نزدیک اللہ کے خالص سوائے لوگوں کے پس آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے اور ہرگز آرزو نہ کریں گے اس کے کبھی بسبب اس کے کہ آگے بھیجا ہاتھوں ان کے نے اور اللہ جانتا

ہے ظالموں کو۔ انتہی

ابو اسحاق زجاج نے کہا ہے کہ اس آیت میں صحت رسالت (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بڑی حجت اور نہایت روشن دلیل ہے۔ کیونکہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو تمنی موت کا حکم کیا اور جتا دیا کہ وہ ہرگز اس کی تمنا نہ کریں گے پھر بھی ان میں سے ایک نے بھی اس کی تمنا نہ کی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ان میں سے جو کوئی اس کی تمنا کرتا وہی اس جگہ اس دم مرجاتا تو سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اس کی تمنا سے پھیر دیا اور ان پر خوف غالب کر دیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدق اور اس کی وحی کی صحت ظاہر ہو کیونکہ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کی تمنا نہیں کی حالانکہ وہ آپ کی تکذیب پر سب لوگوں سے زیادہ حریص تھی اگر ان کو کچھ قدرت ہوتی اور لیکن اللہ جو چاہے سو کرے سو آپ کا معجزہ ظاہر اور آپ کی حجت روشن ہو گئی۔ ابو محمد اصیلی نے کہا ہے کہ جس روز سے سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے اس روز سے یہود میں کوئی جماعت اور کوئی شخص ایسا نہیں پایا گیا جس نے اس تمنا پر اقدام کیا ہو یا اس اقدام کو منظور کرتا ہو اور یہ بات ظاہر موجود ہے جس کا دل چاہے امتحان کرے۔ اور ایسی ہی آیت مباہلہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ جب نصاریٰ نجران کا رئیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے قبول اسلام سے انکار کیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آیت مباہلہ نازل فرمائی اور فرمایا

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ

ترجمہ پس جو کوئی جھگڑے تجھ سے اس بات میں پیچھے اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو کہہ آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر انتہی۔

تو وہ اس سے رک گئے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ عاقب ان کے سردار نے ان سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ وہ نبی ہیں اور کسی نبی نے کسی قوم سے ملاعنت نہیں کی اور پھر اس قوم میں کوئی بڑا چھوٹا باقی رہا ہو (بلکہ سب کے سب

تباہ اور برباد ہی ہو گئے)۔ اور اسی کے مثل ہے قول اللہ تعالی کا
وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ)
ترجمہ کہ اس آیت میں سبحانہ وتعالی نے ان کو امر کی خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہ کریں گے اور پھر وہ ویسا ہی واقع ہوا (کہ وہ اس کو نہ کر سکے) اور ہرچند اس آیت کا باب اخبار عن الغیب میں داخل کرنا زیادہ موزون تھا لیکن اس سبب سے کہ اس کے ماسبق کی طرح اس میں بھی معجزہ کے معنی موجود ہیں اس کو اسی باب میں داخل کر لیا گیا۔

فصل 8- اعجاز قرآن شریف اور فرقان حمید کی وجہوں سے ایک وجہ وہ خوف اور ہیبت جو بوقت تلاوت اور سماع اس کی قوت حال اور رفعت مرتبت کے سبب تالی یا سامع کے دل پر طاری ہوتی ہے اور یہی بات اس کے جھٹلانے والوں پر زیادہ گراں اور بھاری ہے یہاں تک کہ ان پر اس کا سننا تک بھاری اور ان کو اس کے سننے سے بھی نفرت ہوتی ہے جیسا کہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے
وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا
اور اس سبب سے کہ ان کو اس کا سننا ناگوار خاطر ہے وہ اس کے پڑھنے کو بھی پسند نہیں کرتے اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن اس شخص پر نہایت گراں ہے جو اس کو مکروہ جانے اور وہ (حق و باطل میں) حاکم (اور فیصلہ کرنے والا) ہے اور رہا مومن (مسلم) سو اس کو اس کا خوف اور خشیت اور ہیبت اس کی تلاوت کے ساتھ ساتھ سبحانہ وتعالی کی جانب کھینچتا جاتا ہے اور اس سبب سے کہ اس کا دل اس طرف مائل ہے اور وہ اس کی تصدیق کرتا ہے اس سے اس کی بشاشت اور فرحت بڑھتی جاتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالی نے
تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ
ترجمہ بال کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے کہ ڈرتے ہیں

پروردگار اپنے سے پھر نرم ہو جاتے ہیں چمڑے ان کے اور دل ان کے طرف یاد اللہ کے

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ترجمہ اگر اتارتے ہم اس قرآن کو اوپر پہاڑ کے البتہ دیکھتا تو اس کو دب جانے والا پھٹ جانے والا خوف خدا سے۔

اور اس امر پر کہ یہ بات خاص قرآن مجید اور فرقان حمید کے ساتھ مخصوص ہے یہ امر دلالت کرتا ہے کہ یہ خوف و خشیت اس شخص کو بھی طاری ہوتا ہے جو اس کے معانی اور مطالب کو نہیں سمجھتا جیسا کہ ایک نصرانی سے مروی ہوا ہے کہ اس کا ایک قاری پر گزر ہوا تو وہ وہاں کھڑا ہو کر رونے لگا تو کسی نے اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں روتا ہے تو اس نے کہا غم اور نظم سے (یعنی اس غم سے جو اس کلام کے سننے سے حاصل ہوا ہے اور خوبی نظم اس کلام سے) اور یہ خوف اور خشیت اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بہت سے لوگوں کو طاری ہوا ہے جن میں سے بعض تو اس کے اس وقت مطیع اور منقاد ہو گئے اور ایمان لے آئے اور بعض بدستور اپنے کفر پر اڑے رہے تو صحیح (بلکہ صحیحین) میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ نماز مغرب میں سورہ طور پڑھ رہے ہیں تو جب آپ اس آیت پر پہنچے اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ تو قریب تھا کہ میرا دل اسلام کی طرف اڑ جائے اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام میرے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور عتبہ بن عامر سے مروی ہوا ہے کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر میں گفتگو کی جو آپ (مذہب و ملت) اس کی قوم کے خلاف لائے تھے تو آپ نے اس پر یہ پڑھنا شروع کیا حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا اور جب آپ اس پر پہنچے فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ تو عتبہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو اپنی قرابت اور ناتے کی قسم دی کہ آپ خاموش رہے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھنا شروع کیا اور عتبہ نے اس طرف کان لگائے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پیٹھ پیچھے

ڈال کر ان پر سہارا لگا لیا یہاں تک کہ آپ آیت سجدہ پہ پہنچے (یعنی آپ نے یہ آیت پڑھی وَمِنْ اٰیٰتِهِ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ الخ) تو اس وقت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا اور عتبہ (وہاں سے) کھڑا ہوا (اور چل دیا) اور آپ کو کچھ جواب نہ دے سکا اور اپنے گھر لوٹ گیا اور (اس میں بیٹھ رہا) اور قوم کی طرف بھی باہر نہ نکلا یہاں تک کہ وہی اس کے پاس آئے تو اس نے ان سے معذرت کی اور کہا خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایسا کلام کیا جو بخدا میرے کانوں نے کبھی نہ سنا تھا اور مجھے نہ معلوم ہوا کہ میں آپ کو کیا جواب دوں۔ اور اکثر ایسے لوگوں سے جنھوں نے کہ قرآن شریف کے معارضہ کا ارادہ کیا ہے مروی ہوا ہے کہ ان پر ایک ایسی ہیبت طاری ہوئی جس نے ان کو اس ارادہ سے روک دیا۔ حکایت کیا گیا ہے کہ ابن مقنع نے یہ کرنا چاہا اور اس کا ارادہ بھی کیا اور کچھ لکھنا بھی شروع کیا کہ اتنے میں ادھر سے ایک لڑکا یہ آیت پڑھتا ہوا گذرا۔ قِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ تو اس نے فی الفور اپنے ارادہ سے رجوع کیا اور جو کچھ اس نے لکھا تھا وہ مٹا ڈالا۔ اور کہا کہ میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارضہ ناممکن ہے اور یہ انسان کا کلام نہیں اور یہ شخص اپنے زمانے کا بڑا فصیح اور بلیغ شخص تھا۔ اور محکی ہوا ہے کہ اندلس میں یحییٰ بن حکم غزال اپنے وقت کا بڑا فصیح اور بلیغ شخص تھا اس نے بھی کچھ اس امر کا ارادہ کیا اور سورہ اخلاص میں نظر کی تاکہ اس کی مثال پر یہ بھی کوئی سورت گھڑے اور اپنے زعم فاسد کے موافق کوئی ایسی سورت بنا دے تو وہ کہتا ہے کہ اس پر کچھ خوف خدا اور دہشت اور رقت طاری ہوئی جس نے اس کو اس ارادہ سے روک دیا اور اس کو اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ اپنے اس ارادہ سے تائب ہو اور خدا کے جانب رجوع کرے۔

فصل 9۔ اور اعجاز قرآن شریف کی وجہوں میں سے جن کو کہ علما نے وجوہ اس کے اعجاز میں شمار کیا ہے ایک وجہ اس کا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا ہے کہ جب تک دنیا باقی ہے وہ بھی دنیا میں باقی اور موجود رہے گا اور معدوم نہ ہو گا کیونکہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کی کفالت فرمائی ہے اور فرمایا ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ترجمہ: ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔

اور فرمایا

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ

حَمِيْدٍ
ترجمہ: نہیں آتا اس کے پاس جھوٹ آگے سے اور نہ پیچھے اس کے سے اتاری گئی ہے تعریف کیے گئے حکمت والے کی طرف سے

اور تمام نبیوں کے معجزہ جہاں ان کا وقت گذر گیا وہ بھی آئے گئے ہوئے اور اس کے بعد ان کی خبر ہی باقی رہ گئی۔ اور قرآن شریف جس کے کہ آیات ظاہر اور معجزات باہر ہیں وہ باوجود مرور زمانہ ابتداء نزول سے لے کر ہمارے زمانہ تک کہ پانسو پینتیس برس گذر چکے ہیں وہ اسی طرح موجود اور قائم ہے کہ اس کی حجت سب پر غالب اور اس کا معارضہ ممتنع ہے حالانکہ زمانہ اہل بیان اور اہل زبان اور ائمہ بلاغت اور شہسوار ان کلام اور ماہران صناعت سے بھرا پڑا ہے اور ان میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ ملحد اور شرع شریف کے معاند ہیں مگر باہمہ ان میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس سے اس کے معاوضہ میں کوئی امر ماثور اور منقول ہو کہ اس نے یہ کہا ہو یا اس نے اس کے مناقضہ میں دو کلموں کو جمع کیا ہو یا وہ اس پر قادر ہوا ہو اور اگر کسی نے اس امر کی کوشش بھی کی ہے تو اس کی کوشش بے سود اور رائیگاں رہی ہے بلکہ تمام ان اشخاص سے جنھوں نے اس امر کا قصد کیا ہے یہی منقول ہوا ہے کہ انجام کار وہ اس امر سے عاجز رہے ہیں اور ان کو اپنے اس ارادہ سے پھرنا پڑا ہے۔

فصل 10- اور نیز اکثر ائمہ سلف اور مقلدین امت (یعنی علماء خلف) نے اعجاز قرآن کے (ان کے سوا) اور بھی بہت سے وجوہ شمار کیے ہیں جن میں کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا اس کے پڑھنے سے اور اس کا سننے والا اس کے سننے سے ملول نہیں ہوتا بلکہ جتنا کوئی اس کو زیادہ پڑھتا ہے و تنی ہی اس کی حلاوت اور بڑھتی جاتی ہے اور جتنا کوئی اس کو دوہراتا ہے وہ اتنا ہی اس کا شوق اور بڑھتا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ ترو تازہ رہتا ہے برخلاف اس کے ماسوا اور کتابوں کے کہ وہ کتنے ہی فصیح اور بلیغ کیوں نہ ہوں مگر ان کا دوہرانا مُمل خاطر اور ان کا تکرار ناگوار طبع ہونے لگتا ہے اور ہماری اس کتاب کے ساتھ خلوتوں میں تلذذ حاصل کیا جاتا ہے اور مشکلات اور مہلت (انسانی) میں اس کی تلاوت سے انس پکڑا جاتا ہے اور اس کے ماسوا اور کتابوں میں یہ بات کو سوں نہیں پائی جاتی یہاں تک کہ ان کتابوں کے پڑھنے والوں نے اس کے لیے لحن اور طریقہ ایجاد کیے ہیں تاکہ اس کے ساتھ اس سے نشاط حاصل کریں اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن شریف کی تعریف میں فرمایا ہے کہ نہ وہ بار بار پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے اور نہ اس کے مواعظ اور نصائح پورے

ہوتے ہیں اور نہ اس کے عجائب فنا ہوتے ہیں اور وہ (حق اور باطل میں) فیصلہ کرنے والا ہے اور ہنسی اور دل لگی نہیں اور نہ اس میں تامل کرنے سے) علما کا پیٹ بھرتا ہے اور نہ کوئی اس کو اپنے اغراض نفسانی کا تابع کر سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی زبان مشابہ ہوتی ہے اور یہ وہ کلام پاک ہے جس کے سننے کے وقت جنات سے نہ رہا گیا اور بول اٹھے۔ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ کہ ہم نے ایسا قرآن (نادر) سنا ہے جو بھلائی کی جانب راہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔

اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ ان علوم کلی اور معارف جزی کا حاوی ہے جو اس سے قبل نہ تو اہل عرب سے معہود ہوئے ہیں اور نہ رسالت سے پہلے ان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے جانا پہچانا ہے اور نہ آپ سے ان کے ساتھ قائم ہونا مروی ہوا ہے اور وہ اتنے زیادہ ہیں کہ نہ علماء اہل کتاب ان کا احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ان علوم اور فنون کو مشتمل اور متضمن ہے اس میں علم شرائع (ماقبل) کو جمع فرمایا ہے اور اس میں طرز عمل دلائل عقلیہ پر تنبیہ فرمائی ہے اور فرق امم ضالہ پر ان براہین قویہ اور ادلہ نیرہ کے ساتھ رد کیا ہے جن کے الفاظ سہل اور مطالب مختصر ہیں اور جن کے وارد ہونے کے بعد علماء حذاق نے اپنے دلائل کو اس نہج پر قائم کرنا چاہا مگر پھر بھی وہ اس پر قادر نہ ہو سکے جیسے سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ کیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ ان کی مثل پیدا کر دے۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ کہ اے محمد ان سے کہہ دو کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا ہے۔ اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کہ اگر زمین اور آسمان میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے تو بیشک وہ ٹوٹ پھوٹ جاتے مع ان علوم اور فنون کے جن کو کہ وہ سیر انبیاء کرام اور اخبار امم ماضیہ اور مواعظ اور حکم اور اخبار دار آخرت اور محاسن آداب اور حسن خصائل وغیرہ سے جامع ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ۔ کہ چھوڑی نہیں ہم نے کتاب میں کوئی چیز۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب بیان کرنے والی ہر چیز کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہم نے بیان کی لوگوں کو اس قرآن میں سب چیز کی کہاوت اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

نے قرآن شریف کو امر اور زجر کے غرض سے نازل کیا ہے کہ وہ ہر امر نیک کا حکم کرتا ہے اور ہر امر بد سے روکتا ہے اور وہ سنن ماضیہ کا بیان ہے اور ایک مثل ہے کہ بیان کی گئی ہے اس میں تمھارے اور تمھارے ماقبل اور تمھارے مابعد کی خبریں اور تمھارے درمیان کا حکم ہے اس کا دوہرانا اس کو پرانا کرتا اور اس کے عجائب منقضی نہیں ہوتے وہ سچ ہے نہ دل لگی جس نے اس کے موافق کہا سچ کہا اور جس نے اس کے موافق کہا سچ کہا اور جس نے اس کے موافق حکم کیا انصاف کیا اور جس نے اس کے ذریعہ سے جھگڑا کیا کامیاب ہوا اور جسنے اس کے ساتھ تقسیم کی اس نے انصاف کیا اور جس نے اس پر عمل کیا اجر پایا اور جس نے اس کو اختیار کیا اس نے راہ مستقیم کی جانب راہ پائی اور جو کوئی اس کے سوا کسی اور چیز میں ہدایت کا طالب ہوا۔ اس کو اللہ گمراہ کرے گا اور جس نے اس کے سوا کس اور کو حکم بنایا اللہ اس کی گردن توڑے گا اور وہ ذکر حکیم (یعنی نصیحت باحکمت) اور نور مبین اور صراط مستقیم اور اللہ کا عہد مضبوط ہے اور وہ شفا و نفع دینے والی اور اس شخص کی پناہ ہے جو اس کے ساتھ تمسک کرے اور اس شخص کی نجات ہے جو اس کی پیروی کرے اور ٹیڑھا نہیں تاکہ کوئی اس کو سیدھا کرے اور وہ کسی جانب مائل نہیں ہوتا کہ کوئی اس پر غصہ ہو اور نہ اس کے عجائب پورے ہوتے ہیں اور نہ کثرت رد سے وہ پرانا ہوتا ہے۔ اور اسی کے ہم معنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور اس میں کہا ہے کہ اور نہ وہ مختلف ہوتا ہے اور نہ اس میں کوئی عیب لگ سکتا ہے اور اس میں سب پہلوں اور پچھلوں کی خبر ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ میں تم پر نئی توریت اتارنے والا ہوں جس سے اندھی آنکھیں اور بہرے، کان اور وہ دل کھولے جائیں گے جو بند ہو رہے ہیں اور اس میں علم اور فہم اور حکمت کے چشمہ اور دلوں کی رونق اور تازگی ہے اور کعب (احبار) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم قرآن کو لازم پکڑو کہ اس میں نہایت درجہ کی عقل اور فہم اور حکمت کا نور ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ اور فرمایا هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ حاصل یہ ہے کہ کتاب موصوف میں باوجود اختصار الفاظ اور جوامع حکم وہ مطالب جمع کیے گئے ہیں جو کتب سابقہ سے چند در چند زیادہ ہیں حالانکہ لفظوں میں پہلی کتابیں اس کتاب سے چند در چند زیادہ ہیں۔ اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں دلیل اور مدلول دونوں کو ایک جگہ جمع فرمایا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن شریف کی نظم اور اس کے حسن وصف اور

بلاغت (ساری ہی خوبیوں سے استدلال کیا ہے اور اثناء اس بلاغت میں امر و نہی اور وعدہ و عید کو جمع فرمایا ہے سو اس کا پڑھنے والا (جو کہ معنی سمجھتا ہو) اس سے مواضع استدلال اور تکلیف دونوں کو ایک دم اور ایک کلام اور ایک سورت سے سمجھ سکتا ہے (اور کسی دوسری جگہ تلاش کرنے کا محتاج نہیں رہتا) اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو صورت منظوم پر ادا کیا ہے (لیکن یہ ایسی صورت بے نظیر ہے) جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آئی اور وہ نثر کی صورت نہیں ہے (کہ اس کا اخذ اور حفظ دشوار ہو) کیونکہ طبائع پر نظم کا قبول کرنا آسان ہوتا ہے اور قلوب اس کو جلد یاد کر لیتے ہیں اور کان اس کو جلد قبول کر لیتے ہیں اور نیز خواہشیں بھی اس جانب زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ اور اس کے اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے سیکھنے والوں پر اس کا سیکھنا اور یاد کرنے والوں پر اس کا یاد کرنا آسان فرما دیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ اور بیشک آسان کیا ہے ہم نے قرآن کو واسطے نصیحت کے پھر ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اور سالہا سال گذر گئے کہ اہل اسلام کے سوا تمام امتوں میں ایک امت یا ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی کتاب کو یاد کیا ہو زیادہ کا تو کیا ذکر ہے اور قرآن شریف کا یاد کرنا بچوں کے لیے ایسا آسان کر دیا گیا ہے کہ وہ اس کو تھوڑی سی مدت میں یاد کر لیتے ہیں۔ اور اس کے اعجاز کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کے بعض اجزاء بعض دیگر سے مشابہ ہیں اور اس کے انواع اور اقسام کا ائتلاف اور التیام نہایت مستحسن ہے اور اس کا تخلیص یعنی ایک وجہ سے دوسری وجہ کے جانب انتقال کرنا نہایت نفیس اور لطیف ہے اور اس کا ایک بات سے دوسری بات کی جانب گریز کرنا نہایت پاکیزہ ہے اور بغیر اس کی فصلوں میں کسی قسم کا خلل واقع ہو سورت واحد کا امر اور نہی اور خبر اور استخبار اور وعدہ وعید اور اثبات نبوت اور توحید اور تفرید اور ترغیب اور ترہیب وغیرہ فوائد کی جانب منقسم ہونا نہایت اعلیٰ اور افضل ہے۔ حالانکہ کلام فصیح میں جب یہ باتیں عارض ہو جاتی ہیں تو اس کا زور گھٹ جاتا ہے اور اس کی جزالت میں فرق آ جاتا ہے اور اس کی رونق دھیمی پڑ جاتی ہے اور اس کے الفاظ مضطرب (اور غیر مربوط) ہو جاتے ہیں تو تجھ کو چاہیے کہ تو اول سورہ ص اور اس امر میں تامل کرے جو اس میں اخبار اور شقاق کفارہ وغیرہ امور سے جمع کیا گیا ہے کہ اس میں اول ان کے اخبار اور شقاق کا ذکر کیا ہے اور پھر ان کو اہلاک قرون ماضیہ کے ساتھ تفریع فرمائی ہے اور پھر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھٹلانے اور اس شے سے تعجب کرنے کا ذکر فرمایا ہے جو آپ لائے ہیں اور پھر ان کے سردار

ون کے کفر پر مجتمع ہونے اوران کے اس حسد اور بغض کو ذکر کیا ہے جو ان کے کلاموں سے ٹپکا پڑتا تھا اور اس کے بعد ان کی عجز اور توہین کا ذکر فرمایا ہے اور پھر رسوائی دینا اور آخرت کے ساتھ ان کو دھمکی دی ہے اور پھر تکذیب امم سابقہ اور ان کے اہلاک کا ذکر کیا ہے کہ خدا نے اس کو کیسے ہلاک فرمایا ہے پھر ان کو اس امر کی دھمکی دی ہے کہ ان پر بھی وہی معیبت پڑنے والی ہے جو ان سے پہلوں پر پڑ چکی ہے پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کی اذا اور تکلیف پر صبر دلایا ہے اور آپ کو امور سابق الذکر کے ساتھ تسلی دلائی ہے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کا ذکر فرمایا ہے اور اسی قبیل سے ہیں وہ جمل کثیرہ جن کے الفاظ تھوڑے اور مطالب بہت ہیں اور یہ سب وجوہ اور اکثر وہ وجوہ جن کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں مع ان اور بہت سے وجوہ کے جن کو کہ ہم نے ذکر نہیں کیا اور وہ وجوہ اعجاز قرآن میں شمار کیے گئے ہیں باب بلاغت میں داخل ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم ان کو وجوہ اعجاز کا فن مستقل شمار کریں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان کو تفصیل فنون بلاغت میں داخل کریں اور علی ہذا بہت سے وہ وجوہ بھی جن کو کہ ہم پیشتر ذکر کر آئے ہیں اس کو خواص اور فضائل میں شمار کیے گئے ہیں نہ اعجاز میں اور حقیقت اعجاز کے وہی وجوہ ہیں جن کو ہم ذکر کر آئے ہیں پس انہیں پر اعتماد کرنا چاہیے اور جو وجوہ اس کے بعد ذکر ہوئے ہیں وہ قرآن شریف کے خواص اور عجائب ہیں جو کبھی پورے نہیں ہو سکتے اور اللہ صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل 11۔ معجزہ شق القمر اور حبس سورج کا بیان میں فرمایا اللہ تعالی نے اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ

ترجمہ نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرلیں اور کہیں جادو ہے چلا آتا۔ معلوم کرنا چاہیے کہ اس آیت میں سبحانہ وتعالی نے چاند کے پھٹنے اور اس کے دو ٹکڑے ہونے کی لفظ ماضی کے ساتھ (جو کہ تحقیق اور وقوع پر دلالت کرتا ہے) خبر دی ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ کافر اس سے منہ پھیرتے ہیں اور اس کو نہیں مانتے اور اس امر پر تمام مفسر اور جملہ اہل سنت والجماعت متفق ہیں کہ یہ معجزہ ضرور واقع ہوا ہے (اور اسباب میں ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاف اور نزاع نہیں ہے) ہم سے حسین بن محمد نے ،سند خود بواسطہ امام بخاری رحمۃ اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑہ پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک ٹکڑہ پہاڑ کے نیچے اس پر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ گواہ رہو اور مجاہد کی روایت میں (ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے) ہے اور ہم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اور بعض طرق اعمش میں (اتنا لفظ اور) ہے کہ ہم منے میں تھے اور نیز اس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسود نے بھی روایت کیا ہے اور انھوں نے (اس میں) کہا ہے کہ میں نے پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا ہے اور مسروق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ اشتقاق مکہ میں واقع ہوا تھا اور اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ قریش نے کہا کہ ابن ابی کبشہ نے تم پر جادو کیا ہے اور ان میں سے ایک شخص بولا کہ اگر محمد نے چاند پر جادو کیا ہے تو اس کا جادو اتنا نہیں چل سکتا کہ اہل زمین پر جادو کردے پس جو کوئی کسی دوسرے شہر سے آئے اس سے دریافت کرو کہ آیا اس نے بھی یہ دیکھا ہے یا نہیں تو جب (وہاں) لوگ آئے تو انھوں نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے اس امر کی خبر دی کہ انھوں نے بھی ایسا دیکھا ہے اور اسی کے ہم معنی سمرقندی نے ضحاک سے روایت کیا ہے اور اس نے (اس روایت میں) کہا ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ یہ جادو ہے آس پاس کے لوگوں کے پاس خبر بھیجو اور دیکھو کہ آیا انھوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں تو آس پاس کے لوگوں نے خبر دی کہ وہاں انھوں نے بھی اس کو پھٹا ہوا دیکھا ہے تو اس پر کفار نے کہا کہ یہ قدیمی جادو ہے جو نقل ہوتا چلا آیا ہے اور اس کو ابن مسعود سے علقمہ نے بھی روایت کیا ہے تو یہ چار شخص ہیں جنھوں نے اس خبر کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن مسعود کے سوا اور لوگوں نے بھی اس کو ویسا ہی روایت کیا ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ان میں سے ایک انس ہیں اور دوسرے ابن عباس اور تیسرے ابن عمر اور چوتھے حذیفہ اور پانچویں علیؓ اور چھٹے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم تو علی کرم اللہ وجہہ نے ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے کہا کہ چاند پھٹا اور ہم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور انسؓ سے مروی ہوا ہے کہ اہل مکہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر کا سوال کیا کہ آپ ان کو کوئی نشانی بتا دیں تو آپ نے ان کو یہ معجزہ بتایا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا یہاں تک کہ انھوں نے حرا کو اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا کہ (ایک ٹکڑا احرا کے اس کنارے اور ایک اس کنارہ ہو گیا) اس امر کو انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ نے روایت کیا ہے اور معمر کی اس روایت میں ہے جو انھوں نے قتادہ اور قتادہ نے انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کو چاند کا دو ٹکڑے ہونا بتایا ہے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

قریب آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔ اور اس خبر کو جبیر بن مطعم سے ان کی بیٹے محمد اور ان کے پوتے جبیر بن محمد نے روایت کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عبیداللہ بن عبداللہ عتبہ نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مجاہد نے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عبدالرحمن السلمی اور مسلم بن ابی عمران الازدی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے اکثر طریقے صحیح ہیں اور آیت بالکل صریح ہے (اس میں کسی قسم کا خفا نہیں) اور جب حدیث صحیح اور آیت صریح ہے تو پھر کسی مخذول ذلیل معترض کے اس اعتراض پر التفات نہیں کیا جاسکتا کہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور یہ تمام اہل زمین پر ظاہر ہوتا اور کسی پر پوشیدہ نہ رہتا کیونکہ یہ امر ایسا ہے جو سب کے لیے یکساں ظاہر ہے (کسی پر پوشیدہ نہیں) کیونکہ ہمارے لیے تمام اہل ارض میں سے کسی سے یہ امر منقول نہیں ہوا کہ وہ اس رات شق قمر کا منتظر رہا اور اس نے اس کے انشقاق کو نہ دیکھا اور اگر بفرض محال یہ امر ہوتا بھی اور پھر وہ اتنے لوگوں سے ہماری طرف منقول بھی ہوتا کہ جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃ محال ہے تب بھی اس کے سبب سے ہم پر کچھ الزام نہ آسکتا تھا کیونکہ چاند تمام اہل زمین کے لیے ایک نہج پر نہیں ہے بلکہ ایک جماعت پر نکلتا ہے اور دوسرے پر نہیں نکلتا اور کسی کو دکھائی دیتا ہے اور کسی کو نہیں یا اس کے اور اس قوم کے درمیان کوئی ابر یا پہاڑ حائل ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کسوف کسی جگہ ہوتا ہے اور کسی جگہ نہیں اور کہیں پورا ہوتا ہے اور کہیں تھوڑا اور بعض مقامات پر صرف انھیں لوگوں کو معلوم ہوتا ہے جو اس کے عالم اور اس کے علم کے مدعی ہیں ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ یہ ہے اندازہ غالب دانا کا (اس میں کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں) علاوہ بریں شق قمر کا معجزہ رات کا واقعہ ہے اور لوگوں کی عادت ہے کہ رات کے وقت اپنے اپنے دروازہ بند کر کے راحت اور اطمینان سے اپنے گھروں میں پڑ رہتے ہیں اور دنیا کا کاروبار کرنا بند کر دیتے ہیں اور آسمان کی باتوں کی وہی خبر رکھتا ہے جو اس کی تاک میں لگا رہتا ہے اور اس کے اہتمام اور فکر میں مصروف اور مشغول رہتا ہے۔ اور علی ہذا بہت سے شہروں میں چاند گہن واقع ہی نہیں ہوتا اور بہت سے لوگوں کو جب تک کہ اس سے آگاہ نہ کیا جائے اس کی خبر تک نہیں ہوتی اور ایسا اوقات ثقہ اور معتبر اشخاص بعض عجائبات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کوئی تارا ٹوٹا ہے یا شب کو کوئی بڑا ستارا (نیلا دم دار) نکلا ہے اور وہ اس کی خبر دیتے ہیں اور ان کے سوا اور دن کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔ اور طحاوی نے مشکل الحدیث میں دو سندوں کے ساتھ اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ

کا سرمبارک علی کرم اللہ وجہہ کے گود میں رکھا تھا جس کے سبب وہ نماز عصر نہ پڑھ سکے اتنے میں سورج چھپ گیا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا اے علی تم نے نماز پڑھ لی اس پر انھوں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا اے اللہ وہ تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھا تو اس پر سورج کو پھیر دے اسماء کہتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ وہ غروب ہو جانے کے بعد پھر نکل آیا اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا اور یہ قصہ مقام صہباء حوالی خیبر میں واقع ہوا ہے۔ طحاوی نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں (یعنی سندیں) ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں اور طحاوی نے حکایت کیا ہے کہ احمد بن صالح نے کہا ہے کہ عالم کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ حدیث اسماء کی یاد کرنے سے غفلت کرے اور اس کو یاد نہ کرے کیونکہ وہ علامات نبوت کی حدیث ہے۔اور یونس بن بکیر نے زیادۃ المغازی میں اپنی روایت میں ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیر کرائی گئی اور آپ نے اپنی قوم کو ان کے رفیقوں اور قافلہ کی علامتوں کا پتہ دیا تو انھوں نے کہا کہ وہ کب آوے گا تو آپ نے فرمایا کہ بدھ کے روز اور جب بدھ کا دن آیا تو قریش اس کے انتظار کو باہر نکلے اور دن ڈھل گیا اور وہ نہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو آپ کی دعا سے دن میں ایک پہر اضافہ ہو گیا اور آپ کی خاطر سورج روک دیا گیا۔

فصل 12-1 انگشتہائے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانی کا نکلنا اور آپ کی برکت سے اس کا زیادہ ہونا۔ سو معلوم کرنا چاہیے کہ اسباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی حکایتیں وارد ہوئی ہیں اور آپ کی انگلیوں سے پانی نکلنے کی حدیث کو صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے جن میں کہ انس اور جابر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ ہم سے ابواسحاق ابراہیم بن جعفر نے ،سند خود اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے اور انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور نماز عصر کا وقت قریب آگیا تھا کہ لوگوں نے وضوء کا پانی تلاش کیا سو ان کو پانی نہ ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھوڑا سا وضو کا پانی لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کرو انس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی ابل رہا ہے تو لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک سب لوگ وضو سے فارغ ہو گئے۔ اور اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ

نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ اتنا پانی لایا گیا کہ اس میں یا تو انگلیاں ڈوب جاتی تھیں۔ یا نہ ڈوبتی تھیں تو قتادہ نے انسؓ سے کہا کہ تم کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا قریب تین سو کے اور ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ وہ بوقت بازار کے قریب نہ زوارہ میں تھے اور نیز اس حدیث کو کہ انس رضی اللہ عنہ سے حمید اور ثابت اور حسن رحمھم اللہ نے روایت کیا ہے۔ اور حمید کی روایت میں ہے کہ میں نے (انس سے) کہا کہ وہ کتنے تھے تو انہوں نے کہا کہ اسی اور اسی کے ہم معنی ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور وہ اس کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور نیز انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ وہ تقریباً ستر مرد تھے اور علقمہ کی روایت سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہوئی ہے کہ اس حال میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ہمارے پاس پانی نہ تھا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس پانی ہو اس کو تلاش کرو تو آپ کے پاس پانی حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کو ایک برتن میں ڈال لیا پھر آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو فوراً آپ کی انگلیوں سے پانی ابلنے لگا اور صحیح بخاری میں سالم بن ابی الجعد کی روایت سے جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ حدیبیہ کے روز لوگوں پر تشنگی غالب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک چھوٹا سا چمڑہ کا برتن تھا آپ نے اس سے وضو کرنا شروع کیا اور لوگ آپ کی طرف دوڑے اور عرض کیا کہ اس پانی کے سوا جو آپ کی چھاگل میں ہے ہمارے پاس اور پانی نہیں تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا اور اس میں ہے کہ (سالم کہتے ہیں) میں نے (جابر سے) کہا کہ تم کتنے تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ ہم کو کافی ہوتا اور (لیکن ہم اس وقت پندرہ سو تھے اور اسی کے مثل انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور انہوں نے اس کو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ میں ہوا ہے اور ولید بن عبادۃ بن الصامت کی اس روایت میں ہے جو انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل غزوہ بواط کے ذکر میں صحیح مسلم میں روایت کی ہے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) کہ اے جابر (تم لوگوں کو) وضوء کے لیے آواز دیدو اور حدیث کو بطولہ ذکر کیا ہے اور (اس میں ہے کہ) ان کو ایک قطرہ پانی کے سوا جو ان کو دہانہ پرانی مشک میں مل گیا تھا اور پانی نہ ملا تھا سو وہی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے اس کو

نچوڑ لیا اور پھر آپ نے کچھ پڑھا میں نہیں جانتا کہ کیا پڑھا اور فرمایا کہ آواز دو کہ وہ بڑا کٹورہ لے آؤ جس میں مہمان کھانا کھایا کرتے ہیں تو میں نے اس کو لاکر آپ کے سامنے رکھ دیا اور ذکر کیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کٹورہ میں اپنے ہاتھ پھیلائے اور انگلیوں کو کشادہ کیا اور جابر رضی اللہ عنہ نے اس پر پانی ڈالنا شروع کیا اور آپ نے فرمایا بسم اللہ جابر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی ابل رہا ہے۔ پھر جفنہ مذکور (میں پانی ابھرنا شروع ہوا اور اس نے چکر کھایا یہاں تک کہ جفنہ مذکور پر ہو گیا اور آپ نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا تو لوگوں نے پانی پینا شروع کیا یہاں تک کہ وہ خوب سیر ہو گئے تو میں نے کہا کہ کیا کسی اور کو بھی ضرورت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک پانی کا برتن لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ رسول اللہ ہمارے ساتھ اس کے سوا اور پانی نہیں ہے تو آپ نے اس کو ایک چمڑے کے برتن میں اولٹ لیا اور اس کے بیچ میں اپنا ہاتھ رکھا اور اس کو پانی میں ڈبولیا اور لوگ آتے جاتے تھے اور وضو کر کے لوٹتے جاتے تھے ترمذیؒ نے کہا ہے کہ اسباب میں عمران بن حصین سے بھی حدیث مروی ہوئی ہے۔ اور جو قصہ ایسے محل میں واقع ہو جہاں کہ ایک جم غفیر موجود ہو وہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کے بیان کرنے والے کو جھوٹ کے ساتھ متہم سمجھا جائے اور خیال کیا جائے کہ وہ جھوٹا ہے یا اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے اول اس کی تکذیب فرماتے کیونکہ وہ طبعاً اس امر پر مجبول ہوئے تھے اور نیز یہ بزرگان دین ہرگز ایسے نہ تھے اور اس کی اشاعت کی ہے اور ایک جم غفیر کی جانب انھوں نے اس امر کو منسوب کیا ہے کہ وہ اس قصہ کے وقت حاضر اور موجود تھے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ان پر اس امر کا انکار نہیں کیا جس کو وہ ان سے روایت کر رہے تھے کہ انھوں نے یہ کہا ہے اور انھوں نے یہ مشاہدہ کیا ہے تو ان کی طرف سے یہ سکوت اس امر کی تصدیق ہے کہ یہ واقعات بہت صحیح اور سچے ہیں۔

فصل 13- اور اسی سے مشابہ ہیں آپ کے یہ معجزات آپ کی برکت سے پانی کا جاری ہونا اور آپ کے چھونے اور آپ کی دعا سے اس کا ابلنا۔ امام مالک رحمتہ اللہ نے اپنی موطا میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قصہ غزوہ تبوک میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایسے چشمہ پر فروکش ہوئے جس سے ایسا پانی بہ رہا تھا جیسا تسمہ (یعنی باریک لکیر سا) تو لوگوں نے اس چشمہ سے اپنے ہاتھوں کچھ بھرنا شروع کیا یہاں تک کہ اس میں سے کچھ برتن میں جمع کیا پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا روئے مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے

اور اس کو پھر اسی چشمہ میں ڈال دیا تو اس میں سے اتنا (کثیر) پانی جاری ہوا کہ سب لوگ سیراب ہو گئے ابن اسحاق کی حدیث میں کہا ہے کہ اتنا پانی نکلا جس کی ایسی آواز ہوتی تھی جیسے کڑک کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اگر تیری زندگی رہی تو قریب ہے کہ تو اس جگہ کو دیکھے گا کہ وہ باغوں سے بھر رہی ہے۔ اور حدیث براء اور سلمہ بن الاکوع کی اس حدیث میں ہے جو قصہ حدیبیہ میں سب سے پوری حدیث ہے کہ وہ چودہ سو 1400 شخص تھے اور ان کا کنواں پچاس بکریوں کو بھی پانی نہ دے سکتا تھا تو ہم نے کھینچ لیا اور اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کنارہ پر بیٹھے براء نے کہا ہے اور اس میں سے یہ ایک ڈول پانی لایا گیا اور آپ نے اس میں تھوکا اور دعا کی اور سلمہ نے کہا ہے کہ یا تو آپ نے دعا کی یا تھوکا تو اس میں سے پانی ابلنے لگا تو انھوں نے خود بھی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی خوب پلایا۔ اور ان دونوں روایتوں کے سوا اسی قصہ میں ابن شہاب کی اس سند سے ہے جو قصہ حدیبیہ میں آئی ہے کہ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس کوئیں کے گڑھے میں رکھ دیا جس میں کہ پانی نہ تھا تو فوراً سب لوگ سیراب ہو گئے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بنا لی (یہ کنا یہ ہے کثرت پانی سے یعنی خوب پانی جمع ہو گیا) اور ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض سفروں میں لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے وضو کا برتن طلب کیا پھر آپ نے اس کو اپنی گود میں رکھ کر اپنے منہ میں لے لیا پھر اللہ جانے کہ آپ نے اس میں تھوکا یا نہیں تو لوگوں نے (اس میں سے) پینا شروع کیا یہاں تک کہ وہ خوب سیراب ہو گئے اور انھوں نے اپنے سارے برتن بھی جو ان کے ہمراہ تھے بھر لیے۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے مجھ سے لیا تھا اور یہ بہتر 72 شخص تھے اور اسی کے مثل عمران بن حصین نے بھی روایت کیا ہے۔ اور طبری نے ابی قتادہ کی حدیث کو اس کے خلاف ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل موتہ کی مدد کو تشریف لے چلے اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپ کو امراء کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تھی اور بڑی طول طویل حدیث ذکر کی جس میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی نشانیاں اور معجزے مذکور ہیں اور اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے ان کو اس امر سے آگاہ فرمایا تھا کہ وہ کل کے روز پانی تلاش کریں گے اور حدیث میضاۃ (یعنی بڑے برتن کو ذکر کیا۔ کہا ہے اور قوم تقریباً تین سو شخص تھے اور کتاب مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد

فرمایا تھا کہ تو میرے لیے اپنی اس میضاۃ کی حفاظت رکھنا قریب ہے کہ اس کے لیے ایک بڑی خبر ہوگی اور اسی کے مانند ذکر کیا اور اسی جنس سے ہے عمران بن حصین کی یہ حدیث کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کو پیاس لگی تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے دو شخصوں کو ایک جانب روانہ کیا اور ان کو جتا دیا کہ ان کو اسے ایسے مقام پر ایک عورت ملے گی جس کے ساتھ ایک اونٹ ہے جس پر پانی کی پکھال لدی ہوئی ہے آخر حدیث تک (غرضیکہ وہ دونوں روانہ ہوئے) اور ان دونوں کو وہ عورت مل گئی اور وہ اس کو لے کر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو پکھال مذکور کے دونوں مکھے ایک برتن میں خالی کیے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ خدا نے چاہا اس میں فرمایا پھر آپ نے اس کو اسی پکھال میں بھر دیا اور پھر اس کے دونوں دہانہ کھول دے اور لوگوں کو (پانی بھرنے کا) حکم دیا تو انہوں نے اپنے سارے مشکیزہ اور پانی کے برتن (جو ان کے ہمراہ تھے) بھر لیے اور کسی کو خالی نہیں چھوڑا۔ اور عمران کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آتا تھا کہ اس میں کچھ کمی نہیں آئی بلکہ وہ اور زیادہ بھر گئی تھی پھر آپ نے ارشاد فرمایا اور آپ کے حکم سے اس عورت کے لیے کچھ توشہ جمع کیا گیا جس سے اس کا کپڑا بھر گیا اور فرمایا جا ہم نے تیرے پانی میں سے کچھ کم نہیں کیا اور لیکن اللہ نے ہم کو پانی دے دیا۔ اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا (تمہارے ساتھ) کچھ وضو کا پانی ہے تو ایک شخص ایک چمڑے کا چھوٹا سا برتن لایا جس میں ایک بوند پانی تھا سو آپ نے اس کو ایک پیالہ میں اولٹ لیا سو ہم چودہ سو شخصوں نے خوب پانی بہا بہا کر وضو کیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو جیش عسرت کے ذکر میں ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی اس تکلیف کا ذکر کیا جو ان کو پیاس کے سبب پہنچی تھی کہ یہاں تک نوبت آ گئی تھی کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا اور اس کی پیٹ کی لید نچوڑ کر پی جاتا تھا اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب مائل ہوئے تاکہ آپ سے دعا کرا دیں سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ابھی آپ اپنے ہاتھ نیچے نہ کرنے پائے تھے کہ آسمان میں بادل گھر آیا اور خوب زور سے پانی برسنا شروع ہوا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے سارے برتن جو ان کے ساتھ تھے بھر لیے اور یہ صرف لشکر ہی لشکر میں برسا آگے نہیں برسا اور عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ مقام ذی المجاز میں جبکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب کی ردیف تھے ابوطالب نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے کہا کہ مجھ کو پیاس لگ رہی ہے اور میرے پاس پانی نہیں تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے اور اپنے پاؤں کو زمین پر مارا تو اس سے پانی نکل آیا تو آپ نے فرمایا لوپی لو اور اسباب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور اسی قبیل سے ہے آپ سے دعاء استسقاء کا قبول ہونا اور اس قسم کے اور معجزات۔

فصل 14- اور آپ کے معجزوں میں سے ہے آپ کی برکت اور آپ کی دعا سے تھوڑے کھانے کا بہت ہو جانا۔ ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ نے ،سند خود جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کچھ کھانا مانگنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو نصف وسق جو عطا فرمائے تو اس سے وہ اس کی بیوی اور اس کے مہمان (سب) کھاتے رہے۔ (اور وہ ختم نہیں ہوئے) یہاں تک کہ ایک روز اس نے ان کو ناپا (تب وہ ختم ہو گئے) تو وہ شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو اس واقعہ کی خبردی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اس کو نہ ناپتا تو تم اس سے برابر کھاتے رہتے اور تمہارے نزدیک (مدت تک) قائم رہتے اور اسی جنس سے ہے حدیث مشہور ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو کی چند روٹیوں سے اسی یا ستر آدمیوں کو کھلا دینا جن کو کہ انس رضی اللہ عنہ اپنی بغل میں دبا کر لائے تھے کہ وہ توڑی گئیں اور اپنے ان میں جو کچھ خدا نے چاہا وہ پڑھ دیا۔ اور (اسی جنس سے ہے) حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانا کھلانے میں کہ آپ نے خندق کے روز ایک صاع جو اور ایک پاٹھہ سے ایک ہزار آدمیوں کا کھانا کھلا دیا اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ان سب نے (خوب شکم سیر ہو کر) کھالیا یہاں تک کہ وہ بچ رہا اور وہ لوگ فارغ ہو کر چلے گئے اور ہماری ہانڈی بدستور کھد کھدا رہی تھی اور ہمارا آٹا پکایا جا رہا تھا اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹے اور ہانڈی میں تھوک دیا تھا اور آپ نے ان دونوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی اس کو جابر سے سعید بن میناء اور ایمن نے روایت کیا ہے اور اسی کی مثل ثابت سے مروی ہوا ہے اور وہ اس کو ایک شخص انصاری اور اس کی بیوی سے بیان کرتے ہیں اور انھوں نے ان دونوں کا نام لیا اور انھوں نے کہا ہے کہ ایک مٹھی آٹا لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھیلاتے جاتے تھے اور جو کچھ خدا نے چاہا وہ آپ اس میں کہتے جاتے تھے تو اس میں سے ان سب لوگوں نے کھالیا جو حجرہ اور گھر اور صحن میں مجتمع تھے اور یہ ساری جگہ ان لوگوں سے بھر رہی تھی جو اس ارادہ

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ آئے تھے اور ان سب کے شکم سیر ہونے کے بعد بھی وہ اتنا ہی موجود تھا جتنا کہ وہ پہلے سے برتن میں تھا۔ اور اسی جنس سے ہے ابی ایوب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اتنا کھانا تیار کیا جتنا کہ ان دونوں کو کافی ہو تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اشراف انصار سے تیس شخصوں کو (اور) بلا لو سو وہ ان کو (بھی) بلا لائے اور وہ تیسوں شخص کھانا کھا گئے اور پھر بھی کھانا بچ رہا پھر فرمایا کہ ستر کو اور بلا لاؤ تو وہ بھی خوب شکم سیر ہو کر کھا گئے اور پھر بھی کھانا بچ رہا اور ان میں سے جو کوئی باہر گیا وہی آپ پر ایمان لے آیا اور اسی نے آپ سے بیعت کی (یعنی آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر جو لوگ شریک دعوت ہوئے تھے سب ایمان لے آئے) ابو ایوب کہتے ہیں (اس روز) میرے کھانے کو ایک سو اسی آدمیوں نے کھایا۔ اور سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑے برتن میں گوشت لایا گیا تو صحابہ کرام اس کو نوبت نبوبت رات تک کھاتے رہے کہ ایک جماعت کھڑی ہوتی تھی اور دوسری بیٹھتی تھی۔ اور اسی جنس سے ہے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ ہم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایکسو تیس آدمی تھے اور حدیث مذکور میں ذکر کیا کہ ایک صاع آٹا گوندھا گیا اور ایک بکری بنائی گئی اور پھر اس کی کلیجی بھونی گئی عبدالرحمن بن ابی بکر کہتے ہیں قسم بخدا ایک سو تیس آدمیوں میں سے ایک آدمی بھی ایسا باقی نہیں رہا جس کے لیے آپ نے اس کی بوٹی نہ رکھی ہو پھر آپ نے اس میں سے دو بادیے بھرے جن میں سے ہم سب نے کھا بھی لیا اور اس میں کچھ بچ بھی رہی تو میں نے اس کو اونٹ پر رکھ لیا۔ اور اسی قبیل سے ہے عبدالرحمن بن ابی عمرۃ الانصاری کی وہ حدیث جس کو کہ انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور اسی کے مثل سلمۃ بن الاکوع اور ابی ہریرہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے کہ ان سبھوں نے ایک بھوک کا ذکر کیا جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ لوگوں کو آپ کے بعض غزوات میں پہنچی تھی (اس میں ہے) کہ آپ نے لوگوں کے توشہ طلب کیے تو کوئی ایک مٹھی کھانا لایا اور کوئی اس سے زائد اور جو سب سے زیادہ لایا تھا تو وہ ایک صاع کھجوریں تھیں تو آپ نے اس سب کو ایک چمڑہ کے فرش پر جمع کر لیا سلمہ کہتے ہیں کہ میرے اندازہ میں وہ اتنی تھیں جتنی بکری کی ڈھیری پھر آپ نے لوگوں کو بلایا کہ اپنے اپنے برتن (اور توشہ دان) لے آؤ تو لشکر میں کوئی برتن باقی نہ رہا جس کو کہ انھوں نے نہ بھر لیا ہو اور پھر بھی کچھ باقی رہ گیا۔ اور ابی ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے (کہ انھوں نے کہا) کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ میں آپ کے لیے اہل صفہ کو بلا لاؤں تو میں نے ان کو ڈھونڈنا شروع کیا یہاں تک کہ میں ان سب کو جمع کر لایا پھر ہمارے سامنے ایک چوڑا برتن رکھا گیا تو ہم نے جتنا چاہا کھالیا اور فارغ ہو گئے اور وہ ویسا ہی بچ رہا جیسا کہ رکھتے وقت تھا بس اتنا فرق تھا کہ اس میں انگلیوں کے نشاں ہو گئے تھے۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کو اکٹھا کیا اور وہ چالیس شخص تھے اور ان میں اکثر ایسے تھے جو جو ان بکری کو کھا جاتے تھے اور ایک فرق (جس میں کہ تین صاع سماتے ہیں پانی) پی جاتے تھے تو آپ نے ان کے لے صاع کھانا تیار کیا تو ان سب نے خوب پیٹ بھر کر کھالیا اور کھانا جوں کا توں بچ رہا پھر آپ نے ایک لکڑی کا بڑا پیالہ (پانی) منگوایا تو اس سے سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا اور وہ ایسا ہی باقی تھا جیسا کہ تھا گویا اس سے کسی نے پیا ہی نہیں اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور آپ ان کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ کے لئے کچھ لوگوں کو بلا لاؤں جن کے کہ آپ نے نام لئے تھے اور (یہ بھی فرما دیا تھا کہ اور) جو کوئی ملے (اس کو بھی بلا لاؤ) یہاں تک کہ آپ کا تمام گھر اور حجرہ (آدمیوں سے) بھر گیا اور آپ نے ان کے سامنے ایک طشت بڑھایا جس میں تقریباً" ایک مد کھجوروں کا حیسہ ہو گا تو آپ نے اس کو اپنے سامنے رکھ کر آپ نے اس میں اپنی تین انگلیاں گڑو دیں اور لوگوں نے کھانا شروع کیا اور کھا کھا کر نکلنا شروع کیا اور طشت مسطور بدستور ویسا ہی موجود تھا جیسا کہ تھا اور یہ اکہتر 71 یا بہتر 72 شخص تھے اور دوسری روایت میں اسی قصہ میں یا اس کی مثل (کسی اور قصہ) میں ہے کہ یہ لوگ قریب تین سو کے تھے اور ان سب نے خوش شکم سیر ہو کر کھالیا یہاں تک کہ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھاؤ سو میں نہیں جانتا کہ جب وہ رکھا گیا تھا جب وہ زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا۔ اور جعفر بن محمد کی اس حدیث میں ہے جو انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صبح کے وقت ایک ہنڈیا پکائی اور علی کرم اللہ وجہہ کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ آپ بھی ہمارے ہی ساتھ کھانا تناول فرماویں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا اور آپ کے حکم کے مطابق انھوں نے اس میں سے آپ کی جملہ ازواج مطہرات کے لئے ایک ایک رکابی بھری پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

لئے اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا اور آپ کے حکم کے مطابق انھوں نے
اس میں سے آپ کی جملہ ازواج مطہرات کے لئے ایک ایک رکابی بھری پھر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے پھر اپنے لیے پھر ہانڈی
کو اٹھا لیا تو وہ (اُبلی پڑتی تھی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اس میں سے
جتنا خدا نے چاہا کھایا (مطلب یہ ہے کہ خوب کھایا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ احمس کے چار سو سواروں کو توشہ سفر دیدو تو
انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ تو چند صاع ہیں فرمایا جاؤ اور توشہ دو) تو وہ گئے اور
وہاں جا کر انھوں نے توشہ دینا شروع کر دیا اور وہ کل اتنی کھجوریں تھیں جتنا کہ اونٹ کا
چھوٹا بچہ بیٹھا ہو (یعنی کل اتنی ڈھیری تھی جتنی کہ اس کی ہو) اور با این ہمہ وہ (سب کو کافی
ہو گیا اور) بچ رہا۔ یہ حدیث دکین احمسی اور جریر کی روایت سے مروی ہوئی ہے اور بعینہ
اس کی مثل نعمان بن مقرن کی روایت سے بھی مروی ہوئی ہے مگر اس میں (بجائے چار سو
سوار احمس کے یہ کہا) ہے چار سو سوار مزنیہ کے اور اسی قبیل سے ہے جابر رضی اللہ عنہ
کی وہ حدیث جو انھوں نے اپنے والد کے قرضہ کے ادا میں ذکر کیا ہے جو ان کی وفات کے
بعد ان پر باقی رہ گیا تھا اور (اس میں ہے کہ) انھوں نے اپنا کل مال قرضہ خواہوں کو دینا چاہا
اور انھوں نے اس کو قبول نہ کیا اور ان کے باغ کا پھل ان کے قرضہ کو کافی نہ تھا تو جب
انھوں نے حسب ارشاد تو وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو توڑ لیا اور ان کی جڑوں
میں اس کی ڈھیریاں لگا دیں تو وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
تو آپ ان کے درمیان پھرے اور آپ نے ان میں دعا فرمائی تو جابر رضی اللہ عنہ نے اس
سے اپنے والد کا قرضہ بھی پورا ادا کر دیا اور (ان کے پاس) اتنا پھل اور بچ رہا جتنا کہ وہ ہر
سال توڑا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اتنا ہی اور بچ رہا جتنا کہ انھوں نے ان کو دیا
تھا کہا ہے اور وہ قرض خواہ یہودی تھے تو ان کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور ابوہریرہ رضی اللہ
عنہ نے کہا ہے کہ (ایک بار) لوگ بھوک میں مبتلا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کیا کوئی چیز ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں ایک توشہ دان میں کچھ
کھجوریں ہیں فرمایا تو اس کو میرے پاس لے آؤ (تو میں لے گیا) تو آپ نے اس میں اپنا ہاتھ
ڈالا اور ایک مٹھی بھر کر نکال لیے پھر آپ نے ان کو پھیلایا اور ان میں برکت کی دعا کی پھر
فرمایا کہ دس شخصوں کو بلاؤ تو انھوں نے کھایا یہاں تک کہ ان کا پیٹ بھر گیا پھر دس آئے
اور انھوں نے بھی اس طرح کھایا اور شکم سیر ہوئے یہاں تک کہ اپنے کل لشکر کو کھلا دیا اور

وہ کل شکم سیر ہو گئے پھر فرمایا جو لایا تھا وہ لے اور اپنا ہاتھ ڈال اور اس سے مٹھی بھر اور اس کو لوٹا مت تو میں نے اس سے زیادہ مٹھی بھری جتنی کہ میں لایا تھا اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورابی ابوبکر الصدیق اور ابی بکرالصدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما زندہ رہے میں اس سے کھاتا کھلاتا رہا یہاں تک کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تو اس وقت وہ مجھ سے لٹ گئی اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے ان کھجوروں میں سے اتنی اتنی وسق راہ خدا میں صرف کیں اور اسی حکایت کی مثل غزوہ تبوک میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور یہ کھجوریں کچھ اوپر دس کھجوریں تھیں۔ اور اسی قبیل سے ہے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جب کہ ان کو بھوک لگ رہی تھی اور وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہوتے تھے اور وہاں پر ان کو ایک پیالہ میں دودھ ملا تھا کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ تم اہل صفہ کو بلالو وہ کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ یہ دودھ ان کو کیا کفایت کریں گا اس کا تو میں ہی مستحق تھا کہ ایک گھونٹ بھر لیتا جس سے مجھ میں کچھ جان آ جاتی سو میں ان کو بلالایا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ذکر کیا کہ آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو بلادیں تو میں ایک شخص کو دیتا تھا اور جب وہ پی لیتا اور خوب سیراب ہو جاتا تھا تب اس سے دوسرا لیتا تھا۔ یہاں تک کہ سب کے سب خوب سیراب ہو گئے کہا کہ پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ کو لیا اور فرمایا اب میں اور تو (دوہی) باقی رہے گئے ہیں بیٹھ اور پی تو میں نے پیا پھر فرمایا کہ پی اور آپ برابر یہی فرماتے رہے کہ پی اور میں پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے کہا ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب میں اس کے لیے جگہ نہیں پاتا تو آپ نے پیالہ لیا اور فرمایا الحمد للہ اور بسم اللہ اور یہ کہا کے جو بچا تھا اس کو پی لیا۔ اور حدیث خالد بن عبدالعزیٰ میں ہے کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ایک بکری ذبح کی اور خالد ایک کثیرالعیال شخص تھے۔ ایک بکری ذبح کرتے تھے تو ان کو بچوں کو ایک ایک ہڈی ہاتھ نہ آتی تھی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری سے تناول فرمایا اور جو بچا اس کو خالد کے ایک ڈول میں رکھدیا اور اس کو برکت کی دعا دی تو یہ اس کے عیال کے لئے بہت ہو گیا تو انہوں نے اس کو کھا بھی لیا اور وہ بچ بھی رہا اس خبر کو دولابی نے ذکر کیا ہے۔ اور آجری کی اس حدیث میں ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی کرم اللہ وجہہ سے بیاہ دینے میں آئی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان کے ولیمہ کے لیے بلال رضی اللہ عنہ کو ایک قصعہ کے پکانے کا حکم دیا جس میں کہ چار پانچ مد آٹا تھا اور ایک اونٹ کے ذبح کرنے کا بلال کہتے ہیں کہ میں اس قصعہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی چوٹی پر ہاتھ مارا پھر لوگوں کو جماعت جماعت داخل کیا اور انہوں نے اس سے کھا کھا کر نکلنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سب کے سب فارغ ہو گئے اور اس میں کچھ بچ رہا تو آپ نے اس میں برکت کی دعا دی اور حکم دیا کہ اس کو ازواج کی طرف لے جاویں اور فرمایا کہ وہ خود بھی کھا دیں اور ان کو بھی کھلا دیں جو ان کے پاس آئے۔ اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا تو میری ماں ام سلیم نے حیس تیار کیا اور اس کو ایک تسلے میں بھرا اور پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو رکھ اور فلاں اور فلاں کو اور جو کوئی ملے اس کو بلا لاؤ تو میں اس کو بلا لایا اور مجھ کو جتنے شخص ملتے گئے ان میں سے میں نے کسی کو بن بلائے نہیں چھوڑا اور ذکر کیا کہ وہ تقریباً" تین سو شخص تھے یہاں تک کہ انہوں نے صفہ اور حجرہ (دونوں) کو بھر لیا تو ان سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس دس کا حلقہ کرلو اور پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس میں کچھ دعا پڑھی اور جو کچھ خدا نے چاہا وہ آپ نے کہا سو انہوں نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سب شکم سیر ہو گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بس اٹھاؤ تو میں نہیں جانتا کہ وہ جب رکھا گیا جب زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا اور ان تینوں فصلوں کی اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور معانی اس فصل پر کچھ اوپر دس صحابی مجتمع ہیں جن سے ان کے المضاعف تابعین نے ان کو روایت کیا ہے پھر ان کے بعد تو ان کی روایت کرنے والوں کا کچھ حد شمار ہی نہیں رہا اور ان میں کے اکثر معجزہ قصص مشہورہ اور مجامع مشہودہ میں واقع ہوئے ہیں اور بدوں بچ کے ان کا بیان کرنا ممکن نہیں اور نہ ان اشخاص میں سے جو ان قصوں کے وقت موجود تھے کوئی ایسا شخص جو ان میں سے کسی ایسے امر پر سکوت اختیار کرتا جو ان قصص میں منکر اور غیر معروف ہو۔

فصل 15- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخت کا کلام کرنا اور آپ کی نبوت کی گواہی دینا اور آپ کی دعوت کو قبول کرنا ہم سے احمد بن محمد بن ثعلبوں نے مسند خود ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ دفعتہ ایک اعرابی آپ کے نزدیک آیا تو آپ نے فرمایا اے اعرابی کہاں

کا ارادہ رکھتا ہے اس نے کہا کہ اپنے اہل کا تو آپ نے فرمایا کیا تجھ کو کچھ بھلائی بھی درکار ہے تو اس نے کہا کہ وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دے کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں بولا آپ کے اس امر پر جو آپ نے فرمایا ہے کون گواہی دے گا تو آپ نے فرمایا کہ یہ درخت کیکر کا اور وہ میدان کے ایک کنارہ کھڑا تھا تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی تو اس نے گواہی دی کہ امر ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے پھر اپنی جگہ لوٹ گیا۔ اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس درخت سے کہہ کہ تجھ کو رسول اللہ بلاتے ہیں بلاتے ہیں بریدہ کہتے ہیں کہ وہ درخت سے کہہ ۔ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں بریدہ کہتے ہیں کہ وہ درخت اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے جھکا سو اس کی جڑیں ٹوٹ گئیں پھر وہ زمین کھودتا اور اپنی جڑیں کھینچتا اور خاک اڑاتا آگے بڑھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا السلام علیکم یا رسول اللہ اعرابی بولا کہ آپ اس کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے اگلے کی جگہ لوٹ جائے تو وہ لوٹ گیا اور اس نے اپنی جڑیں چھوڑ دیں پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اعرابی نے کہا کہ آپ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں بیشک عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے دونوں ہاتھ اور پیروں کو بوسہ دوں تو آپ نے اس کو یہ اجازت دی اور صحیح مسلم میں حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ میں ہے جو بڑی طول طویل حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کو تشریف لے گئے تو آپ کو کوئی درخت ایسا نظر نہ آیا جس کی آپ آڑ لیتے تو آپ نے دیکھا کہ میدان کے دونوں کنارہ دو درخت کھڑے ہیں تو آپ ان دونوں درختوں میں سے ایک کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا اللہ کے حکم سے میرا کہا مان سو وہ درخت آپ کا ایسا مطیع اور منقاد ہو گیا جیسے کوئی نکیل دار اونٹ اپنے قائدہ مطیع اور منقاد ہو اور ذکر کیا کہ پھر آپ نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا یہاں تک کہ جب وہ دونوں وسط میدان میں پہنچ گئے تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے تم مجھ پر مل جاؤ تو وہ دونوں مل گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے جابر تو اس درخت سے کہدے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے فرماتے ہیں کہ تو اپنے رفیق یعنی دوسرے درخت سے جا
تاکہ میں تم دونوں کے پیچھے بیٹھوں تو میں آپ کا حکم بجا لایا تو وہ اپنی جگہ سے چلا اور اپنے
رفیق سے جاملا تو آپ ان دونوں کے پیچھے بیٹھ گئے تو میں وہاں سے دوڑتا نکلا اور بیٹھ کر اپنے
دل میں سوچنے لگا تو پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو (معلوم ہوا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم تشریف لا رہے ہیں اور دونوں درخت جدا ہو گئے تو ان میں سے ہر واحد اپنے اپنے تنہ
پر جاکھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذرا توقف فرمایا اور اپنے سر مبارک
سے اس طرح دائیں بائیں جانب اشارہ فرمایا۔ اسی کے ہم معنی اسامہ بن زید نے بھی روایت
کیا ہے (اور) کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض مغازی میں مجھ
سے فرمایا تھا کہ کیا تمہارے خیال میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قضاء
حاجت کی جگہ ہے تو میں نے عرض کیا کہ اس میدان میں تو آدمی کے بیٹھنے کی کوئی جگہ
نہیں تو آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی کھجور یا پتھر دکھائی دیتا ہے تو میں نے عرض کیا کہ چند
کھجوریں قریب قریب نظر آتی ہیں۔ فرمایا جا اور ان میں سے کہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم قضاء حاجت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لیے حاضر ہو اور ایسا ہی پتھروں سے بھی کہا تو میں نے ان سے بھی پس قسم ہے اس ذات کی
جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں نے ان
کھجوروں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے قریب ہو گئیں یہاں تک کہ وہ مل گئیں اور پتھر
مذکور آپس میں اکٹھے ہو گئے یہاں تک کہ وہ سب ان کھجوروں کے پیچھے ڈھیر ہو گئے پس
جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان سے کہہ دو کہ
تم جدا ہو جاؤ پس قسم ہے (اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے ان
کھجوروں اور پتھروں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنی اپنی
جگہ لوٹ گئے اور یعلی بن سیابہ نے کہا ہے کہ میں ایک سفر میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے ہمراہ تھا اور انھیں دونوں حدیثوں کی مثل ذکر کیا۔ اور ذکر کیا فامر ودیتین فانضمتا
کہ آپ نے دو چھوٹی کھجوروں کو حکم کیا سو وہ دونوں مل گئیں اور روایت میں (بجائے
ودیتین کے) رشائین (کلفظ) ہے اور اس کے بھی وہی معنی ہیں صرف لفظ کا فرق ہے) اور
اسی کے مثل دو درختوں میں غیلان بن سلمۃ الثقفی سے بھی مروی ہوا ہے اور اسی کے مثل
ابن مسعود رضی اللہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غزوہ حنین میں ذکر کیا ہے۔
اور یعلی بن مرۃ یعنی ابن سیابۃ سے بھی مروی ہوا ہے اور اس نے (اپنی روایت میں) بہت

چیزوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھی ہیں تو اس نے ذکر کیا ہے کہ اس نے درخت طلح یا درخت کیکر کو دیکھا کہ وہ آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طواف کیا اور پھر وہ اپنے نکلنے کی جگہ لوٹ گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے (اپنے رب سے) اذن چاہا تھا کہ وہ مجھ پر اسلام کرے۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جس رات آپ سے جنات نے قرآن شریف سنا تھا اس رات بھی ایک درخت نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا) اذن چاہا تھا اور روایت مجاہد میں اسی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آپ سے جنات نے کہا تھا کہ آپ کے لیے کون گواہی دے گا تو آپ نے فرمایا یہ درخت (پھر فرمایا) اے درخت ادھر آتو وہ جڑیں کھینچتا ہوا چلا آیا اور وہ کڑکر بولتی جاتی تھیں اور پہلی حدیث کی مثل یا اس کے ہم معنی ذکر کیا۔ قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ابن عمر اور بریدہ اور جابر اور ابن مسعود اور یعلی بن مرۃ اور اسامہ بن زید اور انس بن مالک اور علی بن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ان کے سوا اور بہت لوگ ہیں جو سب کے سب نفس اس قصہ یا اس کے معنی پر متفق ہیں اور اس قصہ کو ان سے دو چند تابعیوں نے روایت کیا ہے تو یہ قصہ بھی اپنی شہرت اور انتشار کے سبب اتنا ہی قوی ہو گیا جتنا کہ وہ چلا قصہ قوی اور ابن فورک نے ذکر کیا ہے کہ (ایک بار) غزوہ طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کہیں) شب کو تشریف لے چلے اور اس وقت آپ اونگھ رہے تھے کہ اچانک آپ کے راستے میں ایک بیری کا درخت آگیا تو وہ فی الفور دو ٹکڑے ہو گیا اور آپ اس کے درمیان سے گذر گئے اور ہمارے زمانہ تک وہ دو ہی ساق پر باقی ہے اور وہ اس جگہ پر مشہور اور معروف ہے اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اسی قبیل سے ہے انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنجیدہ دیکھ کر آپ سے کہا کہ کیا آپ یہ امر محبوب رکھتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی نشانی بتاؤں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگل کے کنارہ ایک درخت نظر آیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اس درخت کو بلائے تو وہ چل کر حاضر ہوا یہاں تک کہ وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو انھوں نے کہا کہ اس سے فرما دیجئے کہ وہ لوٹ جائے تو وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور اسی کے ہم معنی علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا مگر اس میں جبرئیل علیہ السلام کا ذکر نہیں بلکہ اس میں کہا ہے کہ اے اللہ تو مجھ کو ایسی نشانی بتا دے جس کے بعد میں اس کی پرواہ

کروں جو مجھ کو جھٹلا دے پھر آپ نے ایک درخت کو بلایا اور ویسا ہی ذکر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حزن وملال آپ کی قوم کی جھٹلانے کے سبب تھا (نہ اپنے سبب) اور نشانی کا طلب کرنا بھی انہیں کے لیے تھانہ اپنے لیے اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت میں رکانہ کو بھی ایسی ہی نشانی دکھائی تھی کہ آپ نے اس کو بلایا اور وہ آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر فرمایا لوٹ جا اور وہ لوٹ گیا اور حسن سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے اپنی قوم کی شکایت کی کہ وہ آپ کو ڈراتے ہیں اور آپ نے ایسی نشانی طلب کی جس سے معلوم ہو کہ آپ پر کچھ اندیشہ نہیں تو آپ کی جانب وحی کیا گیا کہ ایسی ایسی وادی میں آؤ اس ایک میں درخت ہے اس کی ایک ٹہنی کو بلاؤ وہ تمہارے پاس چلی آوے گی تو آپ نے ایسا ہی کیا تو وہ زمین چیرتی ہوئی چلی آئی یہاں تک کہ وہ آپ کے سامنے کھڑی ہو گئی تو آپ نے اس کو جتنی دیر کہ خدا نے چاہا روکے رکھا پھر فرمایا کہ جیسی آئی تھی ویسی ہی لوٹ جا تو آپ نے کہا کہ اے میرے رب میں نے جان لیا کہ مجھ پر کچھ ڈر نہیں اور اس کے ہم معنی روایت حسن کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور اس میں کہا ہے کہ مجھ کو ایسی نشانی دکھا دے جس کے بعد مجھ کو اپنے جھٹلانے والوں کی پروانہ ہو اور (راوی نے) اس کے ہم معنی ذکر کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے اس گابہ کو بلاؤں تو کیا اس امر کی گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا ہاں تو آپ نے اس کو بلایا تو وہ کودتا چلا آیا یہاں تک کہ وہ آپ کے قریب آگیا آپ نے فرمایا کہ لوٹ جا تو وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اس حدیث کا ترمذی نے اخراج کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فصل 16۔ قصہ رونے ستون کا حدیث ان میں جزع سے ان سب اخبار کی تائید ہوتی ہے (جو پیشتر مذکور ہوئی) اور اس کے لیے کسی موید کی ضرورت نہیں) وہ خود ایک مشہور اور معروف حدیث ہے اور اس کی خبر متواتر اور اس کی اہل صحیح نے تخریج کی ہے اور اس کو کچھ اوپر دس صحابیوں نے روایت کیا ہے جن کی بعض یہ ہیں۔ ابی بن کعب اور جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس اور سہل بن سعد اور ابی سعید خدری اور بریدہ اور ام سلمہ اور مطلب بن ابی وداعہ کہ یہ سب حضرات اس کے بالمعنی راوی ہیں اور ترمذی نے کہا ہے کہ انس کی حدیث صحیح ہے جابر بن عبداللہ نے کہا کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور دن کے ستونوں پر پڑ رہی تھی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب خطبہ فرماتے تھے تو اس میں سے ایک ستون کے نزدیک کھڑے ہوا کرتے تھے پس جب آپ کے لیے منبر تیار کیا گیا (اور آپ اس پر کھڑے ہوئے) تو ہم نے اس ستون کی ایسی آواز سنی جیسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی آواز کیا کرتی ہے اور انس کی روات میں ہے کہ (جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے تو وہ ستون ایسا چلایا جیسا بیل چلاتا ہو) یہاں تک کہ اس کی آواز سے مسجد گونج اوٹھی اور سہل (بن ابن سعد) کی روایت میں ہے کہ اس کا رونا دیکھ کر تمام لوگ رو اوٹھے۔ اور مطلب اور ابی کی روایت میں ہے کہ وہ اتنا رویا کہ وہ پھٹ گیا اور بیچ سے دو ٹکری ہو گیا یہاں تک کہ نبی اللہ نے تشریف لاکر اس پر اپنا دست مبارک رکھ دیا تب وہ چپ ہوا اور ان کی سوا اوروں نے (اتنا اور) زیادہ کیا ہے کہ نبی اللہ نے فرمایا کہ یہ ستون فقد ان ذکر ہی کی سبب رویا ہے (جو اس کی نزدیک ہوتا تھا) اور کسی اور نے کہا ہے (کہ آپ نے فرمایا) کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر میں اس کو گلے نہ لگاتا تو وہ قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں ایسا ہی (روتا) رہتا۔ پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نسبت حکم دیا تو وہ منبر کے نیچے دفن کر دیا گیا مطلب اور سہل بن سعد اور اسحاق کی حدیث میں انس سے ایسا ہی آیا ہے اور بعض روایات میں سہل سے مروی ہوا ہے کہ وہ آپ کے منبر کے نیچے دفن کیا گیا یا وہ چھت میں لگایا گیا (یعنی شک کے ساتھ) اور حدیث ابی میں ہے کے جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو اسی کے نزدیک پڑھتے پس جب (تعمیر جدید کے سبب مسجد شریف ہدم کی گئی تو اس کو ابی نے لے لیا (اور وہ انھیں کے پاس رہا) یہاں تک کہ اس کو دیمک نے کھا لیا اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور اسفرائنی نے ذکر کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی طرف بلایا اور وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس کو گلے لگایا پھر اس کو حکم دیا سو وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور حدیث بریدہ میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اس باغ میں پھیر دوں جہاں کا تو ہے وہاں تیری جڑیں نکل آئے گی اور تیری خلقت پوری ہو جائے گی اور تیری از سر نو شاخیں نکل آویں گی اور تجھ کو پھل آنے لگے گا اور اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنت میں گاڑ دوں کہ اولیاء اللہ تیرا پھل کھا دیں پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اپنے کان لگائے تاکہ اس کی بات سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ اس نے کہا کہ آپ مجھ کو جنت میں گاڑ دیجیے تاکہ اولیائے خدا میرا پھل کھا دیں اور میں ایسے مکان میں ہو جاؤں جہاں کہ میں پرانا نہ ہوں تو اس کو ان لوگوں نے سنا جو آپ سے نزدیک

تھے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (منظور ہے) میں نے پھر فرمایا کہ اس نے دار فانی پروار باقی کو اختیار کر لیا تو جب حسن (بصری) رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان فرماتے تو روتے اور کہتے اے خدا کے بندو چوب خشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوق میں آپ کے مرتبت عظمی کے سبب روتی ہے تم کو چاہیے کہ تم بھی آپ کی ملاقات کے مشتاق ہو اس حدیث کو جابر سے حفص بن عبیداللہ نے اور کہا جاتا ہے عبیداللہ بن حفص نے اور ایمن. اور ابو نضرہ اور ابن المسیب اور اور سعید بن ابی کرب اور کریب اور ابو صالح نے روایت کیا ہے اور انس بن مالک سے حسن بصری اور ثابت اور ابو اسحاق بن ابی طلحہ نے روایت کیا ہے اور ابن عمر سے نافع اور ابو حیۃ نے اور ابونضرہ اور ابی الوداک نے ابی سعد سے۔ اور عمار بن ابی عمار نے ابن عباس سے اور ابو حازم اور عباس بن سہل نے سہل بن سعد سے اور کثیر بن زید نے مطلب اور عبداللہ بن بریدہ نے اپنے باپ سے اور عقیل بن ابی نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے اس کا اہل صحت نے اخراج کیا ہے اور اس کو صحابہ کرام نے تابعیوں نے روایت کیا ہے کہ جو ان سے بھی دو چند ہیں اور وہ لوگ جن کو کہ ہم نے ذکر نہیں کیا اس کے علاوہ ہیں اور جس کسی نے اسباب کا اہتمام کیا ہے اس کو ان سے بھی کم رواۃ کے ساتھ علم یقین حاصل ہو سکتا ہے اور باقی اللہ ہی صواب پر ثابت رکھنے والا ہے۔

فصل 17- اور علی ہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسے معجزات کا دیگر جمادات میں واقع ہونا۔ ہم سے قاضی ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ التمیمی نے .سند خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم بیشک کھانے کی تسبیح سنتے تھے اور وہ کھایا جاتا تھا۔ اور اس روایت کے سوا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اس کی تسبیح سنتے تھے۔ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں ہاتھ میں لیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم نے خود تسبیح (کی آواز) سنی پھر آپ نے ان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ڈال دیا تو انہوں نے (ان کے ہاتھ میں بھی) تسبیح پڑھی پھر آپ نے ان کو ہمارے ہاتھ میں ڈال دیا تو انھوں نے تسبیح نہ پڑھی۔ اور اسی کے مثل ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ انہوں نے عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں (بھی) تسبیح پڑھی۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مکہ میں

تھے تو آپ اس کے کسی جانب تشریف لے گئے تو جو درخت اور پہاڑ آپ کے سامنے آیا اسی نے آپ سے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ اور جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کہ پہنچانتا ہوں کہ جو مجھ کو سلام کیا کرتا تھا کہا گیا ہے کہ وہ حجرا سود ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے (کہ آپ نے فرمایا) کہ جب میرے پاس جبرئیل علیہ السلا رسالت لے کر آئے تو میں جس پتھراور درخت پر گذرتا تھاوہی مجھ سے کہتا تھا السلام علیکم یا رسول اللہ۔ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پتھراور درخت پر نہ گذرتے تھے مگر وہ آپ کو سجدہ کرتا تھا (یعنی سجدہ تحیت اور سلام) اور حدیث عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور ان کی اولاد کو ایک کملی میں لپیٹا اور ان کے لیے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تو ان کو اس طرح آگ سے چھپانا جیسا میں نے ان کو اپنے اس کپڑے سے چھپایا ہے تو اس پر دروازوں کی چوکھٹ اور بازو اور گھر کی دیواروں نے کہا آمین آمین۔ اور جعفر بن محمد سے مروی ہوا ہے اور وہ اس کو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں انار اور انگوروں کا ایک طباق لائے تو اس سے نبی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا اور ان اناروں اور انگوروں نے تسبیح کی۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر الصدیق اور عمر بن الخطاب اور عثمان رضی اللہ عنہم کوہ احد پر چڑھے تو وہ ان کی ہیبت سے کانپنے لگا تو آپ نے فرمایا اے احد ثابت رہ تجھ پر صرف نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں اور اسی کے مثل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حراء میں مروی ہوا ہے اور انھوں نے آپ کے ساتھ علیؓ اور طلحہؓ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو اور زیادہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید ہے اور نیز خبر حراء میں عثمانؓ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (اس وقت) دس صحابی تھے جن میں ایک میں بھی تھا اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا کو اور زیادہ کیا اور کہا اور دو شخصوں کو میں بھول گیا۔ اور حدیث سعید بن زید میں بھی اسی کے مثل ہے اور دسوں کو ذکر کیا اور اپنی ذات کو اور زیادہ کیا اور مروی ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش نے تلاش کیا تو آپ سے کوہ شبیر نے کہا کہ یارسول اللہ آپ مجھ سے اوتر جائیے مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آپ کو مجھ پر قتل نہ کر ڈالیں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھ کو عذاب کرے اور حرا

نے کہا کہ یا رسول آپ میری طرف تشریف لے آئے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منبر پر پڑھا۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ یعنی مخلوق نے جیسا کہ چاہئے خدا کی قدر نہ جانی۔ پھر فرمایا کہ جبار تعالیٰ اپنی ذات اقدس کی بزرگی بیان فرماتا ہے کہ میں جبار ہوں میں جبار ہوں میں بزرگ مرتبہ بلند قدر ہوں تو منبر کانپنے لگا یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کہیں آپ اس سے گر نہ پڑیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے تھے اور ان کے پیروں کو سیسہ پتھروں میں جما رکھا تھا پس جب فتح مکہ کے سال رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں داخل ہوئے تو آپ نے ایک چھڑی کے ساتھ جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں موجود تھی ان کی جانب اشارہ کرنا شروع کیا اور آپ ان کو چھوتے نہ تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا تو آپ جس بت کے منہ کی جانب اشارہ کرتے وہ گدی کے بھل اور جس کی گدی کی جانب اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بھل گرتا جاتا تھا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بت بھی (اپنی جگہ) باقی نہ رہا اور اسی کے مثل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آیا ہے اور (اس میں) کہا کہ آپ ان کے کونچا مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ اور اسی قبیل سے ہے آپ کا وہ قصہ جو ابتداء امر میں آپ کو راہب (بحیرا) کے ساتھ پیش آیا تھا جبکہ آپ اپنے چچا (ابی طالب) کے ساتھ (ملک شام کو) تشریف لے جا رہے تھے اور وہ بارادہ تجارت گھر سے نکلے تھے اور یہ راہب کسی شخص کے لیے باہر نہ نکلتا تھا تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو وہ باہر نکلا اور ان کے درمیان پھرتا رہا یہاں تک کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ یہ سارے جہاں کے سردار ہیں اللہ ان کو رحمتہ للعالمین کر کے بھیجے گا تو اس سے شیوخ قریش نے کہا کہ تجھ کو یہ کیونکر معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ کوئی درخت اور پتھر ایسا باقی نہیں رہا جو آپ کے سامنے سجدہ میں نہ گرا ہو اور یہ چیزیں نبی کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتیں اور سارا قصہ ذکر کیا اور وہ یہ ہے کہ اس نے کہا کہ میں آپ کو خاتم نبوت کے سبب پہچانتا ہوں جو آپ کے شانہ کے نیچے سیب کی صورت ہے پھر وہ لوٹ گیا اور اس نے ان کے لیے کھانا تیار کیا اور جب وہ کھانا لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اونٹ چرانے تشریف لے گئے تھے تو اس نے کہا کہ کسی کو ان کی طرف بھیجو کہ وہ ان کو بلا لادے پھر کہا کہ جب آپ تشریف لائے تو آپ پر بادل سایہ کیے ہوئے

تھا اس نے کہا کہ دیکھوں کہ آپ پر بادل سایہ کر رہا ہے پھر جب آپ لوگوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ سب درخت کے سایہ میں بیٹھ چکے ہیں تو جب آپ بیٹھے تو وہ سایہ (ان کی طرف سے) آپ کی طرف لوٹ آیا۔

فصل 18- ذکر ان معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ان کے لیے اقسام حیوانات میں واقع ہوئے ہیں۔ ہم سے سراج بن عبدالملک نے ،سند خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک ایک بکری پل رہی تھی سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوتے تو وہ (تعظیم اور توقیر نبی اللہ کے سبب) چپ چاپ کھڑی رہتی اور اپنی جگہ سے نہ ہلتی نہ کہیں جاتی اور نہ آتی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تو وہ (ادھر ادھر) پھرتی۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک گوہ کو شکار کر رکھا تھا تو اس نے کہا کہ یہ کون ہیں حاضرین مجلس نے کہا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تو اس نے کہا کہ قسم ہے لات اور عزیٰ کی میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا یہاں تک کہ یہ گوہ (آپ پر) ایمان لے آئے اور (یہ کہکر) اس نے اس گوہ کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پھینک دیا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے گوہ تو اس نے بزبان فصیح آپ کو جواب دیا۔ لبیک وسعدیک یا زین من وافی القیٰمته یعنی اے ان لوگوں کی زینت جو قیامت میں حاضر ہوں گے میں مرۃ بعد مرۃ آپ کی خدمت اور مدد کو حاضر ہوں اور اس کے اس کلام کو سب لوگ سن رہے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ تو کس کی بندگی کرتی ہے کہا کہ اس ذات پاک کی جس کا عرش آسمان میں ہے اور جس کی بادشاہت زمین میں ہے اور جس کا راستہ دریا میں ہے اور جس کی رحمت جنت میں ہے اور جس کا عذاب دوزخ میں ہے پھر فرمایا کہ پھر میں کون ہوں تو اس نے کہا کہ آپ پروردگار عالمین کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور جو کوئی آپ کی تصدیق کرے گا چھٹکارا پاؤں گا اور جو کوئی آپ کو جھٹلادے گا نامراد ہو گا یہ دیکھ کر اعرابی مذکور فوراً آپ پر ایمان لے آیا۔ اور اس قسم سے قصہ کلام بھیڑیہ کا جوابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے (اور وہ یہ ہے) کہ اس اثنا میں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ اس کی بکریوں میں سے ایک بکری پر بھیڑیہ آپڑا تو اس چرواہے نے اس سے اس بکری کو چھڑا لیا تو وہ بھیڑیہ اپنی ٹانگیں کھڑی کر کے اپنے چوتڑوں پر بیٹھ گیا اور راعی سے کہنے لگا کیا تجھ کو خدا کا خوف نہیں

آتا کہ تو میرے اور میری روزی کے درمیان حائل ہو گیا تو اس اعرابی نے کہا کہ عجب ہے کہ انسان کی زبان میں بھیڑیہ بات کرتا ہے پھر اس پر اس بھیڑیہ نے کہا کہ کیا میں تجھ کو اسے بھی عجیب بات کی خبر نہ دوں کہ وہ نخلستان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں کی خبر دے رہے ہیں جو پہلے گذر چکی ہیں یہ سن کر راعی مذکور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہو اور اس کو ان لوگوں سے بیان کر اور آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا اور حدیث میں ایک بڑا قصہ ہے اور اس کے بعض الفاظ میں طوالت ہے۔ اور بھیڑیہ کی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوئی ہے اور اس کو بعض طریقوں میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بھیڑیہ نے کہا کہ تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ تو اپنی بکریوں میں کھڑا ہے اور تو نے ایسے نبی کریم کو چھوڑ رکھا ہے جس سے بڑھ کر آج تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دے گئے ہیں اور اس کے رہنے والے اس کے اصحاب کی لڑائی کی جانب جھانک رہے ہیں اور تیرے اور اس کے درمیان صرف یہی ایک گھاٹی (کا فاصلہ) ہے تو تو لشکر خدا میں داخل ہو چرواہے نے کہا کہ پھر میری بکریوں کو کون چرا دے گا تو بھیڑیہ نے کہا کہ اتنی دیر تو لوٹے گا ان کو میں چراؤں گا تو اس نے اپنی بکریاں اس بھیڑیہ کے سپرد کر دیں اور خود (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب) روانہ ہوا اور اس نے اپنا اسلام لانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لڑائی میں موجود ہونے کا قصہ ذکر کیا آپ (جیسا کہ اس بھیڑیہ نے کہا تھا اس وقت) لڑ رہے تھے تو اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی بکریوں میں لوٹ جا تو ان کو پوری پاویگا تو اس نے ان کو ویسا ہی پایا اور ان میں سے ایک بکری کو بھیڑیہ کے لیے ذبح کیا اور (یہی قصہ) رہبان بن اوس سے بھی مروی ہوا ہے اور اسی کا یہ قصہ ہے اور اسی سے بھیڑیہ نے باتیں کیں تھیں۔ اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور یہ بھی صاحب قصہ ہیں اور ان کے اسلام کا بھی ایسا ہی سبب ہوا ہے جیسا کہ حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ میں مروی ہوا ہے اور اسی کے مثل ابن وہب نے بھی روایت کیا ہے (اور کہا ہے) کہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کو بھی بھیڑیہ کے ساتھ ایسا ہی قصہ پیش آیا تھا کہ ان دونوں نے ایک بھیڑیہ کو دیکھا کہ اس نے ایک ہرن پکڑنا چاہا اور ہرن مذکور حرم محترم میں داخل ہو گیا تو یہ بھیڑیہ لوٹ گیا تو ان دونوں کو اس سے تعجب ہوا تو بھیڑیہ نے کہا کہ محمد بن عبداللہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہیں کہ وہ جنت کی

جانب بلاتے ہیں اور تم ان کو دوزخ کی جانب بلاتے ہو تو ابوسفیان نے کہا کہ قسم ہے لات اور عزیٰ کی کہ اگر تو نے یہ بات مکہ میں ذکر کی تو وہ مکہ کو خالی چھوڑ دیں گے اور مدینہ منورہ کو چلے جائے گے اور ایسے ہی خبر کی نسبت مروی ہوا ہے کہ وہ ابوجہل اور اس کے یاروں کو بھی پیش آئی ہے اور عباس بن مرد اس سے مروی ہوا ہے کہ جب اس نے اپنے بت خمار نامی کے کلام اور اس کے اشعار سے تعجب کیا جو اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں پڑھی تھے تو اس نے دیکھا کہ (اس کے سامنے) ایک پر مذکرا اور اس نے کہا کہ اے عباس تجھ کو خمار کے کلام سے تو تعجب آتا ہے اور اپنی جان سے تعجب نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تجھ کو اسلام کی جانب بلا دیں اور تو بیٹھا رہے اور یہی امر اس کے اسلام کا سبب ہوا ہے۔ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ پر ایمان لایا اور آپ اس وقت خیبر کے بعض قلعوں میں تشریف فرما تھے اور یہ شخص اہل خیبر کی بکریوں میں رہتا تھا اور ان کو چرایا کرتا تھا اس نے عرض کیا کہ یہ رسول اللہ بکریوں کو ان کے مالکوں تک کس طرح پہنچاؤں تو آپ نے فرمایا کہ ان کے مونہوں پر کنکریاں مار دے خدا تجھ سے تیری امانت ادا کرے گا۔ اور ان کو ان کے مالکوں کے پاس پہنچا دیے گا تو اس نے ویسا ہی کیا تو ساری بکریاں چلدیں یہاں تک کہوہ اپنے اپنے مالکوں کے پاس جا پہونچیں اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر اور عمر ایک انصاری رضی اللہ عنہم۔ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اور اس باغ میں ایک بکری موجود تھی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کی نسبت ہم اس امر کے زیادہ مستحق ہیں آخر حدیث تک اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے تو (وہاں) ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا اور اسی کے مثل ذکر کیا۔ اور اس کی مثل ایک اونٹ میں ثعلبہ بن مالک اور جابر اور یعلیٰ بن مرۃ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے (اور انھوں نے) کہا ہے اور جو کوئی اس باغ میں جاتا تھا اسی پر وہ اونٹ حملہ کرتا تھا جب اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تو آپ نے اس کو بلایا تو اس نے اپنے ہونٹ زمین پر رکھ دے اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے اس کی نکیل ڈالی اور فرمایا کہ زمین اور آسمان کے درمیان کوئی شے ایسی نہیں ہے جو یہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انس (کہ وہ اپنی شامت سے نہیں

سمجھتے) اور اسی کے مثل عبداللہ بن ابی سے بھی مروی ہوا ہے اور دوسری خبر میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اس کا حال دریافت فرمایا سو انھوں نے خبر دی ہے کہ انھوں نے اس کی ذبح کا ارادہ کیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اس نے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ یہ لوگ مجھ سے کام زیادہ لیتے ہیں اور چارہ کم دیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے مجھ سے یہ شکایت کی ہے کہ جب تم بچپن سے لے کر اس وقت تک اس سے بڑے بڑے کام لے چکے تو اب تم اس کو ذبح کرنا چاہتے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں (تو آپ نے فرمایا کہ برا بدلا ہے جس کا تم نے اس کے لئے ارادہ کیا ہے) اور قصہ عضباء (ناقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کرنے اور اس کی اپنے اس امر کے ساتھ تعریف کرنے میں کہ چراگاہ میں چارہ خود بخود اس کی جانب دوڑتا تھا اور جانور ان وحشی اس سے دور رہتے اور اس کو آواز دیتے تھے کہ تو محمد (محمود العاقبت) ہے مروی ہوا ہے کہ اس نے وفات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چارہ کھایا اور نہ پانی پیا یہاں تک کہ وہ مر گئی اس کو اسفرائنی نے ذکر کیا ہے۔ اور ابن وہب نے ذکر کیا ہے کہ جس نے روز مکہ فتح ہوا تو اس روز مکہ کے کبوتروں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کیا تو آپ نے ان کو برکت کی دعا دی اور انس اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب غار کو سبحانہ وتعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا سو وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اگ آیا اور اس نے آپ کو چھپایا اور دو کبوتروں کو حکم دیا سو وہ غار کے منہ پر آکھڑے ہوئے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کے دروازہ پر مکڑی نے جالا پور دیا پس جب آپ کے ڈھونڈنے والے وہاں پہنچے اور انھوں نے یہ صورت دیکھی تو کہا کہ اگر اس میں کوئی ہوتا تو اس کے دروازہ پر کبوتر نہ (کھڑے) ہوتے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی باتیں سنتے تھے تو وہ سب کے سب لوٹ گئے اور عبداللہ بن قرط سے مروی ہوا ہے کہ عید کے روز پانچ یا چھ یا سات اونٹ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کیے گئے تو وہ سب کے سب از خود آپ سے قریب ہو گئے تاکہ آپ جس کو چاہیں اسی کو اول ذبح کریں اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگل میں تشریف فرما تھے کہ آپ کو ایک ہرنی نے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا کہ تو کیا چاہتی ہے تو اس نے عرض کیا کہ مجھ کو اس اعرابی نے شکار کیا ہے اور اس

پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں تو آپ مجھ کو اتنی دیر کے لیے چھوڑ دیجئے کہ میں جاؤں اور ان دونوں کو دودھ پلا کر چلی آؤں تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو ایسا کریں گی اس نے کہا کہ ہاں سو آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ چلی گی اور پھر لوٹ آئی تو آپ نے اس کو باندھ دیا اتنے میں اعرابی بیدار ہوا اور بولا یارسول اللہ کیا آپ کو کوئی حاجت ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اس ہرنی کو چھوڑ دے تو اس نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ اس میدان میں دوڑنے لگی اور کہتی جاتی تھی اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ کہ میں اس امر کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسی باب سے ہے قصہ شیر کا سفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بجانب یمن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا (تو ان کو راستہ میں) ایک شیر ملا اور اس نے آپ کو پہچان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولی ہیں اور ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط ہے تو اس نے کچھ آہستہ سے آواز کی (جیساکہ بوقت محبت اور پیار جانور کی عادت ہوتی ہے) اور راستہ سے چھٹ گیا اور اسی کے مثل انہوں نے اپنے لوٹنے میں بھی ذکر کیا اور انہیں سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بار ان کی کشتی ٹوٹ گئی جس میں کہ وہ سوار تھے تو وہ ایک جزیرہ کی جانب جا نکلے تو وہاں پر اچانک ایک شیر نکل آیا تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولی ہوں تو وہ مجھ اپنے مونڈھے سے اشارہ کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھ کو راستہ پر جا کھڑا کیا اور ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان عبدالقیس کے کسی قبیلہ کی ایک بکری کا کان پکڑ کر چھوڑ دیا تھا تو اس سے اس کے ایک نشان ہو گیا اور پھر یہ نشان اس میں اور اس کے بعد اس کی نسل میں باقی رہا۔ اور اسی قبیل سے ہے کلام اس گدھے کا جس کو کہ ابراہیم بن حماد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ اس گدھے نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کیا تھا جو کہ بروز خیبر آپ کو حاصل ہوا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میرا یزید بن شہاب نام ہے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا یعفور نام رکھ دیا اور آپ اس کو اپنے اصحاب کے گھروں کی طرف بھیجتے تھے اور وہ (اپنے سرسے) ان کے دروازہ کھٹکھٹاتا تھا اور ان کو بلا لاتا تھا اور جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات فرمائی تو وہ آپ کے غم میں کنوئیں میں جاپڑا اور وہیں مرگیا اور اسی قبیل سے ہے حدیث اس اونٹنی کی جس نے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو اپنے مالک کے لیے گواہی دی تھی کہ اس نے اس کو چرایا نہیں بلکہ وہ

اسی کی مالک ہے۔ اور اس بکری کی حدیث میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور اس وقت سب لوگ پیاس میں مبتلا تھے اور جہاں اترے تھے وہاں پانی نہ تھا اور یہ کچھ اگلے تین سو شخص تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دودھ نکالا اور تمام لشکر کو پلایا اور پھر رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کو باندھ رکھو اور مجھ کو تم سے یہ امید نہیں تو اس نے اس کو باندھ دیا دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ چلی گئی اس کو ابن قانع وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس میں ہے نماز کو کھڑے ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھوڑے سے فرمایا کہ اللہ تجھ میں برکت دے جب تک ہم اپنی نماز سے فارغ ہوں تو (اپنی جگہ سے) نہ ہلنا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کر دیا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز سے فارغ نہ ہو لیے اس نے اپنا کوئی عضو تک نہیں ہلایا اور وہ قصہ بھی انہیں قصوں کے ساتھ ملحق ہے جس کو کہ واقدی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہوں کی جانب اپنے قاصد روانہ فرمائے تو ان میں سے چھ شخص ایک ہی روز روانہ ہوئے تو ان میں سے ہر واحد اسی زبان میں کلام کرنے لگا جس زبان والوں کی جانب کہ آپ نے اس کو روانہ فرمایا تھا اور اسباب میں بہت سے حدیثیں وارد ہوئی ہیں مگر ہم نے ان میں سے صرف انہیں حدیثوں پر اکتفا کیا ہے جو کہ مشہور اور کتب ائمہ مشہورین میں مروی ہوئی ہیں۔

فصل 19- آپ کا مردوں کو زندہ کرنا اور انکا اور دودھ پیتے بچوں کا بات کرنا اور آپ کی نبوت کی گواہی دینا۔ ہم سے ابوالولید ہشام بن احمد اور قاضی ابوالولید محمد بن ارشد اور قاضی ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ وغیرہم نے اپنی اپنی سند کے ساتھ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بمقام خیبر ایک یہودیہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بھنی ہوئی اور زہر آلودہ بکری ہدیہ بھیجی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نیز قوم کے بعض لوگوں نے اس سے کچھ کھایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ اٹھالو اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہے چنانچہ (اسی کے سبب) بشر بن براء انتقال کر گئے اور آپ نے یہودیہ سے فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا تو اس نے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو میرا یہ فعل آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں نے خلقت کو آپ سے چھٹی دے دی تو آپ نے حکم دیا تو وہ قتل کر دی گئی اور اس حدیث کو انس نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ اس یہودیہ نے کہا کہ میں نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تجھ کو اس پر قدرت نہ دیتا صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم اس کو قتل کردیں تو

آپ نے فرمایا کہ نہیں اور روایت وھب کے سوا (دوسرے طریق سے) ابی ہریرہ سے ایسا ہی مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ آپ نے اس سے کچھ تعرض نہیں فرمایا۔ اور نیز اس کو جابر بن عبداللہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ (آپ نے فرمایا کہ) مجھ کو اس دوست نے خبر دی ہے (اور کہا کہ آپ نے اس کو کچھ سزا نہیں دی اور روایت حسن میں ہے کہ اس کی ران نے مجھ سے یہ بات کی ہے کہ اس میں زہر ملا ہے اور روایت ابی سلمۃ بن عبدالرحمن میں ہے کہ اس بکری نے کہا مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی طرح اس خبر کو ابن اسحاق نے بھی ذکر کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ آپ نے اس سے درگذر فرمایا اور دوسری حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ہمیشہ اس کے اثر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں معلوم کرتا رہا اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا تھا کہ خیبر کے لقمہ کا مجھ کو ہمیشہ دورہ پڑتا رہا اور اس سے بھی مجھ کو تکلیف ہوتی ہے لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس نے رگ جان کو کاٹ ڈالا اور ابن اسحاق نے حکایت کیا ہے کہ مسلمان اس امر کے معتقد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علاوہ کرامت نبوت اور مرتبت رسالت شرف شہادت بھی حاصل ہوا ہے اور آپ شہید مرے ہیں اور ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس امر پر تمام اہل حدیث متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودیہ کو جس نے کہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو زہر دیا تھا قتل فرما دیا۔ اور اختلاف روایت ابی ہریرہ اور انس اور جابر رضی اللہ عنہم کو ہم اول ذکر کر آئے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے (انتقال بشر کے بعد) اس کو اولیاء بشر بن براء کے حوالہ کر دیا تھا سو انھوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور ایسا ہی اس شخص کے قتل بھی میں اختلاف کیا گیا ہے جس نے کہ آپ پر جادو کیا تھا واقدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ مضبوط ہے کہ آپ نے اس سے درگذر فرمایا اور یہ بھی مروی ہوا ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا اور حدیث مذکور کو بزار نے ابی سعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسی کے مثل ذکر کیا مگر انھوں اس کے آخر میں کہا ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ کشادہ کیا اور فرمایا اللہ کے نام پر کھاؤ سو ہم نے اللہ کا نام لے کر کھا لیا تو ہم میں سے کسی کو کچھ تکلیف نہیں پہنچی قاضی ابوالفضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس بکری کے قصہ کو جس میں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اہل صحیح اور دیگر آئمہ دین نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مشہور ہے اور آئمہ نظر (اور اہل تحقیق) کو کلام ان اجسام میں اختلاف ہے (کہ آیا یہ

کلام لفظی تھا یا نفسی) تو بعض علما تو اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ ایک کلام ہے جس کو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بکری مردہ اور پتھر اور درخت میں پیدا کر دیا تھا اور حروف اور اصوات ہیں جن کو کہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان میں حادث کیا تھا اور سب سامعین نے بدون اس کے کہ ان اشیاء کی شکل اور ہیئت میں کسی قسم کا تغیر اور تبدل پیدا ہوا اس کو ان چیزوں سے سنا تھا اور یہ شیخ ابی الحسن اشعری اور قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اور دوسرے علماء اس طرف گئے ہیں کہ سبحانہ وتعالیٰ اول اور ان میں زندگی پیدا کرتا ہے اور پھر اس کے بعد ان میں کلام پیدا کرتا ہے۔ اور یہ بھی ہمارے شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ سے منقول ہوا ہے اور دونوں قول ممکن ہیں واللہ اعلم بالصواب کیونکہ وجود حروف اور اصوات کے لیے ہم زندگی شرط نہیں کرتے کیونکہ مجرد حروف اور اصوات کا بدون زندگی بھی موجود ہونا (ممکن ہے) کوئی امر مستحیل نہیں ہے ہاں اس صورت میں کہ حروف اور اصوات سے کلام نفسی مراد ہو (نہ لفظی) کہ اس وقت میں اس کے لیے حیوۃ کا ہونا ضروری اور لابدی شے ہے کیونکہ کلام نفسی اسی سے پایا جا سکتا ہے جو زندہ ہو برخلاف جبائی کے کہ تمام فرق متکلمین سے وہ اسے کے قائل ہوئے ہیں کہ کلام لفظی ہاور حروف اور اصوات کا بھی غیر اس شخص سے صادر ہونا ممتنع اور محال ہے جو کہ زندہ اور اس ترکیب پر مرکب نہ ہو جس سے کہ حروف اور اصوات کے ساتھ بولنا ممکن اور جائز ہوا مطلب یہ ہے کہ جو شے زندہ اور مرکب نہ ہو اور اس میں آلات گویائی نہ پائی جائے اس سے مجرد حروف اور اصوات کا بھی صادر ہونا ممتنع اور محال ہے اور اس ترکیب کا انھوں نے (ان) سنگریزوں میں بھی احترام کیا ہے (جنھوں نے کہ آپ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی تھی) اور ستون حنانہ اور (اس میں دست بکری میں بھی جس نے کہ آپ کو اپنے زہر آلودہ ہونے کی خبر دی تھی) اور کہا کہ اللہ نے اول ان چیزوں میں زندگی پیدا کی اور پھر ان کو منہ اور زبان وغیرہ آلات گویائی عطا کیے (تب انھوں نے کلام کیا) اور اگر یہ بات ایسی ہوتی (جیسا کہ انھوں نے دعویٰ کیا ہے) تو ضرور اس کا نقل اور تمام کرنا نقل تسبیح حصا اور حنین جزع سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہوتا (کیونکہ یہ بات اس سے بھی زیادہ عجیب اور غریب ہے) حالانکہ اہل سیر اور اہل روایت میں سے کسی ایک نے بھی ان باتوں میں سے کوئی بات نقل نہیں کی تو معلوم ہوا کہ ان کا دعوے ساقط (اور غیر ثابت) ہے اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں) علاوہ برین ظاہر عقل میں بھی اس کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتے (کیونکہ مقصود اصلی حرق عادت کا ثابت کرنا ہے اور وہ مجرد اور اتنی سے حاصل ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) اور توفیق خدا کی طرف سے ہے اور وہ کہے

نے فہد بن عطیہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جو بڑا ہو گیا تھا اور وہ کبھی بولا نہ تھا تو آپ نے فرمایا کہ میں کون ہوں تو اس نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اور معترض بن معیقیب سے مروی ہوا ہے (کہ انھوں نے کہا) کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عجیب بات دیکھی ہے (میں نے دیکھا ہے) کہ آپ کی خدمت میں اسی روز کا پیدا ہوا ایک بچہ لایا گیا پھر ویسا ہی ذکر کیا (یعنی آپ نے اس سے فرمایا کہ میں کون ہوں اور اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں) اور یہ مبارک الیمامہ کی حدیث ہے اور محدثین کے درمیان) حدیث شاصونہ کے نام سے موسوم ہے اور شاصونہ راوی اس حدیث کا نام ہے تو اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا خدا تجھ میں برکت دے پھر اس بچہ نے اس وقت تک کوئی بات نہیں کی جب تک کہ وہ جوان نہیں ہوا تو یہ بچہ مبارک الیمامہ کے نام سے موسوم تھا اور یہ قصہ حجتہ الوداع میں واقع ہوا ہے۔ اور حسن (بصری) رحمہ اللہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ذکر کیا کہ اس شخص نے (حسب دستور جاہلیت) اپنی بیٹی کو فلاں جنگل میں پھینک دیا تھا (یعنی زندہ درگور کر دیا تھا یا ویسے ہی پھینک دیا تھا) تو آپ اس کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے اور اس لڑکی کو اس کا نام لے کر آواز دی کہ اے فلانی اللہ کے حکم سے تو میرے بلانے کو قبول کر تو وہ یہ کہتی ہوئی نکلی لبیک وسعدیک کہ میں آپ کی خدمت اور مدد کو مرۃ بعد مرۃ حاضر ہوں تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ تیرے ماں باپ مسلمان ہو گئے سو اگر تو چاہے تو میں تجھے بھی ان کی طرف پھیروں تو اس نے کہا کہ مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں میں نے اللہ کو ان سے بہتر پایا اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انصار میں کا ایک جوان مر گیا اور اس کی ماں بڑھیا اور اندھی تھی تو ہم نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور اس کی ماں کو صبر دلایا تو اس نے کہا کہ کیا میرا بیٹا مر گیا تو ہم نے کہا کہ ہاں تو اس نے کہا اے اللہ اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں نے تیری اور تیرے رسول کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو میری مصیبت میں میری مدد کرے تو تو مجھ پر یہ مصیبت نہ ڈال تو ہم وہاں سے ابھی چلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس نے اپنے منہ سے کپڑا کھول دیا تو اس نے کھایا اور ہم نے بھی کھایا (یعنی وہ مدت تک ہمارے ساتھ زندہ رہا) اور عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے مروی ہوا ہے کہ (انھوں نے کہا کہ) میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ثابت بن قیس بن شماس کو دفن کیا تھا اور وہ یمامہ میں قتل ہوئے تھے پس جب ہم نے ان کو قبر میں رکھا تو ان کو سنا کہ وہ

کہتے ہیں محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق الشہید عثمان البر الرحیم ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مرے ہیں۔ اور نعمان بن بشیر سے ذکر کیا گیا ہے کہ زید بن خارجہ مدینہ منورہ کے بعض کوچوں میں مرکر گر پڑے تو ان کو وہاں سے اٹھایا گیا اور ڈھانک دیا گیا اتنے میں مغرب اور عشاء کے درمیان جبکہ ان کے گرد عورتیں چلا رہی تھیں سنا کہ وہ کہتی ہیں انصتوا انصتوا جب رہو چپ رہو تو ان کے منہ سے کپڑا اٹھایا گیا تو انھوں نے کہا محمد رسول اللہ النبی الامی وخاتم النبیین کانا ذلک فی الکتاب الاول ثم قال صدق صدق محمد اللہ کے رسول اور نبی ہیں بڑے اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور یہ بات پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہے پھر کہا سچ کہا سچ کہا اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا پھر کہا السلام علیک یارسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکتہ پھر وہ ویسے ہی مر گئے جیسے کہ مر چکے تھے۔

فصل 20- بیماروں اور آفت زدوں کو اچھا کرنا ہم سے ابوالحسن علی بن مشرف نے سند خود سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (احد کے روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو تیر دیتے جاتے تھے تاکہ میں ان کے بھال لگاؤں پھر فرماتے تھے کہ اس کو چلاؤ اور اس روز خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی کمان سے اتنے تیر برسائے کہ آپ کی کمان ٹوٹ گئی اور اسی روز قتادہ بن النعمن رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں کچھ صدمہ پہنچا اور وہ ان کے رخسارہ پر آ پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اس کو اسی کی جگہ رکھ دیا تو ان کی آنکھوں میں یہی آنکھ زیادہ اچھی تھی اور قتادہ کے اس قصہ کو عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن عمر بن قتادہ نے روایت کیا ہے اور نیز اس قصہ کو قتادہ سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے اور غزوہ ذی قرد کے روز ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک تیر کا زخم آ گیا تھا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوک دیا تھا تو انھوں نے کہا کہ پھر اس زخم میں نہ تو کچھ درد ہوا اور نہ اس میں کچھ پیپ پڑی اور نسائی نے (اپنی سنن میں) عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ایک اندھے نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اللہ سے دعا فرمائے کہ وہ میرے لیے میری آنکھیں کھول دے تو آپ نے فرمایا کہ تو وضو کر اور پھر دو رکعت پڑھ پھر کہہ اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبی محمد نبی الرحمتہ یامحمد انی اتوجہ الیک ان یکشف عن بصری اللھم شفعہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اپنے نبی محمدؐ کے وسیلہ سے جو کہ نبی الرحمتہ ہیں تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں اے محمدؐ آپ کے

سبب آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں میری آنکھیں کھول دے اے اللہ تو میرے حق میں ان کی سفارش قبول فرما راوی نے کہا کہ وہ پھرا تو خدا نے اس کی آنکھیں کھول رکھی تھیں۔ اور مروی ہوا ہے کہ ابن ملاعب الالستہ مرض استسقا میں مبتلا ہو گیا تھا تو اس نے کسی شخص کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا تو آپ نے ایک مٹھی مٹی اپنے ہاتھ میں لے کر اس میں تھوک دیا اور اس شخص کو دے دی سو اس نے اس کو لے تو لیا مگر اس کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور خیال کیا کہ آپ نے اس سے ہنسی کی ہے تو وہ اس کو لے کر اس کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ وہ قریب بمرگ ہو رہا تھا تو اس نے اس کو پی لیا تو خدا نے اس کو شفا دے دی۔ اور عقیلی نے حبیب بن فدیک سے اور کہا گیا ہے کہ حبیب بن فدیک سے ذکر کیا ہے کہ اس کے باپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں یعنی وہ اندھا ہو گیا تھا اور اس کو کچھ نظر نہ آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آنکھوں میں تھوک دیا تو وہ بینا ہو گیا اور دیکھنے لگا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ سوئی کا دھاگہ پرو لیتے تھے اور ان کی اسی برس کی عمر تھی۔ اور احد کے روز کلثوم بن حصین کے سینہ میں ایک تیر آ لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں تھوک دیا تو وہ اچھا ہو گیا۔ اور آپ نے عبداللہ بن انیس کے زخم سر میں تھوک دیا تو اس میں پیپ نہیں پڑی اور آپ نے خیبر کے روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں تھوک دیا تھا اور وہ دکھ نے آ رہی تھیں تو وہ بالکل اچھی ہو گئیں اور آپ نے خیبر کے روز سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی ران پر تھوک دیا تھا سو وہ اسی وقت اچھی ہو گئی۔ اور علی ابذا آپ نے زید بن معاذ کے پیر پر تھوک دیا تھا سو وہ بھی اس وقت اچھا ہو گیا۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ وہ بحکم نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کعب بن اشرف یہودی کے قتل کو گئے تھے اور (لوٹتے وقت) ان کے پیر میں تلوار لگ گئی تھی۔ اور خندق کے روز جب علی بن الحکم کی ران ٹوٹ گئی تھی اور آپ نے اس پر تھوک دیا تھا تو وہ (اسی دم اور) اسی جگہ اچھے ہو گئے حالانکہ وہ اپنے گھوڑے سے بھی نہ اتر سکتے تھے۔ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کچھ بیمار ہوئے اور انھوں نے دعا کرنا شروع کیا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللّٰھم اشفہ عافہ کہ اے اللہ تو اس کو شفا دے اور اس کو عافیت نصیب فرما اور یہ کہہ کر آپ نے ان کے اپنا پیر مارا تو اس کے بعد وہ بھی کبھی اس بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے۔ اور بدر کے روز ابوجہل نے معوذ بن عفراء کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تھوک دیا اور اس کو ملا

دیا تو وہ فوراً جڑ گیا اس کو ابن وہب نے روایت کیا ہے اور نیز ان کی روایت سے ہے کہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہی میں حبیب بن یساف کے مونڈھے پر ایک ایسی ضرت لگی جس سے ان کی ایک کروٹ لٹک پڑی تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جگہ رکھ کر اس پر تھوک دیا تو وہ بالکل اچھا ہو گیا اور آپ کی خدمت میں قبیلہ خثعم کی ایک عورت حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ تھا جو آسیب زدہ ہو رہا تھا اور بول نہ سکتا تھا تو آپ کی خدمت میں کچھ پانی لایا گیا تو آپ نے اپنے منہ سے کلی کی اور اپنے دونو ہاتھ دھوئے اور پھر (یہ دھوون) اس عورت کو دے دیا اور حکم دیا کہ اس کو پلائے اور اس کے بدن پر مل لے تو وہ لڑکا اچھا ہو گیا اور ایسا عقیل ہوا کہ عقل میں اور لوگوں سے بھی بڑھ گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں) حاضر ہوئی اور وہ جنون میں مبتلا تھا تو آپ نے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو اس نے ایک قے کی جس سے اس کے پیٹ میں سے ایسے نکلے جیسے کتے کے بلے سو وہ اس وقت تندرست ہو گیا اور محمد بن حاطب کے بازو پر ہانڈی الٹ گئی تھی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی اور اس میں تھوکا بھی تو وہ اسی گھڑی اچھا ہو گیا اور شرحبیل جعفی کے ہاتھ میں کچھ بد گوشت ہو رہا تھا جس کے سبب وہ تلوار اور گھوڑے کی باگ نہ تھام سکتے تھے تو انہوں نے اس کی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے ملنا شروع کیا یہاں تک کہ جب آپ نے دست مبارک اٹھایا تو اس کا کچھ اثر باقی نہ تھا۔ اور ایک چھوکری نے آپ سے کچھ کھانا مانگا اور آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے تو آپ نے اس کو (کچھ) اپنے آگے سے دے دیا اور وہ ذرا بے شرم سی لڑکی تھی تو اس نے کہا کہ آپ تو مجھے وہ لقمہ دے دیجئے جو آپ کے منہ میں ہے تو آپ نے اس کو وہی لقمہ دے دیا جو آپ کے منہ میں تھا اور آپ کی عادت تھی کہ جو کوئی شخص آپ سے کسی چیز کا طالب ہوتا تھا تو آپ اس سے انکار نہ فرماتے تھے تو جب وہ لقمہ اس کے پیٹ میں گیا تو اس پر ایسی حیا طاری ہوئی کہ وہ حیا میں مدینہ منورہ کی تمام عورتوں سے بڑھ گئی اور مدینہ منورہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ باحیا نہ تھی۔

فصل 21- بیان قبولیت دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور یہ باب ایک نہایت وسیع باب ہے اور بہت سے لوگوں کے حق میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

اور بددعا قبول ہونا جملہ بالضرورت معلوم اور متواتر ہے اور حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی شخص کے لیے دعا فرماتے تھے تو اس کے اثر سے وہ خود اور اس کی اولاد تک بہرہ یاب ہوتی تھی۔ ہم سے ابو محمد عتابی نے بسند خود انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میری والدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنے خادم انس کے لیے دعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا اے اللہ تو اس کا مال اور اولاد زیادہ کر اور جو کچھ تو اس کو دے اس میں برکت دے۔ اور عکرمہ کی روایت میں ہے کہ انس نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی کہ میرا مال بہت ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اس وقت سو کے قریب ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ زندگی میں جو فارغ البالی مجھ کو عطاء ہوئی ہے وہ اور کسی کو بھی حاصل ہوئی ہے اور میں نے اپنے ان ہاتھوں اپنی اولاد میں سے سو بچے دفن کیے ہیں اور میں ان بچوں کا ذکر نہیں کرتا جو ماں کے پیٹ میں ساقط ہو گئے ہیں یا میرے بچوں کے بچے ہیں۔ اور منجملہ آپ کی دعاؤں کے ایک یہ ہے کہ آپ نے عبدالرحمن بن عوف کو برکت کی دعا دی تھی سو عبدالرحمن کہتے ہیں کہ اگر میں زمین سے پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو مجھ کو امید ہوتی ہے کہ مجھ کو اس کے نیچے سے سونا ہاتھ لگے گا اور جب انکا انتقال ہوا تو ان کے پیچھے ان کا سونا کدالوں اور پھاوڑوں سے کھودا گیا یہاں تک کہ کھودنے والوں کے ہاتھوں میں آبلہ پڑ گئے تھے اور اسی 80 اسی 80 ہزار (دینار) ہر بیوی کے حصہ میں آئے تھے اور وہ چار بیبیاں تھیں اور کہا گیا ہے کہ ایک لاکھ (دینار حصہ میں آئے تھے) اور کہا گیا ہے کہ ان میں سے ایک بی بی نے کچھ اوپر اسی ہزار پر صلح کر لی تھی۔ کیونکہ انھوں نے ان بیوی کو اپنی بیماری میں طلاق دے دی تھی۔ اور انھو نے پچاس ہزار (دینار) کی وصیت کی اور ان کی داد دہش اور بخشش کی یہ کیفیت تھی کہ انھوں نے ایک روز تیس غلام آزاد کیے اور ایک بار ایک کھیپ تجارت کو جو لساست سو اونٹوں کی تھی اور جس میں ہر قسم کا مال لدا ہوا تھا مع اس کے کل ساز و سامان کی خیرات کر دیا تھا حتیٰ کہ انھوں نے اس کا کجاوہ اور ٹاٹ اور پالان تک بھی خیرات کر ڈالا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمکین فی البلاد کی دعا دی تھی تو ان کو خلافت حاصل ہو گئی اور آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دعا دی تھی کہ خدا ان کو مستجاب الدعوات کرے تو انھوں نے جس کسی پر بددعا کر دی اسی پر قبول ہو گئی اور آپ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمر یا ابی جہل میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو عزت دے تو خدا نے آپ کی دعا عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی اور ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہم برابر معزز (اور محترم) رہے اور آپ کے بعض غزوات میں مسلمانوں پر تشنگی غالب آئی (اور پانی موجود نہ تھا) تو عمر رضی اللہ عنہ آپ سے دعا کے طالب ہوئے تو آپ نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا سے ایک بادل آیا اور ان کی ضرورت کے موافق ان پر برس گیا اور پھر کھل گیا اور آپ نے ایک بار استسقا کی دعا فرمائی تو فوراً پانی برسنا شروع ہو گیا پھر (دوسرے جمعہ کو) انھوں نے کثرت بارش کی شکایت کی تو آپ نے فرمائی تو ان سے فوراً بادل کھل گیا۔ اور آپ نے ابی قتادہؓ سے فرمایا تھا کہ تیرا منہ بامراد رہے اے اللہ تو اس کے بالوں اور اس کے جسم میں برکت دے تو ان کا ستر برس کی عمر میں انتقال ہوا اور وہ ایسے تھے جیسا کہ کوئی پندرہ برس کا ہو اور آپ نے نابغہ (شاعر) سے فرمایا تھا کہ خدا تیرے دانت نہ گرا دے تو ان کا کوئی دانت نہیں گرا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے دانت سب لوگوں کے دانتوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور جب ان کا کوئی دانت گرتا تھا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا تھا اور وہ ایک سوبیس برس زندہ رہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے بھی زیادہ زندہ رہے۔ اور آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ تو ان کو دین میں سمجھ عطا کر اور ان کو (کتاب اور سنت کی) تاویل سکھا دے تو اس کے بعد وہ جرات اور ترجمان القرآن کے نام سے موسوم ہوئے اور آپ نے عبداللہ بن جعفر کے لیے اس امر کی دعا فرمائی کہ خدا ان کی بیع اور فروخت میں برکت دے تو وہ جو چیز خریدتے تھے اس میں خدا ان کو نفع دیتا تھا اور آپ نے مقداد کو برکت کی دعا دی تھی تو ان کے پاس بے انتہا مال ہو گیا اور اسی کے مثل آپ نے عروۃ بن ابی الجعد کو بھی دعا دی تھی تو وہ کہتے ہیں کہ (واللہ) میں کناسہ (یعنی کوڑے یا بازار کوفہ) میں کھڑا ہوتا ہوں تو میں وہاں سے لوٹنے نہیں پاتا کہ چالیس چالیس ہزار نفع حاصل کر لیتا ہوں۔ اور امام بخاری رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تھے تو ان کو اس میں بھی نفع حاصل ہوتا تھا۔ اور اسی کے مثل غرقدہ کے لیے بھی مروی ہوا ہے اور نیز (مروی ہوا ہے کہ) غرقدہ کی ایک اونٹنی بدک کر بھاگ گئی تو آپ نے دعا فرمائی (کہ وہ آ جائے) تو اس کو ایک بگولا لے آیا یہاں تک کہ اس نے اس کو لاکر اس شخص کے سامنے کھڑا کر دیا اور آپ نے والدہ ابی ہریرہ کے لیے اسلام کی دعا فرمائی تھی کہ وہ اسلام لے آئے تو وہ اسلام لے آئیں اور آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دعا دی تھی کہ خدا آپ کو گرمی اور سردی سے کفایت کرے تو وہ جاڑوں میں گرمیوں کے اور گرمیوں میں جاڑوں کے کپڑے پہنتے تھے اور ان کو نہ گرمی معلوم ہوتی تھی اور نہ سردی اور اپنی

صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دعا دی تھی کہ خدا ان کو بھوکا نہ رکھے تو وہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی بھوکی نہیں رہی اور آپ سے طفیل بن عمرو نے اپنی قوم کے لیے ایک نشانی طلب کی تھی (تاکہ ان کے نزدیک ان کو ایک طرح کی بزرگی حاصل ہو) تو آپ نے فرمایا اللھم نورلہ کہ اے اللہ اس کو منور کر دے تو ان کی پیشانی میں ایک نور ظاہر ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ یہ کہیں کہ وہ مثلہ ہے تو وہ نور ان کے چابک کے جانب منتقل ہو گیا تو وہ اندھیری رات میں روشن ہوتا تھا تو لوگوں نے ان کا ذوالنور نام رکھ دیا اور آپ نے قبیلہ مضر پر بد دعا فرمائی تھی تو ان پر قحط نازل ہوا یہاں تک کہ قریش آپ سے مہربانی کے طالب ہوئے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی تو ان پر مینہ برسا اور آپ نے کسریٰ (بن ہرمز) پر بد دعا فرمائی تھی جبکہ اس نے آپ کا خط چاک کر دیا تھا کہ اے اللہ تو اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیجے تو ان میں کوئی بادشاہ باقی نہ رہا اور نہ دنیا میں کہیں اہل فارس کی کوئی ریاست باقی رہی (سب غارت ہو گئی) اور آپ نے اس لڑکے کو جس نے آپ کی نماز قطع کی تھی یہ بد دعا دی تھی کہ اللہ اس کا نشان قدم مٹا دے تو وہ اپاہج ہو گیا (کہ چل پھر نہ سکتا تھا) اور آپ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھا تو اس نے کہا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا تو آپ نے فرمایا کہ نہ کھا سکیو تو پھر وہ اس کو اپنے منہ تک بھی نہ اٹھا سکا اور آپ نے عتبہ بن ابی لہب سے کہا تھا کہ اے اللہ تو اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر دے تو اس کو شیر نے کھا لیا اور آپ نے عورت سے فرمایا کہ تجھ کو شیر کھا جائے تو اس کو شیر ہی نے کھا لیا۔ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے قریش پر بددعا کرنے میں آپ کی حدیث مشہور ہے کہ جب انھوں نے سجدہ کی حالت میں آپ کی پشت مبارک پر ایک اونٹ کا بچہ دان اس کے اوجھ گوبر کے لاکر رکھ دیا تھا اور آپ نے ان کا نام لے کر بددعا فرمائی تھی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سب لوگوں کو دیکھا (جن کے آپ نے نام لیے تھے) کہ وہ سب کے سب بدر کے روز مارے گئے اور آپ نے حکم بن العاص پر بددعا فرمائی اور وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک (آپ کے پس پشت بیٹھا ہوا) اپنا منہ بنا بنا کر آپ کی نقلیں کر رہا تھا اور اشارہ کرتا جاتا تھا کہ نہیں (یعنی نہ مانو) تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو (اس حالت حماقت میں) دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا کہ تو ایسا ہی ہو جائے تو وہ اپنا منہ بناتے بناتے مرگیا اور آپ نے محلم بن جثامہ پر بددعا کی تھی تو وہ ساتویں روز مرگیا اور (جب اس کو دفن کیا تو) اس کو زمین نے

باہر پھینک دیا تو اس کو (لوگوں نے) دو پہاڑوں کے درمیان ڈال دیا اور اس پر پتھروں کا ڈھیر کر دیا۔ اور ایک شخص نے آپ سے گھوڑے کے بیچنے کا انکار کیا تھا اور وہ یہ گھوڑا ہے جس میں خزیمہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے گواہی دی تھی تو اس کے بعد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا گھوڑا پھیر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اے اللہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس میں برکت نہ دینا تو صبح ہوئی تو وہ اپنی ٹانگیں اٹھائے پڑا تھا (یعنی مرگیا تھا) اور یہ باب ایک بڑا وسیع باب ہے اس کا احاطہ ممکن نہیں۔

فصل 22- بیان کرامات اور برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انقلاب اعیان ان اشیاء میں جن کو کہ آپ نے چھوا ہے اور جن کے آپ مباشر ہوئے ہیں۔ ہم کو احمد بن محمد نے ،سند خود انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے کہ ایک بار اہل مدینہ پر کچھ خوف طاری ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابی طلحہ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ سست تھا یا اس میں کچھ سست پن تھا کہ وہ سست چلتا تھا تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے اس گھوڑے کو خوب تیز پایا تو اس کے بعد (وہ ایسا تیز ہو گیا کہ) کوئی گھوڑا اس کے ساتھ نہ چل سکتا تھا اور آپ نے جابر رضی اللہ عنہ کے ایک اونٹ کے ایک کونچا مار دیا تھا اور وہ تھک رہا تھا تو وہ ایسا نشاط میں آیا کہ جابر رضی اللہ عنہ اس کی باگ نہ تھام سکتے تھے۔ اور آپ نے جعیل اشجعی کے گھوڑے کے لیے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ آپ نے اس کے ایک چابک مار دیا تھا جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھا اور اس کو برکت کی دعا دی تھی تو وہ اپنی نشاط اور ترنگ کے سبب ان کے قابو میں نہ آیا تھا اور انھوں نے اس کی پیٹھ سے بارہ ہزار کے بچے فروخت کیے اور آپ ایک بار سعد بن عبادہ کے ایک نئے گدھے پر سوار ہوئے تو جب آپ نے اس کو واپس کیا تو وہ ایسا راہوزا قدم جاتا تھا کہ کوئی دوسرا گدھا اس کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ اور آپ کے چند بال خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں لگ رہے تھے تو جس کسی لڑائی میں وہ اسے اوڑھ کر حاضر ہوتے تھے اسی میں فتح پاتے تھے اور صحیح (مسلم) میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے ایک جبہ طیالسی نکالا اور کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنا کرتے تھے اور ہم اس کو بیماروں کے لیے دھوتے ہیں اور اس کی برکت سے ان کو آرام ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو قاضی ابو علی نے اپنے شیخ ابی القاسم بن میموں سے خبر دی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادیوں میں سے ایک بادیہ تھا تو ہم اس میں بیماریوں کے لئے پانی بھر لیا کرتے تھے اور وہ

اس کی برکت سے شفا پاتے تھے اور جہجاہ غفاری نے عثمان (بن عفان) رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) چھڑی لے لی اور اس کو اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑنا چاہا تو لوگ اس پر چلائے (کہ یہ کیا غضب کرتا ہے) تو اس کے گھٹنے میں خارش پیدا ہو گئی جس نے اس کے گھٹنے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ سال بھی پورا نہ کرنے پایا اور پہلے ہی مر گیا اور آپ نے قبا کے کنوے میں اپنے وضوء کا بچا ہوا پانی ڈال دیا تھا تو اس کے بعد وہ کبھی خالی نہیں ہوا اور آپ نے اس کنوے میں تھوک دیا تھا جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا تو مدینہ منورہ میں کوئی کنواں اس سے زیادہ شیریں نہ تھا اور آپ کا ایک چشمہ پر گزر ہوا اور آپ نے اس کا نام اور اس کی کیفیت دریافت فرمائی تو کسی نے عرض کیا کہ اس کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی کھاری ہے تو آپ نے فرمایا بلکہ اس کا نام نعمان ہے اور اس کا پانی شیریں ہے تو وہ اس وقت شیریں ہو گیا اور آپ کے پاس زمزم کا ایک ڈول پانی لایا گیا تو آپ نے اس میں تھوک دیا تو وہ مشک سے بھی زیادہ خوشبو دار ہو گیا اور آپ نے (ایک بار) امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو اپنی زبان مبارک دے دی تھی تو انھوں نے جو اس کو چوس لیا اور وہ اس وقت پیاس کے سبب رو رہے تھے تو وہ چپ ہو گئے اور ام مالک کے نزدیک ایک کپی تھی جس میں وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اس نچوڑنا مت (اور یہ کہہ کر) پھر اس کو انھیں واپس دے دیا تو دیکھا تو وہ گھی سے بھری ہوئی تھی تو ان کے بیٹے (اور پوتے) آتے اور ان سے سالن مانگتے اور ان کے نزدیک کچھ نہ ہوتا تو وہ اس کا قصد کرتے تو اس میں گھی پاتے تو یہ ان کا ہمیشہ کا سالن تھا یہاں تک کہ انھوں نے اس کو (ایک بار) نچوڑ لیا۔ اور آپ دودھ پیتے بچوں کے منہ میں تھوک دیتے تھے تو آپ کا دست مبارک ان کو رات تک کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ اور اسی قبیل سے ہے برکت آپ کے دست مبارک کی ان درختوں میں جن کو کہ آپ نے سلمان (فارسی) رضی اللہ عنہ کے لیے لگایا تھا جبکہ ان سے ان کے موالی نے اس امر پر کتابت کی تھی کہ وہ ان کے لیے تین سو درخت کھجور کے نصب کر دیں اور وہ سب کے سب پرورش پا جائیں اور پھل لے آئیں اور نیز وہ ان کو چالیس اوقیہ سونا بھی ادا کریں (تو وہ آزاد ہیں) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور باستثناء ایک درخت کے کہ اس کو کسی اور نے لگایا تھا اور سب درختوں کو آپ نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا تو اسی ایک درخت کے سوا جس کو کہ آپ نے نصب نہ فرمایا تھا اور سب درخت جم گئے اور پھل لے آئے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے اس درخت کو بھی اکھاڑ کر خود لگایا تو وہ بھی اس وقت پھل لے آیا اور کتاب بزار میں ہے کہ یہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر وہی ایک درخت (کہ وہ پھل نہ لایا تھا) سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بھی اکھاڑ کر پھر لگایا اور وہ بھی اسی سال پھل لے آیا اور آپ نے اس کو ایک سونے کا ڈھیلا عطا کیا جیسا کہ مرغی کا انڈا دینے سے پہلے آپ نے اس کو اپنی زبان مبارک پر پھیردیا تو انھوں نے اس میں چالیس اوقیہ سونا موالی کو ادا کر دیا اور جتنا دیا تھا اتنا ہی ان کے پاس بھی بچ رہا اور حدیث حنش بن عقیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو کچھ ستو پلایا جس میں سے اول آپ نے پیا تھا اور پھر میں نے تو میں جب کبھی بھوکا ہوتا تھا تو میں اپنے میں اس کا پیٹ بھرنا محسوس کرتا تھا اور جب کبھی پیاسا ہوتا تھا تو اس کا سیراب کرنا محسوس کرتا تھا اور جب کبھی مجھ کو گرمی معلوم ہوتی تھی تو میں اس کی ٹھنڈک محسوس کرتا تھا اور آپ نے قتادہ بن النعمان کو ایک کھجور کی شاخ عطا کی تھی جبکہ انھوں نے اندھیری اور برستی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عشا کی نماز پڑھی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کو لے جاؤ کہ یہ دس ہاتھ تمھارے آگے اور دس ہاتھ تمھارے پیچھے روشنی کرے گی سو جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو تم کو ایک سیاہی یا سواد انسان معلوم ہو گی تو تم اس کو مار کر بھگا دینا کہ وہ شیطان ہے تو وہ وہاں سے چلے اور ان کے لئے وہ شاخ روشن ہو گئی یہاں تک کہ وہ گھر میں داخل ہوئے اور انھوں نے اسی سیاہی کو معلوم کیا تو انھوں نے اس کو مارا یہاں تک وہ نکل گئی۔ اور آپ کی کراماتوں میں سے ہے کہ آپ نے عکاشہ کو ایک سوکھی لکڑی دیکر فرمایا کہ اس سے مارو اور یہ اس وقت کا قصہ ہے جبکہ بدر کے روز ان کی تلوار ٹوٹ گئی تھی تو وہ ان کے ہاتھ میں خوب براں اور طویل القامت اور سفید درخشاں اور مضبوط تلوار بن گئی تو انھوں نے اس کے ساتھ قتال کیا پھر وہ ہمیشہ انھوں کے نزدیک رہی اور وہ اس کو لے کر لڑائیوں کے موقع پر حاضر ہوتے رہے یہاں تک کہ قتال اہل ردت میں وہ خود مقتول ہو گئے اور یہ تلوار عون (یعنی مددگار) کے نام سے موسوم تھی۔ اور آپ کی کرامات میں سے ہے کہ آپ نے احد کے روز عبداللہ بن جحش کو ایک کھجور کی چھڑی عطا فرمائی تھی جب کہ ان کی تلوار جاتی رہی تھی تو وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی اور آپ کی کرامات سے ہے آپ کی برکت سے ان بکریوں کے دودھ کا بہہ جانا جن کے کہ دودھ نہ تھا جیسے بکری ام معبد اور بکریوں معوذ بن ثور اور بکری انس اور بکریوں اور اونٹ حلیمہ (سعدیہ) اور بکری عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا حالانکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بکری پر بکرے نے بھی

جست نہ کی تھی (یعنی وہ پاٹھہ تھی) اور جیسے قصہ بکری مقداد کا اور آپ کی کرامات سے ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کرام کو ایک پانی کا مشکیزہ عطا فرمایا اور پہلے سے آپ نے اس کا منہ باندھ رکھا تھا اور اس میں دعا کر رکھی تھی سو جب ان کی نماز کا وقت آیا اور انھوں نے اس کو کھولا تو دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ دودھ ہے اور اس کے دہانہ میں جھاگ آ رہے ہیں (جیسے کہ تازہ دودھ میں ہوا کرتے ہیں) اور یہ قصہ حماد بن سلمہ کی روایت سے مروی ہوا ہے اور آپ نے عمیر بن سعد کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کو برکت کی دعا دی تو وہ اتنی برس کے ہو کر مرے اور ان کے بال سفید نہ ہوئے تھے اور ایسے قصے بہت سے لوگوں سے مروی ہوئے ہیں جن میں کے سائب بن یزید اور مد لوگ ہیں۔ اور عتبہ میں فرقد سے ایسی خوشبو مہکتی تھی جو ان کی عورتوں کی خوشبو سے بھی زیادہ تیز تھی اور وجہ اس کی یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ان کی پیٹھ اور پیٹ پھر پھیر دیا تھا اور آپ نے عائذ بن عمرو کے منہ سے خون صاف فرمایا تھا اور وہ حنین کے روز زخمی ہو گیا تھا اور ان کے لیے دعا فرمائی تھی تو وہ ان کے لیے ایسا غرہ (روشن) ہو گیا تھا جیسا کہ (پچ کلیاں) گھوڑے کا غرہ ہوتا ہے اور آپ نے قیس بن زید الجذامی کو چھویا تھا اور اس کو دعا دی تھی اور وہ سو برس کے ہو کر مرے اور ان کے تمام بال سفید ہو گئے تھے مگر ان کے وہ بال بدستور سیاہ تھے جن پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا یا جن پر کہ آپ نے اپنا ہاتھ پھیرا تھا تو لوگ ان کو اغر (خوب روشن) کہہ کر پکارتے تھے اور ایسی ہی حکایت عمرو بن ثعلبۃ الجنی کے لیے بھی مروی ہوئی ہے اور آپ نے ایک اور شخص کے منہ پر ہاتھ پھیرا تھا تو اس کے منہ پر ہمیشہ نور رہا اور آپ نے قتادہ بن النعمان کے منہ پر ہاتھ پھیرا تھا تو ان کے منہ میں اتنی چمک ہو گئی تھی کہ ان کا منہ ایسا نظر آتا تھا جیسا کہ آئینہ میں نظر آیا کرتا ہے اور آپ نے حنظلہ بن خدیم کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا اور اس کو برکت کی دعا دی تھی تو حنظلہ کے پاس اس شخص کو لاتے تھے جس کا کہ منہ ورم کر آیا ہو اور اس بکری کو لاتے تھے جس کے کہ تھن ورم کر آئے ہوں تو اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ رکھ دیتے تو اس کی برکت سے اس کا ورم جاتا رہتا تھا اور آپ نے ایک بار زینب صاحبزادی ام سلمہ کے منہ میں پانی کی کلی کر دی تھی تو اس کی برکت سے (وہ ایسی جمیل ہو گئی تھی کہ کسی عورت کے منہ میں وہ جمال نہ دکھائی دیتا تھا جو ان کے منہ میں دکھائی دیتا تھا۔ اور آپ نے ایک بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تھا اور اس کے سر میں کچھ بیماری تھی (یعنی وہ گنجا تھا) تو وہ فوراً اچھا ہو گیا اور اس کے سب بال برابر ہو

گئے اور ان کے سوا آپ نے بہت سے بچوں اور بیماروں اور دیوانوں کو چھویا ہے جو سب کے سب اچھے ہو گئے ہیں اور آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس کے خصیے بڑھ رہے تھے تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ ان پر اس کنوے کا پانی ڈال جس میں کہ آپ نے تھوکا تھا تو اس نے ویسا ہی کیا تو وہ اچھا ہو گیا۔ اور طاؤس سے مروی ہوا ہے کہ کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایسا نہیں لایا گیا جس کو کہ جنوں ہو اور آپ نے اس کے سینہ پر مارا ہو مگر اس کا جنوں جاتا رہا ہے۔ اور آپ نے ایک ڈول میں جو ایک کنوے سے بھر کر لایا گیا تھا تھوک کر اسی میں ڈالا دیا تو اس سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی تھی اور آپ نے حنین کے روز ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کے منہ کی طرف پھینک دی اور فرمایا شاهت الوجوه بگڑے منہ تو وہ (سب کے سبب) اپنی آنکھوں سے کنک ملتے ہوئے پیچھے ہٹے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے آپ نے نسیاں کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کپڑا بچھاؤ اور آپ نے اپنے دست مبارک سے اس میں ایک مٹھی ڈالی اور پھر ان کو دیا کہ (تم اس کو اپنے سینہ سے) ملالو تو انھوں نے ویسا ہی کیا تو اس کے بعد پھر وہ کوئی بات نہیں بھولے اور اسباب میں جو حکایات آپ سے مروی ہوئی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور آپ نے جریر بن عبداللہ کے سینہ میں مارا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ اور انھوں نے آپ سے ذکر کیا تھا کہ وہ گھوڑے پر نہیں جم سکتے تو اس کے بعد وہ عرب کے بڑے شہسوار اور گھوڑے پر جمنے والے لوگوں میں ہو گئے۔ اور آپ نے عبدالرحمن بن زید بن الخطاب کے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ بچہ اور بہت بدصورت تھے اور آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی تو آپ قامت میں بھی اور جثہ میں بھی سب لوگوں سے بڑھ گئے اور بڑے ڈیل ڈول کے شخص ہوئے۔

فصل 23- اور اسی قسم سے ہے علم ان امور خفیہ کا جن پر کہ سبحانہ وتعالی نے امور گذشتہ یا آئندہ سے آپ کو مطلع فرمایا ہے اور اسباب میں بہت غیر محدود اور بے انتہا احادیث وارد ہوئی ہیں جن کی کہ انتہا اور گہراؤ کا معلوم کرنا ممکن نہیں اور نہ کوئی شخص ان کو محصور کر سکتا ہے۔ اور آپ کے معجزات میں سے یہ ایسا معجزہ ہے جو قطعاً معلوم اور بالتواتر ہماری جانب منقول ہوا ہے کیونکہ اسیات پر سارے راوی متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے مغیبات کی خبردی گئی تھی۔ ہم سے ابوبکر بن محمد بن الولید لفہری نے بسند خود حذیفہ (بن الیمان) رضی اللہ عنہ سے خبردی ہے کہ ایک مقام پر ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تو آپ نے اس مقام میں

کوئی شے جو قیامت تک ہونے والی تھی ایسی نہیں چھوڑی جس کو کہ آپ نے بیان نہ فرمایا ہو جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ میرے یہ اصحاب خوب جانتے ہیں اور بے شک جب ان میں سے کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو میں اس کو فوراً پہچان جاتا ہوں اور وہ مجھ کو ایسی یاد آ جاتی ہے جیسے کسی کو کسی غائب کی صورت یاد ہو کہ جب وہ اس کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے اصحاب بھول گئے یا انہوں نے ان باتو کو آپ بھلادیا واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تک کہ دنیا پوری ہو کوئی بانی فتنہ (اور سرغنہ فساد) ایسا نہیں چھوڑا جس کے ساتھ تین سو یا اس سے زائد لوگ ہوں کہ آپ نے اس کو اس کا اور اس کے باپ اور اس کے قبیلہ کا نام لے کر نہ بتایا ہو۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ اگر آسمان میں بھی کوئی پرند پر مارتا تو آپ ہم کو اس سے بھی ایک علم یاد دلاتے تھے۔ اور اہل صحیح اور آئمہ (حدیث) نے ان امور کا اخراج کیا ہے جن پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مطلع اور آگاہ فرمایا ہے۔ مثلاً آپ نے اس سے اس امر کا وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آویں گے اور ان پر مکہ اور بیت المقدس اور یمن اور شام اور عراق فتح ہو گا اور (دنیا میں) ایسی امن وامان ظاہر ہو گی کہ حیرہ سے مکہ تک عورت (تن تنہا) سفر کریں گی اور اس کو خدا کے سوا کس کا اندیشہ نہ ہو گا اور خبر دی ہے کہ مدینہ منورہ خراب ہو جائے گا اور کل کے روز علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر خیبر فتح ہو گا اور آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ آپ کی امت پر تازگی دنیا کو فتح کرے گا اور ان کو اس کی ہیاکی اور تازگی عطا فرمائے گا اور وہ کسریٰ اور قیصر کے خزانہ تقسیم کریں گے اور آپ نے اس کو اس فتنہ اور فساد اور اختلاف باہمی اور اغراض نفسانی کی خبر دی ہے جو ان کے درمیان پیدا ہوں گے اور اس امر کی خبر دی ہے کہ وہ اپنے سے پہلوں کی راہ چلے تکے اور تہتر فرقوں پر متفرق ہوں گے جن میں کہ صرف ایک فرقہ ناجی ہو گا (اور باقی ناری) اور ان کو قالین نصیب ہوں گے اور ان کو ایسی وسعت دنیاوی حاصل ہو گی کہ ان میں کا ایک شخص صبح کو ایک حلہ (جوڑا) پہن کر نکلے گا اور شام کو دوسرا اور اس کے سامنے ایک قاب رکھی جائے گی اور دوسری اٹھائی جائے گی اور وہ اپنے گھروں پر ایسے پردہ ڈالیں گے جیسے کہ خانہ کعبہ پر ڈالے جاتے ہیں۔ پھر آخر حدیث میں فرمایا اور تم اس دن سے آج بہتر ہو اور بہتر ہو اور خبر دی ہے کہ جب وہ اپنے ہاتھ ہلاتے اور لمبی لمبی ڈگیں رکھتے (اور اتراتے) چلے تکے

اور بادشاہ اہل فارس اور روم کی بیٹیاں ان کی خدمت کریں گی تو خدا ان کا خوف اور ان کی لڑائی انہیں میں پھیرے گا۔ (یعنی کافروں سے جہاد کرنا چھوڑ دیں گے اور آپس میں لڑنے لگیں گے) اور ان کے شریر لوگوں کو ان کے نیکوں پر مسلط کر دے گا اور وہ ترک اور خزراور روم سے لڑیں گے اور کسریٰ اور فارس جاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کے بعد نہ کسریٰ رہے گا اور نہ فارس۔ اور قیصر جاتا رہے گا اور پھر کوئی قیصر نہ ہو گا اور ذکر کیا کہ روم آخر زمانہ تک صاحب قران ہے (یعنی جب ایک قرن ہلاک ہو گا تو اس کے جگہ دوسرا قرن قائم ہو جائے گا اور آپ نے خبر دی ہے کہ لوگوں میں سے افضل پھر افضل کو نیچ کریں گے یعنی جو سب سے افضل ہو گا وہ سب سے پہلے اور جو اس سے کم ہو گا وہ اس کے بعد انتقال کرے گا (یہاں تک کہ نکمے اور بیکار لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جن کی کہ خدا کو کچھ پروانہ ہو گی) اور زمانہ متقارب ہو جائے گا (کہ سال مثل مہینہ کے اور مہینہ ہفتہ کے اور ہفتہ مثل ایک دن کے رہ جائے گا اور علم اٹھ جائے گا اور فتنہ اور لڑائیاں ظاہر ہوں گی اور فرمایا ہے اے وائے عرب کو اس شر سے کہ نزدیک آگیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ کے لیے زمین لپیٹی گئی اور آپ کو اس کے مشارق اور مغارب (تمام کنارے) بتا دیے گئے اور قریب ہے کہ آپ کی امت کا ملک وہاں تک پہنچے جہاں تک کہ وہ آپ کے لئے لپیٹی گئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا دین مشارق اور مغارب زمین میں سرزمین ہند سے لے کر اقصاء مشرق بحر تنجہ تک پہنچا گیا ہے جس کے آگے آبادی نہیں اور آپ کی امت کے سوا اتنے ملک کی اور کوئی امت مالک نہیں ہوئی اور وہ جنوب اور شمال میں اتنا نہیں پھیلا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ اہل غرب ہمیشہ حق پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو سو ابن مدینی اس طرف گئے ہیں کہ اس سے اہل عرب مراد ہیں کیونکہ یعنی (چرس) سے پانی کھینچنا انہیں کی عادت تھی اور غرب کے معنی میں ڈول (کیر) اور ان کے سوا اور علما اس طرف گئے ہیں کہ وہ اہل مغرب ہیں اور نیز (بجائے اہل غرب کے) مغرب کا لفظ وارد بھی ہوا ہے۔ اور ایسا ہی اس کے ہم معنی حدیث میں آیا ہے اور دوسری روایت میں ابی امامہ سے ہے کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک ایسی امت قائم رہے گی جو حق پر ظاہر اور اپنے دشمن پر غالب رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے (یعنی قیامت قائم ہو) اور وہ اسی حالت پر ہوں گے کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لوگ کہاں ہیں فرمایا بیت المقدس میں اور آپ نے ملک بنی امیہ اور ولایت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خبر دی ہے اور ان کو وصیت فرمائی ہے اور خبر دی ہے کہ بنی امیہ مال الٰہی کو دولت ٹھہراویں گے (اور اس کو

(ریت نبوت لیں گے) اور خبر دی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد نشان سیاہ لے کر نکلے گی اور ان کا ملک دوسروں کے ملک سے دو چند ہو گا اور آپ نے خروج مہدی علیہ السلام اور ان مصائب کی خبر دی ہے جو کہ قتل اور تشرید سے آپ کے اہل بیت پر نازل ہونے والے تھے اور آپ نے قتل علی رضی اللہ عنہ کی خبر دی ہے اور خبر دی ہے کہ سب سے زیادہ شقی وہ ہے اور خبر دی ہے کہ علی دوزخ (اور جنت) کے تقسیم کرنے والے ہیں کہ اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو آگ میں داخل کریں گے تو وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کہ خوارج اور نواصب دشمن رکھتے ہیں اور روافض کی ایک جماعت جو انھیں کی جانب منسوب ہے ان کی تکفیر کرتی ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قرآن شریف پڑھتے ہوئے مقتول ہونگے اور فرمایا تھا کہ قریب ہے کہ اللہ ان کو ایک کرتہ پہنادے گا اور لوگ اتارنا چاہیں گے اور خبر دی تھی کہ ان کا خون سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول پر پڑے گا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ مشتاب کفات کرے گا اللہ ان کو۔ اور خبر دی تھی کہ جب تک عمر زندہ رہیں گے فتنے ظاہر نہ ہوں گے اور نیز اپنے محاربہ باہمی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور علی کرم اللہ وجہہ کی خبر دی اور فرمایا ہے کہ آپ کے بعض ازواج پر حوأب کے کتے بھونکیں گے اور خبر دی ہے کہ ان کے گرد بہت لوگ مقتول ہوں گے اور وہ اس وقت نجات پاویں گے جبکہ وہ ہلاکت کے نزدیک پہنچ چکے ہوں گے چنانچہ حوأب کے کتے عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھونکے ہیں جبکہ وہ (مکہ سے) بقصد بصرہ روانہ ہوئی تھیں اور آپ نے خبر دی تھی کہ عمار کو باغی لوگوں کی جماعت قتل کرے گی تو ان کو اصحاب معویۃ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور آپ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا وائے ہے لوگوں کو تجھ سے اور وائے ہے تجھ کو لوگوں سے اور آپ نے قزمان کے حق فرمایا تھا کہ وہ اہل نار سے ہے حالانکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ پرانا ہو چکا تھا (اور اپنی ساری عمر مسلمانوں ہی کی طرف سے کفار سے لڑتا رہا تھا) تو اس نے (خیبر کے روز) خود کشی کی اور آپ نے ایک جماعت کے حق میں کہا تھا جن میں کہ ابوہریرہ اور سمرہ بن جندب بھی شامل تھے کہ تم میں جو سب سے پیچھے مرے گا وہ آگ میں مرے گا تو ان میں سے ہر واحد ایک دوسرے کی زندگی کو دریافت کرتا رہتا تھا تو ان سب میں سب سے آخر میں سمرہ بن جندب نے وفات پائی اور بوڑھے ہو گئے تھے اور ے عقل جاتی رہی تھی اور ان کے جسم میں فتور آ گیا تھا تو یہ آگ سے سینکنے لگے تو اس میں جل گئے اور آپ نے حنظلہ الغسیل کے حق میں فرمایا تھا کہ ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کرو کیونکہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان کو غسل

دے رہے ہیں۔ تو صحابہ کرام نے ان کی بیوی سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ (میرے پاس سے) بحالت جنابت نکلے تھے اور جلدی کی وجہ سے غسل نہ کر سکتے تھے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ خلافت قریش میں ہے اور یہ امر قریش ہی میں رہے گا جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے۔ اور فرمایا ہے کہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ہلا کو ہو گا سو سلف کی رائے ہے کہ یہ کہ دونوں حجاج اور مختار ہیں (کہ حجاج بن یوسف ثقفی ہلاکو ہے اور مختار بن ابی عبید کذاب ہے) اور خبر دی ہے کہ مسلیمہ کذاب کی خدا کو نچیں کاٹنے کا (یعنی اس کو ہلاک کرے گا) اور یہ کہ آپ کے اہل بیت میں سب سے اول آپ سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ملیں گے اور آپ نے اپنے اصحاب کو روت سے ڈرایا ہے (اور فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکوں سے نہ مل جاویں گے) اور خبر دی ہے کہ خلافت آپ کے بعد تیس برس ہے پھر بادشاہت ہو گی تو مدت خلافت حسن بن علی رضی اللہ عنہا پر ویسا ہی ہوا اور فرمایا ہے کہ یہ امر (یعنی دین اسلام) نبوت اور رحمت سے شروع ہوا ہے پھر وہ رحمت اور خلافت ہو گا اور پھر ملک کاٹنے والا (یعنی اس میں شفقت اور رحمت کا نام بھی نہ ہو گا) پھر سرکشی اور غلبہ اور فسادفی الامت (یعنی دین میں طرح طرح کی خرابیاں ہو گی) اور آپ نے اویس قرنی کے حال سے خبر دی ہے اور آپ نے ان امراء کی خبر دی ہے جو نماز کو ان کے اوقات سے ٹال کر پڑھیں گے اور خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں تیس جھوٹے ہوں گے جن میں چار عورتیں ہوں گی اور دوسری حدیث میں ہے کہ تیس دجال کذاب ہوں گے جن میں ایک دجال کذاب (اعور) ہو گا (جس کو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے) اور وہ سب کے سب اللہ پر جھوٹ بولیں گے۔ اور فرمایا ہے قریب ہے کہ تم میں عجمی لوگ زیادہ ہو جائیں گے جو تمہارا مال غنیمت کھائیں گے اور تمہاری گردنیں ماریں گے اور قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ قحطان کا ایک شخص لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نہ ہانکے گا (اور ان کو اپنا مطیع اور منقاد نہ بنا لے گا) اور فرمایا ہے کہ میری امت میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان سے ملتے ہیں (یعنی تابعین) اور پھر وہ لوگ جو ان سے ملتے ہیں (یعنی تبع تابعین) پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے اور ان سے گواہی نہ چاہی جائے گی اور خیانت کریں گے اور امانت دار نہ سمجھے جائیں گے اور منتیں مانیں گے اور ان کو پورا نہ کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو گا اور فرمایا کہ کوئی زمانہ نہیں آتا کہ جو اس

کے بعد ہے وہ اس سے بدتر ہے۔ اور فرمایا ہے کہ میری امت کی ہلاکت (اور تباہی) قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ ہے ابو ہریرہ راوی اس حدیث نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو میں تم کو ان کے نام لے لے کر بتادوں کہ فلانے کا بیٹا اور فلانے کا بیٹا اور آپ نے قدریہ اور روافض کے ظاہر ہونے کی خبر دی ہے اور خبر دی ہے کہ اس امت کے پچھلے لوگ پہلوں کو برا کہیں گے اور خبر دی ہے کہ انصار کم ہو جائیں گے حتی کہ وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک اور ہمیشہ ان کا امر متفرق اور منتشر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ان کی کوئی جماعت باقی نہ رہے گی قریب ہے کہ وہ میرے بعد ایثار نفس کو دیکھیں گے اور آپ نے حال خوارج سے خبر دی ہے اور ان کی صفت بیان فرمائی ہے اور خبر دی ہے کہ ان میں کا ایک شخص مجذع (ناقص امید) ہو گا اور ان کی علامت ہے سر منڈانا اور خبر دی ہے کہ بکریاں چرانے والے لوگوں کے سردار نظر آئیں گے اور ننگے بدن اور ننگے پیر والے (یعنی بالکل بے حیثیت لوگ) عمارت بنانے میں جلدی کریں گے۔ اور چھوکری اپنے مالک کو جنے گی (یعنی سراری زیادہ ہوں گی) اور خبر دی ہے کہ قریش اور دیگر گروہ (کفار) آپ سے کبھی نہ لڑیں گے اور آپ ہی ان پر چڑھائی فرما دے گے (یہ غزوہ خندق کے بعد کا قصہ ہے کہ آپ نے فرمایا الآن نغزوهم ولا يغزوننا نحن نصبر اليهم اور آپ نے دو موتوں کی خبر دی ہے جو فتح بیت المقدس کے بعد واقع ہوں گی اور آپ نے اس امر کی خبر دی ہے جس کا کہ آپ نے باشندگان بصرہ کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور آپ نے خبر دی ہے کہ وہ (مسلمان) دریاؤں میں ایسے لڑیں گے جیسے بادشاہ مسند نشین ہوں اور خبر دی ہے کہ اگر دین ثریا میں بھی لٹکا ہوتا تو اس کو ابناء فارس کے لوگ لے لیتے اور ایک بار آپ کے بعض غزوات (یعنی تبوک) میں تند ہوا چلی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت کے سبب چلی ہے اور جب لوگ مدینہ منورہ واپس آئے تو انھوں نے ویسا ہی پایا اور آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک جماعت سے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک کی داڑھ دوزخ میں احد سے بھی زیادہ بڑی ہو گی ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ سب لوگ جاتے رہے یعنی مر گل گئے ان میں کا صرف میں اور ایک اور شخص باقی رہ گیا تھا تو وہ یمامہ کے روز بحالت ردت قتل کیا گیا اور آپ نے اس شخص کی خبر دی تھی جس نے کہ مال غنیمت سے ایک یہودی کی کچھ پوتھیں چرالی تھیں سو وہ اس کے کجاوہ میں دستیاب ہوئیں اور آپ نے اس شخص کا پتا دیا تھا جس نے کہ مال غنیمت سے ایک اوڑھنے کا کپڑا چرالیا تھا اور آپ نے اس کا مقام بتایا تھا کہ وہ فلاں جگہ رکھی ہے اور آپ نے اپنے ناقہ کی خبر دی تھی جبکہ وہ گم ہو گئی تھی اور بتایا کہ

فلاں درخت میں اس طرح سے اس کی مہار الجھ رہی ہے اور آپ نے حاطب کے اس خط کے قصہ کی خبر دی تھی جو انھوں نے اہل مکہ کو لکھا تھا اور آپ نے عمیر کے اس قضیہ کی خبر دی ہے جو کہ انھوں نے صفوان کے ساتھ پیش آیا تھا جبکہ اس نے ان سے پوشیدہ طور پر قتل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شرط ٹھہرائی تھی تو جب عمیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اس کے اس ارادہ اور مشورہ خفیہ کی خبر دی تو وہ اسلام لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اور آپ نے اس مال کی خبر دی تھی جو آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ ام الفضل کے پاس چھوڑ آئے تھے اور اس کو سب سے چھپا رکھا تھا اور کہا تھا کہ اس کو میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں جانتا تو (جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس مال کی خبر دی تو) وہ اسلام لے آئے۔ اور آپ نے بتایا تھا کہ ابی بن خلف قتل کیا جائے گا اور آپ نے عتبہ کے حق میں فرمایا تھا کہ اس کو اللہ کا ایک کتا کھائے گا اور آپ نے مقتولین بدر کے قتل ہونے کی جگہ کا (قبل از قتل) اعلان فرمایا تھا سو وہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور آپ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور قریب ہے کہ اللہ اس کے سبب سے (مسلمانوں کی) دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا اور آپ نے سعد سے فرمایا تھا کہ شاید تو پیچھے رہے یہاں تک کہ تجھ سے بعض لوگ نفع اٹھا دیں اور بعض دوسرے نقصان اور اپنے قتل اہل موتہ کی اسی روز خبر دی تھی جس روز کہ وہ قتل ہوئے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان ایک مہینہ یا اس سے زائد کی مسافت تھی۔ اور آپ نے موت نجاشی کی اسی روز خبر دی تھی جس روز کے اس نے اپنے ملک میں انتقال کیا تھا اور آپ نے فیروز (وزیر کسریٰ) کو جبکہ وہ آپ کی خدمت میں کسریٰ کی جانب سے قاصد ہو کر آیا تھا اس امر کی خبر دی تھی کہ آج کسریٰ مر گیا ہے تو جب فیروز مذکور کو یہ قصہ متحقق ہو گیا تو وہ اسلام لے آیا اور مسلمان ہو گیا اور آپ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے نکالے جانے کی خبر دی تھی جیسا کہ ہوا اور (وہ یہ ہے کہ) آپ نے ان کو مسجد میں سوتے دیکھ کر فرمایا تھا کہ تمہارا کیا حال ہو گا جب تم اس سے نکالے جاؤ گے انھوں نے کہا کہ میں مسجد حرام میں رہنے لگوں گا فرمایا کہ جب اس سے بھی نکالے جاؤ گے آخر حدیث تک اور آپ نے ان کو خبر دی تھی کہ وہ تنہا زندگی بسر کریں گے اور تنہا مریں گے اور آپ نے خبر دی تھی کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے وہ بی بی آپ سے سب سے پہلے ملنے والی ہیں جن کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں یعنی جو سب سے فراخ دست ہیں تو وہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں کہ خیرات کرنے میں

ان کا ہاتھ سب سے زیادہ کشادہ تھا۔ اور آپ نے حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر دی تھی کہ وہ طف میں مقتول ہوں گے اور آپ نے ایک مٹی نکالی اور فرمایا تھا کہ اس جگہ میں ان کا قتل یا مدفن ہو گا اور آپ نے زید بن صوحان کے حق میں کہا تھا کہ ان کا ایک عضو ان سے پہلے جنت میں داخل ہو گا تو ان کا ہاتھ جہاد میں کٹ گیا اور آپ نے دونوں کے حق فرمایا تھا جو آپ کے ساتھ کوہ حراء پر تھے کہ ثابت رہ تجھ پر جو لوگ ہیں وہ نبی اور صدیق اور شہید ہیں (نہ اور کوئی) تو حضرت علی اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو راہ خدا میں مقتول ہوئے اور سعد رضی اللہ عنہ مجروح اور پھر اسی میں مر گئے اور آپ نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ تمہاری کیا کیفیت ہو گی جبکہ تم کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جائے گے تو جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن لائے گئے تو آپ نے ان کو انھیں پہنا کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان کو کسریٰ سے چھین لیا اور سراقہ کو پہنا دیا اور آپ نے فرمایا کہ دجلہ اور دجیل اور قطربل اور صراط کے درمیان ایک شہر بنایا جائے گا جس کی طرف تمام زمین کے خزانہ کھینچ کھینچ کر لائے جائیں گے اور وہ زمین میں دھنسایا جائے گا اور اس سے آپ بغداد مراد رکھتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں ایک شخص ہو گا جو ولید کہلائے گا اور وہ اس امت کے لئے فرعون سے بھی بدتر ہو گا جیسا کہ وہ اپنی قوم کے لیے تھا۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ دو جماعتیں نہ لڑیں گی اور دونوں ایک ہی دعوے کرتی ہوں گی اور آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے سہل بن عمرو کے حق میں فرمایا تھا (جبکہ انھوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا) شاید کہ وہ کسی ایسے موقع پر کھڑا ہو جو اے عمر تجھ کو خوش لگے تو ایسا ہی ہوا کہ وہ مکہ معظمہ میں ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ کھڑے ہوئے جس روز کہ اہل مکہ کو وفات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر پہنچی اور انھوں نے ویسا ہی خطبہ پڑھا جیسا کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے (مدینہ منورہ میں) پڑھا تھا اور ان کو اسلام پر تھام لیا اور ان کی بصیرت کو قوی کر دیا اور آپ نے جب خالد رضی اللہ عنہ کو اکیدر کی جانب روانہ فرمایا تو ان سے کہا تھا کہ تو اس کو گور خر کا شکار کرتے پائے گا تو یہ سب امور ویسے ہی مشاہدہ ہوئے جیسے کہ آپ نے فرمائے تھے کوئی آپ کی حیات میں اور کوئی آپ کے بعد جب آپ وفات فرما چکے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع ان اخبار مغیبات کے جن کی کہ آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ان کے امور باطنی اور قلبی سے خبر دی تھی اور اسرار اور کفر منافقین سے ان پر ظاہر فرمایا تھا اور آپ نے ان پر ان کی ان باتوں کو بھی ظاہر فرمایا ہے جو وہ آپ کے اور مومنین کے حق میں

کہا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ باہم ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ چپ رہ قسم بخدا اگر اس کے نزدیک اور کوئی خبر دینے والا نہ بھی ہو گا تو اس کو یہ نالہ کی کنکریاں ہی خبر کر دیں گی اور جیسے آپ کا صفت اس سحر کا بیان فرمانا جو آپ پر لبید بن اعصم (یہودی نے کیا تھا اور آپ کا یہ جتانا کہ وہ کنگھی کے دندانوں اور بالوں کے ٹوٹن میں ایک کھجور کے گابھ میں ہے اور وہ زر وان کے کنوے میں (مدفون) ہے تو وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور وہ اسی صفت پر پایا گیا۔ اور آپ کا قریش کو یہ جتانا کہ ان کے صحیفہ میں سے اس عبارت کو دیمک نے کھالیا ہے جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ وہ نبی ہاشم پر ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ان کا رشتہ ناتہ قطع کر دیں گے اور اس میں صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے تو انھوں نے اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور آپ کا قریش سے صفت بیت المقدس کا بیان فرمانا جبکہ انھوں نے خبر معراج میں آپ کی تکذیب کی تھی کہ آپ نے اس کو ویسا ہی بیان فرمایا تھا جیسا کہ کوئی واقف کار بیان کرتا ہو اور آپ کا قریش کو ان کے اس قافلہ کی خبر دینا جس پر کہ آپ کا راستہ میں گذر ہوا تھا اور آپ کا ان کو اس کے پہنچنے کا وقت بتانا تو یہ سب امور ویسے ہی واقع ہوئے جیسے کہ آپ نے فرمائے تھے مع ان حوادث (اور فتن) کے جو آئندہ ہونے والے ہیں اور ابھی نہیں ہوئے ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کے کہ مقدمات ظاہر ہو چکے ہیں کہ آپ کا یہ فرمانا کہ بیت المقدس کی آبادی مدینہ منورہ کی خرابی ہے اور مدینہ منورہ کی خرابی ملحمہ کا نکلنا ہے اور ملحمہ کا نکلنا قسطنطنیہ کی فتح ہے۔ اور علامات قیامت اور نزول اسکے آثار سے خبر دینا اور نشر اور حشر اور اخبار ابرار اور فجار اور جنت اور دوزخ اور عرصات قیامت کا ذکر فرمانا اور (یہ فصل ایسی طول طویل ہے کہ) اس فصل کے لیے ایک مستقل دفتر درکار ہے جو تن تنہا جزئیات (اور فروع) اس فصل کو متضمن اور مشتمل ہو اور (عاقل لبیب کے لیے) یہی نکات کلی ہیں جن کی جانب کہ ہم احادیث مذکور میں اشارہ کر آئے ہیں اور یہ حدیثیں اکثر صحاح اور مصنفات آئمہ فن میں موجود اور مذکور ہیں۔

فصل 24- اس بیان میں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو لوگوں سے محفوظ اور مصئون رکھا ہے اور آپ کو ان کے شر اور فساد سے مامون فرمایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ بچائے گا تم کو لوگوں سے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا اور صبر کر واسطے حکم پروردگار اپنے کے کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کیا

اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے دشمنوں سے جو کہ مشرک ہیں اللہ کافی نہیں ہے اور بعض نے اس کے سوا کچھ اور بھی کہا ہے اور فرمایا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کو اور فرمایا ہے وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھ کو بیٹھا دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر تھا ہم سے قاضی شہید ابو علی الصدفی اور حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعافری نے اپنی اپنی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (آپ کے دشمنوں سے) نگہبانی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (خدا بچائے گا تجھ کو لوگوں سے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبہ سے اپنا سرمبارک باہر نکالا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تم لوٹ جاؤ مجھ کو میرے پروردگار نے بچالیا اور اس نے میری حفاظت کو اپنے ذمہ لے لیا اور مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ اترتے تھے تو آپ کے اصحاب آپ کے لیے کوئی درخت پسند کرلیا کرتے جس کے نیچے آپ قیلولہ فرماتے تھے تو (ایک بار) اچانک آپ کے پاس ایک اعرابی حاضر ہوا اور دفعۃً اس نے آپ کی تلوار سونت لی اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا تو آپ نے فرمایا اللہ عزوجل تو اس اعرابی کا ہاتھ کانپ گیا اور اس سے تلوار گر پڑی اور اس نے اپنے سر کو درخت سے دے مارا یہاں تک کہ اس کا بھیجا نکل پڑا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ قصہ صحیح (بخاری وغیرہ) میں مروی ہوا ہے اور مروی ہوا ہے کہ جس کا یہ قصہ ہے وہ غورث بن حرب تھا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے درگذر فرمایا اور جب وہ لوٹ کر اپنی قوم کی جانب آیا تو اس نے کہا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے اور اسی قسم کی ایک روایت (اور بھی) مروی ہوئی ہے کہ یہ قصہ آپ کو بدر کے روز پیش آیا تھا اور آپ اس وقت قضاء حاجت کی ضرورت سے اپنے اصحاب سے جدا ہو گئے تھے کہ اچانک ایک منافق آپ کے پیچھے لگ لیا اور ایسا ہی قصہ ذکر کیا۔ اور مروی ہوا ہے کہ آپ کو ایسا ہی قصہ غزوہ غطفان میں بھی بمقام ذی امراس شخص کے ساتھ پیش آیا تھا جس کو کہ لوگ دعثور بن الحرث کہتے تھے اور یہ کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا تو جب وہ اپنے ان لوگوں میں پہنچا جنھوں نے

اس کو ابھار کر بھیجا تھا اور یہ ان کا سردار بھی تھا اور ان میں بہادر بھی شمار ہوتا تھا تو انہوں نے اس سے کہا کہ وہ کہاں گیا جو تو کہتا تھا اور تو آپ پر قادر بھی ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک سفید اور دراز قد شخص کو دیکھا کہ اس نے میرے سینہ میں دھکا مارا تو میں اپنے پس پشت جا پڑا اور میری تلوار چھوٹ گئی تو میں سمجھا کہ وہ فرشتہ ہے اور میں اسلام لے آیا اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا۟ إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ۔

ترجمہ اے ایمان والوں یاد کرو نعمت اللہ کی اوپر اپنے جس وقت کہ قصد کیا ایک جماعت نے یہ کہ دراز کریں طرف تمہارے ہاتھ اپنے پس بند کیے ہاتھ ان کے تم سے اور ڈرو اللہ سے اور اللہ پر پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے انتہی

اور خطابی کی روایت میں ہے کہ غورث بن حرث محاربی نے اس امر کا ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکہ سے قتل کر ڈالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے اس ارادہ کا اس وقت علم ہوا جب کہ وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر آکھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تو مجھ کو اس سے جس چیز کے ساتھ چاہے کفایت کر تو اس کی کمر میں چمکا آگیا اور وہ اوندھے منہ گر پڑا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور اس کے قصہ میں کچھ اور بھی کہا گیا ہے اور یہی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا۟ إِلَيْكُمْ الآیۃ اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کا اندیشہ رہتا تھا سو جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ چت لیٹ گئے اور پھر فرمایا کہ جو کوئی مجھ کو ذلیل کرنا چاہے وہ کرے اور عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ وہ لکڑیاں اٹھانے والی عورت (یعنی کالے ابی لہب کی جورو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں کانٹے رکھ دیتی تھی اور وہ بالکل چنگارے ہوتے تھے تو آپ انہیں پر قدم رکھ کر تشریف لے جاتے تھے تو وہ ایسے ہو جاتے تھے جیسا کہ کھسنا ریت اور ابن اسحاق نے اسی سے ذکر کیا ہے کہ جب اس کو نزول تَبَّتْ يَدَآ أَبِى لَهَبٍ وَتَبَّ اور اس کی مذمت کی خبر پہنچی جس کے ساتھ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے خاوند کو مع اس کے ذکر کیا تھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پہنچی اور آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرماتے اور آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے

ہوئے تھے اور یہ کمبخت اپنے ہاتھ میں ایک بھاری پتھر لے رہی تھی تو جب ان کے روبرو آکر کھڑی ہوئی تو اس کو اکیلے ابابکر رضی اللہ عنہ ہی نظر آئے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خدا نے اس کی آنکھیں اندھی کر دیں تو اس نے کہا کہ اے ابابکر تمہارے رفیق کہاں ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ وہ میری ہجو کرتے ہیں واللہ اگر میں ان کو دیکھ پاتی تو میں ان کے منہ پر یہ پتھر مارتی اور حکم بن ابی العاص سے مروی ہوا ہے کہ ہم نے باہم قتل نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وعدہ ٹھہرایا یہاں تک کہ جب ہم نے آپ کو دیکھا تو ہم نے آپ کے پیچھے سے ایسی آواز سنی کہ ہمیں امید نہ رہی تھی کہ مکہ معظمہ میں کوئی شخص بچا ہوگا تو ہم بیہوش ہو کر گر پڑے تو ہم کو اس وقت ہوش آیا جبکہ آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے جا چکے تھے پھر دوسرے روز ہم نے ایسا ہی وعدہ کیا سو جب ہم آئے تو ہم نے دیکھا کہ صفا اور مروہ (دونوں) پہاڑ آکر ہمارے اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے اور ابو جہم بن حذیفہ نے ایک رات باہم وعدہ کیا کہ (آج کی رات) ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کریں گے تو ہم آپ کے گھر آئے تو ہم نے آپ کو سنا کہ آپ نے قرات شروع کی ہے اور آپ یہاں پہنچے اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ یہاں تک کہ آپ یہاں پہنچے فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ تو ابو جہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے شانہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ بچو اور یہ کہہ کر دونوں بھاگ گئے سو یہ قصد اسلام عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مقدمہ تھا۔ اور اسی قبیل سے ہے وہ معجزت مشہورہ اور کفالت کاملہ جو کہ بوقت دھمکی قریش ظاہر ہوئی تھی جبکہ قریش نے اتفاق کیا تھا کہ سب مل کر رات کے وقت آپ کو قتل کر ڈالیں اور آپ اس وقت گھر سے باہر تشریف لائے اور ان کے سروں پر کھڑے ہوئے اور سبحانہ وتعالیٰ نے (آپ سے) ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے سروں پر خاک ڈال کر ان کے درمیان سے صحیح و سالم نکل آئے اور ان آیات اور معجزات کے سبب ان کی نظروں سے محجوب اور پوشیدہ رہے جن کو کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے لیے مہیا فرمایا تھا کہ غار پر مکڑی نے جالا پور دیا تھا یہاں تک کہ جب امیہ بن خلف سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اس غار میں داخل ہوں تو اس نے کہا کہ تمہارے اس میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے اس پر تو مکڑی کا جالا موجود ہے جو میرے خیال میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور اس غار کے منہ پر دو کبوتر آکر کھڑے ہو گئے تو قریش نے کہا کہ اگر اس میں کوئی ہوتا تو یہاں کبوتر نہ ہوتے اور قصہ سراقہ بن مالک بن جعشم کا جبکہ آپ نے ہجرت

فرمائی تھی اور قریش نے آپ میں اور ابابکر میں (سو اونٹنیاں) انعام مقرر کر رکھا تھا سو اس کو معلوم ہوا (کہ آپ فلاں راستہ سے تشریف لے گئے ہیں) تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پیچھے ہوا یہاں تک کہ جب وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پہنچا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بددعا فرمائی تو اس کے گھوڑے کی چار دن ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور وہ اس سے گر پڑا اور اس نے پانسے ڈالے تو پانسوں میں وہی امر نکلا جو اس کو ناگوار تھا (مگر با این ہمہ کہ پانسے اس کے خلاف برآمد ہوئے تھے) پھر بھی وہ سوار ہوا اور آپ کے قریب ہوا یہاں تک کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھنے کی آواز سنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جانب ملتفت نہ ہوتے تھے اور ابوبکرالصدیق رضی اللہ عنہ ادھر ادھر دیکھتے جاتے تھے تو انھوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ ہماری طلب میں آگئے ہیں تو آپ نے فرمایا غم مت کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو اس کا گھوڑا پھر دوبارہ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا اور وہ اس سے گر پڑا تو اس نے اس کو ڈانٹا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس کی ٹانگوں کے نزدیک ایسا معلوم ہوا جیسا کوئی دھواں ہو تو اس نے ہردو حضرات کو آواز دی کہ مجھ کو امن دو تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے امان تحریر فرمائی اور اس میں امن نامہ کو ابن فہیرہ نے اور قول بعض پر ابوبکرالصدیق رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اخبار قریش کی خبر دی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ کسی کو آپ کے ہمراہیوں سے نہ ملنے دے اور جو کوئی آپ کی جانب آتا ہو اس کو لوٹا دے تو وہ وہاں سے واپس پھرا اور لوگوں سے کہتا جاتا تھا کہ ادھر تو میں ہو آیا ہوں اب تمھارے جانے کی ضرورت نہیں رہی اور کہا گیا ہے بلکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر الصدیقؓ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم دونوں نے مجھ پر بددعا کی ہے سو تم میرے لیے دعا کرو تو (آپ کی دعا سے) وہ بچ گیا اور اس کے دل میں ظہور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال پیدا ہو گیا اور دوسری خبر میں ہے کہ ایک چرواہے کو دونوں کی خبر ملی تو وہ وہاں سے دوڑا تاکہ قریش کو اس کی خبر کرے تو جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو اس کے دل پر پردہ پڑ گیا تو اس کے بھی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو کیا کرنا چاہیے اور جس ارادہ سے نکلا تھا اس کو بھول گیا یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ لوٹ آیا اور اس روایت میں آیا ہے جس کو کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوجہل آپ کے پاس ایک بڑا پتھر لے کر آیا تاکہ اس کو آپ پر ڈال دے اور اس کا ہاتھ گردن تک خشک ہو گیا اور اس نے الٹے پیروں

پیچھے لوٹنا شروع کیا پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اس کے لیے دعا کیجئے تو آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی تو اس کے ہاتھ کھل گئے اور اس نے قریش سے وعدہ کیا تھا اور قسم کھائی تھی اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ پائے گا تو آپ کا سر پھوڑ ڈالے گا تو انھوں نے اس سے اس کا حال دریافت کیا (کہ یہ کیا ہوا) تو اس نے کہا کہ اس کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک ایسا اونٹ حائل ہوا کہ میں نے ویسا اونٹ کبھی نہ دیکھا تھا اور اس نے مجھے کھانا چاہا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے اور اگر وہ نزدیک آتا تو وہ فوراً" اس کو پکڑ لیتے۔ اور سمرقندی نے ذکر کیا ہے کہ بنی مغیرہ کا ایک شخص اس ارادہ سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر ڈالے آپ کے پاس آیا تھا سو خدا نے اس کی بینائی کھو دی اور وہ اندھا ہو گیا اور اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر نہ آئے اور آپ کا کلام سن کر اپنے رفیقوں کی طرف لوٹ گیا تو اس کو وہ بھی نظر نہ آئے یہاں تک کہ انھوں نے اس کو آواز دی اور ذکر کیا ہے کہ یہ آیت انھیں دونوں قصوں میں نازل ہوئی ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور علی ہذا وہ امر بھی ایسا ہی ہے جس کو کہ ابن اسحاق وغیرہ نے آپ کے قصہ میں ذکر کیا ہے جب آپ اپنے اصحاب سمیت بنی قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو آپ مع اپنے چند یاروں کے ایک دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے تو عمرو بن جحاش نے اپنے لوگوں میں سے ایک شخص کو بھیجا تاکہ اوپر سے آپ پر چکی پھینک دے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وہاں سے) کھڑے ہو گئے اور مدینہ منورہ کو لوٹ آئے اور اصحابہ کرام کو ان کے اس ارادہ کی خبر دی اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ اسی قصہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور سمرقندی نے حکایت کیا ہے کہ (ایک بار) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی النضیر کی جانب تشریف لے گئے تاکہ ان سے بنی کلاب کے ان دو مقتولوں کی دیت میں مدد لیں جن کو کہ عمرو بن امیہ نے قتل کر دیا تھا تو حیی بن اخطب نے کہا کہ اے ابا قاسم آپ بیٹھیں تاکہ ہم آپ کو کھانا کھلا دیں اور جو آپ چاہتے ہیں وہ بھی آپ کو دیں تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع ابی بکر الصدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے وہاں بیٹھ گئے اور پھر حیی بن اخطب نے اپنے لوگوں سے آپ کے قتل کا مشورہ کیا پس جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو ان کے اس

ارادہ کی خبر کر دی تو آپ وہاں سے کھڑے ہو گئے گویا کہ آپ قضاء حاجت کو تشریف لے جانا چاہتے ہیں یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے اور اہل تفسیر نے حدیث سابق الذکر کو ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ابوجہل لعین نے قریش سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھ پاؤں گا تو آپ کی گردن کو پیروں سے روندوں گا تو جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو کھڑے ہوئے تو لوگوں نے اس کو خبر دی تو وہ آگے بڑھا تو جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو وہاں سے الٹے پیروں پیچھے بھاگا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے (اپنی جان کو) بچاتا جاتا تھا تو لوگوں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جب میں آپ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میں ایک خندق کے کنارہ ہوں جو آگ سے بھر رہی ہے قریب تھا کہ میں اس میں جا پڑوں اور مجھ کو بڑی ہول نظر آئی اور میں نے پروں کی آواز سنی جنھوں نے زمین کو بھر رکھا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے اور اگر وہ نزدیک آتا تو وہ اس کے جوڑ جوڑ اچک لیتے پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی

كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب

ترجمہ ہرگز نہیں یوں بیشک آدمی سرکشی کرتا ہے اس سے کہ دیکھتا اپنے تئیں بے پروا اور غنی ہو بے بیشک تیرے پروردگار کی طرف ہے پھر جانا کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ منع کرتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے کیا دیکھا تو نے اگر ہو وہ شخص اوپر ہدایت کے یا حکم کرے ساتھ پرہیزگاری کے کیا دیکھا تو نے یہ جھٹلایا اور منہ پھیرا کیا نہ جانا اس نے کہ اللہ دیکھتا ہے ہرگز یوں اگر وہ باز نہ آئے گا تو البتہ گھسیٹیں گے ہم اس کو ساتھ بالوں پیشانی کے وہ پیشانی کہ جھوٹی ہے خطاوار پس چاہئے کہ بلا دے اپنی مجلس کو شتاب بلا دیں گے ہم فرشتوں دوزخ کے کو ہرگز نہیں یوں مت کہا مان اس کا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو انتہی۔

اور مروی ہے کہ حنین کے روز کہیں آپ شیبہ بن عثمان الحجی کو مل گئے اور حمزہ علیہ السلام نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا تو اس نے کہا کہ آج میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے اپنے خون کا بدلا لے لوں گا تو جب لوگ باگ باہم مل جل گئے (اور وہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے) تو وہ آپ کے پس پشت سے آپ کے پاس آ پہنچا اور اس نے اپنی تلوار اٹھائی تاکہ اس کو آپ پر چھوڑے تو اس نے کہا ہے کہ جب میں آپ کے نزدیک پہنچا تو میری طرف ایک آگ کا شعلہ بلند ہوا اور وہ میری طرف ایسا دوڑا جیسے بجلی تو میں الٹا بھاگا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو تاڑ گئے اور آپ نے مجھ کو بلایا اور میرے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور مجھ کو آپ سے زیادہ کوئی شخص مبغوض نہ تھا تو آپ نے اس کو میرے سینے سے نہیں اٹھایا یہاں تک کہ آپ میری طرف ساری خلق سے زیادہ محبوب ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ نزدیک آ اور ٹھہر تو میں آپ کے آگے بڑھا کہ اپنی تلوار سے مارتا تھا اور اپنی جان سے آپ کو بچاتا تھا اور اگر اس گھڑی میں اپنے باپ سے بھی ملتا تو آپ کے مقابلہ میں اس کو بھی قتل کر ڈالتا۔ اور فضالہ بن عمرو سے مروی ہوا ہے کہ فتح مکہ کے سال میرا ارادہ ہوا کہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر ڈالوں اور آپ اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو جب میں آپ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ کیا فضالہ ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایا کہ تیرا دل کیا باتیں کر رہا تھا میں نے کہا کچھ نہیں تو آپ ہنسے اور آپ نے میرے لیے بخشش کی دعا فرمائی اور میرے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا تو میرا دل ٹھہر گیا خدا کی قسم کی آپ ابھی اسکو اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ میری یہ حالت تھی کہ گویا خدا نے میری طرف کوئی شے آپ سے زیادہ محبوب پیدا ہی نہ کی تھی اور ان اخبار مشہورہ میں سے ہے خبر عامر بن الطفیل اور اربد بن قیس کی کہ جب یہ دونوں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے قتل کی نیت سے آپ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیشتر سے عامر نے اربد سے کہہ رکھا تھا کہ میں تجھ سے روئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشغول کر لوں گا اور تو آپ کو مار ڈالنا تو اس نے دیکھا کہ اربد نے کچھ نہ کیا تو جب اس نے اربد سے اس بارہ میں گفتگو کی (اور اس کا سبب دریافت کیا) تو اس نے جواب دیا کہ واللہ جب میں یہ قصد کرتا تھا کہ ان کو مار ڈالوں تو میں اپنے اور ان کے درمیان تجھ کو دیکھتا تھا تو کیا میں تجھ کو مار ڈالتا اور آپ کے لیے عصمت الٰہی میں سے ایک یہ ہے کہ باوجود یہ کہ بہت سے یہود اور کاہنوں نے آپ کے ظہور کا اعلان کیا اور قریش کے لیے باتعیین میں آپ کو بتا بھی دیا اور ان کو آپ کے غلبہ کی خبر بھی دی کہ آپ ان پر غالب آویں گے اور ان کو طرح بطرح اس امر کی رغبت بھی دلائی کہ وہ آپ کو قتل کر دیں (اور انہوں نے آپ کو قتل کرنا بھی چاہا) لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ان سب سے محفوظ اور مامون رکھا یہاں تک کہ آپ کے

حق میں سبحانہ وتعالیٰ کا ارادہ پورا ہوا (اور آپ نے احکام الٰہی کو پہنچا دیا) اور اسی قبیل سے ہے آپ کا مسافت ایک ماہ پر اپنے رعب کے سبب مظفر اور منصور ہونا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ (نصرت بالرعب مسیرۃ شہر) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فصل 25- اور آپ کے معجزات روشن میں سے ایک معجزہ آپ کے وہ علوم اور معارف ہیں جن کو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ میں جمع فرمایا ہے اور وہ مصالح دین اور دنیا میں جن پر کہ خصوصیت کے ساتھ آپ کو مطلع فرمایا ہے اور آپ کا امور شرائع اور قواعد دین اور سیاست بندگان خدا اور مصالح امت اور ان امور سے واقف ہونا ہے جو پہلی امتوں میں گذر چکے ہیں اور آپ کا زمانہ آدم سے لے کر اپنے زمانہ تک تمام انبیاء اور مرسلین سابقین اور جبارین معاندین کے حالات سے واقف ہونا اور اس کے شرائع اور کتابوں اور ان کے عادات اور اطوار کا حافظ ہونا ہے اور ان کی خبروں کا بیان فرمانا اور وقائع الٰہی کا یاد دلانا ہے (جو کہ از قسم نعمت و عذاب ان میں گذرے ہیں) اور صفات ان کے اکابرین اور اختلاف ان کے آراء کا بیان کرنا ہے اور ان کی مدت اور ان کی عمروں کا معلوم کرانا اور آپ کا حکم حکماء سے واقف ہونا ہے اور ہر امت کے کافروں کے جھگڑوں کا جاننا اور تمام فرق اہل کتاب سے ان امور کے ساتھ معارضہ کرنا ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور اور مسطور ہیں اور آپ کا ان کو ان کے ان اسرار مخفیہ اور امور پوشیدہ اور ان امور سے مطلع اور آگاہ کرنا ہے جن کو کہ انھوں نے چھپا رکھا تھا یا بدل ڈالا تھا مع اس امر کے کہ آپ لغت عرب اور غریب الفاظ اس کے فرقوں پر حاوی اور اقسام ان کے فصاحت کے ماہر اور وقائع اور امثال اور حکم اور معانی ان کے اشعار کے حافظ اور جوامع حکم عربیت کے ساتھ مخصوص تھے اور پھر افہام امور غامضہ کے لیے آپ امثال صحیحہ اور حکم بینہ سے واقف اور علوم مسائل مشکلہ کے بیان کرنے والے تھے اور اس پر یہ کمال کہ آپ ایسی شرع شریف کے بانی ہیں جس میں نہ تو کسی قسم کا تعارض ہے اور نہ تناقض حالانکہ آپ کی شریعت حسن اخلاق اور حسن آداب اور ہر اس کی بیان کرنے والی ہے جو عمدہ اور مستحسن ہے اس میں سے کسی ملحد نے جس کو کہ عقل سلیم حاصل ہے کسی امر کا انکار نہیں کیا مگر اپنی بد نصیبی اور محرومی سے بلکہ جو شخص اس کا منکر ہے اور اپنی جہالت کے سبب اس کا انکار کرتا ہے جب وہ اس امر کو سنتا ہے جس کے جانب کہ آپ دعوت کرتے ہیں تو وہ بھی اس کو صواب جانتا ہے اور بلا طلب دلیل اور برہان اس کو مان لیتا ہے پھر وہ ستھری اور پاکیزہ چیزیں ہیں جن کو کہ آپ نے ان پر حرام کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے آپ نے ان کی جان اور آبرو اور مال کو سزاء حدود

عاجل اور اندیشہ دوزخ (آجل) سے محفوظ اور مصئون فرمایا ہے اور یہ سب ایسے امور ہیں جن سے نہ ہر شخص واقف ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ان پر کلا یا جزا عمل کر سکتا ہے ہاں جس نے کتب آسمانی پڑھی ہوں اور کتب علماء ربانی کی مزاولت اور ان میں بعض ان امور کی مراجعت کی ہو جو ان میں مذکور اور مسطور ہیں مع اس امر کے کہ آپ کی شریعت بہت سے اقسام علوم اور فنون معارف کو مشتمل اور جامع ہے جیسے علم طب اور تعبیر رویا اور علم فرائض اور علم ہندسہ اور علم نسب اور ان کے سوائے اور بہت سے علوم اور فنون جن کے کہ علماء نے آپ کے کلام کو ان علوم اور فنون میں اپنا مقتدا اور اصول قرار دیا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ خواب کی تعبیر پہلے دینے والے کے لیے ہے (جو وہ تعبیر دے دے) اور پرند کے پیر پر ہے (یعنی وہ قضاء ماضی اور حکم نافذ ہے یا شے غیر مستقر) اور آپ کا یہ قول کہ خواب کی تین قسم ہیں ایک خواب سچا اور ایک خیال انسانی جو اس کے دل میں آئے اور ایک رنج دلانا شیطان کا (یعنی خواب میں ایسی شے کا نظر آنا جس سے رنج و غم پیدا ہو) اور آپ کا یہ قول کہ جب زمان ساعت قریب آئے گا تو قریب ہے کہ مومن کے خواب جھوٹ نہ ہوں اور (طب میں) آپ کا یہ قول کہ امتلاء معدہ ہی ساری بیماریوں کی جڑ ہے اور آپ کا وہ قول جو حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں مروی ہوا ہے کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور (تحصیل منافع بدن کے لیے) رگیں اس میں اترنے والی ہیں اور یہ ایسی حدیث ہے جس کو ہم صحیح نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ ضعیف یا موضوع ہے اور دار قطنی نے اس پر کلام کیا ہے (مگر حکم ضعف یا وضع سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حقیقت میں بھی بے اصل اور موضوع ہے بلکہ یہ حکم باعتبار سند ہے) اور آپ کا یہ قول کہ سب سے عمدہ شے جس کے ساتھ دوا لے جائیں سعوط اور لدود اور پچھنے لگانا اور مسہل ہے۔ اور (آپ کا یہ قول) کہ سب سے بہتر پچھنے لگانا سترھویں دن اور انیسویں دن اور اکیسویں دن ہے اور کلونجی میں سات شفاء ہیں ان میں سے ایک ذات الجنب ہے۔ اور آپ کا یہ قول کہ انسان پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرتا اور اگر اس کا بھرنا ضروری ہے تو تہائی کھانے کے لیے اور تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے اور (نسب میں) آپ کا یہ قول جبکہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ سبا کون شے ہے مرد ہے یا عورت یا زمین کہ وہ ایک شخص تھا اور اس کے دس بیٹے تھے ان میں سے چھ یمن میں بسے اور چار شام میں الحدیث بطولہ اور ایسا ہی نسب قضاعہ اور دیگر انساب میں جن میں کہ باوجود توغل اہل عرب کو آپ سے پوچھنے کی ضرورت پڑی ہے آپ کا یہ فرمانا کہ حمیرہ عرب کا سر اور اس کی چکی ہے (یعنی

سب سے اعلیٰ) اور مدمج اس کے ٹھڈی اور سر حلقوم ہے اور ازد اس کا کاہل اور کھوپری ہے اور ہوزان اس کا غارب اور اسنام ہے (اس قول میں تفاوت مراتب عرب کا بیان ہے) اور (علم حساب میں) آپ کا یہ قول کہ زمانہ ویسا ہی پھر آیا ہے کہ پیدائش آسمان و زمین کے روز تھا۔ اور (مساحت میں آپ کا وہ قول جو آپ نے حوض کوثر کی تعریف میں فرمایا ہے کہ اس کے کونے برابر ہیں۔ یعنی وہ مربع ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں اور (جمع اعداد میں) حدیث ذکر میں آپ کا یہ قول کہ ایک نیکی دس برابر ہے سو یہ کلمات زبان پر ڈیڑھ سو اور میزان عمل میں پندرہ سو ہیں اور (علم ہندسہ اور معرفت مساحت میں) ایک مقام پر آپ کا یہ فرمانا کہ یہ مقام حمام کے لیے کیا ہے موز دن تھااور آپ کا یہ فرمانا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے اور (معرفت نسب میں عیینہ بن حصین یا اقرع بن حابس سے آپ کا یہ فرمانا کہ میں گھوڑے کی پہچان میں تجھ سے بڑھا ہوا ہوں۔ اور آپ کا اپنے منشی سے یہ فرمانا کہ قلم کو کان پر رکھ کہ وہ مطلب کا خوب یاد دلانے والا ہے یہ اس حالت پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتے نہ تھے اور لیکن آپ کو ہر چیز کا علم حاصل تھا حتی کہ بہت سے آثار ایسے وارد ہوتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حروف خط اور حسن صورت الفاظ سے بھی واقف تھے جیسا کہ آپ کا یہ قول کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (کے سین) کو مت کھچو (بلکہ اس کے دندانہ نکالو) اس کو ابن شعبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں آپ کا وہ قول جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کچھ لکھا جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ دوات کی اصلاح کر اور قلم کو ترچھا قط لگا اور باء کو سیدھا کھڑا کر اور سین کے دندانہ ظاہر کر اور میم کو اندھا مت کر اور اللہ کو اچھی طرح لکھ اور رحمٰن کو مدوے اور رحیم کو اچھا بنا اور یہ مذکور (اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ کو علم کتابت بھی عطا ہوا تھا) گو اثبات پر کوئی روایت صحیح نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کچھ تحریر فرمایا ہے سو یہ کوئی بعید بات نہیں کہ آپ کو کتابت کا علم عطا ہو اور آپ کتابت اور قرائت سے ممنوع ہوں (کہ آپ لکھ پڑھ نہ سکتے ہوں) اور رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لغات عرب سے واقف ہونا اور آپ کا معانی ان کے اشعار کا حافظ ہونا سو یہ ایک مشہور امر ہے چنانچہ اس میں سے کسی قدر پر اول کتاب میں تنبیہہ کر آئے ہیں اور علی ہذا آپ اہل عرب کے سوا اور امتوں کے بھی اکثر لغات سے واقف تھے جیسے آپ کا یہ قول سنا سن کر بزبان اہل حبشہ حسن کے معنی میں ہے اور آپ کا یہ قول یکثرالھرج کہ وہ بھی اہل

حبشہ کے زبان میں قتل کے معنی میں ہے۔ اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آپ کا قول اشکنب درد م کے وہ فارسی میں درد شکم کے معنی میں ہے اس کے سوا اور بہت سے معارف اور عوارف ہیں جن میں سے تھوڑوں کو بھی کوئی نہیں جانتا اور نہ ان میں سے کل یا جز کے ساتھ کوئی قائم ہو سکتا ہے مگر جس نے کہ علم کی مدامت اور کتب بینی کی مزاولت کی ہو اور ساری عمر مجالست علما ان علوم اور فنون میں صرف کی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیساکہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے امی محض ہیں نہ کبھی لکھنا نہ پڑھا اور نہ آپ کا ایسے اشخاص کی صحبت میں بیٹھنا معلوم ہوا اور نہ آپ نے کسی ایسی قوم میں نشوونما پایا جو عالم اور لکھے پڑھے ہوں اور نہ آپ نے ان علوم اور فنون میں سے کوئی علم اور فن پڑھا اور نہ نبوت اور رسالت سے آپ ان علوم اور فنون میں سے کسی علم اور فن کے ساتھ مشہور ہوئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْ مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بلکہ خود عرب کا سب سے بڑا علم۔ علم نسب اور اخبار اولین اور شعر اور بیان تھا اور یہ بھی ان کو اس وقت حاصل ہوتا تھا جبکہ وہ اس کی تحصیل میں اپنی پوری کوشش صرف کر دیتے تھے اور برسوں اس کی طلب میں لگے رہتے تھے اور اس کے جاننے والوں سے اس کو دریافت کرتے رہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بحر علوم اور معارف کے سامنے ان کا یہ فن بھی ایسا تھا نقطہ اور جن امور کو ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کا کہ کوئی ملحد انکار کر سکتا ہو یا کافروں میں سے کسی کافر کو اس شے کے دفع کے لیے جس کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کوئی حیلہ ملا ہو مگر ان کا یہ قول۔ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہ (یہ) کہانیاں ہیں پہلوں کی۔ اور اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ بلکہ اس کو تو کوئی آدمی سکھاتا ہے تو سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس کلام کو اپنے اس قول کے ساتھ فرمایا ہے۔ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ جس پر تعریض کرتے ہیں اس کی زبان ہے اوپری اور یہ زبان ہے عربی صاف۔ اور طرفہ یہ ہے کہ ان کا یہ قول بھی معائنہ اور مشاہدہ کا انکار ہے کیونکہ جس شخص کی جانب ان لوگوں نے آپ کی تعلیم کو منسوب کیا ہے وہ یا سلیمان فارسی ہیں یا غلام رومی سو ان میں سے سلمان رضی اللہ عنہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت پہچانا ہے جبکہ آپ ہجرت فرما چکے تھے اور آپ پر بہت سا قرآن شریف نازل ہو چکا تھا اور آپ سے بہت سے معجزات ظاہر ہو چکے تھے اور رہا غلام رومی سو وہ بیشک مسلمان ہو گیا تھا اور وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن شریف

پڑھا کرتا تھا اور اس کے نام میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور کہا گیا ہے بلکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس مروہ کے قریب بیٹھا کرتے تھے اور یہ دونوں شخص عجمی اللسان تھے (نہ عرب) اور یہ قائل بڑے فصیح اور خوش بیان اور جھگڑالو اور خطیب اور خوش تقریر اور چرب زبان اور شیریں گفتار لوگ تھے اور باایں ہمہ وہ اس کے معارضہ سے عاجز اور اس کے مثل کے لانے سے قاصر رہے بلکہ وہ فہم اس کی وصف اور صورت تالیف اور نظم سے بھی عاجز رہے (حتی کہ وہ اس کی خوبی کو بھی نہ سمجھ سکے) تو ایسی حالت میں اس شخص کا کیا ذکر ہے جو عجمی اور ہکلا ہو علاوہ بریں سلمان فارسی یا غلام رومی یا حبش یا جبل یا یسار حسب اختلاف ان کے نام کے جو کوئی بھی ہوں مدتوں ان کے درمیان موجود رہے اور وہ ان سے بات چیت بھی کرتے رہے سو کیا ان اشخاص میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس سے کوئی ایسی خبر مروی ہوئی ہو جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں یا ان اشخاص میں سے کوئی ایسا بھی ہوا ہے جو ان علوم اور معارف میں سے کسی علم اور فن دشمنان خدا کو باوجود ان کی کثرت اور کوشش طلب اور زیادتی حسد کے اس وقت پاس بیٹھنے سے روک دیا تھا کہ وہ بھی اس سے ایسی شے حاصل کر لیتے جس کے ساتھ اس شے کا معارضہ ممکن ہوتا جس کو کہ آپ لائے ہیں اور وہ اس اس شے کو سیکھ لیتے جس سے کہ آپ نے ان لوگوں پر حجت پکڑی تھی اور نضر بن حارث کی طرح کتب سے کچھ مزخرفات گھڑ لیتے حالانکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو اپنی قوم سے غائب رہے اور نہ آپ نے اہل کتاب کے شہروں میں کچھ زیادہ آمدورفت فرمائی جس سے کوئی یہ کہہ سکے کہ آپ نے ان سے مدد لی ہے بلکہ آپ ہمیشہ انھیں میں مقیم رہے اور ان کے لڑکوں کی طرح آپ بھی بکریاں چراتے رہے اور پھر ایک یا دو سفر کے سوا آپ کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے اور ان سفروں میں بھی آپ کو اتنا زیادہ باہر رہنے کا اتفاق نہیں ہوا جس میں کوئی تھوڑا سا بھی علم حاصل کر سکے زیادہ کا تو کیا ذکر ہے بلکہ سفر میں بھی آپ اپنے ہی رفیقوں اور لوگوں کی صحبت میں مقیم رہے اور ان سے غائب نہیں ہوئے اور قیام کہ معظمہ میں بھی آپ کی حالت ان کی حالت سے جدا نہیں رہی کہ آپ نے پڑھا لکھا ہو آپ کسی عالم یہود یا عالم نصاری یا کسی نجومی یا کاہن کے پاس گئے ہوں بلکہ اگر یہ سب آپ کو اس وقت بھی حاصل ہوتا یہ تمام اسباب موجود ہوتے تب بھی اس شے کا نام آتا جس کو کہ آپ معجزہ قرآن شریف لائے ہیں تمام عذروں کا قطع کرنے والا اور ہر دلیل کا توڑنے والا اور ہر امر کا ظاہر کرنے والا ہوتا (اور اس کے آگے کوئی عذر بھی قابل پذیرائی نہ ہوتا)

فصل 26- اور منجملہ خصائص کبری اور کرامات فاضلہ اور معجزات باہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک وہ اخبار ہیں جو آپ کو ملائکہ اور جنات کے ساتھ پیش آئے ہیں کہ سبحانہ وتعالی نے آپ کی فرشتوں سے مدد فرمائی اور جنات کو آپ کا مطیع اور منقاد بنایا اور آپ کے اصحاب کرام میں سے بہت سے لوگوں نے فرشتوں اور جنوں کو دیکھا اور فرمایا اللہ تعالی نے وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ اور فرمایا اللہ تعالی نے إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا اور فرمایا اللہ تعالی نے إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ اور فرمایا اللہ تعالی نے وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ الآیتہ ہم سے سفیان بن العاص فقیہ نے بسند خود عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے لقد رای من ایات ربہ الکبری انہوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت اصلی میں دیکھا ہے کہ ان کے چھ سو پر تھے اور آپ کی جبرئیل اور اسرافیل اور دیگر ملائکہ سے باتیں کرنی اور نیز اس امر کی خبر مشہور ہے کہ آپ نے شب معراج میں ان کی کثرت اور ان میں سے بعض کی بڑی بڑی صورتوں کا معائنہ کیا ہے اور نیز آپ کے حضور میں صحابہ کرام میں سے ایک جماعت نے ان کو مقامات مختلف پر دیکھا ہے آپ کے اصحاب کرام نے جبرئیل علیہ السلام کو ایک انسان کی صورت میں دیکھا کہ وہ آپ سے اسلام اور ایمان کی حقیقت دریافت کر رہے ہیں اور ابن عباس اور اسامہ بن زید وغیرہما رضی اللہ عنہم نے آپ کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام کو دحیہ (کلبی) کی صورت میں دیکھا ہے اور سعد نے آپ کے دائیں اور بائیں جبرئیل اور میکائیل کو دو آدمیوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ وہ سفید لباس پہنے ہیں اور اسی کے مثل بہت سے صحابیوں سے مروی ہوا ہے اور بعض صحابہ نے بدر روز فرشتوں کے گھوڑوں کے ہانکنے کی آواز سنی ہے اور بعض صحابہ نے کافروں کے سر کا اڑنا دیکھا ہے اور مارنے والوں کو نہیں دیکھا اور ابوسفیان بن حارث نے اس روز کچھ سفید آدمیوں کو دیکھا کہ وہ ابلق گھوڑوں پر سوار اور زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہیں اور ان کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی اور عمران بن حصین سے فرشتے مصافحہ کیا کرتے تھے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ میں حمزہ علیہ السلام کو

جبرئیل علیہ السلام کو دیکھایا تھا تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شب جن میں جنات کو دیکھا ہے اور ان کی سنی ہیں اور ان کو قوم زط (جاٹ) کے مردوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب احد کے روز مصعب بن عمیر قتل کیے گئے تو ایک فرشتہ نے انھیں کی صورت میں آکر نشان لے لیا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فرمانے لگے کہ اے مصعب آگے بڑھو تو اس نے عرض کیا کہ میں مصعب نہیں ہوں تو آپ کو معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ ہے اور بہت سے مصنفین نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ اتنے میں ایک شیخ آیا اور اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی تو اس نے نبی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کیا اور آپ نے اس کے سلام کو جواب دیا اور فرمایا کہ جن کا سالہجہ ہے تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ہامتہ بن الہیم بن لاقس بن ابلیس ہوں پھر حدیث طویل میں اس نے ذکر کیا ہے کہ وہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے نبیوں سے ملا ہے اور ذکر کیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قرآن شریف کی چند سورتیں تعلیم فرمائیں اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ جب خالد رضی اللہ عنہ نے عزیٰ کو ہدم کیا تو اس سے ایک سیاہ ننگے بدن پریشان بال عورت نکلی تو خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عزیٰ تھی اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج فجر کو ایک شیطان چھوٹ آیا تھا تاکہ مجھ پر میری نماز قطع کرے تو سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ کو اس پر قدرت عطا فرمائی تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور میرا ارادہ ہوا کہ میں اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ تم لوگ اس کو دیکھو پھر مجھ کو اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ تو اللہ نے ان کو خائب اور خاسر واپس کر دیا اور وہ نامراد لوٹ گیا اور یہ باب بڑا وسیع باب ہے (جس کا کہ استقصاء ناممکن ہے)

فصل 27- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی دلیلوں اور علامتوں میں سے ایک وہ اخبار اور آثار ہیں جو آپ کی اور آپ کی امت کی صفت اور آپ کے نام اور آپ کے علامات اور خاتم النبوت کے ذکر میں عباد اور زہاد نصاریٰ اور علماء یہود سے بالتواتر منقول ہوئے ہیں اور وہ اخبار اور اذکار ہیں جو کہ موحدین زمانہ جاہلیت کے شعر واشعار میں وارد ہوئے ہیں۔ جیسے کہ اشعار تبع (ملک یمن) اور اوس بن حارثہ (الطائی) اور

کعب بن لوی اور سفین بن مجاشع اور قس بن ساعدہ کی اور وہ قصہ جو سیف بن یزن سے ذکر کیا گیا ہے اور وہ علامات اور نشانات جن کے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عثکلان الحمیری اور علماء یہود اور ان کے عالم شامول صاحب تبع نے آپ کی صفات اور اخبار سے خبر دی ہے اور وہ اخبار اور آثار ہیں جو آپ کی صفت سے توریت اور انجیل میں پائے گئے ہیں اور علماء (اسلام) نے ان کو جمع اور بیان کیا ہے اور ان کو ان دونوں کتابوں سے ان ثقہ لوگوں نے نقل کیا ہے جو ان میں سے اسلام لے آئے تھے جیسے (عبداللہ) بن سلام اور سعیہ کے دونوں بیٹے اور ابن یامین اور مخیریق اور کعب (احبار) اور ان کے مثل یہود کے اور بہت سے علماء اور بحیرا اور نسطور حبشہ اور صاحب بصری اور ضغاطر اور اسقف شام اور جارود اور سلمان اور نجاشی اور نصاری حبشہ اور اساقف نجران اور ان کے سوا اور لوگ جو نصاری میں سے اسلام لائے ہیں اور یہ کہ آپ کی نبوت اور رسالت کا ہرقل اور صاحب رومہ نے جو کہ نصاری کے بڑے عالم اور رئیس تھے اقرار کیا ہے اور یہ کہ مقوقس صاحب مصر اور اس کے رفیق شیخ اور ابن صوریا اور ابن اخطب اور اس کے بھائی کعب بن اسد اور زبیر بن باطیاء وغیرہ علماء یہود نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا ہے اور یہ سب وہ لوگ ہیں جو حسد اور نفسانیت کے سبب شقاوت ابدی میں پڑے رہے ہیں (اور اسلام نہیں لائے) اور اس باب میں اتنے اخبار وارد ہوئے ہیں جن کا کہ حصر نا ممکن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود اور نصاری دونوں فرقوں کے کانوں کو اپنے اور اپنے اصحاب کے ان صفات کے ساتھ جو ان کی کتابوں میں مکتوب اور مذکور تھے خوب کھولا ہے اور ان کی اس امر پر مذمت فرمائی ہے کہ انھوں نے آپ کی اور آپ کے اصحاب کی صفت کو بدل ڈالا اور چھپایا ہے اور آپ کی صفت بیان کرتے ہوئے اپنی زبانیں موڑتے ہیں اور آپ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی ہے بایں طور کہ آپ نے ان سے کہا ہے کہ آؤ جھوٹے پر خدا کی لعنت کریں سو ان میں سے کوئی شخص بھی آپ کے معارضہ کو تیار نہ ہوا بلکہ سب نے آپ کے معارضہ سے منہ موڑا اور اگر یہ امر ممکن ہو تاکہ وہ کوئی بات (آپ کے قول کے خلاف اپنی کتابوں میں پاتے اور اپنے گھروں کو اجاڑتے اور لڑائی بھڑائی اور قتل و قتال میں مبتلا ہوتے حالانکہ سبحانہ وتعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمادیا تھا کہ اے محمد تم ان سے کہہ دو کہ تم لے آؤ اور اس کو پڑھو لو اگر سچے ہو مع ان اخبارات ار انذارات کے جن سے کہ شافع بن کلیب اور شق اور سطیح اور سواد بن قارب اور خنافر اور افعی نجران اور جذل بن جذل الکندی اور ابن خالد الدوسی اور سعد بن بنت کریز اور فاطمہ بنت نعمان

جیسے کاہنوں نے جو بیحد اور بیشمار ہیں ڈرایا تھا مع اس امر کے کہ آپ کی نبوت اور رسالت اور آپ کی رسالت کے ظاہر ہونے کا وقت بتوں کی زبانوں سے ظاہر ہوا اور ہواتف غیبی اور ذبیحہ تھانوں اور تصویروں کے پیٹوں سے سنتے ہیں آیا اور آپ کا نام نامی اور آپ کی رسالت کی گواہی بخط قدیم پتھروں اور قبروں میں لکھی ہوئی پائی گئی جو اکثر مشہور و معروف ہیں اور علی ہذہ وہ اشخاص بھی جو اس کے سبب مسلمان ہوئے ہیں (اہل سیر کے نزدیک) معلوم اور مذکور ہیں۔

فصل 28- اور آپ کے معجزات بینات میں سے ایک معجزہ وہ آیات اور عجائبات ہیں جو آپ کی ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے ہیں اور ان کی آپ کی والدہ (آمنہ) اور ان لوگوں نے حکایت کیا ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے اور وہ یہ ہیں کہ جب آپ اپنی والدہ کے شکم سے جدا ہوئے تو آپ اپنا سربلند کیے ہوئے تھے اور آپ نے آسمان کی جانب اپنی آنکھیں کھول رکھی تھیں اور وہ امر ہے جس کو کہ عثمان بن ابی العاص کی والدہ نے دیکھا تھا کہ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت سیارہ آپ سے نزدیک ہو گئے اور آپ سے ایک نور عظیم ظاہر ہوا یہاں تک کہ ان کو اس نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا اور شفا والدۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاتھوں میں گرے اور چلائے تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے یرحمک اللہ خدا آپ پر رحم کرے اور میرے سامنے مشرق اور مغرب (سب) روشن ہو گیا یہاں تک کہ میں نے روم کے محلوں کی طرف دیکھا۔ اور وہ امور ہیں جو حلیمہ اور ان کے شوہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی والدین نے آپ کے برکات سے معلوم کیے ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ان کا اور ان کی اونٹنی کا دودھ بڑھ جانا اور ان کی بکریوں کا چراگاہ سے خوب سیر ہو کر آنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلد جلد بڑا ہونا اور بڑھنا۔ اور وہ عجائب اور غرائب ہیں جو اس رات ظاہر ہوئے ہیں جس رات کو آپ پیدا ہوئے ہیں جیسے ایوان کسریٰ کا ہلنا ہزار اور اس کے کنگروں کا گر جانا اور بحیرہ طبریہ کا خشک ہو جانا اور آگ فارس کا جو ہزار برس سے نہ بجھی تھی بجھ جانا اور یہ امر کہ جب آپ بزمانہ طفولیت اپنے چچا ابوطالب اور ان کی اولاد کے ساتھ کھانا کھاتے تو وہ سب شکم سیر اور سیراب ہو جاتے اور جب آپ غائب ہوتے اور وہ آپ کی غیبت میں کھانا کھاتے تو بھوکے رہتے اور ان کا پیٹ نہ بھرتا اور جب صبح ہوتی تو ابی طالب کی ساری اولاد پریشان حال پریشان صورت بیدار ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف اور ستھرے بالوں میں

تیل پڑا ہوا اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا بیدار ہوتے۔ آپ کی دایہ ام ایمن نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن یا جوانی میں کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ (آپ کی ولادت کے بعد) ستاروں کے ذریعہ سے آسمانوں کی حفاظت کی گئی اور شیاطین کا اخبار آسمان کی تاک میں بیٹھنا اور اس کی گھات میں لگنا بند کیا گیا اور وہ اخبار آسمان کے ان کے سننے سے ممنوع کیے گئے اور یہ امر ہے کہ ابتداء خلقت اور نشوونما ہی سے آپ بتوں کو مبغوض رکھتے اور امور جاہلیت سے بچتے تھے اور وہ اعمال پسندیدہ اور احوال ستودہ ہیں جن کے ساتھ کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور وہ امور جاہلیت میں جن سے کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو محفوظ اور معصوم رکھا ہے حتیٰ کہ سبحانہ وتعالیٰ نے ستر جسم تک میں بھی آپ کی حفاظت فرمائی ہے جیسا کہ خبر مشہور بناء خانہ کعبہ میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ نے اپنی تہمد کو اس غرض سے لیا کہ اس کو اپنے کاندھے پر رکھ کر اس پر پتھر رکھیں اور آپ برہنہ ہو گئے تو آپ اس وقت زمین پر گر پڑے یہاں تک کہ پھر آپ نے اپنی تہمد کو اپنے اوپر ڈال لیا (اور اپنے ستر کو ڈھانک لیا) تو آپ سے آپ کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ تمہیں کیا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں ننگا ہونے سے روکا گیا ہوں اور ایک یہ ہے کہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی مسافرت میں آپ پر بادلوں سے سایہ کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ سفر سے تشریف لائے تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ اور عورتوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ پر دو فرشتے سایہ کئے ہوئے ہیں تو خدیجہ نے اس امر کو (اپنے غلام) میسرہ سے ذکر کیا تو اس نے ان کو اس امر کی خبر دی کہ میں اس امر کو اس وقت سے دیکھ رہا ہوں جب سے کہ میں آپ کے ساتھ سفر میں نکلا ہوں اور مروی ہوا ہے کہ حلیمہ نے ایک بادل کو دیکھا کہ وہ آپ پر سایہ کر رہا ہے اور آپ اس وقت ان کے نزدیک تھے اور یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی سے مروی ہوا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کسی سفر میں بعثت سے پہلے کسی درخت خشک کے نیچے بیٹھ گئے تھے تو اس درخت کا تمام گردا سرسبز ہو گیا اور اس میں پھل پھول اور پتے نکل آئے اور اس کا پھل پک گیا اور چمکنے لگا اور تمام حاضرین کے سامنے جو اس کو دیکھ رہے تھے آپ پر اس کی ٹہنیاں جھک آئیں اور دوسری خبر میں بھی آپ پر ایک سایہ کا پھر آنا آیا ہے یہاں تک کہ اس نے آپ پر سایہ کر لیا اور وہ امر ہے جو ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا سورج اور چاند (کی روشنی) میں سایہ نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ خود نور تھے اور یہ کہ آپ کے جسم

مبارک اور لباس پر کبھی نہ بیٹھتی تھی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خلوت (اور گوشہ نشینی) کو آپ کی جانب محبوب کر دیا تھا یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور پھر یہ امر کہ آپ کو آپ کی موت اور قرب اجل پر آگاہ فرمایا گیا اور آپ کو اس امر کی خبر دی گئی کہ آپ مدینہ منورہ میں اپنے مکان میں مدفون ہوں گے اور وہیں آپ کی قبر ہو گی اور آپ کے اور آپ کے منبر کے درمیان ایک چمن ہے چمنہائے جنت سے اور یہ کہ آپ کی وفات کے وقت آپ کو اللہ کی جانب سے (موت اور حیوۃ میں) اختیار دیا گیا تھا اور وہ فضائل اور کرامات ہیں جن کو کہ حدیث وفات مشتمل ہے کہ فرشتوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی جیسا کہ ہم نے اس کو بعض روایات میں روایت کیا ہے اور ملک الموت نے آپ سے (گھر میں آنے اور آپ کی روح قبض کرنے کی) اجازت چاہی اور آپ سے پہلے انھوں نے اور کسی سے اجازت نہ چاہی تھی اور آپ کے غسل کے وقت فرشتوں کا یہ آواز دینا کہ آپ کے جسم مبارک سے کرتہ نہ نکالو اور اس آواز کو سب کا سننا اور وہ امر جو تعزیت خضر اور ملائکہ علیہم السلام سے مروی ہوا ہے کہ خضر علیہ السلام اور فرشتوں نے آپ کی وفات کے وقت آپ کے اہل بیت کو تعزیت دی مع ان کرامات اور برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو آپ کی زندگی اور انتقال میں صحابہ کرام پر ظاہر ہوئے ہیں جیسے عمر رضی اللہ عنہ کا آپ کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کے وسیلہ سے اللہ وتعالیٰ سے بارش کا طلب کرنا اور بہت سے صحابہ کرام اور تابعین باحسان رضی اللہ عنہم کا آپ کے اہل بیت سے برکت حاصل کرنا۔

فصل 29- قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ (مصنف کتاب) نے کہا ہے کہ ہم نے اس باب میں آپ کے معجزات باہرہ اور علامات نبوت سے صرف انھیں نفیس نفیس جملوں اور نکات نادرہ کو جمع کیا ہے جن میں سے ہر واحد بجائے خود کافی وافی ہے اور ان نکات کی نسبت جن کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ ان نکات کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو کہ ہم ترک کر آئے ہیں اور احادیث طوال میں سے ہم نے صرف انھیں جملوں پر اقتصار کیا ہے جو کہ عین مدعا اور اصل مقصود ہیں اور احادیث کثیرہ اور غرائب بیشمار سے ہم نے انھیں احادیث پر اکتفا کیا ہے جو کہ صحیح مقصود ہیں اور احادیث پر اکتفا کیا ہے جو کہ صحیح اور مشہور ہیں مگر اقل قلیل اور وہ بھی وہ ہیں جن کو کہ آئمہ مشہورین نے ذکر کیا ہے اور اکثر مقامات پر اختصار کے سبب سے ہم نے اسناد کو حذف کر دیا ہے اور اگر اس باب کے موافق ہم کل امور کا احاطہ کرتے تو یہ کتاب ایک بڑی بھاری اور بہت سی جلدوں کی کتاب بن جاتی۔ اور ہمارے نبی

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ دوسرے نبیوں کے معجزوں پر دو طرح سے فائق ہیں ایک کثرت اور بہتایت کے اعتبار سے کہ جس کسی نبی کو جو معجزہ عطا ہوا ہے اس کے مثل یا اس سے ابلغ یعنی موثر تر ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا ہوا ہے چنانچہ اس امر پر اکثر علما نے تنبیہہ فرمائی ہے اگر شوق ہے تو اس باب کی فصلوں کو معجزات انبیاء سابقین سے مقابلہ کرکے دیکھ لو خدا نے چاہا تو معلوم ہو جائے گا اور ان کی کثرت اور بہتایت کی یہ صورت ہے کہ آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن شریف ہے کہ وہ سرتاپا معجزہ ہی معجزہ ہے اور بعض ائمہ اہل تحقیق کے نزدیک سب سے کم شے جس میں کہ اعجاز واقع ہوتا ہے وہ سورہ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ہے یا اور کوئی آیت جو اتنی ہو اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر ہر آیت معجزہ ہے چھوٹی ہو یا بڑی اور بعض علما نے اس پر اور زیادہ کیا ہے اور کہا ہے کہ قرآن شریف کا ہر ہر جملہ جس کو کہ وہ مشتمل ہے ایک مستقل معجزہ ہے گو وہ ایک یا دو ہی کلموں سے کیوں نہ مرکب ہو (چنانچہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول اس کا موید ہے۔) فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ اور حق وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ اور یہ ادنیٰ اس شے کا ہے جس کے ساتھ ان سے تحدی کی گئی ہے اور ان سے اس کا معارضہ چاہا گیا ہے مع استدلالات اور تحقیقات طویلہ کے جو اس کے موید اور مقوی ہیں اور جب یہ امر معلوم ہو چکا کہ (اکثر ماتحدی) یہ ایک سورت ہے) تو معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن شریف میں کچھ اوپر 77 ستتر ہزار کلمے ہیں اور إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کے دس کلمہ ہیں تو جب قرآن شریف کو بعدد کلمات إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کی نسبت تقسیم کیا جاتا ہے تو کچھ اوپر سات ہزار حصہ ہوتے ہیں جن میں سے ہر ہر حصہ ایک مستقل معجزہ ہے پھر اس کے اعجاز کی دو وجہ ہیں جیساکہ پیشتر بیان ہو چکا ایک بلاغت دوسرے نظم تو اس اعتبار سے اس کا ہر ہر حصہ دو دو معجزہ ہیں تو اس اعتبار سے معجزات قرآن شریف کی تعداد دو چند ہو جاتی ہے پھر اس میں اعجاز کے بھی اور کئی وجوہ ہیں مثلاً اخبار بالمغیبات یعنی غیب کی خبریں دینا کہ ہر چیز ایک مستقل معجزہ ہے تو (اس اعتبار سے) معجزات کی شمار اور المضاعف ہو گی۔ پھر اعجاز قرآن کے اور وجوہ بھی جن کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں اس کی تضعیف کے موجب ہیں اور یہ تضعیف اور تکثیر تو صرف قرآن شریف کے حق میں ہے جس کے نہ معجزات کا شمار ممکن ہے اور نہ براہین کا انحصار متوقع اور اس کے بعد وہ احادیث اور اخبار ماثورہ بھی اسی کے قریب قریب ہیں جو اس باب میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم سے وارد ہوئے ہیں اور آپ کے معجزات قاہرہ اور آیات باہرہ پر دلالت کر رہے ہیں اور دوسری وجہ معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وضوح اور ظہور ہے کہ وہ اور انبیا کے معجزوں کی نسبت زیادہ ظاہر اور باہر ہیں کیونکہ دیگر انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام سے جو معجزات صادر ہوئے ہیں وہ اسی زمانہ کے لوگوں کی ہمت اور علوم اور فنون کے موافق صادر ہوئے ہیں یعنی جس علم اور فنون میں اس وقت کے لوگ بڑھ رہے تھے اسی علم اور فن کے مطابق اس وقت کے نبی علیہ السلام کو معجزات بھی عطا ہوئے تھے چنانچہ موسیٰ کے زمانہ کے لوگوں کا سب سے بڑا علم اور سرمایہ ناز جادو تھا اس واسطے ان کو وہی معجزات عطا ہوئے جو ان کے اس علم اور فن سے مشابہ تھے اور جس پر قادر ہونے کا وہ دعوے کرتے تھے تو ان کے پاس وہی معجزات آئے جنھوں نے ان کی اس عادت کو پھاڑ ڈالا اور وہ اس پر قادر نہ ہو سکے اور اس نے ان کے جادو کو باطل کر دیا۔ اور ایسا ہی زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں سب سے اعلیٰ اور اشرف طب کا علم تھا اور اس زمانہ میں وہی لوگ زیادہ تھے تو ان کے پاس وہ امر آیا جس پر وہ قادر نہ ہو سکے اور جس کا کہ ان کو گمان بھی نہ تھا "بلا دوا دارو اور علاج اور معالجہ مردوں کا زندہ کرنا اور اندھے مادر زاد اور برص سے بیماروں کا تندرست کرنا اور ایسے ہی اور سارے نبیوں کے معجزے پھر سبحانہ وتعالیٰ نے سید محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اس وقت عرب کے سارے علوم اور معارف چار قسم میں منحصر تھے۔ بلاغت اور شعر اور خبر یعنی اخبار بالانساب اور وقائع ماضیہ۔ اور کہانت سو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر قرآن شریف نازل فرمایا جو ان چاروں فصلوں کا خارق ہے اور اس میں وہ فصاحت اور ایجاز اور بلاغت (کوٹ کوٹ کر) بھری ہے جو ان کی عادت کی خارق اور ان کے طریق سے بالکل جدا ہے اور اس کا نظم اور اسلوب ایسا عجیب او غریب ہے جس کو نہ وہ اپنے کلام منظوم میں برت سکے اور نہ اس کے طرز عجیب کا سایب اوزان میں معلوم کر سکے اور اس میں اخبار آیندہ اور حوادث گذشتہ اور اسرار اور خفیات ذہنی سے ہو بہو ویسی ہی خبر دی ہے جیسے کہ وہ تھے اور ان امور کی صحت اور صدق کا ہر ایک شخص معترف ہوا ہے جس کو کہ اس کی خبر دی گئی ہے گو وہ کتنا ہی بڑا دشمن کیوں ۔

اس نے کہانت کو جو کہ ایک بار سچ اور دس بار جھوٹ نکلتی تھی باطل کر دیا اور رجم شہب او رصد نجوم کے سبب اس کو نیست و نابود کر ڈالا اور اس میں قرون ماضیہ اور انبیاء سابقین او. امم ہالکہ اور حوادث گذشتہ کی وہ خبریں بیان کیں جن میں سے ادنیٰ کے بیان کرنے سے بھی ۔ عاجز رہتے ہیں جو اسی کی تحصیل اور تکمیل میں اپنی ساری عمر گنوا دیتے ہیں جیسا کہ

ہم اس کو خوب .سط اور تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں اور اس کے معجزہ ہونے کو جتا آئے ہیں پھر یہ معجزہ جو ان تمام وجوہ اعجاز کا جامع ہے مع ان دوسری فصلوں کے جن کو کہ ہم معجزات قرآن شریف میں ذکر کر آئے ہیں باقی رہ گیا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ تاقیام ساعت ثابت اور برقرار رہے گا اور جس کا کہ حجت ہونا ہرامت پر جو آیندہ آنے والی ہے ظاہر اور روشن رہے گا اور اس کے وجوہ اس شخص پر مخفی نہ رہ سکیں گے جو ان میں نظر کرے گا یا اس کے اعجاز میں تامل کریگا مع ان اخبار مغیبات کے جن کی کہ اس میں خبردی گئی ہے اسی طرح پر پس کوئی عصراور زمانہ ایسا نہیں گذرتا جس میں کہ ظہور اس شے کے سبب جس کی کہ خبر دی گئی ہے لوگوں پر اس کا صدق ظاہر نہ ہوتا ہو کیونکہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی خبر اس کے موافق ظاہر ہوتی رہتی ہے جس کے سبب لوگوں کا ایمان تازہ اور دلیل قوی ہوتی رہتی ہے۔ اور معلوم کہ خبر مشاہدہ کی برابری نہیں کر سکتی اور مشاہدہ یقین میں زیادہ اثر رکھتا ہے اور علم الیقین کی نسبت عین الیقین سے زیادہ اطمینان حاصل ہوتا ہے گو اس کے نزدیک سب حق ہوں۔ اور کل پیغمبروں کے معجزہ انقراض انکے زمانہ کے ساتھ منقرض اور انعدام ان کی ذات کے ساتھ منعدم ہو گئے برخلاف (معجزات) ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ کی وفات کے سبب آپ کے معجزات نیست ونابود نہیں ہوئے بلکہ وہ از سرنو تازہ ہوتے رہتے ہیں اور ان کو اضمحلال لاحق نہیں ہونے پاتا اسی معنی کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں جس کو کہ ہم سے قاضی شہید ابوعلیؒ نے .سند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نبی کو اتنے ہی معجزے عطا ہوئے ہیں جتنے کہ ان پر ایمان لائے ہیں اور مجھ کو جو معجزہ عطا ہوا ہے وہ وحی ہے جو خدا نے میری طرف وحی کی ہے سو مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے روز میرے ہی تابع سب نبیوں کے تابعوں سے زیادہ ہوں بعض علما کے نزدیک اس حدیث کے یہی معنی ہیں (جو اوپر مذکور ہوئے) اور خدا نے چاہا تو وہی ظاہر اور صحیح ہیں اور بہت سے علماء تاویل حدیث مذکور اور ظہور معجزات ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دوسرے معنی کے جانب بھی گئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ آپ کے معجزات کا ظاہر ہونا یہ ہے کہ وہ وحی اور کلام ہے جس میں تمیل اور تحیل اور تشبیہ (یعنی خیال بندی اور حیلہ سازی اور ملمع سازی) ممکن نہیں ہے کیونکہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے سوا اور رسولوں کے معجزہ کے مقابلہ میں معاندین نے بہت سے چیزوں کا قصد کیا ہے جس کے سبب انہوں نے ضعفاء مسلمین میں لغزش کی طمع کی ہے۔ جیسے جادوگروں کا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں رسیوں

اور لاٹھیوں کا (سانپ بنا کر) ڈالنا اور اس کے مثل اور اشیاء جن کے ساتھ کہ جادوگر ناظرین کے لیے تخییل اور تخیل پیدا کرتے ہیں اور قرآن شریف کلام ہے اس کے تخیل میں نہ حیلہ اثر کرسکتا ہے اور نہ جادو تو ان کے نزدیک آپ کے معجزے دوسرے نبیوں کے معجزوں سے اس اعتبار سے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ کسی شاعر اور خطیب کا شاعر یا خطیب ہونا کسی حیلہ سے ممکن نہیں ہوتا اور پہلی تاویل میں (اعتراضات مخالف سے) مخلص بھی ہے اور بانسبت اس تاویل کی پسندیدہ بھی ہے اور اس دوسری تاویل میں وہ امور موجود ہیں جن کی وجہ سے اغماض اور چشم پوشی اور کنارہ کشی کرنا پڑتی ہے اور تیسری وجہ اس شخص کے قول پر جو صرفہ اور اس امر کا قائل ہوا ہے کہ عرب کا قرآن شریف کے معارضہ سے عاجز رہنا اس بنا پر تھا کہ خدا نے ان (کی ہمت) کو اس کے معارضہ سے پھیر دیا تھا ورنہ یہ امر مقدور بشر میں داخل تھا یا ایک مذہب اہل سنت والجماعت پر قرآن شریف کا لانا مقدور بسر میں داخل ہے اور لیکن یہ امر نہ تو پہلے ہوا اور نہ آیندہ ہو گا کیونکہ اللہ نے نہ تو ان کو اس کی پہلے قدرت عطا کی اور نہ آیندہ عطا کرے گا اور ان دونوں مذہبوں میں بڑا فرق ہے سو عرب کا دونوں مذہبوں کے موافق اس شے کے لانے کو ترک کرنا جو کہ ان کے مقدور میں داخل یا اس جنس سے تھی جو کہ ان کے مقدور میں داخل تھی اور طرح طرح کے مصائب کو جھیلنا اور جلا وطنی اور قید ذلت اور تغییر حال اور سب نفوس اور اموال اور زجر اور توبیخ تعجیز اور تہدید اور وعید شدید کو برداشت کرنا اور اس پر راضی رہنا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ وہ اس کے مثل کے لانے سے عاجز اور اس کے معارضہ سے قاصر رہے ہیں (اور وہ اس کو نہیں لاسکے) اور وہ اس شئی کے لانے سے روک دیے گئے تھے جو جنس ان کی مقدار میں داخل تھی اور یہ امام ابوالمعالی الجوینی وغیرہ کا مذہب ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ خرق عادت میں افعال بدیعہ سے بھی بڑھ کر ہے مثلاً لاٹھی کا سانپ بنانا اور اسی کے مثل اور خوارق عادات کیونکہ بعض اوقات جبکہ اس میں حوض و فکر نہیں کیا جاتا تو ابتداء نظر میں دیکھنے والے کو یہ دھوکہ ہو سکتا ہے کہ مزیت علم اور معرفت اس فن کے سبب یہ امر خاص اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہے (معجزہ نہیں ہے) اور لاکھوں اور کروڑں خلایق سے برسوں اس کلام کے ساتھ تحدی کرنا اور اس کے معارضہ کا طالب ہونا جو ان کے کلام کے مثل ہو اور ان سے یہ کہنا کہ تم بھی ایسا لے آؤ اور پھر بھی بلاوجود کثرت دواعی معارضہ کے وہ اس کو نہ لاسکے ہوں اور اوسکے لانے سے عاجز رہے ہوں بغیر اس کے ممکن نہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس سے روک دیا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کوئی نبی

علیہ السلام کسی سے یہ کہیں کہ میرا یہ معجزہ ہے کہ باوجود یہ کہ لوگ کھڑے ہونے پر قادر ہیں اور ان میں سے کسی قسم کا آپاہج پن نہیں ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو کھڑا ہونے سے روک دیتا ہے اور وہ کھڑا نہیں ہو سکتا اور پھر وہ ایسا ہی واقع ہو اور اللہ ان کو کھڑا ہونے سے عاجز کر دے تو یہ اس نبی کا بڑا معجزہ اور اس کی دلیل ہو گی اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور بعض علماء پر ظہور معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ مخفی رہی ہے اور ان کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آپ کے معجزات دوسرے نبیوں کے معجزوں سے کسی وجہ سے اظہر اور ابین ہیں یہاں تک کہ ان کو اس امر سے وقت فہم اور ذکاوت طبع اور وفور عقل اہل عرب کا عذر کرنا پڑا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ انھوں نے اس میں معجزہ کو محض اپنی ذکاوت طبع سے معلوم کیا ہے اور ان کے پاس ویسا ہی معجزہ آیا تھا جو ان کے فہم اور ادراک کے سامنے تھا اور ان کے سوا قبط اور بنی اسرئیل وغیرہ دوسری امتوں کے لوگ یہ سمجھ نہ رکھتے تھے بلکہ وہ ایسے غبی اور کم فہم تھے جن پر فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا اور انھوں نے اس کو مان لیا اور سامری نے یہی دعویٰ بچھڑہ میں کیا اور باوجود یہ کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے پھر بھی اس کو مان بیٹھے اور باوجود یہ کہ وہ اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی دیے گئے پھر بھی انھوں نے ان کی پرستش اختیار کی (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور نہ ان کو کسی نے قتل کیا ہے اور نہ ان کو کسی نے سولی دیا ہے اور لیکن ان پر شبہہ ڈالا گیا ہے سو ان کے پاس ان کے فہم ناقص کے موافق وہی معجزات اور دلائل لائے گئے ہیں جن کو کہ وہ آنکھ سے دیکھ سکتے تھے اور ان کو اس میں شک اور شبہ کرنے کی جگہ نہ تھی اور باایں ہمہ انھوں نے کہا تھا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ اور من وسلویٰ (جیسی نعمت) پر صبر نہ کر سکے اور حقیر اور دنی چیز سے اعلیٰ اور اشرف کو بدل بیٹھے اور اہل عرب میں باوجود یہ کہ جہالت غالب تھی پھر بھی ان میں اکثر ایسے لوگ موجود تھے جو صانع کے مقر تھے اور بتوں کو صرف اس خیال پر پوجتے تھے کہ وہ ان کو خدا سے قریب کر دیں گے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے پہلے محض دلیل عقل اور صفائی ذہن کے سبب اللہ وحدہ لاشریک لہ کو مان چکے تھے تو وہ فوراً اس کی حکمت کو سمجھ گئے اور مزیت اپنے فہم اور ادراک کے سبب آپ پر ایمان لے آئے اور روز بروز ان کا ایمان ترقی کرتا گیا اور آپ کی صحبت سراپا برکت میں ساری دنیا کو چھوڑ بیٹھے اور گھر اور در اور مال اور مویشی سب کو پس

پشت ڈال دیا اور آپ کی مدد میں باپ اور بیٹیوں کو قتل کرنے لگے اور اس قائل نے اس مضمون کو نہایت نفیس اور پاکیزہ عبارت میں ادا کیا ہے جو اپنی خوبی کے سبب سونے کو زینت دیتا ہے اور اگر اس کے ذکر کی یہاں ضرورت ہوتی تو ہم اس کو اس جگہ ضرور ذکر کرتے لیکن ہم معجزات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وضوح اور ظہور سے وہ امر ذکر کر آئے ہیں جو ہم کو اس سے مستغنی کرتا ہے اور میں اللہ کی مدد چاہتا ہوں اور مجھ کو وہی بس ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

الحمدللہ کہ یہ جلد ذوالحج 1326 ہجری کو ختم ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصّہ دوم

فہرست

مضمون	صفحہ
پہلا باب	۵
اس بیان میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض اور آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت اور اتباع واجب اور لازم ہے۔	″
دوسرا باب	۱۸
اس بیان میں کہ امت پر آپ کے ساتھ محبت کرنا واجب اور سنت ہے۔	″
تیسرا باب	۳۳
وجوب آپ کی تعظیم اور توقیر اور آپ کے اداء اور حقوق کے بیان میں۔	″
چوتھا باب	۵۵
آپ پر درود اور سلام بھیجنے کے بیان میں اور اس کے حکم اور اس کی فضیلت کے بیان میں۔	″
دوسرا باب	۲۴۷
حکم اس شخص کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اور آپ سے دشمنی رکھے اور آپ سے تنقیص کرے۔	″

مضمون	صفحہ
پہلا باب	۸۷
اُن امور کے بیان میں جو دین کے ساتھ مخصوص ہیں اور عصمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام میں۔	″
دوسرا باب	۱۲۸
اُن امور دنیاوی اور عوارض بشری کے بیان میں جو اُن حضرات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان پر عارض ہوتے ہیں۔	″
پہلا باب	۲۱۲
اس بیان میں کہ کون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تعریضاً یا تنصیصاً گالی یا منقصت ہے۔	″
تیسرا باب	۲۶۳
بیان حکم اس شخص میں جو اللہ عزوجل اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے نبیوں اور نبیوں کی اولاد اور ازواج اور اصحاب کو گالی دے۔	″

پہلا باب

سنت کا اتباع اور آپ کی اطاعت

اس بیان میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض اور آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت کا اتباع واجب اور لازم ہے۔ جب بیان سابق سے آپ کی نبوت ثابت اور آپ کی رسالت صحیح ہو چکی تو اب آپ پر ایمان لانا اور آپ کی ہر اس امر میں تصدیق کرنا جس کو کہ آپ لائے ہیں واجب اور لازم ٹھری۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ترجمہ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا۔ انتہی اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ترجمہ اور بیشک ہم نے تجھکو بھیجا گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا انتہی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ترجمہ سو مانو اللہ اور اس کے بھیجے نبی امی کو جو یقین کرتا ہے اللہ پر اور اس کی باتوں پر اور پیروی کرو اس کی تاکہ تم راہ پاؤ انتہی پس معلوم ہوا کہ سیدنا ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا واجب اور لازم ہے اور آپ پر ایمان لائے بغیر نہ ایمان ہی پورا ہو سکتا ہے اور نہ اسلام ہی صحیح ہو سکتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ترجمہ اور جو کوئی یقین نہ لاوے اللہ پر اور اس کے رسول پر سو ہم نے تیار کی ہے منکروں کے واسطے دہکتی آگ انتہی۔ ہم سے ابو محمد خشنی نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے مقاتلہ کروں یہاں تک کہ وہ اس امر کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور مجھ پر اور اس چیز پر ایمان لاویں جسکو کہ میں لایا ہوں سو جب وہ یہ کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جان اور مال کو بچالیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور حساب ان کا اللہ پر ہے قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا یہ ہے کہ اپ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کرے اور جانے کہ اپ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور جو کچھ آپ لائے ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ سرتاپا صحیح اور سچ ہے اور ان کی یہ تصدیق قلبی شہادت زبان کے مطابق ہو (بایں طور کہ دل اور زبان دونوں سے اس امر کا اقرار ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں) سو جب (بندہ میں) تصدیق قلبی اور شہادت لسانی دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو اس وقت آپ پر

ایمان لانا اور آپ کی تصدیق کرنا بھی پورا ہو جاتا ہے جیسا کہ اسی حدیث میں روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس امر کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں اور بھی صاف کر دیا ہے جبکہ آپ سے جبرئیل علیہ السلام نے یہ سوال کیا تھا کہ آپ مجھ کو اسلام سے خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا (اسلام یہ ہے کہ) تو اس امر کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور ارکان (خمسہ) اسلام کو ذکر کیا پھر انہوں نے آپ سے ایمان کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاوے آخر حدیث تک۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ایمان عقد بالجنان یعنی اعتقاد جازم اور نطق باللسان یعنی اقرار زبانی کا محتاج ہے اور یہی حالت محمودہ اور کامل ہے۔ اور رہی حالت مذمومہ سو وہ یہ ہے کہ مجرد زبان سے تو توحید اور رسالت کا اقرار کرے اور دل میں اس کے خلاف پوشیدہ رکھے اور اسی کا نام نفاق ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ترجمہ آتے ہیں تیرے پاس منافق کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو بیشک اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ تحقیق منافق بیشک جھوٹے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ وہ اس کہنے میں کہ ہم یہ بات صدق دل سے کہہ رہے ہیں جھوٹے ہیں وہ اس کے معتقد نہیں ہیں۔ تو جب ان کے دلوں نے ان کے اس قول کی تصدیق نہ کی تو ان کے اس کہنے نے بھی جو ان کے دلوں میں نہ تھا ان کو کچھ نفع نہ دیا تو وہ آخرت میں ایمان کے نام سے خارج ہو جاویں گے اور ان کے لئے اس کا حکم باقی نہ رہے گا کیونکہ وہ مومنین کے ساتھ نہ تھے اور وہ آگ کے سب سے نیچے طبقہ میں کافروں سے جاملیں گے۔ اور اظہار شہادت زبانی کے سبب ان پر احکام دنیاوی میں جو کہ ائمہ دین اور حکام مسلمین سے متعلق ہیں اس کلام کا حکم باقی رہے گا کیونکہ یہ حضرات اس علامت ظاہری ہی کے سبب حکم کرتے ہیں جس کو وہ ظاہر کر رہے ہیں کیونکہ انسان کو اسرار دلی پر مطلع ہونے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا گیا اور نہ ان کو اس تجسس اور کرید کا حکم دیا گیا ہے بلکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حکم کرنے سے منع فرمایا ہے اور (حدیث اسامہ بن زید میں) اس کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ تو نے اس کا دل کھول نہ چیر ڈالا اور قول اور عقد (جزم) میں وہی فرق ہے جو کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں کیا

گیا ہے کہ شہادت زبانی کا نام اسلام اور تصدیق قلبی کا نام ایمان ہے اور اب اس کے درمیان دو حالتیں اور باقی رہ گئی ہیں ایک یہ کہ دل تو تصدیق کرتا ہے مگر اس سے پہلے کہ اس کو اتنا وقت ملے کہ وہ شہادت زبانی ادا کرے مرجاوے تو ایسے شخص کے حق میں علما نے اختلاف کیا ہے تو بعض کے نزدیک تو ایمان پورا ہونے کے لئے اقرار زبانی اور شہادت لسانی کا ہونا شرط ہے (جب تک کہ قصد بالجنان کے ساتھ اقرار زبانی اور شہادت زبانی ہو گی اس وقت تک وہ مومن نہ کہلائے گا) اور بعض کے نزدیک وہ مومن اور جنت کا مستحق ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ آگ سے باہر نکل آوے گا اور اس حدیث میں اس شے کے سوا جو انسان کے دل میں ہے اور کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ اور یہ شخص دل سے مومن ہے نہ عاصی اور نہ رک اقرار کے سب تقصیر کرنے والا۔ اور اس وجہ میں بھی صحیح ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ وہ دل سے اس کی تصدیق کرتا ہو مگر باوجود یہ کہ اس کو بڑی لمبی چوڑی مہلت حاصل رہی ہے اور اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس پر شہادت زبانی کا ادا کرنا لازم ہے اور پھر بھی اس نے اپنی تمام عمر میں اس شہادت کو ایک بار بھی ادا نہیں کیا تو اس شخص کے حق میں بھی علما نے اختلاف کیا ہے تو کہا گیا ہے کہ وہ مومن ہے کیونکہ وہ دل سے اس کی تصدیق کر رہا ہے اور شہادت زبانی اعمال کا جز ہے (جو کہ اسلام کا مکمل اور متمم ہے نہ ایمان کا) سو اس کے ترک سے یہ شخص عاصی گنہگار ہو گا نہ مخلد فی النار (کافروں کی طرح) ہمیشہ ہمیشہ آگ میں جلا کرے اور کہا گیا ہے کہ جب تک کہ اس کے ساتھ شہادت زبانی مقترن نہ ہو گی اس وقت تک وہ مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ شہادت بذکر ہی عقد قلب کے انشا اور التزام ایمان کا بیان ہے اور یہ شہادت قصد قلب کے ساتھ مربوط ہے اور مہلت کی صورت میں بغیر اس کے تصدیق پوری نہیں ہو سکتی اور (اس کے حق میں) یہی صحیح ہے (کہ وہ مومن نہیں) اور یہ مختصر اسلام اور ایمان اور ان کے ابواب اور ان کی زیادت اور نقصان اور اس امر میں کہ آیا مجرد تصدیق کا مطلقاً متجزی ہونا ممتنع اور محال ہے کلام وسیع کی جانب مفضی ہوتا ہے بلکہ یہ تجزی یا تو زیادت اعمال کی جانب راجع ہوتی ہے یا کبھی اختلاف صفات اور تباین حالات کے سبب قوت یقین اور تصمیم اعتقاد اور وضوح معرفت اور دوام حالت اور حضور قلب کی جانب راجع ہوتی ہے اور اس کے بسط اور تفصیل کے پیچھے پڑنا ہم کو اصل مقصود اس تالیف سے خارج کیے دیتا ہے اور ہمارے مقصود اور مطلوب کے لئے وہی بحث ہے جس کو ہم ذکر کر آئے ہیں ہم کو اس سے زائد کی ضرورت نہیں ہے۔

فصل نمبر۶

طاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معلوم کرنا چاہیے کہ جب آپ پر ایمان
یان وجوب
اور آپ کی اس امر میں تصدیق کرنا واجب ٹھہرا جس کو کہ آپ لائے ہیں تو مخلوق پر آپ کی
اطاعت بھی واجب اور لازم ہوگی کیونکہ آپ کی اطاعت بھی اسی میں سے ہے جس کو آپ
ئے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اور فرمایا قُلْ
اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اور فرمایا وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اور
رمایا وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَہْتَدُوْا اور فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ اور فرمایا
رمایا وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا اور فرمایا وَمَنْ یُّطِعِ
اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ
وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ذٰلِکَ
الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا اور فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ معلوم کرنا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کو
اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے مقترن کیا ہے اور اس پر ثواب
جزیل (اور اجر جمیل) کا وعدہ فرمایا ہے اور اس شخص کو جو رسول علیہ الصلوٰت والسلام کی مخالفت
کرے بڑے عذاب کی دھمکی دی ہے اور ان کے اوامر کی بجا آوری اور ان کے مناہی سے بچنے
کو ان پر واجب اور لازم کیا ہے اور مفسرون اور آئمہ دین نے فرمایا ہے کہ رسول کی اطاعت یہ
ہے کہ ان کے طریقہ کو لازم پکڑا جائے اور جس امر کو وہ لائے ہیں اس کو تسلیم کیا جاوے اور
کہا ہے کہ اللہ نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ان لوگوں پر اس کے اطاعت کو فرض کیا ہے جن
کی طرف کہ وہ بھیجا گیا ہے اور کہا ہے کہ جو کوئی رسول کی سنت میں اس کی اطاعت کرے گا وہ
اللہ کے فرضوں میں اللہ کی بھی اطاعت کرے گا اور کسی نے سہل بن عبداللہ سے شرائع اسلام
کو دریافت کیا تو انہوں نے کہا مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ کہ جو کچھ تم کو رسول دیں سو تم
اس کو قبول کرو سمرقندی نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کی اس کے فرائض میں اور رسول
کی سنت میں اطاعت کرو اور کہا گیا ہے کہ تم اللہ کی اس چیز میں اطاعت کرو جو اس نے تم پر
حرام کی ہے اور رسول کے اس امر میں جو اس نے تم کو پہنچایا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کی
اس امر میں اطاعت کرو کہ اس کے رب ہونے کی گواہی دو اور نبی کی اس امر میں کہ تم اس
کے نبی ہونے کی گواہی دو ہم سے ابو محمد بن عتاب نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ ہی نے آپکی اطاعت کا حکم دیا ہے تو آپکی اطاعت عین حکم الہی کی بجاآوری اور اس کی اطاعت ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی نے ہم سے کفار کی اس حالت کو بیان فرمایا ہے جب کہ وہ درکات نارہ میں الٹے پڑے ہوئے عذاب دوزخ بھگتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا کاش کے ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا ہوتا تو یہ نابکار اس وقت اطاعت رسول کی تمنا کریں گے جب کہ یہ تمنا کرنا ان کو کچھ نفع نہ دے سکے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو تم اس سے باز رہو اور جب میں تم کو کسی امر کا حکم کروں تو جہاں تک ہو سکے تم اس کو بجالاؤ اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ میری ساری امت جنت میں جاوے گی مگر جس نے انکار کیا عرض کیا اور کس نے انکار کیا فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی بیشک اس نے انکار کیا اور حدیث صحیح میں انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری اور اس چیز کی جس کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے مجھ کو بھیجا ہے ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ایک جماعت کے پاس آوے اور کہے کہ اے لوگو میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں سب کا ڈرانے والا ہوں پس بچو بچو تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے تو اس کی اطاعت کی اور راتوں رات وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور اطمینان کے ساتھ چلے گئے اور بچ گئے اور کچھ لوگوں نے اس کو جھٹلا دیا تو وہ پڑے رہے اور انہوں نے اپنے مکانوں میں صبح کی تو علی الصباح ان پر وہ لشکر آپڑا اور اس نے انکو ہلاک کر دیا اور جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ پھینکا سو یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا ہوں اس کی پیروی کی اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور اس حق کی تکذیب کی جو میں لایا ہوں اور تمثیل کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کی اس شخص کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر قسم کا کھانا تیار کیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا (کہ لوگوں کو بلا لاوے) سو جس کسی نے اس بلانے والے کی دعوت کو قبول کیا وہ گھر میں بھی داخل ہوا اور اس نے کھانا بھی کھایا اور جس نے اس بلانے والے کی دعوت کو قبول نہ کیا تو وہ نہ گھر میں داخل ہوا

اور نہ اس نے کھانا کھایا سو جنت گھر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلانے والے ہیں تو جس کسی نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں (یعنی مطیع اور عاصی کو ایک دوسرے سے جدا کرتے ہیں)

فصل نمبر2

اس بیان میں کہ امت پر آپکا اتباع اور آپکی سنت کا امتثال اور آپ کی سیرت کا اقتدا واجب اور لازم ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور فرمایا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا مطلب یہ ہے کہ وہ تیرے حکم کے مطیع اور منقاد ہو جاویں بولتے ہیں سلم واستسلم اور اسلم بمعنی انقاد اور فرمایا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا محمد بن علی الترمذی نے کہا ہے کہ اسوہ فی الرسول کے معنی ہیں آپ کا اقتدار اور آپ کی سنت کا اتباع کرنا اور قول اور فعل میں آپ کی مخالفت کا ترک کرنا اور اکثر مفسرین نے اسی کے موافق کہا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ ان لوگوں پر عتاب ہے جو (بعض غزوات میں) آپ سے پیچھے رہے ہیں اور سہل (بن عبداللہ التستری) نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں کہا ہے بمتابعتہ السفتہ یعنی متابعت سنت کے ساتھ ہم کو ان لوگوں کی راہ بتا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے تو سبحانہ تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم کیا ہے اور آپ کی اتباع کے سبب ان کے ہدایت کا وعدہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے تاکہ آپ ان کا تزکیہ فرما دیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھا دیں اور ان کو صراط مستقیم کی جانب رہبری کریں اور دوسری آیت میں اس نے اپنی محبت اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ آپکی پیروی کریں اور آپ کو اپنی خواہشوں اور ہر اس شے پر اختیار کریں جس کو کہ طبیعت چاہتی ہو اور آپ کی اقتدا کو محبوب رکھیں اور ان کے ایمان کا صحیح ہونا اسی پر موقوف رکھا ہے کہ وہ آپ کے مطیع

اور منقاد بنے رہیں اور آپ سے راضی رہیں اور آپ پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں اور حسن (بصری) رحمتہ اللہ سے مروی ہوا ہے کہ کئی قوموں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم اللہ کو محبوب رکھتے ہیں اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ کہ اگر تم چاہتے ہو اللہ کو تو پیروی کرو میری چاہے گا تم کو اللہ اور بخشے گا واسطے تمہارے گناہ تمہارے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ اور مروی ہوا ہے کہ آیت مذکور کعب بن اشرف وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اور ہم اللہ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور زجاج نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو اس کے اطاعت کا قصد کرو اور جس امر کا وہ تم کو حکم کرے اس کو بجالاؤ کیونکہ بندہ کا اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھنا یہی ہے کہ ان دونوں کی اطاعت کرے اور جو وہ حکم کریں اس سے راضی ہو اور اللہ کا بندہ کو محبوب رکھنا یہ ہے کہ وہ ان سے درگذر فرماوے اور اپنی رحمت سے ان پر انعام فرماوے اور کہا گیا ہے کہ اللہ کی جانب سے محبت اس کا نام ہے کہ وہ بندوں کو معاصی سے محفوظ رکھے اور اللہ اطاعت کی توفیق عطا فرماوے اور بندہ کی طرف سے یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے جیسا کہ کسی قائل نے کہا ہے تعصی الالہ وانت تظہر حبہ' ھذالعمری فی القیاس بدیع' لوکان حبک صادقا لاطعتہ' ان المحب لمن یحب مطیع' یعنی خدا کی نافرمانی اور محبت کا اظہار میری زندگی کی قسم یہ قیاس میں عجیب بات ہے اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو ضرور اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب تو محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بندہ کا اللہ کو محبوب رکھنا یہ ہے کہ اس کی تعظیم بجالاوے اور اس سے ڈرے اور خدا کا بندہ کو محبوب رکھنا یہ ہے کہ وہ اس پر رحم فرماوے اور اس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرے اور بعض اوقات یہ لفظ معنی مدح اور ثنا بھی آتا ہے۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندہ کی اپنے فرشتوں کے روبرو ثنا وصفت بیان فرماتا ہے۔ قشیری رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جب محبت۔ رحمت اور ارادہ (خیر) کے معنی میں ہوتی ہے تو اس وقت وہ ذات کی صفت ہوتی ہے اور اگر منظور خدا ہے تو اس کے متعلق اس کے بعد محبت بندہ کے ذکر میں بھی اس کا کچھ ذکر آویگا۔ ہم سے ابو اسحاق ابراہیم بن جعفر فقیہ نے بسند خود عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث موعظت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو جو

راہ بتانے والے ہیں لازم پکڑو اور اسکو دانتوں سے پکڑو اور نئی باتیں نکالنے سے بچتے رہو کیونکہ ہرنئی بات بدعت ہے اور ہربدعت گمراہی ہے اور حدیث جابر میں جو اس کے ہم معنی ہے اتنا اور زیادہ کیا ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے اور حدیث ابی رافع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیا ہے کہ (آپ نے فرمایا کہ) میں تم میں کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرے احکام سے کوئی ایسا حکم آوے جس کا کہ میں نے حکم دیا ہے یا جس سے کہ میں نے منع کیا ہے اور وہ کہے کہ میں نہیں جانتا جو کچھ ہم نے اللہ کی کتاب میں پایا اس کا ہم نے اتباع کر لیا۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی ایسا فعل کیا تھا جس میں آپ نے رخصت کو اختیار (اور جانب عزیمت کو ترک) کیا تھا تو بعض صحابہ کرام نے اس سے بچنا چاہا تو یہ خبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف فرمائی (یعنی خطبہ پڑھا) پھر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس شے سے بچتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں اور واللہ میں ان کی نسبت اللہ کا جاننے والا بھی زیادہ ہوں اور اس سے ڈرنیوالا بھی زیادہ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف اس شخص پر جو اس کو مکروہ جانے دشوار بلکہ سخت دشوار ہے اور وہ حکم (عادل) ہے تو جس کسی نے میری حدیث کو پکڑا اور اس کو سمجھا اور یاد کیا تو وہ (علم اور عمل میں) قرآن کے ساتھ آوے گا اور جس نے قرآن شریف اور میری سنت کے ساتھ سستی کی تو اس نے دنیا اور آخرت میں ٹوٹا پایا میری امت کو حکم ہوا ہے کہ وہ میرے قول کو پکڑیں اور میرے حکم کی اطاعت کریں اور میری سنت کی پیروی کریں سو جو کوئی میرے قول سے راضی ہوا سو وہ قرآن سے بھی راضی ہوا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ترجمہ جو دے تم کو رسول سو اس کو لو اور جس سے منع کرے سو اس سے باز رہو اور خدا سے ڈرو بے شک خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرا اقتدا کیا وہ مجھ سے ہے (یعنی وہ میرے ساتھ یا میرا تابع ہے) اور جس نے میری سنت سے منہ پھیرا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے اچھی بات اللہ کی بات ہے اور سب سے اچھا طریقہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے برا کام نئے امور ہیں اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم تین ہیں اور اس

کے سوا جو کچھ ہے وہ سب زیادت ہے آیت محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ۔ اور حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سنت میں تھوڑا سا عمل کرنا بدعت میں بہت سے عمل کرنے سے بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالی بندہ کو ایک سنت کے سبب جس کو وہ اختیار کرے جنت میں داخل کر دے گا۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کو جو فساد میری امت کے وقت میری سنت کو پکڑے کا سو شہیدوں کا ثواب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر متفرق ہوئے ہیں اور میری امت تہتر مذہب پر متفرق ہو گی اور سب کے سب دوزخ میں ہیں مگر ایک فرقہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا وہ لوگ جو اس طریق پر ہیں جس پر کہ آج میں اور میرے اصحاب ہیں اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ کو زندہ کیا اور جس نے مجھ کو زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ اور عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جس کسی نے میری کسی سنت کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا تو اس کو اتنے لوگوں کا اجر ملے گا جتنے لوگ کہ اس پر عمل کریں گے۔ اور ان کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہو گی اور جو کوئی گمراہی کی کوئی نئی بات نکالے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہ ہو تو اس پہ اتنے لوگوں کا گناہ ہو گا جتنے لوگ کہ اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کیا جاوے گا۔

فصل نمبر 3

بیان اقوال اور افعال سلف صالحین کا درباب اتباع سنت اور اقتداء سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سے شیخ ابو عمران موسی بن عبدالرحمن بن ابی تلید نے بسند خود آل خالد بن اسید کی ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ اے ابا عبدالرحمن ہم صلوت خوف اور صلوت حضر کو تو قرآن شریف میں پاتے ہیں اور صلوت سفر کا ہم کو اس میں پتہ نہیں چلتا تو اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اے بھتیجے اللہ نے ہماری طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ہم کچھ نہ جانتے تھے سو ہم جیسا آپ کو کرتے دیکھتے تھے ویسا ہی کرنے لگتے تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ نے

کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طریقہ سندیدہ جاری فرمایا اور آپ کے بعد آپ کے ولاۃ (خلفاء) نے بہت سے طریقہ جاری کئے سو اس کا اختیار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق اور اس کی طاعت پر عمل کرنا اور دین الٰہی کی قوت ہے اور اس میں نہ کوئی کچھ گھٹا بڑھا سکتا ہے اور نہ اس کو کچھ بدل سکتا ہے اور نہ کسی کو اس شخص کی رائے میں نظر کرنا جائز ہے جو اس کی مخالفت کرے جس نے اس کا اقتدا کیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے اس سے مدد چاہی وہ منصور ہوا اور جس نے اس کی مخالفت کی اور طریق مومنین کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کیا اس کو اللہ ادھر ہی پھیر دے گا جدھر کہ وہ پھرا ہے اور اس کو دوزخ میں جھونک دے گا اور وہ بری جگہ ہے اور حسن بن علی نے کہا ہے کہ سنت میں تھوڑا سا عمل کرنا بدعت میں بہت سے عمل کرنے سے بہتر ہے اور ابن شہاب نے کہا ہے کہ ہم کو بہت سے علماء سے یہ بات پہنچی ہے کہ سنت کے ساتھ چنگل مارنا اور اس کو اختیار کرنا نجات ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں کو تحریر فرمایا تھا کہ لوگوں کو سنت اور فرائض اور لغت کی تعلیم دو اور کہا ہے کہ لوگ تم سے قرآن شریف کے ساتھ جھگڑا کریں گے تو تم ان کو سنن کے ساتھ پکڑو کیونکہ اہل سنن ہی کتاب کو خوب جانتے ہیں اور ان کی خبر میں ہے کہ جب انہوں نے ذی الحلیفہ میں (سنت احرام کی) دو رکعت ادا کیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے ویسا ہی کرتا ہوں۔ اور علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہوا ہے کہ جب انہوں نے قرآن کیا تو اس نے عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دیکھتے ہو کہ میں لوگوں کو اس سے منع کرتا ہوں اور تم کرتے ہو تو انہوں نے کہا کہ میں کسی کے کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ترک نہ کروں گا۔ اور نیز ان سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نہ تو میں نبی ہوں اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے اور لیکن جہاں تک ممکن ہو میں کتاب اللہ اور سنت اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتا ہوں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ سنت میں میانہ روی کرنا بدعت میں بہت سی کوشش اور محنت کرنے سے بہتر ہے اور ابن عمر نے کہا ہے کہ سفر کی دو رکعت ہیں جس نے سنت کی مخالفت کی کافر ہوا (یعنی قریب بہ کفر ہو گیا) اور ابی بن کعب نے کہا ہے کہ تم راہ خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑو کیونکہ زمین میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو راہ خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہونے کے بعد اپنے دل میں خدا کو یاد کرے پھر اپنے رب کے خوف سے اس کی آنکھیں بہ نکلیں پھر اس کو اللہ عذاب کرے (ہرگز نہیں) اور زمین پر کوئی بندہ نہیں جو اللہ کی راہ اور رسول اللہ کی سنت پر ہونے کے بعد خدا کو اپنے دل میں یاد کرے اور خوف خدا

سے اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاویں مگر اس کی ایسی مثال ہو گی جیسے ایک درخت جس کے پتے خشک ہو گئے ہیں کہ وہ اسی حالت میں تھا کہ اتنے میں اس کو ایک تند ہوا پہنچی اور اس کے سب پتے گر پڑے کہ اس سے اس کی خطائیں ایسی جھڑ جاتی ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں کیونکہ راہ خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں میانہ روی اختیار کرنا اور خلاف راہ خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور موافقت بدعت میں بہت سی کوشش کرنے سے بہتر ہے اور تم اس پر نظر کرو کہ تمہارا عمل کوشش کے ساتھ ہو یا میانہ روی کے کہ وہ نبیوں کے طریقہ اور ان کی سنت کے موافق ہو۔ اور عمر بن عبدالعزیز کے بعض عاملوں نے انکو کسی شہر کا حال تحریر کیا اور لکھا کہ یہاں چور بہت ہیں کیا مجرد تہمت کے سبب میں ان سے مواخذہ کروں اور ان کو سزا دوں یا ان پر گواہ طلب کروں اور سنت کے موافق ان پر حکم کروں تو عمر بن عبدالعزیز نے اس کو تحریر کیا کہ ان سے سنت کے موافق شہادت اور ثبوت کے ساتھ مواخذہ کرو کیونکہ اگر حق ان کی اصلاح نہیں کر سکتا تو خود ان کی اصلاح نہ فرمائیو۔ اور عطاء بن ابی رباح رحمتہ اللہ سے (تفسیر) قول اللہ تعالیٰ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ میں مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ اور رسول کی جانب رد کرنے کی یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب رد کرو۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں آپ کی اتباع اور اقتداء کے سوا کچھ نہیں (یعنی آپ کی اتباع اور اقتداء ہی کا نام سنت) ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو دیکھ کر کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ کسی کو کچھ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھ کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا اور یہ کہ کر اس کو بوسہ دیا اور کسی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک مقام پر اپنے ناقہ کو پھرا رہے ہیں تو اس نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے یہ کیا تو میں نے بھی کر لیا اور ابو عثمان حیری نے کہا ہے کہ جو کوئی قولاً اور فعلاً سنت کو اپنے اوپر حاکم بنالے گا وہ حکمت کی بات کہے گا اور جو کوئی ہواء نفسانی کو اپنے اوپر حاکم بنائے گا وہ بدعت کے ساتھ کلام کرے گا۔ اور سہل تستری نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب کے تین اصول ہیں ایک اخلاق اور افعال میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتداء کرنا دوسرے اکل حلال اور تیسرے تمام اعمال میں نیت کا خالص کرنا۔ اور قول اللہ تعالیٰ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کی تفسیر میں آیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا اقتداء ہے ۔ اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ میں ایک روز ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ وہ ننگی ہو ہو کر پانی میں گھس پڑی اور میں نے اس حدیث پر عمل کیا کہ جو کوئی اللہ اور پچھلے دن پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ بلا تہمد حمام میں نہ داخل ہو اور میں ننگا نہ ہوا تو میں نے اسی رات ایک شخص کو (خواب میں) دیکھا کہ وہ مجھ سے کہتا ہے کہ اے احمد خوش ہو کہ سنت پر عمل کرنے کے سبب خدا نے تجھ کو بخش دیا اور تجھ کو امام بنا دیا کہ لوگ تیرا اقتداء کریں گے تو میں نے کہا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں جبرئیل ہوں ۔

فصل نمبر 4

معلوم کرنا چاہئے کہ آپ کے حکم کی مخالفت اور آپ کی سنت کا بدلنا گمراہی اور بدعت ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس پر ذلت اور عذاب آخرت کی وعید فرمائی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور فرمایا ہے وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ہم سے ابو محمد عبداللہ بن ابی جعفر اور عبدالرحمن بن عتاب نے اپنی اپنی سند کے ساتھ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقابر کی جانب تشریف لے گئے اور آپ کی امت کی صفت میں ایک حدیث ذکر کی اس میں ہے کہ کچھ لوگ میرے حوض سے ہٹائے اور بھگائے جائیں گے جیسے کہ گم گشتہ اور آوارہ گرد اونٹ ہنکائے جایا کرتے ہیں تو میں ان کو آواز دوں گا کہ سنتے ہو ادھر آؤ سنتے ہو ادھر آؤ تو کہا جاوے گا کہ انہوں نے آپ کے (اپنے دین کو) بدل ڈالا تو میں کہوں گا دور ہو دور ہو۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی نے میری سنت سے اعتراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ جس کسی نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات داخل کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود غیر مقبول ہے۔

اور ابن ابی رافع نے اپنے باپ سے اور انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میں تم میں کوئی ایسا شخص نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم آوے جس کا کہ میں نے حکم دیا ہو یا جس سے کہ میں نے منع کیا ہو سو وہ کہے کہ میں نہیں جانتا ہم نے جو کچھ اللہ کی کتاب میں پایا اس کی پیروی کر لی (یعنی ایسا نہ ہونا چاہئے) اور حدیث مقدام (بن معدیکرب) میں اتنا اور زیادہ ہے خبردار ہو جاؤ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ ویسا ہی (حرام) ہے جیسا کہ اللہ نے حرام کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ کے سامنے کچھ لکھا ہوا لایا گیا جو بکری کے دست پر لکھا ہوا تھا کہ قوم کی حماقت یا فرمایا گمراہی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس شے سے جس کو ان کا نبی لایا ہے کسی دوسرے نبی کی جانب یا اپنی کتاب سے دوسروں کی کتاب کی جانب رغبت کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ترجمہ کیا نہیں کفایت کرتا ان کو یہ کہ اتاری ہم نے اوپر تیرے کتاب پڑھی جاتی ہے اوپر ان کے تحقیق اس میں رحمت ہے اور نصیحت واسطے اس قوم کے کہ ایمان لائے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تعمق اور خوض اور فکر میں پڑنے والے اشخاص ہلاک ہو گئے ۔ اور ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے میں اس کو بغیر کئے نہ چھوڑوں گا۔ (ضرور کروں گا) کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر کہیں میں نے کسی چیز کو چھوڑ دیا تو میں حق سے نہ پھر جاؤں

دوسرا باب

اس بیان میں کہ امت پر آپ کے ساتھ محبت کرنا واجب اور لازم ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ﶏقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ترجمہ کہ اگر ہوویں باپ تمہارے اور بیٹے تمہارے اور بھائی تمہارے اور جو رویں تمہاری اور قبیلہ اور کنبہ تمہارا اور مال جو کمائے ہیں تم نے اور سوداگری جو ڈرتے ہو مندا ہو جانے اس کے سے اور گھر جو پسند کرتے ہو ان کو بہت پیارے تمہارے طرف اللہ سے اور رسول اس کے سے اور جہاد سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ دے اللہ حکم اپنا اور اللہ راہ نہیں دکھاتا فاسقوں (نافرمانوں) کو انتھی۔ سو یہ آیت اس امر پر اعلیٰ درجہ کی تنبیہ اور نہایت درجہ کی ترغیب اور پرلے درجہ کی روشن دلیل ہے کہ امت پر آپکے ساتھ محبت کرنا واجب اور لازم ہے اور اس کا واجب ہونا لابدی اور ضروری ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس شخص کے دونوں کانوں کو کھڑ کھڑایا ہے جس کو کہ

اپنا مال اور اپنے اہل اور اپنی اولاد اس کے رسول سے زیادہ پیارے ہیں اور اپنے کلام فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کے ساتھ اس کو اس امر کی وعید فرمائی ہے کہ وہ حکم خدا کا منتظر رہے پھر خاتمہ آیت پر ایسے شخص کے فسق کا حکم کیا ہے اور اس کو فاسق بتایا ہے اور ان پر اس امر کو آشکارا فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں میں ہے جو گم راہ ہیں اور اس کو اللہ نے ہدایت نہیں فرمائی ہم سے حافظ ابو علی غسانی نے بسند خود اجازہ انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک کہ میں اس کی طرف اس کی اولاد اور اس کے مال اور باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں گا۔ اور اسی کی ہم معنی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین خصلتیں ایسی ہیں جس میں وہ پائی جائیں اس نے ایمان کی لذت پائی ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ان کے ماسوا سے محبوب ہوں اور (دوسرے) یہ کہ جس کسی کو دوست رکھے اس کو اللہ ہی کے لئے دوست رکھے اور (تیسرے) یہ کہ وہ پھر کافر ہونے کو ویسا ہی برا سمجھے جیسا کہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہو۔ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو سب چیزوں سے زیادہ پیارے ہیں مگر میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے تو اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے کہ اب آپ مجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر اب تمہارا ایمان پورا ہوا اور سہل (بن عبداللہ تستری) نے کہا ہے کہ جو کوئی یہ یقین نہ رکھے کہ اس پر ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت قائم ہے اور خیال کرے کہ وہ اپنی جان کا آپ ہی مالک ہے وہ آپکی سنت کی حلاوت نہیں چکھ سکتا کیونکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان اور مال اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

فصل نمبر1

بیان ثواب محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم سے ابو محمد بن عتاب نے بسند خود انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ نہ تو میں نے اس کے لئے کچھ بہت سی نمازیں پڑھ رکھی ہیں اور نہ میں نے اس کے لئے بہت سے روزے رکھ رکھے ہیں اور نہ کچھ بہت سی خیرات دے رکھی ہے ہاں اتنی بات تو ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہے جس کو تو محبوب رکھے۔ اور صفوان بن قدامہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہجرت کی اور میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اپنا ہاتھ لائیے کہ میں آپ سے بیعت کروں تو آپ نے مجھ کو اپنا دست مبارک عطا فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں تو اپنے فرمایا کہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کو وہ محبوب رکھے اور اس لفظ کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبداللہ بن مسعود اور ابو موسی اور انس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور ابی ذر رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی مروی ہوئے ہیں۔ اور علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مجھ کو اور ان دونوں اور ان کے والد اور انکی والدہ کو محبوب رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا اور مروی ہوا ہے کہ ایک شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ میرے نزدیک میرے اہل اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور مجھے آپ یاد آجاتے ہیں تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور آپ کو دیکھتا ہوں اور مجھے اپنی اور آپ کی موت یاد آجاتی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ دیگر انبیاء کرام کے ساتھ مرتبہ بلند میں اٹھائے جاویں گے اور میں اگر اس میں داخل بھی ہوا تو میں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا تو اس پر اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ آیت نازل فرمائی

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

ترجمہ اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول کی سو یہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر کہ انعام کیا اللہ نے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحوں سے اور اچھے ہیں

۔ لوگ رفیق تو آپ نے اس کو بلایا اور اس پر یہ آیت پڑھی اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ایک شخص آپکی طرف دیکھا کرتا تھا اور کبھی آپ کی جانب سے نگاہ نہ پھیرتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تجھ کو کیا ہوا ہے اس نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں آپ کی جانب نظر کرنے سے متمتع ہوتا ہوں کیونکہ جب قیامت کا روز ہوگا تو آپکی فضیلت کے سبب آپ کو اللہ اوپر اٹھالے گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جو کوئی مجھ کو محبوب رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

فصل نمبر 2

بیان اقوال سلف صالحین کا جو اس نے درباب محبت اور شوق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقول اور ماثور ہوئے ہیں۔ ہم سے قاضی شہید (ابن سکرہ) رحمتہ اللہ نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے جو لوگ مجھ کو بہت محبوب رکھنے والے ہیں وہ وہ ہیں جو میرے بعد آویں گے ان میں سے بعض تو اس کی تمنا کریں گے کہ کاش وہ مال اور اولاد ہی کی عوض مجھ کو دیکھ لیں اور اسی کے مثل ابی ذر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہوا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کرنا کہ آپ مجھ کو میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور وہ احادیث اور آثار جو اس کے مثل میں پہلے گذر چکے ہیں ۔ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی شے پیاری نہیں ہے۔ اور عبیدہ صاحبزادے خالد بن معدان سے مروی ہوا ہے کہ خالد کبھی اپنے بستر پر جاگزین نہ ہوئے تھے مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام مہاجرین اور انصار کی جانب ان کا نام لے لے کر اپنا شوق ظاہر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہی لوگ میری اصل اور فرع ہیں اور انہیں کی جانب میرا دل مشتاق ہو رہا ہے اور ان کے شوق میں عرصہ گذر گیا ہے سوائے اللہ تو مجھ کو جلدی سے اپنی جانب قبض کر لے اور وہ برابر یہی کہتے رہتے یہاں تک کہ ان پر نیند غالب آجاتی (اور وہ سو رہتے) اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے بے شک میرے لیے ابی طالب کا مسلمان ہونا ان کے یعنی اپنے والد ابو قحافہ کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوش کن تھا

کیونکہ ابی طالب کے اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی حاصل ہوتی۔ اور اس کے ہم معنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ آپ کا اسلام لانا مجھ کو اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے بھی زیادہ محبوب ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے اور ابن اسحاق رحمتہ اللہ سے مروی ہوا ہے کہ احد کے روز انصار کی ایک عورت کا باپ اور بھائی اور خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شہید ہو گئے تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے تو لوگوں نے اس سے کہا آپ بحمد اللہ جیسا کہ تو چاہتی ہے اچھی طرح ہیں تو اس نے کہا کہ تم آپ کو مجھے بتادو تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں تو جب اس نے آپ کو دیکھا تو بولی کہ آپ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ اور کسی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت کا کیا حال تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ واللہ آپ ہم کو اپنے مال اور اولاد اور باپ اور بیٹوں اور ماؤں اور ان سے بھی زیادہ محبوب تھے (اور آپ ہم کو ایسے محبوب تھے) جیسے پیاس کی حالت میں پیاسے کو ٹھنڈا پانی محبوب ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک شب عمر رضی اللہ عنہ گشت کو نکلے تو انہوں نے دیکھا ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے اور ایک بڑھیا اون کات رہی ہے اور کہہ رہی ہے علی محمد صلوۃ الابرار + صلی علیہ الطیبون الاخیار + قد کنت قواما بکاءالا سحار + یالیت شعری والمنایا الاطوار + ھل تجمعنی وحبیبی الدار۔ وہ اپنے قول حبیبی سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھ کر رونے لگے اور یہ ایک بڑی حکایت ہے اور مروی ہوا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی عنہا کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی نے ان سے کہا کہ آپ اس شخص کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تو یہ آپ سے جاتا رہے گا۔ وہ چلائے یا محمد تو انؓ کا پیر کھل گیا اور جب بلال رضی اللہ عنہ کو مرض الموت لاحق ہوا اور ان کی وفات قریب آئی تو ان کی بیوی نے آواز دی ہائے غم تو انہوں نے کہا واہ خوشی کل دوستوں سے ملوں گا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا گروہ۔ اور روایت کیا جاتا ہے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبراطہر کو کھول دو (کہ میں اس کو دیکھ لوں) تو انہوں نے اس کو کھول دیا تو وہ اتنی روئی کہ مر گئی اور جب اہل مکہ زید بن دشنہ کو بارادہ قتل حرم شریف سے باہر لے گئے تو اس وقت ابو سفیان بن حرب نے ان سے کہا کہ اے زید میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ

کیا تم اس کو محبوب رکھتے ہو کہ اس وقت تمہارے عوض ہمارے نزدیک محبت ہوتے اور ہم ان کی گردن مارے اور تم آرام سے اپنے اہل و اطفال میں بیٹھے ہوتے تو زید نے کہا کہ واللہ میں اس کو بھی محبوب نہیں رکھتا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اسی جگہ میں تشریف فرما ہوں جہاں کہ آپ تشریف رکھتے ہیں اور پھر آپ کے ایک کانٹا بھی لگے اور میں بیٹھا رہوں تو ابو سفیان نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ کسی کو ایسا محبوب رکھتا ہو جیسا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد کو محبوب رکھتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی عورت حاضر ہوتی تو آپ اس سے اللہ کی قسم لیتے کہ میں نہ اپنے خاوند کی عداوت سے نکلی ہوں اور نہ اس سر زمین سے بیزار ہو کر دوسرے سر زمین کے شوق میں نکلی ہوں میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں نکلی ہوں اور جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما ان پر کھڑے ہوئے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور کہا کہ خدا کی قسم جہاں تک مجھ کو علم ہے تو بڑا روزہ دار اور بڑا نمازی شخص تھا اور اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا تھا

فصل نمبر 3

بیان میں علامت محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معلوم کرنا چاہیے کہ جو کوئی کسی کو محبوب رکھتا ہے تو وہ اس کو اور اس کی موافقت کو ہر امر پر اختیار کرتا ہے ورنہ وہ اس کی محبت میں سچا نہیں بلکہ مدعی ہوتا ہے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں بھی وہی شخص سچا ہے جس میں یہ علامت ظاہر ہو۔ اور آپ کی محبت کی پہلی نشانی یہی ہے کہ تنگی اور فراخی اور خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں آپ کا اقتداء اور آپ کی سنت پر عمل کرنا اور آپ کے اقوال اور افعال کا اتباع کرنا اور آپکے احکام کا بجالانا اور آپکی نواہی سے بچنا اور آپ کے آداب کے ساتھ متادب ہونا اختیار کرے اور دلیل اس امر کی اللہ سبحانہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ترجمہ کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تم کو اللہ دوست رکھے گا۔ اور نیز بمقابلہ اغراض نفسانی کے آپ کی شرع اور اس چیز کا اختیار کرنا ہے جس پر کہ آپ نے تحریض فرمائی ہے اور آپ کی خواہش اور ارادہ کی موافقت کرنا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ترجمہ اور جو جگہ پکڑ رہے ہیں

اس گھر میں اور ایمان میں اس سے پہلے محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ آوے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں غرض اس چیز سے جو ان کو ملا اور اول رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنی اوپر بھوک۔ اور نیز رضاء الٰہی میں بندوں کا ناراض کرنا ہے۔ ہم سے قاضی ابو علی حافظ نے بسند خود سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹے اگر تجھ سے یہ ہو سکتا ہے کہ تو اس حالت میں صبح اور شام کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے برائی اور کینہ نہ ہو تو تو کر۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جو کوئی میری سنت کو زندہ کرتا ہے وہ مجھ کو محبوب رکھتا ہے اور جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا پس جو کوئی اس صفت کے ساتھ متصف ہے سو وہ اللہ اور اس کے رسول کا پورا محب ہے اور جو کوئی ان میں سے بعض امور کی مخالفت کرے تو وہ اس کی محبت میں ناقص ہے اور نام محبت سے کارج نہیں ہے اور دلیل اس امر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وہ قول ہے جو آپ نے اس شخص کے لئے فرمایا تھا جس کو کہ شراب خواری میں حد ماری گئی تھی اور کسی نے اس پر لعنت کی تھی اور کہا تھا کہ کتنا زیادہ لایا جاتا ہے (یعنی روز اسی جرم میں گرفتار ہو کر لایا جاتا ہے) تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو لعنت مت کر وہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور علامات محبت نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ آپ کا کثرت سے ذکر خیر کرتا رہتا ہے کیونکہ (عادت ہے کہ) جو کوئی کسی کو محبوب رکھتا ہے تو وہ اس کا اکثر ذکر کرتا رہتا ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آپ کے دیدار اور آپ کی ملاقات کا شیدائی ہو کیونکہ ہر حبیب اپنے حبیب کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اشعریین کی حدیث میں ہے جو ان کے مدینہ منورہ آنے کی ذکر میں آئی ہے کہ وہ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے غدا نلقی الاحبتہ محمد اوصحبہ کہ ہم کل دوستوں سے ملیں گے محمد اور آپ کے اصحاب سے ۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کا قول پہلے گذر چکا ہے (کہ بوقت وفات وہ بھی اسی رجز کو پڑھ رہے تھے) اور اسی کے مثل اپنے قتل سے پہلے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا تھا اور جو امر ہم نے قصہ خالد بن معدان سے ذکر کیا ہے وہ بھی پہلے گذر چکا ہے اور آپ کی محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ کثرت ذکر کے ساتھ جب آپ کا ذکر گرامی آوے تو اس وقت آپ کی تعظیم اور توقیر بجا لائی جاوے اور جب آپ کا نام نامی سنا جائے تو انکساری اور فروتنی ظاہر کی جائے۔ اور اسحاق تجیبی نے کہا ہے کہ اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کی وفات کے بعد جب کبھی

اپ کا ذکر کرتے تھے تو ان پر فروتنی اور انکساری ظاہر ہوتی تھی اور ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ آپ کے فراق میں رونے لگتے تھے اور یہی حالت اکثر تابعین کی بھی تھی کوئی تو ان میں سے یہ فعل آپ کی محبت اور شوق میں کرتا تھا اور کوئی آپ کے ہیبت اور توقیر کے سبب۔ اور آپ کی محبت کی علامت ایک یہ ہے کہ اس شے کو محبوب رکھے جسکو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبوب رکھا ہو اور اس شخص کو محبوب رکھے جو آپ کے سبب یا آپ کے نسب سے ہو جیسے آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کرام مہاجرین اور انصار اور اس شخص کے ساتھ عداوت جس کو کہ آپ نے دشمن رکھا ہو اور اس شخص سے بغض رکھے جس کو کہ آپ نے مبغوض رکھا ہو اور برا کہا ہو کیونکہ جو کوئی کسی کو محبوب رکھتا ہے تو وہ اس کو بھی محبوب رکھتا ہے جس کو وہ محبوب رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے حق میں فرمایا ہے اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ اور ایک روایت میں امام حسن کے حق میں ہے کہ اے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں پس تو اس کو محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے اور فرمایا کہ جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں کو مبغوض رکھا اس نے مجھ کو مبغوض رکھا اور جس نے مجھ کو مبغوض رکھا اس نے (نعوذباللہ) خدا کو مبغوض رکھا۔ اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنالینا (کہ ان پر طعن و تشنیع کرنے لگو) سو جس کسی نے ان کو محبوب رکھا ہے سو میری محبت سے محبوب رکھا ہے اور جس کسی نے ان کو مبغوض رکھا سو میرے بغض سے مبغوض رکھا ہے اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے (اور اس سے مواخذہ کرے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں کہا ہے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں جو بات ان کو غصہ دلاتی ہے وہ مجھ کو بھی غصہ دلاتی ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسامہ بن زید کے حق میں فرمایا تھا کہ تم ان کو محبوب رکھو کیونکہ ان کو میں محبوب رکھتا ہوں۔

اور فرمایا ہے کہ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار کا بغض ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جس نے عرب کو محبوب رکھا اس نے ان کو میری محبت سے محبوب رکھا اور جس نے ان کو مبغوض رکھا سو اس نے ان کو میری بغض سے مبغوض رکھا ہے اور در حقیقت جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے تو وہ ان چیزوں کو بھی محبوب رکھتا ہے

جس کو وہ محبوب رکھتا ہے یہ سلف صالحین کی سیرت اور عادت ہے حتی کہ (وہ) مباحات اور خواہشات نفسانی میں بھی اس شے کو محبوب رکھتے تھے جس کو کہ آپ محبوب رکھتے تھے اور انس نے کہا ہے کہ جب میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ رکابی میں کدو کے قتلے تلاش فرماتے ہیں تو میں اس وقت سے ہمیشہ کدو کو دوست رکھنے لگا۔ اور یہ حسن بن علی اور عبداللہ بن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم ہیں جو سلمی کے پاس آئے ہیں اور جنہوں نے ان سے اس امر کی استدعا کی ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسا کھانا پکاویں جس کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نعال سبتہ پہنتے اور (اپنی داڑھی پر) زرد خضاب کرتے تھے کیونکہ انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ اور آپ کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس شخص کو برا جانے اور مبغوض رکھے جس کو کہ اللہ اور اس کا رسول برا جانیں اور مبغوض رکھیں اور اس شخص کو دشمن رکھے جس کو کہ خدا دشمن رکھتا ہو اور اس شخص سے جدا رہے اور کنارہ کشی کرے جو آپ کی سنت کا مخالف ہو اور اس نے دین میں کوئی نئی بات نکالی ہو اور اس امر کو گران جانے جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو فرمایا اللہ تعالی نے لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ترجمہ نہ پاوے گا تو کسی قوم کو کہ ایمان لائے ہوں ساتھ اللہ کے اور پچھلے دن کے دوستی کریں اس شخص سے کہ مقابلہ کرتا ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا (اگرچہ ہوں باپ ان کے یا بیٹے ان کے یا بھائی ان کے یا کنبہ ان کا) اور یہ ہیں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے آپ کی خوشی کے لئے اپنے دوستوں اور باپوں اور بیٹوں کو قتل کیا ہے۔ اور آپ سے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اس کا (یعنی اپنے باپ کا) سر لے آؤں۔ اور آپ کی محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ قرآن شریف جس کو کہ آپ لائے ہیں محبوب رکھے اور اس کے موافق لوگوں کو بھی ہدایت کرے اور خود بھی ہدایت حاصل کرے اور اس کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق کریم قرآن مجید اور فرقان حمید تھا اور قرآن شریف کا محبوب رکھنا یہ ہے کہ اس کی تلاوت کرے اور اس پر عمل کرے اور اس کو سمجھے اور آپ کی سنت کو محبوب رکھے اور اس کے حدود پر قائم رہے ۔ سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ محبت الہی کی نشانی یہ ہے کہ قرآن شریف کو محبوب رکھے اور محبت قرآن شریف کی نشانی یہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب رکھے اور محبت

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی یہ ہے کہ آپ کی سنت کو محبوب رکھے اور محبت سنت کی نشانی یہ ہے کہ آخرت کو محبوب رکھے اور محبت آخرت کی نشانی یہ ہے کہ دنیا کو مبغوض رکھے اور بغض دنیا کی نشانی یہ ہے کہ زاد آخرت کے سوا اور کچھ ذخیرہ نہ رکھے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کوئی شخص قرآن شریف کے سوا کسی سے اپنا حال دریافت نہ کرے پس اگر وہ قرآن کو دوست رکھتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کو بھی دوست رکھتا ہے اور محبت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ کی امت کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آوے اور ہر امر میں ان کی خیر خواہی اور ان کے نفع کو مد نظر رکھے اور ان سے نفرت کے دفع کرنے میں کوشش کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین پر شفیق اور مہربان تھے اور آپ کی محبت کی سب سے بڑی اور پوری نشانی یہ ہے کہ دنیا سے بے رغبت اور فقر و فاقہ پر راضی اور اس کے ساتھ متصف ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ فقر اس شخص کے جانب جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے اس سیل پہاڑی سے بھی زائد جلدی کرنے والا ہے جو بلندی سے پستی کی جانب بہتی ہو۔ اور عبداللہ بن مغفل کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے اس نے عرض کیا کہ واللہ میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور تین بار یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھ کو محبوب رکھتا ہے تو فقر کے لئے تیار ہو جا پھر حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہم معنی ذکر کیا (یعنی جو شخص مجھ کو محبوب رکھتا ہے فقر اس کی جانب سیل پہاڑ سے بھی زیادہ تیز آنے والا ہے)

فصل نمبر 4

بیان معنی اور حقیقت محبت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معلوم کرنا چاہئے کہ علما کے درمیان محبت الٰہی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اختلاف واقع ہے (کہ اس کے کیا معنی ہیں اور وہ کیا شے ہے) اور اس امر میں ان کی بہت سی عبارتیں ہیں جو اختلاف اقوال کی جانب راجع نہیں ہیں بلکہ اختلاف احوال کی جانب راجع ہیں تو سفیان (ثوری یا ابن عیینہ) نے کہا ہے کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محبت ہے گویا انہوں نے قول اللہ تعالیٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پر نظر کی ہے۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس اعتقاد کا نام ہے کہ آپ کی نصرت اور یاری (فرض) کرنا اور آپ کی سنت سے (اعتراض مخالفین کا) دفع کرنا اور اس کا مطیع اور منقاد ہونا اور اس کی مخالفت سے ڈرنا واجب ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ محبت دوام ذکر محبوب کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ایثار محبوب کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ محبت اس کا نام ہے کہ ہروقت محبوب ہی کی لو لگی رہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ محبت دل کا مراد رب کے موافق ہونا ہے کہ جس کو وہ محبوب رکھے اس کو یہ بھی محبوب رکھے اور جس کو وہ برا جانے اس کو یہ بھی برا جانے۔ اور کسی اور نے کہا ہے کہ محبت دل کا اس جانب مائل ہونا ہے جو مرضی محبوب کے موافق ہو اور عبارات سابقہ میں زیادہ تر ثمرات محبتؑ کی جانب اشارہ ہے نہ حقیقت محبت کی جانب اور حقیقت محبت کی دل کا اس شے کی جانب مائل ہونا ہے جو انسان کے موافق ہو۔ اور اس کا اس کے لئے موافق ہونا یا تو اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ اس کے ادراک سے لذت پاتا ہے جیسے کسی حسین صورت اور اچھی آواز اور مزہ دار کھانوں اور شرابوں اور اس قسم کے اور اشیاء کا محبوب رکھنا جن کی جانب کہ ہر طبع سلیم مائل ہوتی ہے کیونکہ یہ چیزیں بالطبع۔ طبع انسانیؑ کے موافق ہیں یا اس کا موافق ہونا اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ حاسہ عقل اور قلب کے ساتھ کسی معانی باطنہ شریفہ کا ادراک کرتا ہے جیسے محبت صالحین اور علماء عارفین اور اہل خیر کی اور محبوب رکھنا ان سیر جمیلہ اور افعال حسنہ کا جو ان سے ماثور اور منقول ہیں کیونکہ انسان کی طبیعت ان چیزوں کی جانب خودبخود مائل ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض اقوام اور بعض مذاہب میں ان کے سبب اس قدر تعصب اور ٹھوک بندی بڑھ جاتی ہے کہ اس سے جلاوطنی اور لوگوں کی پردہ دری اور اتلاف مال اور استیصال نفوس تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے یا انسان کا کسی کو محبوب رکھنا اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ احسان اور سلوک کرتا ہے اور اس کو دیتا لیتا رہتا ہے اور اس احسان اور سلوک کے سبب وہ اس کے موافقت کرتا ہے کیونکہ طبع انسانی فطرتاً اس شخص کی محبت پر مجبور ہوئی ہے جو اس کے ساتھ احسان اور سلوک کرے اور جب تجھ کو یہ ثابت ہو گیا تو تجھ کو یہ امر بھی خودبخود معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ سب اسباب بروجہ کمال موجود ہیں اور جان لیوے گا کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تینوں معانی کے جامع ہیں جو کہ محبت کے موجب ہیں (اور آپ میں یہ تینوں صفتیں بدرجہ کمال موجود ہیں) سو ان میں سے آپ کے حسن و جمال ظاہری اور کمال اخلاق باطنی دو صفتوں کو تو ہم اس کتاب کے پہلے حصہ میں اس بسط اور تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں کہ اب اس سے زیادہ بیان کرنے کی ہم کو حاجت نہیں رہی۔ اور رہا آپ کا امت کے

ساتھ سلوک کرنا اور اس پر انعام کرنا سو وہ بھی ایسا ہی ہے کہ اس میں سے بھی کسی قدر بضمن ان اوصاف حمیدہ کے پیشتر گذر چکا ہے جن کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی تعریف فرمائی ہے کہ آپ اپنی امت پر شفیق اور رحیم ہیں اور آپ ان کو ہدایت کرتے ہیں اور ان پر شفقت فرماتے ہیں اور آپ کے سبب سے وہ آگ سے بچائے گئے ہیں اور آپ مومنین کے لئے رؤف و رحیم اور تمام عالم کے لئے رحمت ہیں اور آپ بشیر و نذیر اور اللہ کے حکم سے اس کی جانب بلانے والے ہیں اور ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کا تزکیہ فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور ان کو راہ مستقیم کی جانب راہ بتاتے ہیں پھر تمام مومنین پر آپ کے احسان سے بڑھ کر کسی کا احسان اور آپ کی بخشش سے بڑھ کر کس کی بخشش ہے جس سے سب مستفع ہوں اور مسلمانوں کے حق میں آپ کے انعام سے زیادہ کس کا انعام ہے جو اتنا فائدہ رساں ہو کیونکہ آپ ہی ان کی ہدایت کا ذریعہ اور ان کے گمراہی سے بچانے والے ہیں اور آپ ہی ان کو فلاح اور کرامت دارین کی جانب بلانے والے اور پروردگار عالم کی جانب ان کے وسیلہ اور شفیع اور ان کی جانب سے گفتگو کرنے والے ہیں اور آپ ہی ان کے لئے گواہ اور ان کی بقاء دائم اور نعیم خلد کے موجب ہیں پس اب تجھ کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی محبت حقیقیہ کے مستوجب اور مستحق ہیں شرعاً تو ان اخبار صحیح اور آثار مشہورہ کے سبب جن کو کہ ہم پیشتر ذکر کر آئے ہیں اور عادۃ جبلۃ ان دلائل سے جنکو کہ ہم نے اب ذکر کیا ہے کہ آپ کا احسان سب پر فائض اور آپ کا حسن سلوک سب کو مشتمل ہے۔ تو جب انسان اس شخص کو محبوب رکھتا ہے جس نے کہ ایک یا دو بار اس کے ساتھ دنیا میں کوئی سلوک کیا ہو یا ایک یا دو بار اس کو کسی مصیبت سے بچایا ہو یا اس سے کوئی مضرت دفع کی ہو جو چند روزہ اور ناپائدار ہو سو جس نے اس کو ایسی نعمتیں عطا کی ہوں جو کبھی زوال پذیر نہ ہوں اور اس سے وہ مصائب اور مہالک دور کئے ہوں جو ٹالے نہ ٹلتے ہوں تو محبت کے لئے یہ شخص اور بھی اولی ہو گا اور جب اپنی حسن سیرت اور حسن انتظام کے سبب کوئی بادشاہ بالطبع محبوب رکھا جاتا ہو یا کوئی واعظ جو دور و دراز کا باشندہ ہو محض اس شہرت کے سبب محبوب رکھا جاتا ہو کہ وہ علم اور فضل میں یکتا اور حسن اخلاق اور عادت میں یگانہ ہے تو جس شخص میں یہ سب خصال بروجہ کمال موجود ہوں تو وہ محبت اور میلان طبع کے لئے اور بھی اولے ہو گا۔ اور علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں کہا ہے کہ جو کوئی آپ کو دفعتہً دیکھتا تھا وہ آپ سے مرعوب ہوتا اور ڈرتا تھا اور جو آپ سے ملتا تھا اور آپ کو پہچان جاتا تھا تو وہ آپ سے مل جل جاتا تھا اور ہم نے آپ کے بعض اصحاب سے

ذکر کیا ہے کہ وہ غلبہ محبت کے سبب آپ کی طرف سے اپنی نگاہ کو نہ پھیرتے تھے۔

فصل نمبر5

بیان اس امر کا کہ امت پر آپ کی نصیحت (خیر خواہی) کا قبول کرنا واجب ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ اور نہ ان پر کہ نہیں پاتے وہ چیز کہ خرچ کریں تنگی میں جب خیر خواہی کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی نہیں نیکی والوں پر راہ الزام کی اور اللہ ہی بخشنے والا مہربان۔ اہل تفسیر نے کہا ہے کہ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کے یہ معنی ہیں کہ جب وہ باطن اور ظاہر میں مخلص اور مسلمان ہوں (تو اس وقت ان پر کچھ جرح نہیں ہم سے فقیہ ابوالولید نے بسند خود تمیم داری کی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین خیر خواہی ہے دین خیر خواہی ہے دین خیر خواہی ہے (صحابہ حاضرین نے) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے لئے فرمایا اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور آئمہ مسلمین اور سب کے لئے ہمارے آئمہ نے کہا ہے کہ نصیحت اللہ اور اس کے رسول اور آئمہ مسلمان اور جملہ مسلمین کیلئے واجب ہے۔ اور امام ابو سلیمان رحمتہ اللہ علیہ بستی نے کہا ہے کہ نصیحت ایک کلمہ (جامعہ) ہے جس کے معنی ہیں منصوح لہ کے لئے جملہ بھلائی کے ارادہ کرنا جو کسی لفظ خاص سے بیان نہیں ہو سکتے اور لغۃً اس کے معنی ہیں اخلاص کے اور یہ قول عرب نصحت العسل سے ماخوذ ہے اور یہ جب بولتے ہیں جبکہ شہد کو اس کے موم سے صاف کر لیتے ہیں۔ اور ابو بکر بن ابی اسحاق الخفاف نے کہا ہے کہ نصح اس کام کے کرنے کو کہتے ہیں جس سے صلاح اور ملائمت متعلق ہو اور یہ نصاح سے ماخوذ ہے اور نصاح اس دھاگہ کا نام ہے جس سے کپڑا سیا جاتا ہے اور اسی کے قریب قریب ابو اسحاق زجاج نے بھی کہا ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی خیر خواہی اور نصیحت یہ ہے کہ اعتقاد اس کی وحدانیت کو صحیح کرے اور اس کو ان اوصاف کے ساتھ متصف جانے جو اس کے شایان ہیں اور اس کو ان اوصاف سے منزہ سمجھے جو اس پر ناجائز ہیں اور ان اقوال اور افعال میں رغبت کرے جن کو کہ وہ محبوب رکھتا ہے اور ان اقوال اور افعال سے بچے جن سے کہ وہ غصہ ہوتا ہے اور اس کی عبادت میں اخلاص اختیار کرے۔ اور کتاب الٰہی کی نصیحت اور خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لاوے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے اور خوش آوازی کے ساتھ اس کی تلاوت کرے اور اس کی تلاوت کے وقت خشوع اور خضوع اختیار کرے اور

اس کی تعظیم بجالائے اور اس کے مطالب کو سمجھے اور اس کے مسائل کو معلوم کرے اور اس
ے تاویل غالین اور طعن ملحدین کو دفع کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
مبت اور خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور جن امور کا آپ حکم کریں یا
جن سے آپ منع فرمادیں ان میں آپ کی اطاعت کو بجالائے یہ ابو سلیمان (خطابی) کا قول ہے
اور ابوبکر (خفاف) نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ
کی یاری اور نصرت کرے اور جیتے اور مرتے آپ کی حمایت کرے اور آپ کی سنت کو زندہ
کرے بایں طور کہ اس پر عمل کرے اور اس سے اعتراضات مخالفین کو دفع کرے اور آپ
کے اخلاق کریمہ کے ساتھ متخلق اور آپ کے آداب جمیلہ کے ساتھ متادب ہو۔ اور ابو ابراہیم
اسحق التجیبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی یہ ہے کہ جو کچھ آپ
لائے ہیں اس کی تصدیق کرے اور آپ کی سنت کو محکم پکڑے اور جہاں تک ہو سکے اس کی
پھیلانے کی کوشش کرے اور لوگوں کو اس کی رغبت دلائے اور لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت
رسول اللہ اور اس پر عمل کرنے کی جانب دعوت کرے اور احمد بن محمد نے کہا ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی فرائض دل میں داخل ہو۔ اور ابوبکر آجری وغیرہ نے
کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی دو خیر خواہیوں کو مقتضے ہے ایک آپکی
زندگی میں اور ایک آپ کی وفات کے بعد سو آپ کی حیات میں تو آپ کے اصحاب کی خیر خواہی
کہ آپ کی مدد کریں اور آپ کی آپ کے دشمنوں سے حفاظت رکھیں اور جو کوئی آپ سے
دشمنی کرے اس کے ساتھ دشمنی رکھیں اور جو کچھ آپ فرمادیں اس کو سنیں اور اس میں آپ
کی اطاعت بجالائیں اور آپ پر اپنے جان و مال کو فدا کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى
نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ترجمہ (مومنین میں سے) کچھ لوگ
ہیں کہ سچ کر دکھایا انہوں نے جس پر کہ عہد کیا تھا انہوں نے اللہ سے پھر کوئی ہے ان میں سے
کہ پورا کر چکا کام اپنا اور کوئی ہے کہ راہ دیکھتا اور نہیں بدل ڈالا انہوں نے کچھ بدل ڈالنا (سورہ
احزاب رکوع ۱۱) اور فرمایا وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ترجمہ اور
مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں سچے (سورہ حشر رکوع اول) اور آپکی
وفات کے بعد جملہ مسلمانوں کا آپ کے لئے خیر خواہی کرنا یہ ہے کہ وہ آپ کی تعظیم اور توقیر بجا
لائیں اور آپ کو نہایت درجہ محبوب رکھیں اور آپ کی سنت کے سیکھنے اور سکھانے پر
مواظبت کریں اور آپ کی شریعت میں فہم حاصل کریں اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے

اصحاب کو محبوب رکھیں اور اس شخص سے جدا رہیں اور اس کو مبغوض رکھیں جو آپ کی سنت سے معرض اور منحرف ہو اور لوگوں کو اس سے ڈراویں اور آپ کی امت پر شفقت کریں اور معرفت آپ کی اخلاق حمیدہ اور خصال ستودہ اور آداب نفیسہ سے بحث کریں اور اس پر صابر رہیں پس اس تقریر پر جو کچھ آجری نے ذکر کیا ہے کہ نصیحت محبت کا پھل اور اس کا نتیجہ اور اس کی علامت ہے جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں اور امام ابوالقاسم قشیری نے حکایت کیا ہے کہ کسی نے عمرو بن اللیث بادشاہ خراسان اور مشہور ثوار کو جو کہ صفار کے لقب سے مشہور تھا خواب میں دیکھا تو اس سے کہا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ اس نے مجھ کو بخش دیا تو اس سے کہا گیا کہ کس سبب سے کہا کہ میں ایک روز پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا تو میں نے اپنے لشکر کو دیکھا تو اس وقت مجھکو ان کی کثرت بھلی معلوم ہوئی تو میں نے یہ تمنا کی کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں بھی آپ کی اعانت اور مدد کرتا سو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس بات کو مجھ سے قبول فرمالیا اور مجھ کو بخش دیا اور آئمہ مسلمین کے لئے خیر خواہی کرنا یہ ہے کہ امور حق میں ان کی اطاعت بجا لائے اور اس میں ان کی مدد کرے اور ان کو حق کا حکم کرے اور ان کو عمدہ اور پاکیزہ طور سے وعظ اور نصیحت کرے اور جس امر میں وہ غفلت کریں اور جو بات مسلمانوں کی ان سے پوشیدہ رہے اس کو ان پر ظاہر کریں اور ان پر خروج کرنا اور ان پر لوگوں کو ابھارنا اور ان کی طرف سے لوگوں کے خیالات کو فاسد کرنا چھوڑ دیں۔ اور عامہ مسلمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کو ان امور کی جانب رہبری کریں جو ان کی معاش اور معاد کے لئے بہتر ہوں اور ان کی دینی اور دنیاوی کاموں میں قول اور فعل سے مدد کریں اور ان میں سے جو لوگ غافل ہوں ان کو بیدار کریں اور جو نادان اور بیوقوف ہوں ان کو بتلا دیں اور جو محتاج ہوں ان کی داد وہش سے حلاوت کریں اور ان کی پردہ پوشی کریں اور ان کی تکالیف اور مشکلات کو دفع کریں اور ان کے لئے ان اسباب کو فراہم کریں جو ان کے نفع کے ہیں۔

تیسرا باب

بیان آپ کی تعظیم اور توقیر اور وجوب آپ کی خدمت گذاری کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے
یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ترجمہ اے نبی بے شک ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے
والا اور ڈرانے والا تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے کے اور قوت دو اس کو
اور تعظیم کرو اس کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ
اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِیعٌ عَلِیمٌ یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ
لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُکُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ إِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ
أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِکَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِیمٌ إِنَّ الَّذِینَ یُنَادُونَکَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ
أَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُونَ ترجمہ اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے
اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ ہے سننے والا جاننے والا اے ایمان والو اونچی مت کرو اپنی آوازیں
نبی کی آواز سے اور نہ بولو اس سے پکار کر جیسے بولتے ہو پکار کر ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ
ہو جاویں تمہارے کئے اور تمہیں خبر نہ ہو جو لوگ دبی آواز بولتے ہیں نزدیک رسول کے وہی ہیں
جن کے دل جانچے ہیں اللہ نے واسطے پرہیز گاری کے اور انکو بخشش ہے اور ثواب بڑا جو لوگ
پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے باہر سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے
لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ترجمہ مت ٹھہراؤ
بلانا رسول کا اپنے درمیان مثل بلانے بعض تمہارے کے بعض کو پس معلوم کرنا چاہیئے کہ ان
آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخلوق پر آپ کی تعظیم اور توقیر کو واجب اور آپ کے اکرام اور
تکریم کو لازم فرمایا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تعزروہ کے معنی ہیں تعظموا کہ
آپ کی تعظیم کرو اور مبرد نے کہا ہے تعزروہ کے معنی ہیں کہ آپ کی تعظیم میں خوب مبالغہ کرو
اور اخفش نے کہا ہے کہ آپ کی مدد کرو۔ اور طبری نے کہا ہے کہ آپ کی اعانت کرو اور (تعززوہ کے بدلہ) تعززوہ بھی پڑھا گیا ہے دو زاؤں کے ساتھ اور یہ عزسے ماخوذ ہے مطلب یہ ہے کہ
آپ کی عزت کرو۔ اور قول ابن عباس کے موافق لوگوں کو آپ کے حضور میں بات چیت میں
پیش قدمی کرنے سے منع فرمایا ہے کہ بے ادبی سے آپ کے سامنے بات چیت میں سبقت مت

کرو اور ان معنی کو ثعلب نے اختیار کیا ہے۔ اور سہل بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کوئی بات نہ فرمادیں اس وقت تک تم کوئی بات نہ کرو اور جب آپ کچھ فرماویں تو اس کو سنو اور چپ رہو اور ان کو اس امر سے منع فرمایا ہے کہ آپ کے روبرو کسی امر کے طے کرنے میں جب تک کہ آپ کوئی حکم نہ دیں مبادرت اور جلدی نہ کرو اور جنگ و جدال وغیرہ امور دینی سے بھی کسی امر میں آپ کے حکم سے پہلے مبادرت نہ کرو اور اس جانب حسن بصری اور مجاہد اور ضحاک اور سدی اور ثوری کا قول راجح ہے۔ پھر امور مذکورہ میں ان کو آپ کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔ اور فرمایا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ خدا سے ڈرو بے شک خدا سننے جاننے والا ہے۔ ماوردی نے کہا ہے کہ اتقوہ کے معنی ہیں کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش قدمی کرنے سے ڈرو۔ اور سلمی نے کہا ہے کہ تم آپ کے حق میں کوتاہی کرنے اور آپ کے احترام کے ضائع کرنے سے ڈرو کیونکہ وہ تمہاری بات کا سننے والا اور تمہارے افعال کا دیکھنے والا ہے پھر ان کو آپ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنے اور آپ کے سامنے پکار کر بولنے سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپ کے روبرو اس طرح چلا چلا کر اور پکار پکار کر نہ بولیں جیسے باہم بولتے ہیں اور کہا گیا ہے (کہ آپ کو اس طرح نہ پکاریں) جیسا کہ باہم ایک دوسرے کو اس کا نام لے کر پکارتے ہیں۔ ابو محمد کی نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت مت کرو اور آپ سے سختی اور درشتی سے بات مت کرو اور آپ کو آپ کا نام لے کر مت پکارو جیسا کہ تم باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور لیکن آپ کی عظمت کرو اور آپ کی توقیر بجالاؤ اور آپ کو اس نام کے ساتھ پکارو جو آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہو جیسے یارسول اللہ یا نبی اللہ اور کی کا یہ کہنا یک تاویل پر ایسا ہے جیسا سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ترجمہ مت ٹھہراؤ پکارنے رسول کو درمیان اپنے مثل پکارنے بعض تمہارے کے بعض کو اور اس کے سوا اوروں نے کہا ہے کہ بغیر اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سمجھنا مقصود ہو آپ سے خطاب مت کرو۔ اس کے بعد سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو حبط عمل کی دھمکی دی ہے اور ان کو یہ جتلایا ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کا سب کیا کرایا اکارت ہو جاوے گا اور ان کو ارتکاب امور سابق الذکر سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت وفد بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کے سوا اوروں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ انہوں نے آپ کو آوازیں دینا شروع کیں کہ اے

محمد اے محمد ہمارے پاس باہر آؤ سو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان لوگوں کی جہل اور نادانی کے ساتھ مذمت فرمائی اور بیان کیا کہ یہ لوگ اکثر انجان اور ناسمجھ ہیں اور کہا گیا ہے کہ پہلی آیت ابی بکر الصدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کی ایک گفتگو باہمی میں نازل ہوئی جو ان کے درمیان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیش آئی تھی اور ان دونوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا تھا اور طرفین سے پکار پکار کر بولنے کی نوبت آئی تھی اور کہا گیا ہے کہ یہ ثابت بن قیس بن شماس خطیب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں درباب مفاخرت نبی تمیم نازل ہوئی ہے اور ان کو کچھ ثقل سماع لاحق تھا جس کے سبب یہ چلا چلا کر بات کرتے تھے تو جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور ان کو اپنے اعمال کے اکارت ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو جب یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ یا نبی اللہ مجھ کو اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں کیونکہ ہم کو اللہ نے پکار کر بولنے سے منع فرمایا ہے اور میری آواز بلند ہے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ثابت کیا تو اس پر راضی نہیں ہوتا کہ تو دنیا میں قابل تعریف زندگانی بسر کرے اور شہید قتل کیا جاوے اور جنت میں داخل ہو تو وہ یمامہ کے روز قتل ہوئے اور مروی ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ واللہ میں آپ سے کبھی بات نہ کروں گا مگر جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہو اور علیٰ ہذا عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ آپ سے بات کرتے تھے تو اس طرح سے بات کرتے تھے جیسے کوئی کسی سے چپکے سے کوئی بات کرتا ہو۔ یہاں تک کہ اس آیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بات کو نہ سنتے تھے جب تک کہ آپ ان سے (دوبارہ) دریافت نہ فرماتے تھے اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ترجمہ اوپر گذر چکا ہے اور کہا گیا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ بنی تمیم کے سوا اور لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کا نام لے کر پکارا تھا۔ اور صفوان بن عسال نے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی نے آپ کو خوب للکار کر آواز دی یا محمد یا محمد تو ہم نے اس سے کہا کہ ذرا آہستہ پکار کیونکہ تجھ کو چلانے سے منع کیا گیا ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا اے ایمان

والو تم راعنا مت کو بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ انصار کا ایک محاورہ تھا جس کو وہ ازراہ تعظیم اور تکریم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ آپ ہماری رعایت کیجئے ہم آپ کی رعایت کریں تو اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کو اس کہنے سے منع فرما دیا کیونکہ یہ کلام اس کا مقتضی ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رعایت نہ کریں گے تو وہ بھی آپ کی رعایت نہ کریں گے بلکہ دونوں پر آپ کی رعایت کرنا ہر حال میں لازم اور واجب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کلمہ کے ساتھ یہود نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں رعونت (یعنی حمق) کی تعریض کرتے تھے تو اس سبب سے قطعاللذ ریعہ ودفعاللتشبہ مسلمانوں کو بھی منع کر دیا گیا تاکہ تعریض مذکور کا شک اور شبہ بھی باقی نہ رہے اور مشارکت لفظی تک درمیان سے رفع ہو جاوے اور اس میں اس کے سوا علماء کے اور بھی اقوال ہیں

فصل 1

بیان عادت صحابہ کرام کا تعظیم اور توقیر اور تجیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم سے قاضی ابو علی الصدفی اور ابوبحر الاسدی نے اپنی اپنی سندوں سے ابن شماستہ الہروی سے بیان کیا ہے کہ ہم عمرو بن العاص کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے بعد ایک لمبی حدیث ذکر کی جس میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ میری نظر میں آپ سے زیادہ کوئی بزرگ نظر آتا تھا اور آپ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے میں نے کبھی آپ کی جانب نظر بھر کر نہیں دیکھا اور اگر میں چاہوں کہ میں آپ کا حلیہ مبارک بیان کروں تو یہ امر میرے اختیار کا نہیں ہے کہ میں اس کو بیان کر سکوں کیونکہ میں نے کبھی آپ کو نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں اور ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں باہر تشریف لاتے اور مہاجرین اور انصار سب بیٹھے ہوتے جس میں کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تو ساری مجلس میں صرف ابوبکر الصدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ہی آپ کی جانب نظر اٹھاتے تھے اور آپ ان دونوں کی جانب نظر فرماتے اور یہی دونوں حضرات آپ کو دیکھ کر تبسم کرتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور اسامہ بن شریک نے روایت کیا ہے کہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب ایسے بیٹھے ہوئے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں اور حدیث آپ کی صفت میں آئی ہے کہ جب آپ بات کرتے تو آپ کے پاس بیٹھنے والے اپنا سر جھکا لیتے تھے گویا کہ ان

کے سروں پر پرند ہیں۔ اور عروۃ بن مسعود نے کہا ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے سال اس کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب بھیجا اور اس نے آپ کے صحابہ کرام کے برتاؤ تعظیمی کو دیکھا کہ آپ وضو کرتے ہیں تو وہ آپ کے وضو کے پانی پر دوڑتے ہیں اور اس پر لوٹ پڑتے ہیں اور اگر آپ تھوکتے اور کھنکارتے ہیں تو وہ اس کو فوراً اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور اس کو اپنے منہ اور جسم سے مل لیتے ہیں اور اگر آپ کا کوئی بال بھی گرتا ہے تو اس کو بھی جلدی سے اٹھا لیتے ہیں اور جب آپ ان کو کسی امر کا حکم کرتے ہیں تو وہ فوراً اس کی تعمیل کو دوڑتے ہیں اور جب آپ کچھ فرماتے ہیں تو وہ سب کے سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں (اور اس کے سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں) اور آپ کی تعظیم اور توقیر کے سبب آپ کی جانب تیز نگاہ سے نہیں دیکھتے پس جب وہ قریش کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اے گروہ قریش کے میں کسریٰ کے ملک میں اس کے پاس اور قیصر کے ملک میں اس کے پاس اور نجاشی کے ملک میں اس کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی قوم میں کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اصحاب میں اور دوسری روایت میں ہے کہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے یار اس کی اتنی تعظیم اور توقیر کرتے ہوں جتنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کرتے ہیں اور میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کسی طرح اس کو دوسروں کے حوالہ کرنے والے نہیں ہیں اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حجام آپ کے بال اتار رہا تھا اور آپ کو آپ کے اصحاب نے گھیر رکھا تھا سو وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کا کوئی بال گرنے پاوے مگر کسی کے ہاتھ میں اور اسی قبیل سے ہے یہ امر کہ جب قریش نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو طواف خانہ کعبہ کے اجازت دی جب کہ صلح حدیبیہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قریش کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ کرلیں گے اس وقت تک میں ہرگز طواف نہ کروں گا اور حدیث طلحہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من قضی نحبہ کو دریافت کر (یعنی وہ کون ہے جس نے اپنی حاجت پوری کرلی) اور صحابہ کرام آپ سے ہیبت کرتے اور آپ کی توقیر کرتے تھے تو اس نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا اتنے میں سامنے سے طلحہ نمودار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان شخصوں میں سے جنہوں نے اپنی حاجت پوری کرلی ہے یہ ہیں اور

حدیث قیلہ میں ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بصورت رقصادہ یعنی اپنی دونوں گھٹنے تھامے ہوئے بیٹھے ہیں تو میں خوف سے کانپنے لگی اور ان پر یہ حالت صرف آپ کی ہیبت اور عظمت کے سبب طاری ہوئی تھی اور حدیث مغیرہ میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناخنوں سے اپنا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے (یعنی بہت آہستہ سے) اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں جب کسی امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنا چاہتا تھا تو آپ کی ہیبت (اور جلال) کے سبب میں اس کو برسوں ٹالتا تھا

فصل 2

اور معلوم کرنا چاہیے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت اور تعظیم اور توقیر آپ کی وفات کے بعد بھی (امت پر) ویسے ہی واجب اور لازم ہے جیسی کہ آپ کی حیات میں واجب اور لازم تھی اور آپ کی اس تعظیم اور توقیر کو بجالانا اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ آپ کا یا آپ کی حدیث اور آپ کی سنت کا ذکر آوے اور آپ کے نام مبارک کو سنے اور آپ کی سیرت اور خصلت کو معلوم کرے اور آپ کی اولاد اور آپ کے اہل بیت سے کوئی معاملہ پیش آوے اور علی ہذا تعظیم اور تکریم آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کرام کی (کہ آپ کے سبب وہ بھی واجب اور لازم ہے) ابوابراہیم تجیبی نے کہا ہے کہ ہر مومن مسلم پر جبکہ آپ کا ذکر کرے یا اس کے نزدیک آپ کا ذکر آوے واجب اور لازم ہے کہ وہ ظاہر اور باطن میں آپ کے لئے فروتنی اور حرکات ظاہری سے سکون اختیار کرے اور آپ کی ہیبت اور جلال سے وہ امر بجالاوے جس کو کہ آپ کی زندگی میں آپ کے روبرو بجالاتا اور اس ادب کے ساتھ متأدب ہو جو اللہ سبحانہ و تعالی نے ہم کو (اپنے اس قول میں) سکھایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قاضی ابوالفضل رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ہمارے سلف صالحین اور آئمہ سابقین کی سیرت ہے رضی اللہ عنہم ہم سے قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن الاشعری اور ابوالقاسم احمد بن بقی الحاکم وغیرہما نے اپنی اپنی سند کے ساتھ ابن حمید سے بیان کیا ہے کہ امیرالمومنین ابو جعفر (منصور) نے مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امام مالک رحمۃ اللہ سے مناظرہ کیا تو امام مالک رحمۃ اللہ نے ان سے کہا کہ اے امیرالمومنین اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کرو کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی نے ایک قوم کو ادب سکھایا ہے اور فرمایا ہے لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ

النَّبِيِّ الایت اور ایک قوم کی مدح فرمائی ہے اور کہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ الایت اور ایک قوم کی مذمت فرمائی ہے اور کہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی وہی حرمت ہے جو آپ کی حیات میں تھی تو اس کلام سے ابو جعفر منصور دھیما پڑ گیا اور کہا کہ اباعبداللہ میں قبلہ کی جانب کھڑا ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب منہ کر کے کھڑا ہوں اور دعا مانگوں تو امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کیوں اپنا منہ پھرتا ہے اور آپ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک تیرے اور تیرے باپ آدم کے وسیلہ ہیں پس تو آپ ہی کی جانب منہ کر اور آپ کی شفاعت کا طالب ہو اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگ تو تیرے حق میں اللہ آپ کی شفاعت قبول فرماوے گا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ترجمہ اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر آویں تیرے پاس پس بخشش مانگیں اللہ سے اور بخشش مانگے واسطے انکے رسول البتہ پاویں گے اللہ کو پھر آنیوالا مہربان (سورہ نساء رکوع 9) اور امام مالک رحمتہ اللہ نے اس شخص کے جواب میں کہا تھا جس نے کہ آپ سے ایوب سختیانی کا حال دریافت کیا تھا کہ جتنے لوگوں سے میں حدیث بیان کرتا ہوں ان سب میں ایوب سختیانی سب سے افضل ہیں اور کہا ہے کہ انہوں نے دو حج کئے ہیں سو میں ان کو گوشہ چشم سے دیکھتا تھا اور ان سے اس کے سوا کچھ نہ سنتا تھا کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا تو وہ اتنے روتے کہ مجھ کو ان پر ترس آجاتا سو جب میں نے ان کی یہ حالت دیکھی اور دیکھا کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس قدر اجلال اور اکرام کرتے ہیں تو میں نے ان سے حدیث لکھنا شروع کیا اور مصعب بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تو آپ کی رنگت بدل جاتی اور آپ کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ یہ امر آپ کے ہم نشینوں پر شاق گذرتا تو کسی نے ایک روز آپ سے اس بارے میں کچھ عرض کیا تو آپ نے کہا کہ اگر کہیں تم کو وہ نظر آجاتا جو میں دیکھ رہا ہوں تو تم مجھ پر اعتراض نہ کرتے اور میں محمد بن المنکدر کو دیکھتا تھا اور وہ سید القراء تھے قریب تھا کہ تو ان سے کسی حدیث کا سوال نہ کرتا مگر وہ اتنا روتے کہ مجھ کو ان پر ترس آجاتا اور میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا اور وہ بڑے بامذاق اور ہنس مکھ شخص تھے کہ جب ان کے نزدیک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر آجاتا تھا تو وہ زرد ہو جاتے تھے اور میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کی ہو اور میں مدتوں ان کے پاس آیا گیا مگر میں نے ان کو تین حالتوں کے سوا چوتھی حالت پر نہیں پایا یا نماز پڑھتے یا چپ بیٹھے یا قرآن شریف پڑھتے اور وہ کبھی بے فائدہ بات نہ کرتے تھے اور وہ ان علماء اور عباد میں سے ہیں جو اللہ عزوجل سے ڈرنے والے ہیں اور عبدالرحمٰن بن القاسم کی یہ حالت تھی کہ جب وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کی ایسی رنگت نظر آنے لگتی تھی جیسے کسی نے ان کا تمام خون کھینچ لیا ہو اور ہیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ان کے منہ میں ان کی زبان خشک ہو جاتی تھی اور میں عامر بن عبداللہ بن الزبیر کے پاس آتا تھا تو جب کبھی ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آجاتا تو وہ اتنے روتے کہ ان کی آنکھوں میں ان کے آنسو خشک ہو جاتے اور میں نے محمد (بن شہاب) زہری کو دیکھا ہے اور یہ بڑے ملن سار اور بڑے بامحبت شخص تھے کہ جب ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آجاتا تو ان کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ نہ وہ تجھ کو پہچانیں اور نہ تو ان کو پہچانے (یعنی ان کی حالت میں ایسا تغیر عظیم پیدا ہو جاتا تھا) اور میں صفوان بن سلیم کے نزدیک آتا تھا اور وہ بڑے عابد اور باریاضت شخص تھے سو جب ان کے نزدیک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا تو وہ رو پڑتے اور برابر روتے رہتے یہاں تک کہ جو لوگ وہاں موجود ہوتے وہ (ان کی یہ حالت دیکھ کر) ان کے پاس سے کھڑے ہو جاتے اور ان کو (روتا ہی) چھوڑ جاتے اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب وہ کوئی حدیث سنتے تو روتے اور (روتے روتے) بیقرار ہو جاتے اور جب امام مالک رحمتہ اللہ کے نزدیک لوگوں کا مجمع زیادہ ہونے لگا اور کسی نے ان سے کہا کہ اگر آپ کوئی مستملی اختیار کر لیتے تو بہتر ہوتا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ترجمہ اے ایمان والو اونچی مت کرو اپنی آواز نبی کی آواز سے اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی وہی حرمت باقی ہے جو آپ کی حیات میں تھی۔ (اور آپ کی وفات سے اس میں کچھ فرق نہیں آیا) اور بعض اوقات ابن سیرین ہنستے ہوتے اور ان کے نزدیک کوئی شخص کسی حدیث نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر دیتا تو ان سے فوراً فروتنی اور انکساری ٹپکنے لگتی۔ اور جب عبدالرحمٰن بن مہدی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پڑھتے تو لوگوں کو حکم دیتے کہ چپ رہو اور کہتے لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آوازیں بلند مت کرو اور اس کی یہ تاویل کرتے تھے کہ جیسا (آپ کی حیات میں) آپ کی بات سنتے وقت چپ رہنا واجب ہے ویسا ہی اس وقت بھی

میں رہنا واجب ہے جب کہ آپ کی حدیث پڑھی جاوے۔

فصل 3

بیان سیرت سلف صالحین کا روایت حدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم سے حسین بن محمد نے بسند خود عمرو بن میمون سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں سال بھر تک حضرا بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا رہا مگر میں نے ان کو کبھی نہیں سنا کہ انہوں نے کہا ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مگر ایک روز کہ انہوں نے کوئی حدیث بیان کی اور ان کی زبان سے نکلا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان پر ایک طرح کی کرب اور بے چینی غالب ہوئی یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے۔ پھر کہا خدا نے چاہا تو آپ نے ایسا ہی فرمایا ہے یا اس سے کچھ زائد یا اس سے کچھ کم یا اس کے قریب قریب اور ایک اور روایت میں ہے کہ پھر آپ کے چہرہ پر ایک تاریکی چھا گئی اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے دونوں آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اور ابراہیم بن عبداللہ قریم الانصاری قاضی مدینہ نے کہا ہے کہ (امام) مالک انس رحمتہ اللہ ابی حازم کے قریب سے گذرے اور وہ اس وقت حدیث بیان کر رہے تھے تو وہ چلے آئے (اور ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے) اور کہا کہ مجھے کوئی جگہ نہیں ملی جو میں بیٹھتا اور اس کو میرے دل نے قبول نہ کیا کہ میں کھڑے کھڑے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنوں اور امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ ایک شخص سعید بن المسیب کے پاس آیا اور اس نے کسی حدیث کو دریافت کیا اور وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے تو وہ بیٹھ گئے اور اس سے حدیث بیان کی تو اس نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ (نشست کی) تکلیف نہ اٹھاتے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تجھ سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیٹے لیٹے بیان کروں اور محمد بن سیرین رحمتہ اللہ سے مروی ہوا ہے کہ وہ بعض اوقات ہنستے ہوتے اور ان کے نزدیک کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو ذکر کر دیتا تو ان پر فوراً فروتنی اور انکساری چھا جاتی۔ اور ابو مصعب نے کہا ہے کہ مالک بن انس رحمت اللہ تعظیم اور توقیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب کبھی آپ کی حدیث کو بے وضو بیان نہ کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمتہ اللہ نے یہ بات جعفر بن محمد سے (بھی) روایت کی ہے اور مصعب بن عبداللہ نے کہا ہے کہ جب مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتے تو وضو کرتے اور تیاری فرماتے اور اپنے کپڑے پہنے پھر حدیث بیان کرتے مصعب نے کہا کہ کسی نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ

نے جواب دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے (اور اس کی تعظیم اور توقیر ضروری ہے) مطرف نے کہا ہے کہ جب لوگ امام مالک رحمتہ اللہ کے پاس آتے تو ان کی ایک چھوکری ان کی طرف نکلتی اور کہتی کہ تم سے شیخ یہ کہتے ہیں کہ تم حدیث کے طالب ہو یا مسائل (فقہ) کے پس اگر وہ یہ کہتے کہ ہم مسائل فقہی کے طالب ہیں تو آپ اسی وقت باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم حدیث کے طالب ہیں تو آپ غسلخانہ میں داخل ہوتے اور نہاتے اور خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے اور اپنا چوغہ اوڑھتے اور جامہ باندھتے اور سر پر اپنے چادر ڈالتے اور آپ کے لئے مسند بچھائی جاتی پھر آپ باہر تشریف لاتے اور اس پر بیٹھتے اور آپ پر خشوع اور خضوع غالب ہوتا اور جب تک آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فارغ نہ ہوتے اس وقت تک اگر سلگتا رہتا (اور اس) کی دھونی ہوتی رہتی اور مطرف کے سوا کسی اور نے کہا ہے کہ وہ اس مسند پر صرف اسی وقت بیٹھتے تھے جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے ابن ابی اویس نے کہا ہے کہ کسی نے اس بارہ میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے کچھ کہا (یعنی آپ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں) تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بجالاؤں اور میں اس کو اس وقت تک بیان کرنا نہیں چاہتا جب تک کہ میں باوضو اور پوری طرح نہ بیٹھا ہوں کہا ہے اور وہ اس بات کو بھی ناپسند رکھتے تھے کہ راستہ میں کھڑے ہو کر یا جلدی کی حالت میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کریں اور کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب اچھی طرح سمجھا دوں ضرار بن مرۃ نے کہا ہے کہ سلف صالحین بے وضو حدیث کے بیان کرنے کو مکروہ جانتے تھے اور اسی کے مانند قتادہ سے بھی مروی ہوا ہے اور اعمش (یعنی سلیمان بن مہران) جب حدیث بیان کرنا چاہتے اور ان کو وضو نہ ہوتا تو وہ تیمم کر لیتے اور قتادہ رضی اللہ عنہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو بے وضو کسی دوسرے سے بیان کرتے تھے اور نہ بے وضو کبھی خود پڑھتے عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ میں امام مالک رحمتہ اللہ کے نزدیک تھا اور وہ ہم سے حدیث بیان کر رہے تھے تو ان کے ایک بچھو نے سولہ بار ڈنک مارا اور (اس کی تکلیف سے) ان کی رنگت بدل بدل جاتی تھی اور ان کے چہرہ پر زردی چھا چھا جاتی تھی مگر انہوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قطع نہیں کیا پس جب وہ مجلس تحدیث سے فارغ ہوئے اور لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے ان سے کہا کہ اے ابا عبداللہ میں نے آج آپ سے عجب دیکھا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سبب صبر کیا ابن مہدی نے کہا یکہ میں ایک روز امام مالک کے ساتھ عتیق گیا سو میں نے (راستہ میں) ان سے ایک حدیث دریافت کی تو انہوں نے مجھ کو ڈانٹا اور کہا کہ میں تجھ کو اس سے برتر خیال کرتا تھا کہ تو ہم سے راستہ چلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث دریافت کرے گا اور ان سے جریر بن عبدالحمید قاضی نے ایک حدیث دریافت کی اور وہ خود یا امام مالک رحمتہ اللہ کھڑے تھے تو انہوں نے اس کے حبس کا حکم دیا تو کسی نے کہا وہ قاضی ہیں تو آپ نے کہا کہ تادیب کے لئے قاضی زیادہ مستحق ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ ہشام بن الغازی نے بحالت قیام امام مالک سے ایک حدیث دریافت کی تو انہوں نے اس کے بیس کوڑے مارے پھر آپ کو ان پر شفقت آئی تو آپ نے ان سے بیس حدیثیں بیان کیں تو ہشام کہتے ہیں کہ میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ وہ میرے اور کوڑے مارتے اور مجھ سے ایک حدیث اور زیادہ بیان کر دیتے عبداللہ بن صالح نے کہا کہ امام مالک اور لیث اس وقت تک حدیث نہ لکھتے تھے جب تک کہ باوضو نہ ہوتے تھے اور کہا ہے کہ قتادہ اس بات کو محبوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو کوئی بے وضو نہ پڑھے اور نہ کوئی بے وضو ان کو دوسرے سے بیان کرے اور اعمش کی عادت تھی کہ جب وہ حدیث بیان کرنا چاہتے اور وہ بے وضو ہوتے تو وہ تیمم کر لیتے

فصل 4

(اس بیان میں کہ) آل اطہار اور ذریات طیبات اور ازواج مطہرات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کرنا اور ان کی خدمت کا بجالانا بھی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تعظیم اور توقیر ہے جیسا کہ (احادیث کثیرہ میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ترغیب فرمائی ہے اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے اس مسلک کو اختیار فرمایا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ترجمہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے پلیدی اے اہل بیت اور پاک کرے تم کو پاک کرنا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ترجمہ اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ ہم سے شیخ ابو محمد العدل نے بسند خود زید بن ارقم سے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم کو اپنے اہل بیت میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور اس کلمہ کو آپ نے تین بار فرمایا ہم نے زید سے کہا کہ آپ کے اہل بیت کون ہیں کہا کہ علی کی اولاد اور جعفر کی اولاد اور عقیل کی اولاد اور عباس

کی اولاد رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت پس دیکھ لو کہ میرے پیچھے ان میں کیسا برتاؤ کرتے ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولاد (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکا پہچاننا چھٹکارہ ہے آگ سے اور اولاد (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا گذرنا ہے پل صراط سے اور اولاد (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موالات کرنا اور ان کو اپنا ولی جاننا امن ہے عذاب سے بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کا پہچاننا یہ ہے کہ ان کے مرتبہ عالی کو پہچانے کہ ان کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا قرب نسب ہے اور جب کوئی ان کا یہ مرتبہ معلوم کر لے گا تو اس کو یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ اس کے ذمہ پر آپ کے سبب سے ان کا کیا حق ہے اور اس پر ان کا کس قدر احترام کرنا واجب ہے اور عمرو بن ابی سلمہ سے مروی ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اور یہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تھی تو آپ نے فاطمہ اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین علیہما السلام کو بلایا اور ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیا اور علی کرم اللہ وجہہ ان کے پس پشت تھے پھر فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے پلیدی کو دفع کر اور ان کو خوب پاک فرما اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب مباہلہ کی آیت نازل ہوئی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور امام حسن اور امام حسین اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا کہ اے اللہ یہ میرے اہل ہیں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں کہا ہے کہ جس کا میں مولا اس کے علی بھی مولا ہیں اور فرمایا اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جس کو وہ دوست رکھیں اور تو اس کو دشمن رکھ جس کو وہ دشمن رکھیں اور نیز آپ نے ان کے حق میں کہا ہے کہ تجھکو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور تجھ کو دشمن نہیں رکھتا مگر منافق اور عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی دل میں ایمان داخل نہ ہو گا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے واسطے تم کو محبوب نہ رکھے گا اور جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور انسان کا چچا اس کے باپ کے مانند ہے اور آپ نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا تم مع اپنی اولاد کے فجر کو میرے پاس آؤ تو آپ نے ان کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنی ایک چادر میں ڈھانک لیا اور کہا کہ (اے اللہ) یہ میرے چچا اور میرے باپ کے مانند ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں تو تو ان کو آگ سے اس طرح چھپا

لے جیسا کہ میں نے ان کو چھپایا ہے تو اس پر دروازوں کی چوکھٹ اور گھر کی دیواروں نے کہا آمین آمین اور آپ اسامہ بن زید اور حسن رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے اے اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے اہل بیت میں رعایت کرو اور ان کے احترام کو نگاہ رکھو اور کہا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھ کو یہ بات کہ میں قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب صلہ رحمی اور سلوک کروں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور سلوک کروں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اس کو محبوب رکھے جو حسن اور حسین (علیہما السلام) کو محبوب رکھے اور فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ ان دونوں کو اور ان کی والدہ کو محبوب رکھا تو وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے قریش کی اہانت کی خدا اس کی اہانت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ تم عائشہ کے حق میں مجھ کو ایذا مت دو۔

اور عقبۃ بن الحارث سے مروی ہوا ہے کہ میں نے ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گردن پر لئے ہوئے تھے اور کہتے جاتے تھے قسم ہے میرے باپ کی کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہیں نہ علی کرم اللہ وجہہ سے اور علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔ اور عبداللہ بن حسن رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک ضرورت سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم کو کوئی ضرورت ہوا کرے تو تم مجھ کو لکھ بھیجا کرو مجھ کو اس سے شرم آتی ہے کہ خدا تم کو میرے دروازہ پر دیکھے۔ اور شعبی سے مروی ہوا ہے کہ زید بن ثابت نے اپنی والدہ کے جنازہ پر نماز پڑھی پھر ان کے قریب ان کا خچر لایا گیا تا کہ وہ اس پر سوار ہوں تو اتنے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما آگئے تو انہوں نے ان کی رکاب تھام لی تو زید نے ان سے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے آپ اس کو چھوڑ دیجئے تو انہوں نے کہا کہ ہم کو علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم ہوا ہے تو زید رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ ایسا کرنے کا حکم ہوا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے محمد بن اسامہ کو دیکھ کر کہا کاش یہ میرا غلام ہوتا تو کسی نے کہا کہ یہ محمد بن اسامہ ہیں تو ابن عمر نے (شرم سے) اپنا سر جھکا

لیا اور اپنے ہاتھ سے زمین کریدنے لگے اور کہا کہ اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تو محبوب رکھتے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ اسامہ بن زید جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئیں اور ان کے ساتھ ان کا ایک غلام تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ رہا تھا تو ان کے لئے عمر بن عبدالعزیز کھڑے ہوئے اور ان کی جانب بڑھے یہاں تک کہ انہوں نے ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں کر لیا اور اپنے ہاتھوں کو اپنے کپڑے میں اور ان کو لے جا کر اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھا دیا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور ان کی سب ضرورتیں پوری کر دیں اور کوئی ضرورت ایسی نہ چھوڑی جس کو پورا نہ کیا ہو۔ اور جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کا تین ہزار اور اسامہ بن زید کا ساڑھے تین ہزار وظیفہ مقرر کیا تو عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے عرض کیا کہ تم نے مجھ پر ان کو کیوں فضیلت دی واللہ یہ کسی موقع پر مجھ سے پہلے حاضر نہیں ہو تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید تیرے باپ سے اور اسامہ تجھ سے زیادہ پیارے تھے تو میں نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے اور اس کو مقدم رکھا ہے اور معویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ کابس بن ربیعہ (صورت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہیں تو جب وہ ان نز دروازہ مکان سے داخل ہوئے تو معویہ اپنے تخت سے کھڑے ہوئے اور ان سے جا کر ملے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور محض مشابہت صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مرغاب ان کی جاگیر میں دیدیا اور مروی ہوا ہے کہ جب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو جعفر بن منصور نے مارا اور جو کچھ کرنا تھا وہ ان کے ساتھ کیا اور وہ حالت بیہوشی میں وہاں سے اٹھا کر لائے گئے اور ان کے پاس مخلوق حاضر ہوئی اور ان کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا کہ میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو (اپنی طرف سے) حلال کر دیا یعنی اس کا قصور معاف کر دیا تو اس کے بعد آپ سے کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں ڈرا کہ کہیں میں مر جاؤں اور میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی حالت میں ملوں کہ مجھ کو اس امر کی دامن گیر ہو کہ میرے سبب سے آپ کی اولاد میں سے ایک شخص دوزخ میں داخل ہو اور کہا گیا ہے کہ منصور نے ان کو جعفر سے قصاص دلانا چاہا تو انہوں نے منصور کو جواب دیا کہ خدا کی پناہ واللہ وہ میرے بدن سے کوڑا بھی نہ اٹھانے پایا تھا کہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب میں نے اس کو حلال (اور معاف) کر دیا تھا اور ابوبکر بن عیاش نے کہا ہے کہ اگر میرے پاس ابوبکر اور عمر اور علی رضی اللہ عنہم آویں تو میں قرابت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ان دونوں سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کی حاجت کو پورا کروں
اور اگر میں آسمان سے زمین پر گر جاؤں تو مجھ کو یہ اس سے محبوب ہے کہ میں علی کرم اللہ وجہہ
کو ابوبکر الصدیق اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دوں اور کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے کہا تھا کہ فلانی بی بی انتقال کر گئیں اور ازواج مطہرات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
سے ایک بی بی کا نام لیا تو وہ سجدہ میں گر پڑے تو کسی نے کہا کہ کیا آپ اس گھڑی سجدہ کرتے
ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم
کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو تو ازواج مطہرات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے سے
زیادہ اور کون نشانی بڑی ہو گی اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ام ایمن مولاہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ان کی زیارت کیا کرتے تھے اور جب حلیمہ سعدیہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس
آئیں تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی اور ان کی حاجت کو پورا فرمایا سو جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے وفات فرما گئے تو وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک
آئیں تو ان دونوں حضرات نے بھی ایسا ہی کیا

فصل 5

اور آپ کے اصحاب کرام کی تعظیم اور توقیر کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کا اقتدار اور اکرام کرنا اور ان کی ثنا اور صفت بیان کرنا اور ان کے لئے دعا اور استغفار کرنا اور ان کے ان قصوں قضایوں سے باز رہنا جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا اور ان اخبارات کاذبہ اور حکایات واہیہ سے اعراض کرنا جن کو کہ مورخین جاہلین اور روات مغفلین اور شیعہ ضالین اور مبتدعین غاوین نے روایت کیا ہے اور ان سے کسی صحابی کی شان میں کوئی قدح لازم آتا ہے اور ان کے لئے ان تمام امور میں جو کہ اس نے از قسم فتن و فساد منقول و ماثور ہوئے ہیں تاویل نفیس اور مخلص کریم کا پیدا کرنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تعظیم اور توقیر اور آپ ہی کی خدمت گذاری ہے کیونکہ یہ سب حضرات اسی کے اہل ہیں اور ان میں سے کسی کو نہ تو کسی برائی کے ساتھ یاد کرے اور نہ ان پر کسی قسم کا طعن کرے بلکہ لوگوں سے ان کی خوبیوں اور فضائل حمیدہ اور خصائل ستودہ کا ذکر کرے اور ان امور سے جو اور اس کے سوا ہیں بچتا رہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو تم چپ رہو فرمایا اللہ تعالی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ترجمہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کافروں پر نرم ہیں آپس میں دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی اور نشانی ان کی مونہوں ان کے میں ہے اثر سجدہ سے یہ ہے صفت ان کی تورات میں اور صفت ان کی انجیل میں جیسے کھیتی نکالی اس نے سوئی اپنی پھر قوی کیا اس کو پھر موٹی ہوئی پھر کھڑی ہوئی اپنی نال پر خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو تاکہ غصہ میں لاوے اس کے سبب کافروں کو وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے بخشش کا اور ثواب بڑے کا انتہی اور فرمایا اللہ تعالی نے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ترجمہ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ ان کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ترجمہ بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جبکہ وہ بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کے اور فرمایا (مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ) رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ترجمہ ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا انہوں نے جس پر اقرار کیا تھا انہوں نے اللہ سے پھر کوئی ہے ان میں سے کہ پورا کر چکا ذمہ اپنا اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھتا اور بدلا نہیں ایک ذرہ ہم سے قاضی ابو علی نے بسند خود حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم ان لوگوں کا اقتدا کرو جو میرے بعد ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے ستارہ ان میں سے جس کسی کا بھی اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے۔ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میرے اصحاب کی ایسی مثال ہے جیسے کھانے میں نمک کہ بغیر اس کے کھانا ہی درست نہیں ہوتا اور فرمایا کہ تم میرے اصحاب میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنا لینا سو جس نے ان کو دوست رکھا سو اس نے مری محبت کے سبب ان کو دوست رکھا اور جس نے ان کو دشمن رکھا ہو اس نے میری دشمنی کے سبب ان کو دشمن رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی سو اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی سو اس اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی سو قریب ہے کہ وہ اس کو پکڑے گا۔ اور فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کا کوئی شخص کوہ احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ نہ ان کے ایک مد برابر ہو گا اور نہ آدھی کے اور فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اس پر خدا کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی اس سے نہ خدا نفل قبول فرماوے گا اور نہ فرض اور فرمایا ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو تم چپ رہو اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین کے سوا میرے اصحاب کو سارے جہان کے لوگوں پر پسند فرمایا ہے اور پھر ان میں سے میرے لئے چار کو پسند فرمایا ہے ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ

عنہم تو ان کو میرے سارے اصحاب سے بہتر کیا ہے اور میرے سارے ہی اصحاب بہتر ہیں اور فرمایا ہے کہ جس نے عمر کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے عمر کو مبغوض رکھا اس نے مجھ کو مبغوض رکھا۔ اور مالک بن انس وغیرہ نے کہا ہے کہ جس نے صحابہ کو مبغوض رکھا اور ان کو برا کہا سو اس کا مسلمانوں کے فئی میں کچھ حق نہیں اور انہوں نے یہ بات سورہ حشر کی اس آیت سے نکالی ہے وَالَّذِیْنَ جَآؤُا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ اور (فی) واسطے ان لوگوں کے ہے جو آئے ہیں پیچھے ان کے کہتے ہیں اے رب ہمارے بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو پہلے ایمان لائے ہم سے اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں اے رب ہمارے تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔ اور کہا ہے کہ جس کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سبب غصہ پیدا ہو سو وہ کافر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ تاکہ غصہ دلاوے کافروں کو اور عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ جس کسی میں دو خصلتیں پائی جاویں اس نے نجات پائی ایک سچائی دوسرے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت۔ ابو ایوب سختیانی نے کہا ہے کہ جس کسی نے ابابکر رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا اس نے دین کو قائم کر لیا اور جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا اس نے خدا کا راستہ ظاہر کر لیا اور جس نے عثمان کو محبوب رکھا اس نے نور الٰہی کو روشن کر لیا اور جس نے علی کرم اللہ وجہہ کو محبوب رکھا سو اس نے کڑے مضبوط کو پکڑ لیا اور جس نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حسن ثناء کے ساتھ ذکر کیا سو وہ نفاق سے بری ہو گیا اور جس نے ان میں کسی کو دشمن رکھا تو وہ متبدع اور سنت نبوی اور (طریقہ) سلف صالحین کا مخالف ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ جب تک وہ تمام صحابہ کرام کو دوست نہ رکھے اور ان کی طرف سے اس کا دل صاف نہ ہو اس وقت تک اس کا آسمان کی جانب کوئی عمل نہ چڑھے یعنی کوئی عمل قبول نہ ہو۔ اور حدیث خالد بن سعید میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو میں ابی بکر سے راضی ہوں تو ان کے لئے تم اس بات کو معلوم کر لو اے لوگو میں عمر اور عثمان اور علی اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر اور سعد اور سعید اور عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہم) سے راضی ہوں سو ان کے لئے تم اس بات کو پہچان لو اے لوگو اللہ نے اہل بدر اور اہل حدیبیہ کو بخش دیا اے لوگو میرے اصحاب اور میری سسرال اور میرے دامادوں میں میری رعایت رکھو ایسا نہ ہو کہ ان میں کوئی شخص تم سے کسی مظلمہ کا طالب ہو کیونکہ وہ ایسا مظلمہ ہے جو کل کے روز قیامت میں بخشا نہ جاوے گا اور

ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا کہ (عدل وانصاف میں) عمر بن عبدالعزیز کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا مناسبت ہے تو ان کو غصہ آگیا اور کہا کہ اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی دوسرا قیاس نہیں کیا جاتا اور معاویہ رضی اللہ عنہ تو آپ کے صحابی بھی ہیں اور صہر (سالے) بھی ہیں اور کاتب بھی ہیں اور وحی الٰہی پر آپ کے امین بھی ہیں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ایک شخص کا جنازہ حاضر کیا گیا تو آپ نے اس پر نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ عثمان کو دشمن رکھتا تھا سو خدا نے اس کو دشمن رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے حق میں فرمایا ہے کہ ان کی خطا واری سے درگذر کرو اور ان کی نیکو کاری سے قبول کرو اور فرمایا کہ میرے اصحاب اور میرے اصہار میں میری) رعایت رکھو (اور ان کا حق ادا کرو) سو جو کوئی ان کے حق میں میرے حق کی رعایت کرے گا سو اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں حفاظت کرے گا اور جو کوئی اس میں میرے حق کی رعایت نہ کرے گا سو اللہ اس سے بری ہے اور جس سے اللہ بری ہوا قریب ہے کہ وہ اس سے مواخذہ کرے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی میرے اصحاب میں میری حفاظت کرے گا (اور میرے حق کو ملحوظ رکھے گا) تو قیامت کے روز میں اس کا حافظ اور نگہبان ہوں گا اور فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے اصحاب میں میری حفاظت کرے گا وہ میرے پاس حوض پر وارد ہو گا اور جو کوئی میرے اصحاب میں میری حفاظت نہ کرے گا سو وہ میرے پاس میرے حوض پر بھی وارد نہ ہو گا اور نہ مجھ کو دیکھے گا مگر دور سے امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ہیں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سارے خلق کے ادب سکھانے والے ہیں اور جن کے سبب ہم کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رحمتہ للعالمین بنایا ہے وہ راتوں کو بقیع کی جانب تشریف لے جاتے اور ان کے لئے دعا استغفار کرتے جیسے کہ آپ ان کو رخصت کر رہے ہوں اور اسی کا اللہ نے آپ کو حکم کیا تھا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ان کی محبت اور شفقت اور موالات کا اور ان اشخاص سے دشمنی کرنے کا حکم دیا ہے جو ان کو دشمن رکھے اور کعب (احبار) رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی صحابی ایسا نہیں ہے جو قیامت کے روز شفاعت نہ کرے گا (یعنی سارے ہی صحابی شفاعت کریں گے) اور انہوں نے مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے اس امر کا سوال کیا کہ قیامت کے روز وہ ان کی شفاعت کریں سہل بن عبداللہ التستری نے کہا ہے کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لایا جو آپ کے اصحاب کرام کی تعظیم اور توقیر اور آپ کے اصحاب کی عزت نہ کرتا ہو۔

فصل 6

اور آپ کی اسباب کی تعظیم اور تکریم اور اس کو بڑا جاننا اور ان مقامات اور مکانات کا اکرام کرنا جہاں کہ آپ حاضر ہوئے ہیں جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور آپ کے معاہد اور ان اشیاء کا معظم جاننا بھی آپ ہی کی تعظیم اور توقیر ہے جن کا کہ آپ نے تعہد فرمایا ہے یا جن کو کہ آپ نے چھوا ہے یا جو آپ کے سبب سے معلوم ہوئے ہیں۔ اور صفیہ بنت بخدہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ابی محذورہ کی مقدم راس میں ایک بالوں کا جوڑا تھا کہ جب وہ بیٹھتے اور اس کو چھوڑ دیتے تو وہ زمین سے جا لگتا تو کسی نے ان سے کہا کہ تم ان کو منڈوا کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے کہا کہ میں ان کو منڈوا نہیں سکتا کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ لگا ہے (اور آپ نے ان کو چھوا ہے) اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بال تھے تو ان کی یہ ٹوپی کسی لڑائی میں گر گئی تو انہوں نے اس پر ایسا سخت حملہ کیا کہ کثرت مقتولین اس حملہ کے سبب اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر اعتراض کرنا پڑا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ فعل محض ٹوپی کے سبب سے نہیں کیا بلکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال لگے ہوئے تھے ان کے سبب سے کیا ہے تاکہ مجھ سے اس کی برکت دور نہ ہونے پاوے اور وہ مشرکوں کے ہاتھ میں نہ جا پڑیں اور کسی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے ممبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کے بیٹھنے کی جگہ اپنا ہاتھ رکھا اور پھر اس کو اپنے منہ پر رکھ لیا۔ اور اسی سبب سے امام مالک رحمتہ اللہ مدینہ منورہ میں اپنی سواری پر سوار نہ ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھ کو اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سرزمین کو اپنی سواری کے سموں سے روندوں جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہوئے ہوں اور نیز ان سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے بہت سے گھوڑے امام شافعی رحمتہ اللہ کو ہبہ کر دیئے جو اس وقت ان کے نزدیک تھے تو ان سے امام شافعی رحمتہ اللہ نے کہا کہ ان میں سے ایک گھوڑا تو آپ اپنی سواری کو رکھ لیجئے تو انہوں نے ان کو ایسا ہی جواب دیا اور ابو عبدالرحمٰن اسلمی نے احمد بن فضلویہ زاہد سے حکایت کیا ہے اور یہ بڑے غازی اور بڑے تیر انداز شخص تھے کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کبھی کمان کو بے وضو نہیں چھوا جب سے کہ مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمان کو ہاتھ میں لیا ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ نے اس شخص کی نسبت تمیں درہ مارے اور قید کرنے کا فتویٰ دیا تھا جس نے کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے اور

یہ قائل ایک ذی رتبہ شخص تھا اور کہا تھا کہ یہ تو اس لائق تھا کہ اس کی گردن ماری جاتی جس سرزمین میں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہوں اس کی نسبت یہ کہے کہ یہ خراب ہے اور صحیح (بخاری اور مسلم) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے حق میں فرمایا ہے اور جس نے اس میں کوئی نئی بات نکالی یا کسی بدعتی کو جگہ دی تو اس پر خدا کی اور اس کے فرشتوں کی اور کل لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس سے نہ نفل قبول کرتا ہے اور نہ فرض۔ اور حکایت کیا گیا ہے کہ بجاہ غفاری نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی لے کر اس کو اپنے گھٹنے پر رکھ کے توڑنا چاہا تو اس پر لوگ چلا پڑے (اور وہ توڑنے نہ پایا) تو اس کے گھٹنے میں خارش پیدا ہو گئی جس سے اس کا گھٹنا کٹ گیا اور وہ ختم سال سے پہلے ہی پہل مرگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے ممبر پر جھوٹا حلف کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا کرے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ جب ابوالفضل جوہری مدینہ منورہ کی زیارت کو حاضر ہوئے اور مکانات مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو وہ سواری سے اتر پڑے اور روتے ہوئے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے پاپیادہ آگے چلے ولما رائنا رسم من لم یدع لنا فواد العرفان الرسوم ولالہا نزلنا عن الاکوار نمشی کرامت' لمن بان عنہ ان نلم رکبا اور بعض مریدین (مدینہ منورہ) سے حکایت کیا گیا ہے کہ جب وہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے تو انہوں نے تمثیلاً یہ اشعار پڑھنا شروع کئے

رفع الحجاب لنا فلاح لناظری
فظہورھن علی الرجال حرام
قمر نقطع دونہ الاوھام
قربتنا من خیر من رطئی السری
واذا المطی بلغن محمدا
فلہا علینا حرمتہ وزمام

اور بعض مشائخ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے پاپیادہ حج کیا تو کسی نے انس سے اس بارہ میں کچھ کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ غلام مفرور اپنے مولا کے دروازہ پر سوار ہو کر نہیں آیا کرتا اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں سر کے بل آتا اور ہرگز پیروں پر نہ آتا۔ قاضی (عیاض مصنف کتاب) علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان مقامات متبرکہ کے لئے جو کہ وحی اور

نزول قرآن مجید اور فرقان حمید سے آباد رہے ہیں اور جن میں کہ جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے آمد رفت رکھی ہے اور جن سے فرشتہ اور ارواح طیبہ آسمان کو چڑھے ہیں اور جن کے میدان تسبیح اور تقدیس رب جلیل سے گونجے ہیں اور جس سرزمین کی خاک پاک جسد مبارک سید البشر کو مشتمل ہے اور جس سے چار دانگ عالم میں دین الٰہی اور سنت نبوی منتشر ہوئی ہیں اور جوابات الٰہی اور عبادات اور صلوات کی درس گاہ بنی ہے اور فضائل اور حسنات کے مشہد اور براہین اور معجزات نبوت کے مستقر اور مسلمانوں کے مناسک اور مشاعر اور سیدالمرسلین اور شفیع المذنبین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثبت اور مسکن رہے ہے اور جس سے چشمہ نبوت جاری اور اس کا دریا موجزن ہوا ہے اور جہاں کہ رسالت نازل ہوئی ہے اور جس سرزمین کی مٹی کو سب سے پہلے سیدنا ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھونے کا شرف حاصل ہوا ہے یہی مناسب اور موزوں ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم اور توقیر کیجاوے اور اس مقام مقدس کی ہوائیں سونگھی جاویں اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جاوے۔

هدى الانام اخص بالايات
وعلى عهدان ملاءت محاجرى
من كثره التقيل والرشفات
لكن ساهدى من حفيل تحيتى
تفشاه بالاصال والبكرات
عندى لاجلك لوعته وسبابته
من تلكم الجدرت والعرصات
لولا العوادى والاعادى زرتها
لقطين تلك الداء والحجرات
وتحصه بزواكى الصلوات
يادار خير المرسلين
ومن به وتشوق متوقد الحجرات
لاعضرن مصثون شيبى بلينها

ابداولوسحباعلی الوجنات
لزکی من المسک المفتق نفحته
ونوامی التسلیم والبرکات

چوتھا باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم اور اس کی فرضیت اور اس کی فضیلت فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برکت بھیجتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کریم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مبرد نے کہا ہے کہ صلوٰت کی اصل ہے ترحم (رحم کرنا) سو وہ اللہ کی جانب سے تو رحمت ہے اور فرشتوں کی جانب سے رقت اور خدا کی جانب سے رحمت کا چاہنا اور اس شخص کے حق میں جو نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو حدیث میں صلوت ملائکہ کی یہ صفت آئی ہے اللھم اغفرلہ اللھم ارحمہ یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کو بخش دے اور اے اللہ اس پر رحم فرما سو یہ دعا ہے۔ اور بکر قشیری نے کہا ہے کہ اللہ کی جانب سے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور لوگوں کے لئے رحمت ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تشریف اور زیادت کرمت ہے۔ اور ابوالعالیہ نے کہا کہ صلوٰت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرشتوں کے نزدیک آپ کی تعریف کرنا ہے اور صلوت ملائکہ ان کا آپ کے لئے دعا کرنا ہے۔ قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں جس میں کہ آپ نے اپنی ذات اقدس پر درود بھیجنے کی تعلیم فرمائی ہے لفظ صلوت اور برکت میں فرق کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں کے معنی بھی دو ہیں اور رہی تسلیم جس کا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم کیا ہے تو اس کی نسبت قاضی ابوبکر بن بکیر نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (اس میں) آپ کے اصحاب کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ پر سلام بھیجیں اور ایسے ہی ان اشخاص کو بھی جو آپ کے بعد آنے والے ہیں حکم دیا گیا کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں جبکہ وہ آپ کی قبر شریف کے نزدیک حاضر ہوں اور جب آپ کا

ذکر کیا جاوے اور آپ پر سلام بھیجنے کے معنی میں تین وجوہ ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھ سلامتی ہو اور اس وقت سلامت مصدر ہے جیسے لذاذ اور لذاذۃ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سلام تمہاری حفاظت اور تمہاری رعایت پر ہے اور اس کا متولی اور کفیل ہے اور اس وقت سلام اللہ کا نام ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ سلام بمعنی مسالمت اور انقیاد ہے (یعنی ہم ہر امر میں آپ کے مطیع اور منقاد ہیں) جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ترجمہ پس قسم ہے تیرے رب کی ان کو ایمان نہ ہو گا جب تک کہ وہ تجھ کو منصف نہ مانیں اس جھگڑے میں جو اٹھے ان کے درمیان پھر نہ پاویں اپنے جی میں کچھ خفگی تیری چکوتی سے اور قبول رکھیں مان کر۔

فصل 1

معلوم کرنا چاہئے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا مطلقاً فرض ہے اور کسی (عدد) یا وقت کے ساتھ (محدود اور) موقت نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ نے اس کا (مطلقاً) حکم فرمایا ہے اور آئمہ دین اور علماء امت نے اس حکم کو بالاتفاق وجوب پر محمول کیا ہے۔ اور ابو جعفر طبری نے اس امر کو بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک آیت مذکور ندب پر محمول ہے اور اس امر میں انہوں نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور شائد ان کا یہ قول اس میں ہو جو ایک مرتبہ سے زائد میں ہو اور واجب جس سے تنگی اور ترک فرض کی معصیت رفع ہو وہ ایک ہی بار ہے جیسے آپ کی نبوت کی شہادت کا ادا کرنا (کہ وہ بالاجماع تمام عمر میں ایک ہی بار فرض ہے) اور اس کے سوا مندوب اور مستحب اور سلام کی سنت اور اس کا شعار ہے۔ ہمارے اصحاب مشہورین میں سے قاضی ابوالحسن بن قصار نے کہا ہے کہ یہ انسان پر مطلقاً واجب ہوا ہے (اور کسی وقت کے ساتھ موقت نہیں ہوا) اور فرض یہ ہے کہ وہ باوجود قدرت کے اس کو اپنی ساری عمر میں ایک ہی بار ادا کرے اور قاضے ابوبکر بن بکیر نے کہا ہے کہ اللہ نے اپنے مخلوق پر اس امر کو فرض کیا ہے کہ وہ اس کے نبی پر درود و سلام بھیجیں اور اس کے لئے کوئی وقت خاص مقرر نہیں فرمایا تو واجب یہ ہے کہ انسان اس کی کثرت رکھے اور اس سے غفلت نہ کرے۔ قاضی ابو محمد بن نصر نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا مطلقاً واجب ہے قاضی ابو عبداللہ محمد بن سعید نے کہا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ اور ان کے اصحاب اور دیگر علماء اس طرف گئے ہیں کہ عقد ایمان کے ساتھ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود

بھیجنا مطلقاً واجب ہے یہ نہیں ہے کہ بالتعیین نماز ہی میں واجب ہے اور جس کسی نے اپنی تمام عمر میں آپ پر ایک بار بھی درود بھیج لیا تو اس کے ذمہ یہ فرض ساقط ہو گیا اور اصحاب امام شافعی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ درود شریف جو کہ فرض ہے اور جس کا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا ہے وہ وہی ہے جو نماز میں ہے۔ اور کہا ہے اور وہ درود واجب نہیں ہے جو نماز کے سوا اور اوقات میں ہے۔ اور جو نماز میں ہے اس کی بھی یہ صورت ہے کہ امام ابو جعفر طبری اور امام ابو جعفر طحاوی وغیرہ آئمہ مسلمین نے جملہ علماء متقدمین اور متاخرین اس امت کا اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشہد میں درود بھیجنا واجب نہیں اور اس مسئلہ میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ جملہ آئمہ مسلمین سے جدا ہیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جس نے تشہد ثانی کے بعد اور سلام سے پہلے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجا تو اس کی نماز فاسد ہے اور اگر وہ اس سے پہلے پڑھ چکا تو بھی وہ اس کے لئے کافی نہ ہو گا اور اس قول میں ان کا نہ تو کوئی سلف صالحین ہی میں سے موافق معلوم ہوتا ہے اور نہ کوئی سنت ہی ان کی موید ہے جس کا کہ اتباع کیا جاوے اور اس مسئلہ میں اس سبب سے کہ وہ علماء متقدمین اور متاخرین (دونوں) کے مخالف ہیں ان پر ایک جماعت نے نہایت مبالغہ کے ساتھ انکار کیا ہی اور ان کے اس مخالفت کے سبب طبری اور قشیری اور ان کے سوا اور بہت سے علماء نے ان پر تشنیع کی ہے اور ابوبکر بن المنذر نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی شخص آپ پر درود بھیجے بغیر نماز نہ پڑھے اور اگر کسی تارک نے اس کو ترک کر دیا تو مذہب امام مالک اور اہل مدینہ منورہ اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ یعنی اصحاب رائے میں اس کی یہ نماز جائز ہے اور یہی تمام اہل علم کا قول ہے اور امام مالک اور سفیان (ثوری) سے منقول ہوا ہے کہ (انہوں نے کہا ہے کہ) وہ تشہد آخر میں مستحب ہے اور اس کا تشہد میں ترک کرنے والا مسی (یعنی ملامت کا مستحق) ہے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اس مسئلہ میں سب سے جدا ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کے ترک کرنے والے پر اعادہ نماز کو واجب کیا ہے اور اسحاق بن راہویہ نے اعادہ نماز کو صرف اس شخص پر واجب کیا ہے جس نے اس کو عمداً ترک کیا ہو نہ اس شخص پر جس نے کہ اس کو سہواً ترک کیا ہو اور ابو محمد بن ابی زید نے محمد بن المواز سے حکایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجنا فرض ہے۔ ابو محمد نے کہا ہے کہ ان کی یہ مراد ہے کہ وہ (ایک مستقل اور جداگانہ فرض ہو مجرد) نماز کا فرض نہیں ہے۔ اور محمد بن عبدالحکیم وغیرہ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اور ابن قصار اور عبدالوہاب نے حکایت کیا ہے کہ محمد بن المواز اس کو نماز میں فرض جانتے تھے

جیسا کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور ابو یعلی مالکی نے اس مسئلہ میں مذہب مالک رحمتہ اللہ علیہ کے تین قول حکایت کیئے ہیں وجوب اور سنت اور استحباب اور اصحاب امام شافعی رحمتہ اللہ میں سے خطابی وغیرہ علماء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے خطابی کہتے ہیں کہ وہ نماز میں واجب نہیں اور یہ سوائے امام شافعی رحمتہ اللہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور میں اس امر میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی مقتدا اور پیشوا نہیں جانتا (جس کا اسباب میں انہوں نے اتباع یا اقتدا کیا ہو کیونکہ ان سے پہلے اور کوئی شخص اس کا قائل نہیں ہوا) اور دلیل اس امر پر کہ وہ فرائض نماز سے نہیں ہے ان سلف صالحین کا عمل اور اجماع ہے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں اور علماء نے اس مسئلہ کے سبب ان پر بہت سخت تشنیع کی ہے اور (دیکھو) یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے جس کو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمایا ہے اس میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود بھیجنے کا کہیں ذکر نہیں اور ایسے ہی جن اشخاص نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تشہد کو روایت کیا ہے جیسے ابی ہریرہ اور ابن عباس اور جابر اور ابن عمر اور ابی سعید خدری اور ابی موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ان میں سے کسی ایک نے بھی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کو ذکر نہیں کیا حالانکہ ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو اسی طرح پر تشہد تعلیم فرماتے تھے جیسے آپ ہم کو قرآن شریف کی کوئی سورت تعلیم فرماتے ہوں۔ اور اسی کے ہم معنی ابی سعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ ہم کو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ممبر پر اسی طرح تشہد سکھاتے تھے جیسے کہ لوگ بچوں کو کتاب میں سکھاتے ہیں اور نیز اس کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی ممبر پر تعلیم فرمایا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا ابن قصار نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی نماز کامل نہیں ہے یا یہ معنی ہیں کہ اس کی نماز نہیں ہے جس نے مجھ پر ساری عمر میں کبھی درود نہیں بھیجا اور تمام محدثین نے روایت اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے اور حدیث ابی جعفر بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود بھیجا تو اس کی نماز قبول نہ ہو گی اور دار قطنی نے کہا ہے کہ صواب یہ ہے کہ وہ ابی جعفر بن محمد بن علی بن الحسین کا قول ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر میں کوئی نماز پڑھوں اور اس میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر درود نہ پڑھوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔

فصل 2

بیان میں ان اوقات اور مقامات کے جن میں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہے اور اس بیان میں کہ اس کا تشہد نماز میں پڑھنا اور زیادہ مرغوب فیہ ہے جیسا کہ ہم اس کو پیشتر بیان کر آئے ہیں اور اس کا وقت تشہد کے بعد اور دعا سے پہلے ہے اور ہم سے قاضی ابو علی رحمتہ اللہ علیہ نے بسند خود فضالہ بن عبید سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی پھر اس کو بلایا تو آپ نے اس سے اور نیز اوروں سے فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اول اللہ کی حمد وثنا کرے پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا مانگے اور اس سند کے سوا دوسری سند سے (بجائے تحمید کے جس کے معنی حمد و ثنا کے کیے گئے ہیں) تمجید کا لفظ ہی یعنی اللہ کی بزرگی بیان کرے اور وہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ دعا اور نماز آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس میں سے کوئی شے اللہ کی جانب نہیں چڑھنے پاتی یہاں تک کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اور اسی کے ہم معنی علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور (انہوں نے اس میں) کہا ہے وعلی آل محمد یعنی آپ پر اور آپ کی اولاد (دونوں) پر درود بھیجے اور مروی ہوا ہے کہ دعا اس وقت تک محجوب رہتی ہے جب تک کہ داعی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب تم میں کوئی شخص اللہ عزوجل سے کوئی چیز مانگنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اول اس کی حمد وثنا کرے جس کا کہ وہ مستحق ہے پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے کہ یہ طریقہ کامیابی میں نہایت موثر اور موزوں ہے۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ سوار کا پیالہ کہ وہ اس کو پر کرتا ہے اور پھر اس کو رکھ دیتا ہے اور اپنے سامان کو اٹھاتا ہے سو اگر اس کو پیاس لگی تو اس نے اس کو پی لیا یا اس کو وضو کی ضرورت ہوئی تو اس نے اس سے وضو کر لیا ورنہ کنڈا دیا (مطلب یہ ہے کہ تم میرے ساتھ یہ برتاؤ نہ کرو کہ جب ضروری ہوئے اور کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھ کو یاد کر لیا اور جب ضرورت رفع ہو گئی تو چھوڑ دیا بلکہ تم مجھ کو ہر حال میں یاد رکھو اور مجھ پر درود اور سلام بھیجتے رہو جیسا کہ فرمایا ہے اور لیکن تم مجھ کو دعا کے اول اور درمیان اور آخر میں کر لو۔ اور

ابن عطا نے کہا ہے کہ دعا کے لئے ارکان اور بازو اور اسباب اور اوقات ہیں پس اگر وہ اپنے ارکان کے موافق واقع ہوئی ہے تو وہ قوی ہو گئی اور اگر وہ اپنے بازو سے موافق ہوئی ہے تو اڑ گئی اور اگر وہ اپنے اوقات سے موافق ہوئی ہے تو وہ فائز ہوئی اور اگر وہ اپنے اسباب سے موافق ہوئی ہے تو وہ کامیاب ہو گئی تو اس کے ارکان حضور قلب اور وقت اور انکساری اور فروتنی اور دل کا خدا کے ساتھ لگنا اور اسباب (ظاہری) سے منقطع ہونا ہے اور بازو صدق و صفا ہے اور مواقیت صبح کا تڑکا ہے اور اسباب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دو درودوں کے درمیان جو مجھ پر بھیجے جاویں دعا رد نہیں ہوتی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ہر دعا آسمان سے ورے رکی رہتی ہے پس جب درود آتا ہے جو مجھ پر بھیجا جاتا ہے تو دعا مذکور اوپر چڑھ جاتی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس دعا کے آخر میں ہے جس کو کہ ان سے اخنس نے روایت کیا ہے بس جب وہ (تو) یہ کہ چکے کہ میر دعا قبول کر تو پھر تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا شروع کر بایں طور کہ کہے اللهم صل على محمد عبدك ونبيك ورسولك افضل ماصليت على احد من خلقك اجمعين امين اور جن مقامات میں آپ پر درود بھیجنا چاہئے ان میں سے بعض مقام یہ ہیں کہ آپ کے ذکر کے وقت اور آپ کا نام لیتے یا لکھتے وقت یا اذان کے وقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس کی ناک خاک آلودہ کرے جس کے نزدیک میں ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور ابن حبیب رحمتہ اللہ نے ذبح کے وقت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو مکروہ رکھا ہے۔ اور سحنون رحمتہ اللہ نے تعجب کے وقت آپ پر درود پڑھنے کو مکروہ جانا ہے اور کہا ہے کہ بدون نیت ثواب آپ پر درود نہ پڑھا جاوے (یعنی آپ پر درود بھیجنا محاورہ اور بول چال کے طور پر نہ ہونا چاہیئے بلکہ بہ نیت ثواب ہونا چاہئے) ابن اصبغ نے کہا ہے کہ دو موقعوں پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا ذکر نہ کیا جاوے ایک بوقت ذبح دوسرے بوقت چھینک کہ ان دونوں موقعوں پر ذکر اللہ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر یا الحمد اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ کہا جاوے اور اگر ذکر خدا کے بعد کسی نے صلی اللہ علی محمد کہہ دیا تو وہ تسمیہ نہ ہو گا اور یہ اشہب کا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان مقامات میں یہ مناسب نہیں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا سنت قرار دیا جاوے اور نسائی نے اوس بن اوس سے اور انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر کو روایت کیا ہے کہ آپ نے حکم فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز آپ پر کثرت سے درود بھیجا جاوے اور صلوت اور سلام کے موقع میں سے ایک موقع یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ

پر درود اور سلام بھیجا جاوے۔ ابو اسحاق بن شعبان نے کہا ہے کہ اس شخص کے لئے جو مسجد میں داخل ہو یہ مناسب ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اولاد پر درود بھیجے اور آپ کے اور آپ کی اولاد کے لئے دعاء رحمت کرے اور آپ کو اور آپ کی اولاد کو برکت کی دعا دے اور آپ پر اور آپ کی اولاد پر خوب سلام بھیجے اور کہے اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک کہ اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازہ کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تب بھی ایسا ہی کرے اور بجائے رحمت کے فضلک کہے یعنی یوں کہے اللھم افتح لی ابواب فضلک کہ اے اللہ میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ اور عمرو بن دینار نے قول اللہ تعالیٰ فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر گھر (خالی ہو اور اس) میں کوئی شخص نہ ہو تو کہے (السلام علی النبی ارحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین السلام علی اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امین ابن عباس نے کہا ہے کہ (آیت میں) بیوت سے مساجد مراد ہیں اور نخعی نے کہا ہے کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس وقت یوں کہنا چاہیئے السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جب گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہنا چاہیئے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور علقمہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں السلام علیک ایھاالنبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ صلی اللہ وملائکتہ علی محمد اور اسی کے ہم معنی کعب سے مروی ہوا ہے جب کہ (مسجد میں) داخل ہو اور جب کہ نکلے اور انہوں نے صلوت (یعنی صلی اللہ وملائکتہ علی محمد) کو ذکر نہیں کیا اور ابن شعبان نے اس امر پر جو انہوں نے ذکر کیا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اس وقت کیا کرتے تھے جب کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور اسی کے مثل ابی بکر بن عمرو بن حزم سے بھی مروی ہوا ہے اور (اس میں انہوں نے سلام اور رحمت کو اور ذکر کیا ہے• اور ہم نے اس حدیث اور اختلاف اس کے الفاظ کو آخر (دوسری) قسم میں ذکر کیا ہے اور جن مقامات میں آپ پر درود پر سلام بھیجنا چاہیئے ان میں سے ایک نماز جنازہ ہے۔ اور ابی امامہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ سنت ہے اور مقامات صلوت سے جن پر کہ امت کا عمل درآمد چلا آرہا ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اولاد میں رسائل اور کتب میں درود بھیجنا ہے جو بسم اللہ (یا حمد) کے بعد لکھا جاتا ہے اور یہ امر صدر اول میں نہ تھا بلکہ

زمانہ ولایت بنی ہاشم میں حادث ہوا تھا پھر اس پر تمام سرزمین میں عمل درآمد ہو گیا اور سب لوگ اس پر عمل کرنے لگے اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خطوط اور کتابوں کو بھی اس کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر کتاب میں درود بھیجا تو جب تک اس کتاب میں میرا نام باقی رہے گا اس وقت تک فرشتہ اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے رہیں گے۔ اور جن مقامات میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجا چاہئے ان میں سے ایک مقام تشہد نماز ہے ہم سے ابوالقاسم خلف بن ابراہیم مقری خطیب رحمتہ اللہ اور دیگر علماء نے بسند خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ وہ کہے التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھاالنبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین پس جب تم یہ کہ لوگے تو ہر نیک بندہ کو جو زمین یا آسمان میں ہے سلام پہنچ جاوے گا۔ اور جن مقامات میں آپ پر سلام پڑھنا چاہئے ان میں سے ایک محل یہ بھی ہے اور اس کا تشہد سے پہلے پڑھنا سنت ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام اس کو اس وقت کہتے تھے جب کہ وہ اپنے تشہد سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرنا چاہتے تھے اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مبسوط میں سلام سے پہلے اس کے مثل سلام پڑھنے کو مستحب رکھا ہے محمد بن مسلمہ نے کہا ہے کہ اس سے امام مالک کی وہ مراد ہے جو عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے کہ جب وہ دونوں سلام پھیرا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے السلام علیک ایھاالنبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین السلام علیکم اور اہل علم نے اس امر کو مستحب رکھا ہے کہ جب مصلی سلام پھیرے تو وہ ہر بندہ صالح کی جو زمین اور آسمان میں ہے نیت کرے یعنی فرشتوں اور انسانوں اور جنوں کی۔ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے مجموعہ میں کہا ہے کہ میں مقتدی کے لئے اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ جب اس کا امام سلام پھیرے تو وہ کہے السلام علی النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین

فصل 3

بیان میں اس امر کے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس طرح درود اور سلام پڑھنا چاہئے

ہم سے ابو اسحٰق ابراہیم بن جعفر نے بسند خود عمرو بن سلیم الزرقی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مجھ کو ابو حمید الساعدی نے خبر دی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ پر کیونکر درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہو اللھم صل علی محمد وازواجه وذریاته کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی محمد وازواجه وذریته کما بارکت علی آل ابراهیم انک حمید مجید اور امام مالک رحمتہ اللہ کی اس روایت میں آیا ہے جو ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کہو اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی محمد کما بارکت علی ال ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید اور سلام ویسا ہی ہے جیسا کہ تم جان چکے ہو اور روایت کعب بن عجرہ میں ہے اللھم صل علی محمد وال محمد کما صلیت علی ابراهیم وبارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراهیم انک حمید مجید اور عقبہ بن عمرو سے ان کی حدیث میں ہے اللھم صل علی النبی الامی وعلی آل محمد اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اللھم صلی علی محمد عبدک ورسولک اور معنی حدیث کو ذکر کیا۔ اور ہم سے قاضی ابو عبداللہ تمیمی اور ابو علی الحسن بن ظریف النحوی نے اپنی اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کلمات کو (جو آگے آتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ میں شمار کیے اور کہا کہ ان کو میرے ہاتھ میں جبرئیل علیہ السلام نے شمار کیا تھا کہ رب العزت کی طرف سے ایسی ہی نازل ہوئی ہیں اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید۔ اللھم وترحم علی محمد وعلی ال محمد کما ترحمت علی ابراهیم انک حمید مجید اللھم وتحنن علی ال محمد وعلی ال محمد کما تحننت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید اللھم وسلم علی محمد وعلی ال محمد کما سلمت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ جس کو یہ بھلا معلوم ہوتا ہو کہ اس کو پوری ناپ تلا جاوے تو اس کو چاہیئے کہ جب وہ ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو یہ کہے اللھم صل علی النبی وازواجہ امہات المومنین وذریتہ واھلبیتہ کماصلیت علی ابراھیم انک حمید مجید اور زید بن خارجہ انصاری کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھو اور خوب کوشش سے دعا مانگو اور پھر کہو اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید اور سلامہ کندی سے مروی ہوا ہے کہ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم کو علی کرم اللہ وجہہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا (یوں) تعلیم کرتے تھے اللہم داحی المدحوات وباری المسموکات اجعل شریف صلواتک ونوامی برکاتک ورافہ تحننک وعلی محمد عبدک ورسولک الفاتح لما اغلق والخاتم لماسبق والمعلن الحق بالحق والداضع لحیش الا باطیل کما حمل فاضطلع بامرک بمطاعتک مستوفزافی مرضاتک واعیا لوعیک حافظا لعہدک ماضیا علینفاز امرک حتی اری قبالقابس الاء اللہ تصل باھلہ اسباب بہ ھدیت القلوب بعد خوضات الفتن والاثم ابہج موضحات الاعلام ونائرات الاحکام ومنیرات الا اسلام فھو امینک المامون وخازن علمک المخزون وشہیدک یوم الدین وبعیثک نعمت ورسولک بالحق رحمتہ اللھم افسح لہ فی عدنک واجزہ مضاعفات الخیر من فضلک مھنات لہ غیر مکدرات من فوز ثوابک المحلول وجزیل عطائک المعلول اللھم صل علی بناء الناس بناء واکرم مثواہ لدیک ونزلہ واتمم لہ نورہ واجزہ من ابتعاثک لہ مقبول الشہادت ومرضی المقالتہ ذامنطق عدل وحظتہ فضل وبرھان عظیم اور نیز ان سے صلوت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مروی ہوا ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھالذین امنوا صلوا علیہ وسلمو تسلیما لبیک اللھم ربی وسعدیک صلوات اللہ البرالرحیم والملائکتہ المقربین والنبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وماسبح لک من شئی یارب العالمین علی محمد

بن عبداللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر وعلیہ السلام اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے اللھم اجعل صلواتک وبرکاتک ورحمتک علی سید المرسلین وامام المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر ورسول الرحمتہ اللھم ابعثہ مقاما محمودا یغبط فیہ الاولون والاخرون اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید اور حسن بصری رحمتہ اللہ کہا کرتے تھے کہ جو کوئی یہ چاہے کہ سیدنا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوض پر بھر پورا پیالہ پیوے تو اس کو چاہے کہ وہ کہے اللھم صلی علی محمد وعلی الہ واصحابہ واولادہ وازواجہ وذرینہ واھل بیتہ واصہارہ وانصارہ واشباعہ ومحبیہ وامتہ وعلینا مھہم اجمعین یا ارحم الراحمین اور طاؤس سے مروی ہوا ہے اور انہوں نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے اللھم تقبل شفاعتہ محمد الکبری ارفع درجتہ العلیا واتہ سوالہ فی الاخرتہ والا ولی کمااتیت ابرہیم و موسی اور وہب بن وردی سے مروی ہوا ہے کہ وہ اپنی دعا میں کہتے تھے اللھم اعط محمدا افضل ماسالک نفسہ واعط محمدا افضل ماسالک لہ احد من خلقک واعط محمدا افضل ماانت مسئول لہ الی یوم القیمہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب تم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو تو آپ پر اچھی طرح درود بھیجو کیونکہ تم نہیں جانتے شاید کہ وہ آپ پر پیش کیا جاوے اور کہو اللھم اجعل صلواتک ورحمتک وبرکاتک علی سیدالمرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک و رسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمتہ اللھم ابعثہ مقاما محمودا یغبط فیہ الاولون والاخرون اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید اور درباب تطویل صلوت اور تکثیر ثنا اور صفت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امر آپ کے اہل بیت اور دیگر صحابہ کرام سے منقول اور ماثور ہوا ہے وہ اس سے زائد ہے کہ اس کو اس جگہ ذکر کیا جاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا اور سلام ویسا ہی ہے جیسا کہ تم جان چکے ہو سو وہ وہ ہے جو آپ نے تشہد نماز میں اپنے اس قول کے ساتھ تعلیم فرمایا ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمته الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اور تشہد علی کرم اللہ وجہہ میں آیا ہے لسلام علی نبی الله السلام علی انبیاء الله ورسله السلام علی رسول الله السلام علی محمد بن عبدالله السلام علینا وعلی المومنین والمومنات من غاب منهم ومن شهد اللهم اغفر لمحمد وتقبل شفاعته واغفر لاهل بيته واغفرلی والوالدی وما ولدا وارحمهما السلام علینا وعلی عبادالله الصالحین السلام علیک ایھا النبی ورحمته الله وبرکاته

اس حدیث میں علی کرم اللہ وجہہ سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا مغفرت کا کرنا بھی رحمت کی دعا آئی ہے اور اس کے سوا اور احادیث میں جو کہ مرفوع اور معروف ہیں نیہ نہیں آیا اور ابو عمر بن عبدالبر وغیرہ علما اسطرف گئے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رحمت کی دعا نہ کرنا چاہئے بلکہ آپ کے لئے صلوت اور برکت ہی کی دعا کرنا چاہئے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کرنا چاہئے اور ابو محمد بن ابی زید نے صلوت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذکر کیا ہے اللھم ارحم محمد وآل محمد کما رحمت علی ابراھیم وآل ابراھیم اور یہ کسی حدیث صحیح میں نہیں آیا ہے اور دلیل اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے (جو آپ نے تشہد میں فرمایا ہے) السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فصل 4

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوت اور سلام پڑھنے کی فضیلت اور آپ کے لئے دعا کرنے کا بیان ہم سے احمد بن محمد بن الشیخ الصالح نے بسند خود نافع سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر کو سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تم موذن کو آزان دیتے سنو تو تم بھی ویسا ہی کہو جیسا کہ وہ کہے اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالی اس پر دس بار اپنی رحمت بھیجتا ہے پھر تم میرے لئے اللہ سے وسیلہ کے طالب ہو کہ وہ جنت میں ایک منزل ہے جو بندگان خدا میں سے ایک بندہ کے سوا اور کسی کے لئے زیبا نہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں سو جو کوئی میرے لئے وسیلہ کا طالب ہوا سو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاوے گی اور انس بن مالک نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ سبحانہ وتعالی دس بار رحمت فرمائے گا اور اس سے دس خطائیں دور کرے گا اور اس کے لئے دس درجہ بلند کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور انس رضی اللہ تعالی عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل نے مجھ کو آواز دے کر کہا کہ جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا اور اس کے دس درجہ بلند کرے گا اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ میں جبرئیل سے ملا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتا

ہے کہ جو کوئی آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اور جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور ایسا ہی روایت ابی ہریرہ اور مالک بن اوس بن الحدثان اور عبداللہ بن ابی طلحہ سے بھی مروی ہوا ہے۔ اور زید بن الحباب سے مروی ہوا ہے کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جس نے کہا اللھم صل علی محمد وانزلہ المنزل المقرب عندک یوم القیمتہ تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے) کہ قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے وہی قریب ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا تھا اور ابی ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جس نے مجھ پر کتاب میں درود بھیجا تو اس کے لئے فرشتہ ہمیشہ دعاء مغفرت کرتا رہے گا جب تک کہ اس میں نام باقی ہے۔ اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ میں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو کوئی مجھ پر درود بھیجے گا اس پر فرشتہ درود بھیجیں گے جب تک کہ وہ درود بھیجتا رہے گا پس جس کا دل چاہے اس میں کمی کرے یا زیادتی کرے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ (وہ کہتے ہیں کہ) جب تہائی رات گذر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو خدا کو یاد کرو نفحہ اولی آگیا اور اس کے پیچھے دوسرا بھی (عنقریب) آتا ہے اور موت مع اپنی سختیوں کے آپہنچی۔ پھر ابی بن کعب نے کہا ہے کہ یارسول اللہ میں اپ پر بہت درود بھیجتا ہوں تو میں آپ پر کتنا درود بھیجا کروں تو آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہے کہا کہ چوتھائی فرمایا جتنا چاہے اور اگر زیادہ کرے تو یہ بہتر ہے عرض کیا کہ تہائی فرمایا جتنا چاہے اور اگر زیادہ کرے تو یہ بہتر ہے عرض کیا کہ نصف فرمایا جتنا چاہے اور آگے اور زیادہ کرے تو وہ بہتر ہے عرض کیا کہ دو تہائی فرمایا جتنا چاہے اور اگر اور زیادہ کرے تو یہ بہتر ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے لئے اپنا سارا ہی درود لئے لیتا ہوں تو فرمایا کہ اس وقت تیرے غم کو کفایت کی جاوے گی اور تیرے گناہ بخش دئے جاویں گے۔ اور ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک بار میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو ایسا ہشاش بشاش پایا کہ اس سے پہلے کبھی میں نے آپ کو ایسا ہشاش بشاش نہ دیکھا تھا تو میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس مسرت سے کون مانع ہے اور ابھی جبرئیل باہر نکلے ہیں اور وہ میرے پاس اللہ عزوجل کی جانب سے بشارت لائے تھے کہ اللہ عزوجل نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپ کو اس امر کی بشارت دوں کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جو

آپ پر درود بھیجے مگر اللہ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار اپنی رحمت بھیجیں گے۔ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے اذان سنتے وقت یہ کہا اللھم رب ھذہ الدعوت التامته والصلوت القائمته ات محمدن الوسیلته والفضیلته والدرجته الرفیعه وابعثه مقامامحمودالذی وعدته تو قیامت کے روز اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جس نے موذن کی آواز سن کر یہ کہا وانااشھد ان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباوبمحمد رسولا وبالاسلام دینا تو وہ بخش دیا جاتا ہی اور ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر درود بھیجا تو گویا اس نے ایک غلام کو آزاد کیا اور بعض آثار میں مروی ہوا ہے کہ مجھ پر بہت سے ایسے اشخاص وارد ہوں گے جن کو کہ صرف اس سبب سے پہچانوں گا کہ وہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرتے تھے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز جو شخص سب سے زیادہ اس کی ہولوں اور مصیبتوں سے محفوظ اور مامون رہے گا وہ ہو گا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہو گا اور ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں کو اس سے بھی زیادہ مٹانے والا ہے جیسا کہ ٹھنڈا پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آپ پر سلام بھیجنا گردن چھڑانے سے بھی زیادہ افضل اور اعلیٰ ہے

فصل 5

بیان مذمت اور گناہ اس شخص کا جو آپ پر درود نہ بھیجے ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمتہ اللہ نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی ناک خاک آلودہ (اور وہ ذلیل) ہو جس کے نزدیک میں ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس پر کہ رمضان شریف داخل ہو اور قبل اس کے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں وہ پورا ہو جاوے اور اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے نزدیک اس کے ماں باپ کو بڑھاپے نے پایا ہو اور اس کو ان دونوں نے جنت میں داخل کرایا ہو عبدالرحمن نے کہا ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا ہے یا ان میں سے ایک نے (اس کو ایک نے جنت میں داخل نہ کرایا ہو) اور دوسری خبر میں ہے کہ

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممبر پر چڑھے اور فرمایا آمین اور پھر چڑھے اور پھر فرمایا آمین اور پھر چڑھے اور پھر فرمایا آمین تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمد جس شخص کے روبرو آپ کا نام لیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا پھر وہ مرگیا تو وہ آگ میں داخل ہو گا پس اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کرے گا کہہ آمین تو میں نے کہا آمین اور اس کے حق میں کہا جس نے کہ رمضان شریف پایا اور اس سے (اس کا نماز اور روزہ) قبول نہ کیا گیا اور مرگیا تو وہ بھی ایسا ہے یعنی وہ بھی آگ میں داخل ہوا اور اس کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا کہہ آمین تو میں نے کہا آمین اور جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو پایا اور ان کے ساتھ اس نے نیکی نہ کی اور مرگیا تو وہ آگ میں داخل ہوا اور اس کو اللہ نے دور کر دیا اور علی کرم اللہ وجہہ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا بخیل اور پورا بخیل وہ ہے جس کے نزدیک میں ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے نزدیک میں ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا تو وہ جنت کا راستہ بھلا دیا گیا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخیل اور پورا بخیل وہ ہے جس کے نزدیک ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور ذکر الٰہی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے پہلے وہ اس مجلس سے منتشر ہو گئے تو یہ اللہ کی طرف سے ان پر انجام بد (یا نقصان) ہے چاہے تو عذاب کرے اور چاہے بخش دے اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔ اور قتادہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ بڑی بے وفائی اور بے مروتی کی بات ہے کہ کسی شخص کے نزدیک میں ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں نہیں بیٹھتی اور پھر قبل اس کے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے منتشر ہو جاوے تو وہ ایسی چیز سے منتشر ہوتے ہیں جو مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہے۔ اور ابی سعد کی روایت سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی قوم کسی ایسی مجلس میں نہیں بیٹھتی جس میں کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں مگر ان پر اس ثواب کے سبب جو

دو دیکھیں کہ حسرت باقی رہے گی گو وہ جنت ہی میں کیوں نہ داخل ہو جاویں اور ابو عیسی الترمذی نے بعض علما سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مجلس میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار بھی درود پڑھ لیوے تو یہ اس کو ساری مجلس سے کافی ہوتا ہے جب تک کہ وہ اس میں مقیم رہے

فصل 6

بیان اس خصوصیت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ جو کوئی آپ پر درود بھیجتا ہے وہ آپ کو پہنچتا ہے ہم سے قاضی ابو عبداللہ تمیمی نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں بھیجتا مگر اللہ مجھ پر میری روح کو پھیر دیتا ہے یہاں تک کہ میں جواب اس کے سلام کا دیتا ہوں اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ پر میری قبر کے نزدیک (آکر) درود بھیجتا ہے اس کو تو میں سنتا ہوں اور جو کوئی مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی کے لئے کچھ ایسے فرشتہ بھی ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے رہتے ہیں اور اسی کے ہم معنی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ تم ہر جمعہ کو اپنے نبی علیہ الصلوت والسلام پر کثرت سے سلام بھیجا کرو کیونکہ وہ تمہاری طرف سے ہر جمعہ کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر وہ اس کی فراغت کے ساتھ فورا" مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور روایت حسن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تم جہاں کہیں ہوا کرو وہیں مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ مجھ کو تمہارا درود پہنچتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ امت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی شخص آپ پر سلام اور درود نہیں بھیجتا مگر وہ آپ پر پہنچایا جاتا ہے اور بعض علما نے ذکر کیا ہے کہ جب بندہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو آپ پر اس کا نام پیش کیا جاتا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ (انہوں نے کہا ہے کہ) جب تو مسجد میں داخل ہو تو تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میرے گھر (قبر) کو عید مت ٹھہرا لو (کہ عید کی طرح ایک آدھ بار آیا کرو بلکہ کثرت سے زیارت کیا کرو) یا یہ

کہ وہاں میلہ نہ مقرر کرلو کہ وہاں پر لہو ولعب میں معروف ہو جاؤ اور صلوت اور سلامکو چھوڑ دو) اور اپنے گھروں کو قبر نہ ٹھہرالو (کہ وہاں نماز پڑھنا چھوڑ دو یا مردہ دفن کرنے لگو) اور مجھ پر درود بھیجا کرو جہاں کہیں بھی ہوا کرو کیونکہ مجھ پر تمہارا درود پہنچتا ہے جہاں کہیں بھی ہو اور حدیث آوس میں ہے کہ تم مجھ پر جمعہ کے روز کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ مجھ پر تمہارا درود پیش کیا جاتا ہے۔ اور سلیمان بن سحیم سے مروی ہوا ہے کہ مجھ کو خواب میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اور میں ان کا جواب دیتا ہوں اور ابن شہاب سے مروی ہوا ہے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر چاندنی رات اور روز روشن یعنی شب جمعہ اور روز جمعہ میں کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ وہ تم سے مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی اور کوئی مسلمان مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر اس کو ایک فرشتہ اٹھالیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کو مجھ تک پہنچاتا ہے اور اس (بھیجنے والے) کا نام لیتا ہے یہاں تک کہ کہتا ہے کہ فلاں ایسا ایسا کہتا ہے۔

فصل 7

بیان اختلاف اس امر کا کہ غیر سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام اور لوگوں پر بھی جو کہ نبی نہیں ہیں درود بھیجنا جائز ہے یا نہیں ہم سے قاضی ابو الفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور نبیوں پر بھی درود بھیجنا جائز ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کسی نبی پر درود بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اور نیز ان سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ انبیاء کرام کے سوا کسی اور شخص پر (جو کہ نبی نہیں) درود بھیجنا جائز نہیں ہے اور سفیان نے کہا ہے کہ نبی کے سوا کسی اور پر درود بھیجنا مکروہ ہے اور میں نے اپنے بعض شیوخ کی قلمی تحریر میں دیکھا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ کا مذہب ہے کہ انبیاء کرام میں سے سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور نبی پر درود بھیجنا جائز نہیں ہے اور یہ بات ان کے مذہب میں غیر معروف ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ نے مبسوطہ یحیی بن اسحاق میں کہا ہے کہ میں غیر انبیاء پر درود بھیجنے کو مکروہ جانتا ہوں اور ہم کو زیبا نہیں ہے کہ ہم اس امر سے تجاوز کریں جس کا کہ ہم کو حکم ہوا ہے یحیی بن یحیی نے کہا ہے

کہ میں ان کے قول کو اختیار نہیں کرتا اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے سوا اور لوگوں پر بھی درود بھیجنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اس امر پر انہوں نے حدیث ابن عمر اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر درود بھیجنے کو تعلیم فرمایا ہے کہ اس میں ہے وعلی ازواجہ وعلی الہ یعنی آپ نے اس میں ازواج مطہرات اور آل اطہار کو بھی شامل فرمایا ہے اور میں نے تعلیقا ابی عمران سے پایا ہے کہ انہوں نے غیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کی کراہت کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور کہا ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں اور یہ زمانہ سلف صالحین میں مستعمل نہ تھا۔ اور عبدالرزاق نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود بھیجا کرو اللہ نے ان کو بھی ویسا ہی مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ مجھ کو مبعوث فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اسانید مروی ہوئے ہیں وہ سب کے ضعیف (اور ناقابل احتجاج) ہیں اور صلوت محاورہ عرب میں مطلقاً رحم اور دعا کے معنی میں ہے جس سے کوئی حدیث صحیح باجماع مانع نہیں ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اور فرمایا خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور فرمایا اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ اور فرمایا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللھم صل علی ال ابی اوفی اور آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی قوم آپ کے پاس اپنی قوم کا صدقہ لے کر حاضر ہوتی تو آپ فرماتے اللھم صل علی ال فلان اور حدیث طلوت میں ہے اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ اور دوسری حدیث میں ہے وعلی ال محمد (اس کے معنی میں) کہا گیا ہے کہ (آل سے) اتباع مراد ہیں اور کسی نے کہا ہے کہ آپ کے اہل بیت اور کسی نے کہا ہی کہ آپ کی امت اور کسی نے کہا ہے کہ آپ کی اتباع اور آپ کا گروہ اور آپ کا قبیلہ (مراد ہیں) اور کہا گیا ہے کہ ال رجل انسان کی اولاد ہے اور کسی نے کہا ہے کہ اس کی قوم ہے اور کسی نے کہا ہے کہ آپ کی وہ اہل ہیں جن پر کہ صدقہ حرام کیا گیا ہے اور انس کی روایت میں ہے کہ کسی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آل محمد کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہر پرہیز گار اور حسن بصری کے مذہب پر لازم آتا ہے کہ آل محمد سے نفس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں کیونکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے میں کہتے تھے اللھم اجعل صلوتک

وبرکاتک علی ال محمد اور اس سے وہ آپ کی ذات اقدس مراد لیتے تھے کیونکہ وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ فرض کو ترک کر دیں اور نفلکو ادا کریں کیونکہ فرض جس کا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (ہم کو) حکم کیا ہے وہ ذات خاص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہے اور یہ ایسا ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (ابو موسیٰ اشعری کے حق میں) یہ فرمانا کہ ان کو مزا میر آل داود سے ایک مزمار عطا ہوا ہے کہ اس سے آپ کی یہ مراد ہے کہ ان کو مزا میر داؤد علیہ السلام سے ایک مزمار عطا ہوا ہے اور ابی حمید الساعدی کی حدیث میں ضمن صلوت آیا ہے اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ اور ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر درود بھیجتے تھے اس کو امام مالک رحمتہ اللہ نے موطا یحیی اندلسی میں ذکر کیا ہے اور ان کے سوا کسی اور کی روایت سے صحیح یہ ہے کہ وہ ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرتے تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ درود کا لفظ صحیح نہیں ہوتا) اور ابن وہب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم اپنے یاروں کے لئے ان کی غیبت میں دعا کرتے تھے تو ہم کہتے تھے اللھم اجعل منک علی فلاں صلوت قوم ابرار الذین یقومون باللیل ویصومون بالنہار قاضی (ابوالفضل مصنف) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جس امر کی طرف محققین گئے ہیں اور میں بھی مائل ہوتا ہوں وہ وہ ہے جو امام مالک اور سفیان رحمتہ اللہ نے کہا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے اور اکثر فقہا اور متکلمین نے اس کو اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام کے سوا جب کسی شخص کا ذکر کیا جاوے تو اس پر درود نہ پڑھا جاوے بلکہ یہ لفظ تعظیما اور توقیرا" انبیاء علیہم الصلوت والسلام ہی کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے جیسا کہ الفاظ تنزیہ اور تقدیس اور تعظیم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں کہ یہ الفاظ اس وقت بولے جاتے ہیں جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہوتا علی ہذا درود اور سلام کے ساتھ بھی سیدنا و حبیبنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوت والسلام ہی مخصوص ہوں گے اور اس لفظ میں ان کے سوا اور کوئی شخص ان کا شریک نہ ہو گا جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کا ہم کو اپنے اس قول میں حکم دیا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اور انبیاء کرام اور رسل عظام کے سوا جب دیگر آئمہ دین اور صلحاء امت کا ذکر آوے تو ان کے حق میں غفر اللہ اور رضی اللہ عنہ کہنا چاہے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ اور فرمایا وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

اور نیز یہ امر جیسا کہ ابو عمران نے کہا ہے صدر اول میں معروف بھی نہ تھا بلکہ اس کو روافض اور ان لوگوں نے جو کہ اپنے تبع ہونے کے مدعی ہیں اپنے آئمہ کے حق میں اختراع کیا ہے کہ انہوں نے ان کو صلوٰت اور سلام میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک ٹھہرایا ہے کہ جب ان کا ذکر آتا ہے تو وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرح ان پر بھی صلوٰت اور سلام پڑھتے ہیں اور نیز اہل بدعت کی مشابہت بھی ممنوع اور منہی عنہ ہے تو اس سبب سے بھی اس امر میں جس کو انہوں نے لازم پکڑ لیا ہے ان کی مخالفت لازم ہو گی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آل اطہار اور ازواج مطہرات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰت اور سلام کا پڑھنا بر سبیل تبعیت اور اضافت ہے نہ بر سبیل تخصیص (اور وہ اس طرح پر جائز ہے) اور علماء محققین نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص پر درود بھیجنا جو آپ پر درود بھیجے دعا اور مواجبت کے قائمقام ہے یعنی صلوٰت کا لفظ بر سبیل مقابلہ بولا گیا ہے نہ بر سبیل تعظیم و توقیر۔ اور علما نے کہا ہی کہ اللہ سبحانہ و تعلی نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا یعنی تم رسول کا پکارنا اپنے درمیان ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا کہ باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہو تو جیسا بات چیت باہمی میں آپ کا برتاؤ آپس کے برتاؤ سے جدا ہے ویسا ہی آپ کے لئے دعا کا کرنا بھی عام لوگوں کے لئے دعا کرنے سے جو باہم ایک دوسرے کے لئے کرتے ہیں ممتاز اور جدا ہو گا اور اس امر کو ہمارے مشائخ میں سے امام ابی المظفر اسفرائنی نے اختیار کیا ہے

فصل 8

بیان حکم زیارت قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فضیلت اس شخص کا جو آپ کی قبر کی زیارت کرے اور آپ پر سلام پڑھے اور سلام اور دعا کی کیفیت معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کی قبر شریف کی زیارت بالاتفاق مسلمانوں کی سنت اور بڑی فضیلت ہے جس میں کہ امت کو رغبت دلائی گئی ہے۔ ہم سے قاضی ابو علی رحمتہ اللہ نے بسند خود ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوئی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی نے بہ نیت ثواب مدینہ منورہ میں میری زیارت کی وہ میری پناہ میں آیا اور قیامت کے روز میں اس کا شفیع ہوں گا اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی

میں میری زیارت کی اور امام مالک رحمتہ اللہ نے اس امر کو مکروہ جانا ہے کہ کوئی یوں کہے کہ ہم نے قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور معنی اس قول میں علما نے اختلاف کیا ہے تو کسی نے کہا ہے کہ امام موصوف نے اسم زیارت یعنی لفظ زیارت کو مکروہ جانا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنیوالوں پر لعنت فرمائی ہے اور اس توجیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول رد کر رہا ہے کہ تم زیارت قبور سے روکے گئے تھے تو اب تم ان کی زیارت کرو اور نیز اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول رد کر رہا ہے من زار قبری جس نے میری قبر کی زیارت کی کہ اس کلام میں لفظ زیارت کا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاق کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ کراہت اس سبب سے ہے جو کہا جاتا ہے کہ زائر مزور سے افضل ہے سو یہ استدلال بھی کوئی چیز نہیں کیونکہ ہر زائر ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ کوئی کلیہ ہے کہ کل زائر ایسے ہی ہوا کریں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اہل جنت اپنے رب کی زیارت کریں گے اور جب رب العزت کی شان میں اس لفظ کا بولنا ممنوع نہیں ہوا (تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کیونکر منع ہو سکتا ہے اور ابو عمران رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ نے جو اس امر کو مکروہ رکھا ہے کہ کوئی یوں کہے کہ ہم نے طواف زیارت کیا اور ہم نے قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اس کی یہ وجہ ہے کہ لوگ اس لفظ کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو ان کو یہ بات بری معلوم ہوئی کہ اس لفظ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کے مساوی ہوں اور انہوں نے اس امر کو محبوب رکھا کہ آپ اس لفظ کے ساتھ مخصوص ہوں کہ وہ یوں کہیں کہ ہم نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھا اور نیز زیارت مباح ہے اور قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سواری کھینچنا اور سفر کرنا واجب ہے اور وجوب سے اس جگہ وجوب ندب اور ترغیب اور تاکید مراد ہے نہ وجوب فرض اور میرے نزدیک اولے یہ ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ کا اس سے منع کرنا اور اس کو مکروہ جاننا اس وجہ سے ہے کہ اس صورت میں لفظ زیارت قبر کی جانب مضاف ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم نے قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور اگر وہ یہ کہتا کہ ہم نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو مکروہ نہ ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ تو میری قبر کو بت مت بنا دینا کہ میرے بعد لوگ اس کی پرستش کریں اور اس قوم پر اللہ کا غصہ سخت ہوا ہے جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد ٹھہرایا ہے تو انہوں نے انسداد اس امر کے خیال سے اس امر کا تحفظ فرمایا ہے کہ آپ کی قبر اطہر کی جانب نہ

تو فقط زیارت مضاف ہونے پاوے اور نہ ان لوگوں کے فعل سے مشابہت ہونے پاوے واللہ اعلم اور اسحاق بن ابراہیم فقیہ نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کا جانا اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کا قصد کرنا اور روضہ مبارک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ممبر اطہر اور آپ کی قبر شریف اور آپ کی مجلس منیف اور ان چیزوں سے برکت حاصل کرنا جن کو کہ آپ کے دونوں ہاتھوں نے چھوا اور آپ کے دونوں قدموں نے روندا ہے اور ستون جس کی جانب کہ آپ تکیہ لگاتے تھے اور جس مقام میں کہ آپ پر جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوتے تھے اور ان شخصوں کے ساتھ برکت حاصل کرنا جنہوں نے کہ اس کو آباد کیا ہے اور صحابہ کرام اور آئمہ مسلمین میں سے اس کا قصد کیا ہے حجاج کی دائمی عادت ہے اور یہ سب باتیں معتبر ہیں اور ابن ابی فدیک نے کہا ہے کہ میں نے بعض ان اشخاص سے سنا ہے جن سے کہ میں ملا ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے نزدیک کھڑا ہو کر یہ آیت پڑھے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا پھر ستر بار کہے صلی اللہ علیک یامحمد اے محمد اللہ آپ پر درود بھیجے تو اس کو ایک فرشتہ آواز دیتا ہے صلی اللہ علیک یافلان کہ اے فلانہ خدا تجھ پر بھی رحمت بھیجے اور اس کی کل حاجتیں پوری کی جاتی ہیں اور یزید بن ابی سعید المری سے مروی ہوا ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک آیا سو جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم سے میری ایک حاجت ہے کہ جب تم مدینہ منورہ آؤ گے تو تم ضرور قبر اطہر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرو گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا بھی سلام پڑھ دینا ان کے سوا کسی اور نے کہا ہے کہ وہ (محض اس غرض سے) شام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب قاصد روانہ کیا کرتے تھے۔ بعض علما نے کہا ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آئے اور وہاں کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ انہوں نے نماز شروع کر دی سو انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھا پھر لوٹ آئے اور مالک رحمتہ اللہ نے ابن وہب کی روایت میں کہا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کرے اور (اپنے لئے) دعا کرے تو قبر شریف کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو نہ قبلہ کی طرف اور آپ سے نزدیک ہو کر آپ پر سلام کرے اور قبر اطہر کو ہاتھ نہ لگاوے اور مبسوط میں کہا ہے کہ میں اس امر کو جائز نہیں جانتا کہ نہ قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کھڑا ہو کر دعا کرے اور لیکن سلام کرے اور

چلا جاوے ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ جو کوئی یہ چاہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاذ میں کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس قندیل کو جو کہ قبلہ کی جانب قبر کے نزدیک ہے اپنے سر پر کرے (یعنی اس کے نیچے کھڑا ہو) اور نافع نے کہا ہے کہ ابن عمر قبر اطہر پر سلام کرتے تھے میں نے ان کو سو بار بلکہ اس سے بھی زائد دیکھا ہے کہ وہ قبر کے نزدیک آتے اور کہتے السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السلام علی ابی بکر السلام علی ابی پھر لوٹ جاتی اور کسی نے ابن عمر رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر پر آپ کے بیٹھنے کی جگہ اپنا ہاتھ رکھ رکھا ہے پھر انہوں نے اس کو اپنے منہ پر رکھ لیا۔ اور ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہوا ہے کہ جب مسجد نبوی خالی ہو جاتی تو اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممبر کے اس زمانہ (ترنج) کو اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے جو آپ کی قبر سے ملتا ہے اور پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کرتے اور موطا میں جو روایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی سے ہے مروی ہوا ہے کہ وہ قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہوتے اور پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابی بکر الصدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا پر درود بھیجتے اور ابن القاسم اور قعنبی کے نزدیک ہے اور ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کرتے (یعنی ان دونوں حضرات کے لئے درود کا لفظ ذکر نہیں کیا) امام مالک رحمتہ اللہ نے روایت ابن وہب میں کہا ہے کہ سلام کرنے والا یوں کہے السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ مبسوط میں کہا ہے اور ابی بکر اور عمر پر سلام پڑھے اور قاضی ابوالولید ماجی نے کہا ہے اور میرے نزدیک (بہتر) یہ ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو لفظ صلوٰت کے ساتھ دعا کرے اور ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہا کے لئے جیسا کہ اختلاف روایت کے ساتھ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں مروی ہوا ہے اسی طرح دعا کرے اور ابن حبیب نے کہا ہے کہ جب زائر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو تو کہے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ السلام علینا من ربنا وصلی اللہ وملائکتہ علی محمد اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وجنتک واحفظنی من الشیطان الرجیم پھر روضہ شریف (یعنی کنارہ جنت) کا قصد کرے اور یہ قبر شریف اور ممبر منیف کے درمیان ہے اور قبر اطہر پر کھڑا ہونے سے پہلے اس میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف کرے اور جس مراد کی غرض سے گھر سے نکلا ہے اس کے پورا ہونے کی دعا کرے اور اس پر اعانت چاہے اور اگر روضہ مذکور کے سوا یہ دونوں

رکعتیں کسی اور جگہ پڑھ لی ہیں تب بھی جائز ہیں مگر ان کا روضہ مذکور میں پڑھنا زیادہ افضل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے ممبر اور میرے حجرہ کے درمیان ایک روضہ (کیاری) ہے روضہ ہائے جنت سے اور میرا ممبر ایک ٹیلے پر ہے ٹیلہ ہائے جنت سے پھر تواضع اور انکساری اور وقار کے ساتھ قبر اطہر کے قریب کھڑا ہو کر آپ پر درود اور سلام پڑھے اور جو کچھ اس وقت (سمن یا زبان پر) حاضر ہو اس کے ساتھ آپ کی تعریف کرے اور ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پڑھے اور ان کے لئے دعا کرے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رات دن کثرت سے درود شریف پڑھتا رہے اور مسجد قبا اور قبور شہداء پر حاضر ہونے کو ترک نہ کرے۔ امام مالک رحمتہ اللہ نے کتاب امام محمد رحمتہ اللہ میں کہا ہے

کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت بھی درود بھیجے اور جب وہاں سے باہر نکلے اس وقت بھی آپ پر درود بھیجے۔ امام محمد رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جب مدینہ منورہ سے رخصت ہو تو سب سے آخر قبر اطہر کے نزدیک کھڑا ہو کر باہر نکلے اور علی ہذا اس شخص کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے جو وہاں سے بہ ارادہ سفر باہر نکلے اور ابن وہب نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحبزادی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تو مسجد میں داخل ہو تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج اور کہہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور جب تو باہر نکلے تو پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج اور کہہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک اور دوسری روایت میں بجائے درود بھیج کے سلام کر کا لفظ ہے اور جب باہر نکلے تو کہے اللھم انی اسئلک من فضلک اور دوسری روایت میں ہے اللھم احفظنی من الشیطان یعنی یہ کہے۔ اور محمد بن سیرین سے مروی ہوا ہے کہ لوگوں کی عادت تھی کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے صلی اللہ وملائکتہ علی محمد اسلام علیک ایھاالنبی ورحمہ اللہ بسم اللہ خرجنا وبسم اللہ دخلنا وعلی اللہ توکلنا اور جب باہر نکلتے تھے تب بھی ویسا ہی کہتے تھے اور نیز فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے صلی اللہ علی محمد پھر حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثل ذکر کیا جو اس سے پہلے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اللہ کی تعریف کرتے اور بسم اللہ پڑھتے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے اور اسی کے مثل ذکر

کیا اور ایک روایت میں ہے کہ کہتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا دیگر اصحاب کرام سے مروی ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے اللھم افتح لی ابواب رحمتک ویسر لی ابواب رزقک اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اور کہے الھم افتح لے اور امام مالک رحمتہ اللہ نے مبسوط میں کہا ہے کہ مدینہ منورہ کے لوگوں پر جو مسجد نبوی میں داخل ہوں اور جو اس سے نکلیں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ بھی قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کھڑے ہوا کریں بلکہ یہ مسافروں کے لئے ہے اور اسی میں کہا ہے کہ اس شخص کے لئے جو سفر سے آوے یا سفر میں جاوے اس امر میں کچھ اندیشہ نہیں کہ قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کھڑا ہو اور آپ پر درود بھیجے اور آپ کے اور ابوبکر الصدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرے تو اس پر کسی نے ان سے کہا کہ اہل مدینہ کے کچھ لوگ نہ تو سفر سے آتے ہیں اور نہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں وہ بھی دن بھر میں ایک بار یا کئی بار اس کام کو کرتے ہیں اور کبھی وہ جمعہ کے روز یا اور دنوں میں ایک بار یا دو بار یا اس سے زائد بار قبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کھڑے ہوتے ہیں پس وہ سلام کرتے ہیں اور ایک ساعت تک دعا کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم کو یہ بات ہمارے بستی کے کسی فقیہ سے نہیں پہنچی اور اس کا چھوڑ دینا جائز ہے اور متاخرین اس امت کے لئے وہی مناسب اور بہتر ہے جو ان کے سلف کے لئے مناسب اور موزوں تھا اور مجھ کو اولین اور سابقین اس امت سے یہ بات نہیں پہنچی کہ وہ ایسا کرتے ہوں اور یہ امر مکروہ ہے مگر اس شخص کے لئے جو سفر سے آیا ہو یا اس کا ارادہ رکھتا ہو ابن قاسم نے کہا ہے اور میں نے اہل مدینہ منورہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ سے باہر جاتے یا باہر سے اس میں آتے تو وہ قبر اطہر پر حاضر ہوتے اور سلام پڑھتے اور کہا ہے کہ یہ (یعنی قول امام مالک) ایک رائے ہے باجی نے کہا ہے اہل مدینہ اور مسافرین میں فرق ہے کیونکہ مسافرین نے (اپنے سفر میں) اس کا قصد کیا ہے اور اہل مدینہ وہیں مقیم ہیں۔ انہوں نے زیارت قبر شریف اور سلام پڑھنے کا قصد نہیں کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اے اللہ تو میری قبر کو بت مت بنا دینا کہ پوجی جاوے اور اس قوم پر اللہ کا غصہ سخت ہوا ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد ٹھہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ میری قبر کو عید مت ٹھہرا لینا۔ اور احمد بن سعید سندھی کی کتاب میں ان لوگوں کے بیان میں ہے جو آپ کی قبر اطہر کے قریب کھڑے ہوں کہ نہ وہ اس کو لپیٹیں اور نہ اس کو چھوویں

اور نہ اس کے نزدیک دیر تک کھڑے ہوں۔ اور عتبیہ میں ہے کہ مسجد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام سے پہلے تحیہ المسجد ادا کریں اور اس میں نفل پڑھنے کے لئے سب سے بہتر جگہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصلے ہے جہاں کہ شیوق مخلق (یعنی پرانا یا خوشبو آلودہ) ہے اور فرضوں کے لئے صفوں کی طرف بڑھنا سب سے افضل جگہ ہے۔ اور میرے نزدیک مسافروں کے لئے اس میں نفل پڑھنا گھر میں نفلیں پڑھنے سے افضل ہے

فصل 9

بیان ان ادبوں کا جو مسجد نبوی میں داخل ہونے والے پر واجب اور لازم ہیں علاوہ ان ادبوں کے جو ہم اول ذکر کر آئے ہیں۔ اور بیان فضیلت مسجد نبوی اور اس میں اور مسجد مکہ معظمہ میں نماز پڑھنے کا اور ذکر قبر شریف اور ممبر منیعت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور بیان فضیلت سکونت مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ مروی ہوا ہے کہ کسی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر کو دریافت کیا کہ وہ کون مسجد ہے (جو اس آیت میں مذکور ہے) تو آپ نے فرمایا کہ وہ میری مسجد ہے اور یہی ابن المسیب اور زید بن ثابت اور ابن عمر اور مالک بن انس اور ان کے سوا اور لوگوں کا قول ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ وہ مسجد قبا ہے ہم سے ہشام بن احمد فقیہ نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لئے کجاوہ نہ کھینچا جاوے (یعنی سفر نہ کیا جاوے) مسجد حرام اور مسجد میری کہ یہ ہے اور مسجد اقصے اور وہ (احادیث اور) آثار جن میں کہ دخول مسجد کے وقت آپ پر درود اور سلام پڑھنا وارد ہوا ہے وہ مذکور ہو چکے ہیں اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تو فرماتے اعوذ باللہ و بوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم اور مالک رحمہ اللہ کہا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھلی آواز سنی تو آپ نے اس آواز والے کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ کن لوگوں میں کا ہے تو اس نے کہا کہ میں ثقیف کے لوگوں میں کا ایک شخص ہوں تو انہوں نے کہا کہ اگر تو ان دونوں بستیوں میں سے ہوتا تو میں تجھ کو ادب کرتا ہماری مسجد میں چلا کر نہیں بولا جاتا محمد بن مسلمہ نے کہا ہے کہ کسی کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ مسجد میں چلائے یا کسی اور بری بات کا قصد کرے بلکہ مسجد کو ان اشیاء سے محفوظ اور

مصئون رکھنا چاہئے جو کہ مکروہ ہیں۔ قاضی اسماعیل نے اپنے مبسوط میں باب فضل مسجد نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں کہا ہے کہ تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ سب مسجدوں کا یہی حکم ہے۔ قاضی اسماعیل نے کہا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے کہا ہے کہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نمازیوں پر ایسا چلانا مکروہ ہے جس سے ان کی نماز میں خلل آوے اور وہ شک اور شبہہ میں مبتلا ہوں۔ مساجد میں صرف چلانا اور شور کرنا ہی ممنوع نہیں ہے بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبی کے سوا اور مساجد میں تلبیہ کے ساتھ بھی آواز بلند کرنا مکروہ سمجھا گیا ہے۔ اور ابو ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا اس کے سوا اور مساجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے مگر مسجد حرام قاضی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس اشتنا کے معنی میں بھی علماء نے ایسا ہی اختلاف کیا ہے جیسا کہ انہوں نے مفاضلت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اختلاف کیا ہے۔ تو روایت اشہب میں امام مالک اس طرف گئے ہیں اور یہی ان کے رفیق ابن نافع اور ان کے اصحاب میں سے ایک جماعت کا قول ہے کہ حدیث مذکور کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا تمام مسجدوں میں ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے مگر مسجد حرام کہ اس میں نماز پڑھنے سے مسجد نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نماز پڑھنا بدوں ہزار کے افضل ہے اور اس امر پر انہوں نے اس امر سے استدلال کیا ہے جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس کے سوا اور مساجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے تو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس پر نو سو نمازوں کی اور اس کے سوا اور مسجدوں پر ہزار نمازوں کی فضیلت ثابت ہو گی۔ اور یہ امر اس پر مبنی ہے کہ مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے افضل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا قول ہے اور اہل مکہ اور اہل کوفہ تفضیل مکہ کے قائل ہوئے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور یہ اصحاب امام مالک میں سے عطا اور ابن وہب اور ابن حبیب کا قول ہے اور ساجی نے اس کو امام شافع رحمتہ اللہ سے نقل کیا ہے اور ان حضرات نے حدیث سابق میں اشتثناء کو اس کے ظاہر محمول کیا ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا (مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے) افضل ہے اور اس امر پر انہوں نے عبداللہ بن زبیر کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حدیث ابی ہریرہ کے مثل ہے اور اس میں ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے سو نمازوں سے افضل ہے اور اسی کے مثل قتادہ نے روایت کیا ہے تو اس بنا پر مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت دوسری مسجدوں میں ایک لاکھ

نماز پڑھنے کے برابر ہو گی اور اس امر میں کسی کا خلاف نہیں کہ قبر شریف نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ ساری زمینوں سے افضل ہے قاضی ابوالولید باجی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی یہ مقتضاء ہے کہ مسجد مکہ کا حکم تمام مساجد کے حکم کے خلاف ہے اور اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں مسجدوں کے ساتھ مدینہ منورہ کا کیا حکم ہے اور طحاوی اس طرف گئے ہیں کہ یہ تفضیل صرف فرض نماز کے درمیان ہے اور ہمارے اصحاب میں سے مطرف اس طرف گئے ہیں کہ نوافل میں بھی یہی کہا ہے اور (اسمیں) جمعہ بہتر ہے (دوسری جگہ کے) جمعہ سے اور رمضان بہتر ہے (دوسری جگہ کے) رمضان سے اور رمضان مدینہ منورہ اور غیر مدینہ کی فضیلت میں عبدالرزاق نے اسی کے ہم معنی ایک حدیث بھی ذکر کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے کہ میرے بیت (یعنی حجرہ مبارک) اور میرے ممبر کے درمیان ایک چمن ہے چمنہائے جنت سے اور اسی کے مثل ابی ہریرہ اور ابی سعید سے بھی مروی ہوا ہے اور انہوں نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میرا ممبر میرے حوض پر ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ میرا ممبر جنت کے ایک ٹیلہ پر ہے طبری نے کہا ہے کہ اس کے دو معنی ہیں ایک معنی تو یہ ہے کہ بیت (حجرہ) سے وہ بیت مراد ہے جس میں کہ آپ رہتے تھے اور وہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اور نیز وہ امر بھی مروی ہوا ہے جو اس کو بیان کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حجرہ اور میرے ممبر کے درمیان ایک باغ ہے باغہائے جنت سے دوسرے یہ کہ بیت سے اس جگہ قبر اُطہر مراد ہے اور یہ اس حدیث میں زید بن اسلم کا قول ہے جیسا کہ مروی ہوا ہے کہ میری قبر اور ممبر کے درمیان طبری نے کہا ہے کہ جب آپ کی قبر آپ کے گھر میں ہے تو ساری روایتیں متفق ہو گئیں اور ان میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ قول اور میرا ممبر میرے حوض پر ہے (اس کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ یہ وہی ممبر ہو گا جو دنیا میں تھا اور یہی ظاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ آپ کا ایک اور ممبر ہو گا تیسرا قول یہ ہے کہ جو کوئی آپ کی قبر مبارک کا قصد کرے گا اور ملازمت اعمال صالحہ کی غرض سے اس کے نزدیک حاضر رہے گا تو وہ حوض نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وارد ہو گا اور اس سے پانی پیویگا یہ باجی کا قول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ باغ ہے باغہائے جنت سے دو معنی کا محتمل ہے ایک معنی تو یہ ہیں کہ وہ اس کا موجب ہے اور اس میں نماز اور دعا کرنے سے وہ اس ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔

اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خاص اس جگہ کو (جنت میں) منتقل کر دے گا اور بعینہٖ یہی جگہ جنت میں ہو جاوے گی یہ درآوردی کا قول ہے اور ابن عمر اور صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے حق میں فرمایا ہے کہ جو کوئی مدینہ منورہ کی تنگی اور ترشی پر صبر کرے گا اس کے لئے میں قیامت کے روز شہید اور شفیع ہوں گا۔ اور آپ نے اس شخص کے حق میں فرمایا تھا جس نے کہ مدینہ منورہ سے اپنے مال و متاع کو دوسری جانب اٹھا لیا تھا (اور وہاں سے منتقل ہو گیا تھا) کہ اگر وہ جانتے ہوتے تو ان کے لئے مدینہ منورہ بہتر تھا اور فرمایا ہے کہ مدینہ بھٹی کے مثل ہے جو میل کو دور اور صاف اور ستھری چیز کو خالص اور جدا کر دیتی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ سے بیزار ہو کر باہر نہیں نکلا مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ مدینہ منورہ کے لئے اس سے بہتر بدل رکھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ جو شخص حرمین شریفین میں سے کسی ایک جگہ حج یا عمرہ کرتا مر جاوے گا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو قیامت کے روز ایسی حالت میں مبعوث کرے گا کہ اس پر نہ حساب ہو گا اور نہ عذاب اور دوسری سند میں ہے کہ وہ قیامت کے روز مامون لوگوں میں اٹھایا جاوے گا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ جس سے یہ ہو سکے کہ وہ مدینہ منورہ میں مرے تو اس کو وہیں مرنا چاہئے کیونکہ میں اس کا شفیع ہوں گا جو اس میں مرے گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا بعض علماء نے (تفسیر آمنا میں) کہا ہے امنا من النار یعنی جو اس میں داخل ہو گا وہ آگ سے امن میں ہو جاوے گا اور کہا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ شخص طلب سے امن میں ہو جاتا تھا جو حرم کے باہر جنایت کر کے حرم میں پناہ پکڑ لیتا تھا اور یہ ایسا ہے جیسا حق سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا اور نقل ہوا ہے کہ مقام منستر میں کچھ لوگ سعدون خولانی کے پاس آئے اور کہا کہ قبیلہ کنانہ نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اور تمام رات وہ اس پر آگ جلاتے رہے لیکن اس نے اس میں کچھ اثر نہ کیا اور اس کا بدن بدستور سفید بنا رہا تو اس نے کہا کہ شاید اس نے تین حج کئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ مجھ سے کسی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس کسی نے ایک حج ادا کیا اس نے اپنا فرض ادا کیا اور جس نے دوسرا حج کیا تو اس نے اپنے رب کو قرض دیا اور جس نے تین حج کئے تو اللہ نے اس کے بال اور کھال کو آگ پر حرام فرما دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کو دیکھا تو فرمایا مرحبا بک من بیت ما اعظمک واعظم حرمتک اے گھر تجھ کو مرحبا ہو تو کیسا کچھ بڑا ہے اور تیری کیسی کچھ عظمت ہے اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو کہ رکن اسود کے نزدیک اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہو مگر کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اور علی ہذا میزاب مبارک کے نزدیک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ جو کوئی مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتا ہے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں محشور ہو گا جو امن میں ہوں گے۔ فقیہ قاضی ابو الفضل رحمتہ اللہ (مصنف کتاب) نے بسند مسلسل خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ کوئی شخص اس ملتزم میں کسی حاجت کے لئے دعا نہیں کرتا مگر اللہ اس کے لئے اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ میں نے کبھی اس ملتزم میں کوئی دعا نہیں کی جب سے کہ میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے مگر یہ کہ میری دعا قبول ہوئی ہے قاضی ابو الفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ باوجود یہ کہ ان نکات نفیسہ کو اس باب سے کچھ تعلق نہ تھا مگر ہم نے ان کو اس فصل میں دو وجہ سے ذکر کیا ہے اول تو یہ کہ ان فوائد کو فصل ماسبق سے ایک گونہ تعلق ہے دوسرے یہ کہ ان کے ذکر کرنے سے فائدہ کی تکمیل ہوئی جاتی تھی اور اللہ ہی اپنی رحمت سے ثواب کی توفیق دینے والا ہے

تیسری قسم

بیان میں ان امور کے جن کا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہونا ضروری اور لابدی ہے اور ان امور کے جو کہ آپ کے حق میں مستحیل یا جائز ہیں اور احوال بشریت کے جن کا کہ آپ کی جانب نسبت کرنا ممتنع یا صحیح ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پس معلوم ہوا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ انبیاء کرام

انسان تھے اور انسان کی طرف بھیجے گئے تھے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ بآگ ان کے مقابلہ اور ملابست کی تاب نہ لاسکتے اور ان سے احکام کا قبول کرنا اور بات چیت کرنا ممکن نہ ہوتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا یعنی اگر ہم اس کو فرشتہ کرتے تب بھی وہ انسان ہی کی صورت میں ہوتا جس سے تمہارا میل جول اور بات چیت کرنا ممکن ہوتا کیونکہ تم فرشتہ سے اس وقت مقابلہ اور بات چیت نہیں کر سکتے جبکہ وہ اپنی صورت اصلیہ میں ہو اور نہ تم اس کو اس وقت دیکھ سکتے ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا یعنی عادت الٰہی میں فرشتوں کا انہیں کی جانب بھیجنا ممکن ہو جو ان کے ہم جنس ہوں یا ان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس قربت کے ساتھ مخصوص اور اپنی مخلوقات سے منتخب فرمایا ہو اور ان کو ان کے مقابلہ کی طاقت عطا کی ہو جیسے انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام پس انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام اللہ اور اس کے مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں جو ان کو اوامر اور نواہی اور وعد اور وعید الٰہی پہنچاتے اور ان کو ذات اور صفات باری تعالیٰ عزاسمہ اور اس کے خلق اور اس کے جلال اور عظمت اور علو مرتبت اور غلبہ اور قدرت اور عزت اور منفعت سے وہ امور معلوم کراتے رہتے ہیں جن کو کہ وہ نہیں جانتے پس ان کا ظاہر اور ان کے اجسام اور ان کی ترکیب تو اوصاف بشری کے ساتھ متصف ہوتی ہے اور ان پر بیماری اور موت اور فنا اور زوال (وغیرہ) سے وہ عوارض بشری طاری ہوتے ہیں جو کہ انسانوں پر طاری ہوا کرتے ہیں اور ان کی ارواح اور ان کے قلوب ان اوصاف علی کے ساتھ متصف ہوتے ہیں جو کہ اوصاف بشری سے نہایت اعلیٰ اور افضل اور ملاء اعلیٰ سے متعلق اور صفات ملائکہ سے مشابہ اور ہر طرح کے تغیر اور تبدل اور آفات سے مامون اور محفوظ ہوتے ہیں جن کو کہ اکثر اوقات عجز بشری اور ضعف انسانی لاحق نہیں ہونے پاتا کیونکہ اگر ظاہر کی طرح ان حضرات کی طرح بواطن بھی خالص بشریت ہی کے لئے ہوتے تو یہ حضرات بھی دوسرے لوگوں کے فرشتوں سے احکام الٰہی کے لینے پر قادر نہ ہوتے اور ظاہری صورتیں فرشتوں کی صفات کے ساتھ متصف اور صفات انسانی کے خلاف ہوتیں تو انسان اور جس مخلوق کی جانب کہ یہ حضرات مبعوث ہوئے ہیں ہرگز ان کی مخالطت اور میل جول کی طاقت نہ رکھتے جیسا کہ قول اللہ تعالیٰ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا سے پیشتر گذر چکا ہے تو یہ حضرات بلحاظ اپنے جسم اور صورت ظاہرہ کے تو انسان کے ساتھ ہیں اور بلحاظ ارواح طیبہ اور بواطن قدسیہ کے ملائکہ کے ساتھ ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل

بنانے والا ہوتا تو میں ابابکر رضی اللہ عنہ کو خلیل ٹھہراتا اور لیکن اسلام کے بھائی بندی ہے لیکن تمہارا صاحب خلیل الرحمٰن ہے اور جیسا کہ فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور فرمایا ہے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اس حالت میں دن پورا کرتا ہوں کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے تو ان حضرات کے بواطن آفات بشری سے پاک اور نقائص انسانی سے منزہ ہیں اور یہ جملہ اتنا مختصر ہے جس پر کہ ہر صاحب ہمت قانع نہیں ہو سکتا بلکہ اکثر ذی ہمت اس کے بسط اور تفصیل کے محتاج ہیں جیسا کہ اناہا الہی ہم اس کو اس کے بعد کے دونوں بابوں میں ذکر کریں گے اور ہم کو وہی بس ہے اور وہ اچھا کارساز ہے

پہلا باب

ان امور کے بیان میں جو کہ دین کے ساتھ مخصوص ہیں اور کلام عصمت سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام میں صلوات اللہ علیہم اجمعین قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ معلوم کرنا چاہئے کہ عوارض تغیرات اور آفات بشری جو انسان پر طاری ہوتے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ وہ اس کے جسم یا حواس پر بغیر قصد اور اختیار کے طاری ہوتے ہیں جیسے جملہ امراض اور اسقام یا یہ کہ وہ قصد اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں اور یہ سب کے سب حقیقت عمل اور فعل ہیں اور لیکن مشائخ کرام اس کو ہمیشہ سے تین قسم پر منقسم کرتے رہے ہیں عقد بالقلب یعنی عزم اور ارادہ اور قول لسان (گفتگو زبانی) اور عمل جوارح (جملہ افعال) اور تمام آدمیوں پر ان سب صورتوں میں آفات اور تغیرات بالاختیار اور بغیر اختیار دونوں طرح پر صادر ہوتے ہیں اور ہرچند کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں اور آپ کی اصل خلقت اور جبلت پر تمام ان امور کا طاری ہونا جائز ہے جو کہ جبلت بشر پر جائز ہونے چاہئیں لیکن تمام براہین قاطعہ اور اجماع امت اس امر پر قائم ہو چکے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام ان بہت سی آفتوں سے پاک اور منزا ہیں جو کہ انسان پر ان کے اختیار اور عدم اختیار سے طاری ہوتی ہیں جیسا کہ خدا نے چاہا تو ہم ان کو تفاصیل آئندہ میں بیان کریں گے

فصل 1

بیان عقیدہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شروع زمانہ نبوت سے خدا ہم کو اور تم کو توفیق عطا فرمادے معلوم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توحید باری تعالیٰ اور علم بلند اور علم ،صفات اللہ اور ایمان باللہ اور اس کی وحی سے جو کچھ بھی حاصل ہوا تھا وہ سب کا سب نہایت درجہ کو ظاہر اور آپ کو بالیقین معلوم تھا اور آپ اس بات سے کہ آپ ان امور

میں سے کسی ایک امر سے بھی بے خبر ہوں یا آپ کو کسی قسم کا شک اور شبہہ ہو آپ نہایت درجہ کو سعید تھے اور نیز آپ اس امر سے جو اس معرفت اور یقین کے ضد ہو پرلے درجہ کے معصوم اور بری تھے اور اس سب پر تمام مسلمانوں کا اجماع واقع ہے اور دلائل واضع اور برا ہین لائحہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام کے دل میں اس کے سوا کسی اور امر اور ارادہ کا ہونا ممکن نہیں (اس کے وقوع اور صدور کا تو کیا ذکر ہے اور ہمارے اس بیان پر جو ہم نے ابھی بیان کیا ہے ابراہیم علیہ الصلوت والسلام کے اس قول سے جو انہوں نے کہا تھا بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ کوئی اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی اس خبر میں کچھ شک اور شبہ نہ کیا تھا جو سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو مردوں کے زندہ کرنے کی دی تھی بلکہ انہوں نے یہ چاہا تھا کہ مشاہدہ احیاء کے سبب آپ کے دل کو مزید اطمینان حاصل ہو جاوے اور منازعین اور مخاصمین کا نزاع چھوٹ جاوے تو پہلا علم (یعنی عین الیقین) تو ان کو اس کے وقوع کے ساتھ پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا اور دوسرے علم (یعنی عین الیقین) کے وہ مع اس کی کیفیت اور مشاہدہ کے خواستگار ہوئے دوسری وجہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس سوال سے اپنے مرتبہ علی اور اجابت اپنی دعا کا حال معلوم کرنا مقصود تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک آپ کا کیا رتبہ ہے اور آپ کی دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ اور قول اللہ تعالیٰ اولم تومن کے یہ معنی ہیں کہ کیا تم نے اپنے اس مرتبہ کی تصدیق نہیں کی جو تم کو میرے نزدیک حاصل ہے اور خلت اور اصطفا سے میں نے تم کو عطا کیا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ سوال زیادت یقین اور قوت اطمینان کے لئے تھا گو اول میں بھی آپ کو شک نہ تھا کیونکہ بعض اوقات علوم ضروریہ اور نظریہ قوت میں متفاضل ہو جاتے ہیں اور علوم ضروریہ پر شک کا طاری ہونا ممتنع اور محال ہے اور علوم نظریہ پر جائز اور ممکن ہے تو آپ نے علم نظری یا خبری سے مشاہدہ کی جانب اور علم الیقین سے عین الیقین کی جانب ترقی کرنا چاہا تھا کیونکہ خبر معائنہ کے مانند نہیں ہوتی اور اسی واسطے سہل بن عبداللہ نے کہا ہے سال کشف غطاء العیان لیزداد بنور الیقین تمکنا فی حالہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کی آنکھ سے پردہ اٹھاوے تاکہ نور یقین کے ساتھ آپ کی حالت میں تمکین اور ثبات اور ترقی کر جاوے چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آپ نے مشرکین سے اس امر کے ساتھ احتجاج کیا کہ آپ کا رب جلاتا ہے اور مارتا ہے تو آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تاکہ آپ کا احتجاج عیاناً صحیح ہو جاوے پانچویں وجہ بعض علما کا یہ قول ہے کہ یہ سوال بر سبیل ادب ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ مجھ کو مردہ زندہ کرنے

کی قدرت عطاء فرما دے۔ اور قول اللہ تعالیٰ لیطمئن قلبی کے یہ ہے معنی ہیں کہ اس آرزو کے پورا کرنے سے میرا دل مطمئن کر دے چھٹی وجہ یہ کہ آپ نے اپنے نفس کی طرف سے شک کا اظہار فرمایا ہے اور حقیقۃً شک نہ تھا لیکن اس سے یہ مقصود تھا کہ آپ کی دعا قبول کی جاوے تاکہ آپ کا قرب اور زیادہ ہو اور ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا نحن احق بالشک من ابراھیم کہ ابراہیم کی نسبت شک کے ہم زیادہ مستحق ہیں ابراہیم علیہ السلام سے شک کی نفی اور قلوب سے خطرات ضعیفہ کا دفع کرنا مقصود ہے تاکہ ابراہیم علیہ السلام کی نسبت کوئی شخص یہ گمان نہ کرنے پاوے کہ آپ نے شک کیا مطلب یہ ہے کہ ہم بعث اور احیاء موتی کا یقین کرنے والے تھے۔ یا آپ کا یہ فرمانا بر سبیل ادب ہے یا لفظ ہم سے آپ کی وہ امت مراد ہے جن پر کہ شک کا طاری ہونا جائز ہے۔ یا آپ کا یہ فرمانا ازراہ تواضع اور اشفاق علی النفس ہے کہ آپ نے اپنے نفس اقدس کو تزکیہ سے بچایا ہے بشرطیکہ قصہ ابراہیم علیہ السلام کو اس پر محمول کیا جاوے کہ اس سے آپ کو اپنے مرتبہ کمال کا امتحان یا زیادت یقین مطلوب تھا (جیسا کہ توجیہ دوم میں مذکور اور مسطور ہے) اور اگر یہ کہا جاوے کہ پھر قول اللہ تعالیٰ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکَ لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَتَکُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ کے کیا معنی ہیں تو خدا تیرا دل ثابت رکھے تو اس سے بچنا کہ کہیں تیرے دل میں وہ خطرہ پیدا ہو جو بعض مفسرین نے ابن عباس وغیرہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ تقاضائے بشریت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر میں کچھ شک واقع ہوا تھا جو آپ پر نازل ہوا تھا کیونکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ امر ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ شک فرمایا اور نہ آپ نے کسی سے دریافت کیا اور اسی کے قریب قریب ابن جبیر اور حسن (بصری) رحمۃ اللہ سے بھی مروی ہوا ہے اور قتادہ نے حکایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ میں پوچھتا ہوں۔ اور تمام مفسرین کا یہی قول ہے۔ اور اہل تاویل نے معنی اس آیت میں اختلاف کیا ہے تو بعض نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اے محمد تم شک کرنے والوں سے کہہ دو (کہ تم لوگوں سے پوچھ لو) اور کہا ہے کہ نفس سورت میں وہ امر موجود ہی جو اس تاویل پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ ہے (کہ فرمایا ہے) قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ

اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ترجمہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تم) لوگوں سے کہدو کہ اگر میرے دین سے تم شک میں ہو تو میں نہیں پوجتا جن کو کہ تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں پوجتا ہوں اللہ کو جو مارتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں ہوں ایمان والوں میں (سورہ یونس رکوع 11) اور بعض نے کہا ہے کہ اس کلام سے اہل عرب مراد ہیں نہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ ایسا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ترجمہ اگر تو نے کوئی شریک مانا تو تیرے کئے اکارت ہو جاویں گے اور تو زیاں کاروں سے ہو جاوے گا (سورہ زمر رکوع 6) کہ اس سے آپ کی ذات اقدس کے سوا اور لوگ مراد ہیں۔ اور اسی کے مثل ہے قول اللہ تعالیٰ کا فلاتک فی مریۃ مما یعبد ھولاء ترجمہ سو تو نہ رہ دھوکے میں ان چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ (سورہ ہود رکوع 9) اور اس سے بظاہر بت مراد ہیں۔ بکر بن العلاء نے کہا ہے کہ کیا تو اس کو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَکُوْنَ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ترجمہ اور تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے کہ آیات الٰہی کی تکذیب کی ہے کہ ہو جاوے تو ٹوٹے والوں سے (سورہ یونس رکوع 9) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکذب ہیں کہ لوگوں نے آپ کو اس امر میں جھٹلایا ہے جس کی جانب کہ آپ ان کو بلاتے تھے تو پھر آپ مکذب (یعنی جھٹلانے والے) کیسے ہو سکتے ہیں سو یہ سب امور اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ خطاب مذکور کے آپ مخاطب نہیں ہیں بلکہ آپ کے سوا اور لوگ مخاطب ہیں اور اسی کے مثل ہے اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا کہ اس جگہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور لوگوں کو اس امر کا حکم ہوا ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کریں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبیر مسئول ہیں نہ مستخبر (دریافت کرنے والے) سائل اور کہا ہے کہ یہ شک بھی جس کے پوچھنے کا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور لوگوں کو حکم ہوا ہے ان قصص اور اخبارات امم سابقہ میں ہے جن کو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان کیا ہے نہ امر توحید و شریعت میں جس کی جانب کہ آپ لوگوں کو دعوت کرتے تھے۔ اور اسی کے مثل ہے قول اللہ تعالیٰ کا وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ترجمہ اور پوچھ دیکھ ان رسولوں سے کہ پہلے بھیجے تھے ہم نے تجھ سے کہ کیا کئے ہیں ہم نے رحمن کے سوا اور معبود جو پوجے جاویں (سورہ زخرف رکوع 10) کہ اس سے بھی مشرکین مراد ہیں اور نہ نبیں سواجت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب کئے گئے ہیں یہ مکی کا قول ہے۔ اور

بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تو ہم سے ان لوگوں کو دریافت کر جن کو کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا ہے تو اس جگہ حرف جر یعنی مِنْ محذوف ہے اور کلام پورا ہو گیا اور اس کے بعد اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ بہ سبیل انکار کلام مبتدا واقع ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے رحمٰن کے سوائے اور معبود نہیں ٹھہرائے جن کی عبادت کی جاوے اس کو کسی نے حکایت کیا ہے

اور بعض نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم ہوا تھا کہ معراج کی رات آپ اس امر کو انبیاء کرام سے دریافت کر لیتا تو آپ کا یقین اس سے زیادہ قوی تھا کہ آپ اس کو کسی سے دریافت کرتے تو مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں دریافت کرتا مجھ کو یقین ہے یہ ابن زید کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ تو ہمارے رسولوں کی امتوں سے پوچھ کیا وہ ان کے پاس توحید کے سوا کچھ اور بھی لائے تھے (ہرگز نہیں) یہ معنی ہیں قول مجاہد اور سدی اور ضحاک اور قتادہ کے اور اس سے اور اس کے ماقبل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر کا جتانا مقصود ہے جس کے ساتھ رسل کرام مبعوث ہوئے ہیں اور یہ جتلانا مطلوب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے سوا کسی کو کسی دوسرے کی عبادت کا حکم نہیں دیا اور نیز اس قول میں مشرکین عرب اور غیر عرب کے اس قول کا رد کرنا مقصود ہے جو وہ کہا کرتے تھے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى کہ ہم تو ان کو صرف اس واسطے پوجتے ہیں کہ وہ مرتبہ میں ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں اور علی ہذا سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اور جن کو دی ہم نے کتاب وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سی ساتھ حق کے سو مت ہو شک لانے والا مطلب یہ ہے کہ ان کے علم میں بھی تو اس بات میں شک لانے والا نہیں ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے گو وہ (زبان سے) اس کا اقرار نہ کریں اور اس سے آپ کا اس امر میں شک کرنا مراد نہیں ہے جو اول آیت میں ذکر کیا گیا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یعنی اے محمد اس شخص سے کہہ دو جو اس میں شک کرتا ہے کہ تو شک کرنے والوں سے نہ ہو اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اول آیت میں فرمایا ہے اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ترجمہ کیا میں سوائے خدا کے ڈھونڈوں میں کوئی فیصلہ کرنے والا اور وہی ہے جس نے اتاری تمہاری طرف کتاب بیان کرنے کی اور یہ کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کلام کے ساتھ دوسروں کو مخاطب فرماویں اور بعض نے کہا ہے کہ وہ تقریر ہے یعنی مشرکین سے یہ اقرار کرانا

مقصود ہے کہ اللہ نے کوئی دوسرا معبود نہیں ٹھہرایا جس کی پرستش کی جاوے جیسا کہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ترجمہ کیا تو نے کہا ہے لوگوں سے کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود ٹھہرالو خدا کے سوا (سورہ مائدہ رکوع 2) حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انہوں نے نہیں کہا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تو شک میں نہیں ہے تو (اہل کتاب سے پوچھ لے تاکہ تجھ کو طمانینت پر طمانینت اور علم پر علم اور یقین پر یقین اور زیادہ ہو جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر تجھ کو اس شرف اور منزلت میں جو ہم نے تجھ کو عطا کیا ہے کچھ شک ہے تو تو ان سے اپنی صفات اور اپنے فضائل کو دریافت کر لے جو ان کی کتابوں میں مذکور اور مسطور ہیں ا۔ اور ابی عبید سے نقل ہوا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اگر تجھ کو اپنے غیر کی طرف سے اس میں کچھ شک ہے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے تو تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو کتاب پڑھتے ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ پھر قول اللہ تعالیٰ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ کے قرات تخفیف ذال پر کیا معنی ہیں تو ہم کہیں گے کہ اس صورت میں اس کے وہ معنی ہیں جو عائشہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں بیان کیے ہیں کہ اس سے خدا کی پناہ کوئی یہ گمان کرے کہ رسل علیہم الصلوت والسلام اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان کرتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب اللہ کے رسول ناامید ہوتے ہیں تو وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے اتباع میں سے جن لوگوں نے ان کی نصرت اور یاری کا وعدہ کیا تھا انہوں نے جھوٹ بولا اور ان کو جھٹلایا اور اکثر مفسرین اس کے قائل ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ظنوا کی ضمیر اتباع کی جانب راجع ہے (یعنی امت اور اتباع نے یہ گمان کیا نہ انبیاء کرام نے) اور یہ ابن عباس اور نخعی اور ابن جبیر اور علماء کرام کی ایک جماعت کا قول ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے مجاہد نے فتح (کاف اور ذال) کے ساتھ کذبوا پڑھا ہے تو تو اپنے خیال کیا اس کے سوا کسی اور تفسیر کی طرف متوجہ نہ کرنا جو کہ منصب علما کے لئے شایان نہیں انبیاء کرام کا تو کیا ذکر ہے۔ اور علی ہذا سیرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابتدا روحی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے یہ فرمانا لقد خشیت علی نفسی کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کو فرشتہ کے دیکھنے کے بعد اس شے میں شک ہوا تھا جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی اور لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کی طاقت مقاومت فرشتہ اور تحمل اثقال وحی کی متحمل نہ ہو اور آپ کا دل نکل جاوے یا آپ کی روح نہ پرواز کر جائے یہ (تقریر) اس بنا پر ہے جو صحیح (بخاری) میں وارد ہوا ہے

کہ آپ نے یہ کلمہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ آپ فرشتہ سے مل چکے تھے اور ممکن ہے کہ یہ قصہ ملاقات فرشتہ اور اس سے پہلے کا ہو جب کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا اعلام فرمایا اور پہلے ہی بار آپ پر کچھ عجائب اور غرائب ظاہر ہوئے ہوں اور آپ پر درختوں اور پتھروں نے سلام کیا ہو اور آپ پر رویاء صادقہ اور بشارات کا آنا شروع ہوا ہو جیسا کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں مروی ہوا ہے کہ یہ اول آپ کو نیند میں شروع ہوا تھا اور اس کے بعد آپ کو ویسا ہی بیداری میں دکھائی دیا تاکہ آپ مانوس ہو جاویں اور آپ کو دفعۃً مشاہدہ اور مشافہ کی نوبت نہ آوے اور اول وہلہ میں آپ کی ترکیب بشری اس کا تحمل نہ کر سکے۔ اور صحیح (بخاری اور مسلم) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ سب سے اول جو امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آنا شروع ہوا تھا وہ سچا خواب تھا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ پھر آپ کو خلوت محبوب ہو گئی اور کہا ہے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آیا (یعنی وحی) اور آپ اس وقت غار حراء میں تھے۔ الحدیث اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ برس تک مکہ معظمہ میں رہے جس میں سات برس تک تو آپ ایک آواز سنتے رہے اور ایک روشنی دیکھتے رہے اور آپ کو کوئی چیز نظر نہیں آئی اور آٹھ برس تک آپ پر وحی آتی رہی۔ اور ابن اسحاق نے بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کی مجاورت غار حرا کا ذکر کیا کہا کہ پھر وہ میرے پاس آیا اور میں سوتا تھا تو اس نے کہا کہ پڑھ تو میں نے کہا کہ میں پڑھا نہیں ہوں اور پھر آپ کے دبانے اور آپ کو تین بار سورہ اقراء باسم ربک کے پڑھانے میں حدیث عائشہ کے مثل ذکر کیا کہا کہ پھر وہ مجھ سے لوٹ گیا اور میں اپنی نیند سے بیدار ہو گیا گویا کہ وہ میرے دل میں صورت پکڑ گیا۔ اور مجھ کو کوئی چیز شاعر یا مجنون سے زیادہ مبغوض نہ تھی میں نے کہا کہ مجھ سے قریش اس کے ساتھ کبھی بات نہ کریں گے بجز میں بلندی پہاڑ کا قصد کروں گا اور وہاں سے اپنی جان کو نیچے ڈال کر قتل کروں گا (مطلب یہ ہے کہ یہ سنا کہ کوئی مجھ کو شاعر یا مجنوں کے ایسا گراں تھا کہ اس کے مقابلہ میں مجھ کو اپنی جان دے دینا آسان تھا) سو اس اثنا میں کہ میں یہ ارادہ رکھتا تھا میں نے اچانک ایک آواز دینے والے کو سنا کہ وہ آسمان کی جانب سے مجھ کو جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت میں نظر آئے اور حدیث کو بطولہ ذکر کیا سو اس حدیث میں اس امر کو بیان کیا ہے کہ آپ کا یہ قول اور قصد جو آپ نے کیا اور فرمایا تھا اس وقت کا ہے جب کہ آپ جبرئیل علیہ السلام سے نہ ملے تھے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ پر نبوت کا اعلان نہ فرمایا تھا اور نہ آپ پر یہ امر ظاہر فرمایا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اپنی

رسالت کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور اسی کے مثل ہے عمرو بن شرجیل کی یہ حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو میں ایک آواز سنتا ہوں اور قسم بخدا مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بات کسی امر(بدا) کے سبب نہ ہو (جس کو میں نہ جانتا ہوں اور اس کے سبب میں مشقت میں گرفتار ہو جاؤں) اور حماد بن سلمہ کی روایت میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں ایک آواز سنتا ہوں اور ایک روشنی دیکھتا ہوں اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں مجھ کو جنون نہ ہو جاوے اور اسی تاویل پر آپ کا وہ قول بھی مئول ہو گا بشرطیکہ وہ صحیح ہو جو آپ سے بعض احادیث میں مروی ہوا ہے ان الابعد شاعراومجنون (نفس اسعد کے جانب اشارہ کر کے فرماتے ہیں) کہ بعد شاعر یا مجنوں ہے یا اس کے مثل اور الفاظ جن سے کہ صحیح آپ کی رویت میں شک پیدا ہوتا ہے کہ ان سب میں بھی تاویل کی جاوے گی کہ یہ امر ابتداء امر کے قصہ ہیں۔ جب کہ آپ فرشتہ سے نہ ملے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو یہ بات معلوم نہ کرائی تھی کہ آپ رسول ہیں پھر طرفہ یہ کہ ان میں بہت سے الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے اسانید ہی صحیح نہیں ہوتے اور جب کہ اللہ سبحانہ وتعالی آپ پر اپنے رسالت کا اعلام فرما چکا اور آپ فرشتہ سے مل لئے تو اس کے بعد نہ تو آپ کا ان علوم اور معارف میں شک کرنا صحیح ہے جو آپ کی جانب القا کئے گئے ہیں اور نہ ان میں آپ پر کسی شبہ کا طاری ہونا جائز ہے اور ابن اسحاق نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل اس کے کہ آپ پر قرآن شریف نازل ہو آپ نظر بد سے جھاڑے جاتے تھے پس جب آپ پر قرآن شریف نازل ہوا تو اپ کو اس وقت بھی ایک بار ایسی ہی تکلیف لاحق ہوئی جیسے کہ پہلے ہوا کرتی تھی تو آپ سے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں آپ کے پاس کسی جھاڑنے والے کو بھیجوں تو آپ نے فرمایا کہ اب نہیں اور خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی حدیث اور ان کا اپنا سر کھول کر جبرئیل علیہ السلام کا امتحان کرنا آخر حدیث تک خود حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے حق میں ہے تاکہ ان کو صحت نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متحقق اور یہ امر معلوم ہو جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو کوئی آتا ہے وہ فرشتہ ہے (یا اور کوئی) اور خود ان کی طبیعت سے ان کا یہ شک رفع ہو جاوے یہ نہیں ہے کہ انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض سے کیا تھا تاکہ اس کے ذریعہ سے آپ اپنا حال معلوم کر لیں بلکہ عبداللہ بن محمد بن یحیی بن عروہ کی اس حدیث میں وارد ہوا ہے جس کو کہ انہوں نے ہشام سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ورقہ (بن نوفل) نے خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو اس امتحان کا حکم دیا تھا۔ اور اسماعیل بن حکم کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے (یعنی خدیجہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اے میرے چچا کے بیٹے کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ آپ اپنے صاحب کی مجھے خبر دیں جب کہ وہ آپ کے پاس آویں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں تو جب آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ نے ان کو خبر دی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ آپ میرے پہلو میں بیٹھ جائیے اور حدیث کو آخر تک ذکر کیا (کہ آپ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنا سر کھول لیا تو جبرئیل علیہ السلام نہ آئے) اور اس میں ہے کہ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ اے میرے چچا کے بیٹے یہ شیطان نہیں ہے (بلکہ) فرشتہ ہے پس اپ ثابت رہے اور خوشیاں کیجئے اور خود آپ پر ایمان لے آئیں سو یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس امر کے ساتھ جو انہوں نے کیا اپنی ذات کے لئے ثابت اور اپنے ایمان کو ظاہر کرنا چاہتی تھیں یہ نہ تھا کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (کسی کو) ثابت کرنا چاہتی تھیں اور فترت (یعنی انقطاع وحی کے زمانہ) میں معمر کے اس قول سے بھی اس اصل پر کوئی قدح لازم نہیں آتا (جو انہوں نے کہا ہے) کہ اس امر میں جو ہم کو پہنچا ہے یہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے غمگین ہوئے کہ آپ کئی بار اس ارادہ سے باہر تشریف لے گئے کہ آپ بلندی پہاڑ سے لڑھک پڑیں کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے فیما بلغنا اور اس کی سند نہیں بیان کی اور نہ انہوں نے

اس کے روات اور اس کے بیان کرنے والے کا ذکر کیا ہے اور نہ یہ کہا ہے کہ یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے۔ حالانکہ یہ بات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی دوسرے سے معلوم نہیں ہو سکتی مع اس امر کے کہ وہ اس کا بھی محتمل ہے کہ یہ ابتداء امر کا قصد ہے جیسا کہ ہم اس کو ذکر کر آئے ہیں اور اس کا بھی محتمل ہے کہ اپنے یہ کام اس وقت کیا تھا جب کہ تکذیب امت کے سبب آپ کا دل تنگ ہوا تھا جیسا کہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ترجمہ سو کہیں تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ نہ ایمان لاویں گے اس بات پر مارے غم کے۔ انتہی۔ اور معنی اس تاویل کے وہ حدیث صحیح کر رہی ہے جس کو شریک نے محمد بن عبداللہ بن عقیل سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں مشورہ کرنے کی غرض سے دارالندوہ میں جمع ہوئے اور اس امر پر ان سب کی رائے متفق ہو گئی کہ وہ یہ کہیں گے کہ آپ جادوگر ہیں تو آپ پر یہ نہایت گراں گزرا اور آپ اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے اور ان کو اپنے جسم پر ڈھانک لیا تو آپ کے پاس جبرئیل آئے اور کہا يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے جھرمٹ مارنے والے اے لحاف میں لپٹنے والے یا یہ کہ آپ کو اس امر کا اندیشہ ہوا کہ کہیں وحی کا بند ہونا کسی ایسے امر کے سبب سے نہ ہو جو آپ کی جانب سے واقع ہوا ہو سو اس سے آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں انقطاع رب العزت کی جانب سے عقوبہ نہ ہو تو آپ نے خود اپنی طبیعت سے یہ ارادہ کیا اور اس وقت تک اس کی ممانعت میں شرع وارد نہ ہوا تھا جس سے آپ پر کوئی اعتراض لازم آوے اور اسی قبیل سے ہے بھاگنا یونس علیہ السلام کا اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ کی قوم آپ کو اس وعدہ میں نہ جھٹلاوے جو آپ نے ان سے عذاب الٰہی کا کیا تھا۔ اور سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے جو اس سبحانہ و تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ یہ معنی ہیں کہ انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہ ڈالیں گے۔ کسی نے کہا ہے کہ انہوں نے رحمت الٰہی میں طمع کی اور خیال کیا کہ ان کے نکلنے میں (خدا) ان پر راہ تنگ نہ کرے گا اور بعض نے کہا ہے کہ (ان کو یہ خیال ہوا کہ) ہم ان پر وہ امر مقدر نہ کریں گے جو ان کو پہنچا۔ اور (فَظَنَّ أَن لَّن نُّقَدِّرَ عَلَيْهِ میں) نقدر تشدید دال کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر یہ امر مقدر نہ کریں گے اور کہا گیا ہے (کہ اس کے یہ معنی ہیں) کہ ہم ان سے ان کے غصہ اور جانے پر مواخذہ نہ کریں گے اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں أَفَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ یعنی یہ ہا،

استفہام کے طور پر صادر ہوا ہے اور ہمزہ استفہام کا اس سے تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کیا جاتے وقت انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قادر نہ ہوں گے۔ اور (کلیہ یہ ہے کہ کسی نبی کی نسبت یہ زیبا نہیں ہے کہ ان کی نسبت یہ گمان کیا جاوے کہ وہ صفات رب العزت میں سے کسی صفت سے بے خبر تھے اور ان کو سبحانہ و تعالیٰ کی یہ صفت معلوم نہ تھی

اور علی ہذا قول اللہ تعالیٰ اِذْذَّهَبَ مُغَاضِبًا (بھی تاویل کا محتاج ہے اور) صحیح یہ ہے کہ وہ اپنی قوم سے ان کے کفر کے سبب غصہ ہو کر چلے گئے تھے۔ اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہا اور ضحاک کا قول ہے یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے غصہ ہو کر چلے گئے تھے کیونکہ اللہ عزوجل سے غصہ ہونا اس سے دشمنی کرنا ہے اور اس سے دشمنی کرنا کفر ہے جو مومنوں کے لئے شایان نہیں انبیاء کرام کا تو کیا ذکر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ اپنی قوم سے شرما کر چلے گئے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو جھوٹا کہنے لگیں یا آپ کو مار ڈالیں جیسا کہ خبر میں وارد ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ بعض ملوک سے اس امر پر ناراض ہو کر چلے گئے تھے جس کی جانب توجہ کرنے کا اس ملک کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی دوسرے نبی علیہ السلام کی زبان پر حکم دیا تھا تو اس سے یونس علیہ السلام نے کہا کہ اس کے نزدیک دوسرا نبی مجھ سے زیادہ قوی ہے تو سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو (مقاسات شدائد اور صبر پر) مجبور کیا پس وہ اس کے سبب غصہ ہو کر چلے گئے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ یونس علیہ السلام اس وقت رسول اور نبی ہوئے تھے جب کہ آپ کو مچھلی پھینک چکی تھی (مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ نبوت سے پہلے کا ہے) اور اس امر پر انہوں نے آیت کے اس قول سے استدلال کیا ہے فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ترجمہ پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا اور اگایا ہم نے اس پر ایک درخت بیل کا اور بھیجا ہم نے اس کو لاکھ آدمیوں پر یا زیادہ پر (سورہ صف رکوع 5) اور نیز سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ اور مت ہو جیسا مچھلی والا (سورہ ن رکوع 2) اس کے بعد فرمایا ہے إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ اور جب پکارا اس نے اور وہ غم سے بھرا تھا اگر نہ سنبھالتا اس کو احسان تیرے رب کا تو پھینکا ہی گیا تھا چٹیل میدان میں الزام کھایا ہوا پھر کہا ہے فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ پھر پسند کیا اس کو اس کے رب نے پھر کر دیا اس کو نیکوں میں تو اس وقت یہ قصہ آپ کی نبوت سے پہلے کا ہو گا (کیونکہ فاجتبٰہ کی فاء تعقیب پر دلالت کر رہی ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو آپ نے فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ کل یوم مائتہ مرتہ۔ اور ایک اور سند میں ہے فی الیوم اکثر من سبعین مرتہ کہ میرے دل پر (غفلت کی) ایک جھلی سی آتی ہے تو میں اللہ سے ہر روز سو بار یا زائد از ستر بار استغفار کرتا ہوں سو تو اس سے بچنا کہ کہیں

تیرے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ غین (تجلی) وسوسہ یا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس پر واقع ہوتا تھا بلکہ اس مقام میں غین سے وہ شے مراد ہے جو قلب کو چھپالے اور ڈھانک لے۔ یہ ابو عبیدہ کا قول ہے۔
اور اصل میں یہ لفظ غین اسماء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ابر کا آسمان پر محیط ہونا اور ان کے سوا اوروں نے کہا ہے کہ غین وہ شے ہے جو دل پر چھا جائے اور اس کو چھپائے نہیں جیسے ابر رقیق جو آسمان اور زمین کے درمیان چھا جاتا ہے کہ وہ دھوپ کو نہیں روکتا اور علی ہذا حدیث سے بھی یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ آپ کے قلب مبارک پر ایک روز میں سو بار یا زائد از ستر بار غین آتا تھا کیونکہ لفظ مذکور جس کو ہم نے ذکر کیا اس کا مقتضے نہیں ہے اور وہی اکثر روایات ہے بلکہ یہ استغفار کا عدد ہے نہ غین کا تو اس غین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ غفلت قلبی اور فترات نفسانی اور سہو انسانی مراد ہیں جو کہ آپ کو ملازمت ذکر اور مشاہدہ حق سے ان امور کے سبب لاحق ہوتی تھیں جو کہ مقاسات بشری اور سیاست امت اور شفقت اہل اور مقابلہ دوست اور دشمن اور مصالحت نفس سے آپ کو عطاء ہوئیں تھیں اور اثقال اداء رسالت اور حمل امانت (وغیرہ) سے آپ پر ڈالی گئیں تھیں اور آپ ان سب حالتوں میں اپنے رب کی طاعت اور اپنے خالق کی عبادت ہی میں لگے ہوئے تھے اور لیکن اس سب سے کہ آپ کا مرتبہ عالی اللہ کے نزدیک سب سے اور سارے خلق سے زیادہ تھا اور آپ اس کی ذات اور صفات کے سب سے زیادہ عارف تھے اور آپ کی وہ حالت جب کہ آپ کا قلب مبارک ملاحظہ غیر سے خالی ہوتا اور آپ کی ہمت رفیع اس کے ماسوا سی فارغ ہوتی اور آپ اپنے رب تبارک و تعالی کے ساتھ منفرد اور ہم تن اس وحدہ لاشریک لہ کی جانب متوجہ ہوتے آپ کی حالت رفیعہ اور مرتبت منیعہ کا نقصان اور انحطاط خیال فرماتے اور اس سے خدا کی پناہ مانگتے اور استغفار کرتے تھے۔ بیان معانی اس حدیث میں یہ وجہ سب وجہوں سے قوی اور مشہور تر ہے اور ان معانی کی جانب جن کی طرف کہ ہم نے اشارہ کیا ہے بہت سے علماء مائل ہوئے ہیں اور وہ اس کے آس پاس پھرتے رہے ہیں مگر اصل مقصود کو (جو ہم نے بیان کیا ہے) نہیں پہنچے اور ہم نے اس کے معانی غامضہ کو فہم سے قریب کر دیا ہے اور اس شخص کے لئے جو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے اس کے روئے زیبا کو ظاہر کر دیا ہے اور یہ تاویل اور توجیہ اس پر مبنی ہے کہ طریق تبلیغ کے سوا اور امور میں انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام پر سہو و نسیان اور غفلت کا طاری ہونا جائز ہے جیسا کہ آگے آوے گا اور ارباب باطن اور مشائخ صوفیہ کی ایک جماعت جو اس کی قائل ہوئی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کی غفلت اور

نظرات سے بھی مبرا اور منزہ ہیں اس طرف گئی ہے کہ اس سے وہ ہموم اور غموم اور افکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں جو کہ شفقت اور رافت کی سبب امت کی جانب سے آپ کے دل اور دماغ پر وارد ہوتے رہتے تھے مطلب یہ ہے کہ آپ یہ استغفار ان کے لئے فرماتے تھے اور ممکن ہے کہ حدیث مذکور میں غین سے وہ سکنت اور اطمینان مراد ہو جو کہ آپ کے قلب سلیم کو حاصل ہوتی تھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ ترجمہ پس اللہ نے اتاری اس پر تسکین اپنی (سورہ توبہ رکوع 6) اور ظہور اس سکینت کے وقت آپ کا استغفار کرنا اظہار عبودیت اور افتقار کے لئے ہو اور ابن عطا نے کہا ہے کہ آپ کا یہ استغفار کرنا امت کو تعلیم فرمانا اور ان کو استغفار کی جانب راغب کرنا ہے اور ان کے سوا اوروں نے کہا ہے کہ (اس سے یہ مقصود ہے کہ) وہ اس وقت بچاؤ کو معلوم کریں اور امن کی جانب مائل ہوں اور ممکن ہے کہ غین مذکور سے وہ حالت خوف اور خشیت اور عظمت الہی مراد ہو جو آپ کے قلب مبارک پر طاری ہوتی تھی پس آپ اس وقت بغرض ادائے شکر اور ملازمت عبودیت استغفار فرماتے تھے جیسا کہ ملازمت (اور دوام) عبادت میں آپ نے فرمایا ہے اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا کہ کیا میں نہایت شکر گذار بندہ نہ ہو جاؤں۔ اور انہیں وجوہ اخیرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ قول بھی محمول ہو گا جو بعض طرق اس حدیث میں آپ سے مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرے دل پر دن بھر میں ستر بار سے زیادہ غین (غبار) آتا ہے سو میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور استغفار کرتا ہوں اور اگر کوئی یہ کہے کہ پھر سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ کہ اگر اللہ چاہتا تو جمع کرلاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہونا دانوں میں اور نیز سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے جو سبحانہ وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ کہ تو مجھ سے وہ بات نہ پوچھ جو تجھ کو معلوم نہیں میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں سے نہ ہونا کیا معنی ہیں پس معلوم کرنا چاہیے کہ ان آیتوں میں قول اس شخص کی جانب التفات نہ کرنا چاہئے جس نے ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیت میں کہا ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے مت ہو جئے جو اس امر سے بے خبر ہیں کہ اللہ چاہتا تو انکو ہدایت پر جمع کر دیتا اور آیت نوح علیہ السلام میں کہا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز ان لوگوں میں سے مت ہوجئے جو اس سے بے خبر ہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کیونکہ نوح علیہ السلام نے خود کہا ہے: وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے کیونکہ اس طرف التفات کرنے میں

انبیاء کرام پر) بعض صفات الٰہی میں جہل کا ثابت کرنا لازم آتا ہے اور یہ انبیاء کرام پر جائز نہیں اور مقصود یہ ہے کہ ان کو اس امر کی نصیحت کی جاوے کہ وہ اپنے افعال اور اقوال میں جہلا کی مشابہت نہ اختیار کریں جیسا کہ فرمایا ہے اِنِّیْٓ اَعِظُکَ کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں اور آیت مذکور میں اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ ان صفات ممنوعہ میں سے کسی صفت کے ساتھ متصف تھے اور اس کے ممکن ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں کیونکہ آیت نوح میں اس سے پہلے موجود ہے۔ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔

کہ تم ہم سے وہ بات نہ پوچھو جس کا کہ تم کو علم نہیں تو آیت کے مابعد کا اس کے ماقبل پر محمول کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہو گا کیونکہ ایسی چیز بعض اوقات توازن کی محتاج ہوتی ہے اور بعض اوقات (نہیں بھی ہوتی اور) اس میں ابتداء سوال کرنا جائز ہوتا ہے سو اللہ عزوجل نے ان کو سبب ہلاکت ان کے بیٹے کے دریافت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کو اپنے مکنون غیب میں پوشیدہ رکھا ہے اور پھر آپ پر اپنی نعمتوں کو پورا کیا ہے اور فرمایا ہے اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کو وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں اس مطلب کو مکی نے حکایت کیا ہے علی ہذا وہ امر بھی ایسا ہی ہے جو ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو التزام صبر اور عدم جرح سے ہوا ہے کہ آپ اعراض اپنی قوم پر صبر فرمایئے اور اس کے سبب سے تنگ دل نہ ہوجیے ایسا نہ ہو کہ شدت تحسر کے سبب آپ کا حال جاہلوں کے حال کے قریب ہو جاوے اس کو ابو بکر بن فورک نے حکایت کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ (اس سے صورت تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حقیقت) امت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہے۔ معنی یہ ہیں کہ تم لوگ جاہل نہ بن جانا اس کو ابو محمد مکی نے حکایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے مثل قرآن میں بہت ہے تو اس فضیلت کے سبب اس امر کا قائل ہونا کہ نبوت کے بعد انبیاء کرام ان باتوں سے پاک اور بری ہوتے ہیں قطعاً واجب اور لازم ٹھہرا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ جب ان امور سے انبیاء کرام کی عصمت ثابت ہو چکی (اور یہ امر مقرر ہو چکا کہ انبیاء کرام شرک اور شک اور جہل وغیرہ نقائص سے بالکل پاک ہیں) اور ان پر ان امور میں سے کسی ایک امر کا بھی عارض ہونا جائز نہیں تو پھر کہ جل شانہ وتعالیٰ کا ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان امور پر وعید فرمانا اور آپ کو ان سے منع فرمانا کیا شے ہے مثلاً کہا ہے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کہ اگر تو شریک لاوے گا تو بے شک تیرے کئے اکارت ہو جاویں گے اور زیاں میں پڑ جاوے گا اور فرمایا ہے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا

يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو
جو نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا کرے تیرا سو اگر تو نے کیا تو تو ہی اس وقت ظالموں سے اور فرمایا
ہے لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (اگر
ہم تجھ کو نہ سنبھالتے تو تو جھک ہی چکا تھا ان کی طرف) اس وقت ضرور چکھاتے ہم تجھ کو دو
نا مزہ زندگی میں اور دونا مزہ مرنے میں پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر کوئی مددگار اور فرمایا ہے
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ اور اگر یہ بنالاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ پھر
کاٹ ڈالتے اس سے رگ گردن اور فرمایا ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اگر تو کہا مانے گا اکثر لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو بھلا دیں
گے تجھ کو اللہ کی راہ سے اور فرمایا ہے فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ پس اگر اللہ
چاہے تو مہر کر دے تیرے دل پر اور فرمایا ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ
الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اے نبی ڈر خدا سے اور کہا نہ مان منکروں اور منافقوں کا پس
خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق عطا فرماوے معلوم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
یہ امر جائز نہیں ہے کہ آپ احکام الٰہی نہ پہنچاویں (یا اس میں سے کوئی امر پوشیدہ رکھیں) اور
اپنے رب کے حکم کی مخالفت کریں اور آپ اس کا کسی کو شریک ٹھہراویں اور آپ اللہ پر کوئی
ایسی بات کہیں جس کا کہ اس نے آپ کو حکم نہیں کیا اور یہ کہ آپ اس پر کوئی بہتان باندھیں
یا آپ کسی کو گمراہ کریں یا آپ کے قلب مبارک پر مہر کی جاوے یا آپ کافروں کی اطاعت
کریں لیکن تبلیغ مخالفین میں مکاشفہ اور بیان کے ساتھ آپ کے کام کو آسان فرمایا ہے اور یہ کہ
اگر آپ کا احکام الٰہی کو پہنچادینا اس طرح نہ ہو تو گویا آپ نے احکام الٰہی کو پہنچایا ہی نہیں۔ اور
آپ کے قلب مبارک کو اپنے اس قول کے ساتھ قوت اور مسرت بخشی ہے وَاللّٰهُ
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ بچاوے گا آپ کو لوگوں سے (اور آپ کے لئے یہ فرمانا
ایسا ہے) جیسا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا تھا لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا کہ تم
ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں تاکہ ابلاغ احکام اور اظہار دین میں ان کے بصائر تیز اور دل
قوی ہو جائیں اور ان سے خوف دفع ہو جس سے کہ دل کو کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ اور رہا قول
اللہ تعالیٰ کا وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ اور قول اللہ تعالیٰ

کا اِذًا لَّاَذَقْنَاکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا سو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو ایسا کرے اور اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کی بھی یہی سزا ہوتی لیکن آپ نے نہیں کیا۔ اور علی ہذا سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سو اس سے بھی آپ کے سوا اور لوگ مراد ہیں جیساکہ فرمایا ہے (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ اے ایمان والو اگر تم کہا ہو گے منکروں کا تو وہ پھیر دیں گے تم کو الٹے پاؤں پس ہو جاؤ گے تم ٹوٹا پانے والے اور قول اللہ تعالیٰ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ اور قول اللہ تعالیٰ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اور ان کے مثل اور بہت سی آیتیں ہیں کہ ان سے بھی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور لوگ مراد ہیں اور یہ اس شخص کا حال ہے جس نے شرک کیا ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ جائز نہیں ہے اور رہا سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ تو اس میں بھی یہ نہیں ہے کہ آپ نے ان کی اطاعت کی اور اللہ عزوجل (مالک الملک اور حاکم الکل ہے وہ) آپ کو جس چیز سے چاہے منع فرمادے اور جس چیز کا چاہے حکم کرے جیساکہ فرمایا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ مَا عَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَھُمْ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ترجمہ اور مت ہانک ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں منہ اس کا تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ کہ ہانکے تو ان کو پھر ہو جاوے تو بے انصافوں میں اور نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہانکا اور نہ آپ بے انصاف تھے۔

فصل 2

اور رہی یہ بات کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے بھی اس قسم کے معاصی سے معصوم اور معصوں ہوتے ہیں (یا نہیں) سو اس امر میں علما کے درمیان اختلاف واقع ہے اور صواب یہ ہے کہ وہ اس امر سے کہ ذات اور صفات باری تعالیٰ میں سے کسی امر سے بے خبر ہوں اور دین آخرت کے امور میں سے ان کو ایسے امر میں کسی قسم کا شک اور شبہ واقع ہو قطعاً معصوم اور بری ہیں اور تمام اخبار اور آثار جو انبیاء کرام سے ماثور اور منقول ہوئے ہیں وہ سب کے سب اس امر

کے شاہد اور موید ہیں کہ یہ تمام حضرات ابتدائے آفرینش ہی سے ان تمام نقائص سے پاک اور بری ہوتے ہیں اور توحید الہی اور ایمان باللہ بلکہ اس حالت پر نشو ونما پاتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً ان پر انوار معارف اور نفحات الطاف الہی فائز ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ اس امر پر ہم نے اس کتاب کے قسم اول میں دوسرے باب میں تنبیہ کی ہے اور اہل اخبار اور تواریخ میں سے کسی نے اس امر کو نقل نہیں کیا کہ کبھی کوئی ایسا شخص بھی نبی اور برگزیدہ ہوا ہو جو اس سے قبل کفر اور شرک کے ساتھ معروف ہوا ہو اور بعض علماء نے اس امر پر اس سے استدلال کیا ہے کہ جس کی یہ عادت ہوتی ہے اس سے لوگوں کو نفرت ہوا کرتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ قریش نے سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر قسم کا بہتان باندھا اور آپ پر ہر قسم کا طعن کیا اور نیز کفار امم انبیاء سابقین نے بھی اپنے اپنے نبیوں کو ہر ہر بات کی عار دلائی اور ان پر طرح طرح کے بہتان باندھے جیسا کہ سبحانہ و تعالی نے ان کو ہم پر بیان فرمایا ہے اور ناقلین اخبار اور راویان حدیث نے ان کو ہم سے روایت کیا ہے مگر ہم نے ان مطاعن میں کہیں نہیں پایا کہ کسی نے ان پر یہ الزام لگایا ہو کہ انہوں نے اپنے معبود حقیقی یا اس امر کو چھوڑ دیا جس کو کہ وہ لائے تھے اور اگر کہیں خدانخواستہ ایسا ہوتا تو وہ ضرور احتجاجاً اس طعن کی جانب مبادرت کرتے اور ان کو اس امر کی عار دلاتے اور ان پر یہ طعن کرتے (کہ ان کا کیا اعتبار) کہ یہ ابھی اپنے معبود ہی میں متلون اور غیر مستقل ہیں ان کو اسی میں استقلال نہیں اور نیز یہ امر کہ کفار مذکور ان حضرات کو پرستش اس شے سے منع کرنے پر زجر و توبیخ کرتے جس کو کہ وہ خود پوج چکے تھے حجت میں اس زجر و توبیخ سے اشنع اور اقطع تھا جو انبیاء کرام ان کو اور ان کے آباء اور اجداد کو ان کے معبودوں کے چھوڑنے پر فرماتے تھے سو ان سب کا بالاتفاق اس طعن سے اعراض کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کو اس اعتراض کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور ہم تک منقول ہوتا اور نیز وہ اس سے ساکت بھی نہ رہتے جیسا کہ وہ بوقت تحویل قبلہ وہ اس سے ساکت نہیں رہے اور کہہ اٹھے مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا کہ اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جن پر کہ وہ پہلے سے تھے۔ جیسا کہ سبحانہ و تعالی نے اس امر کو ان سے حکایت کیا ہے اور قاضی قشیری رحمتہ اللہ نے اس امر پر کہ انبیاء کرام اس قسم کے معاصی سے منزہ اور مبرا ہیں سبحان و تعالی کے اس قول سے استدلال کیا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ترجمہ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے

اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بیٹے مریم سے اور لیا ہم نے ان سے عہد گاڑھا تاکہ پوچھے اللہ سچ ان کے سے اور تیار کر رکھا ہے واسطے منکروں کے عذاب درد دینے والا (سورہ احزاب رکوع اول) اور اس قول سے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ترجمہ اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں کا کہ کچھ ہم نے تم کو دیا کتاب سے اور حکمت سے پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچ بتا دے تمہارے پاس والے کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے قشیری رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپکو میثاق میں پاک کیا ہے اور یہ نہایت بعید ہے کہ سبحانہ و تعالیٰ آپ سے قبل از ولادت (اپنی عبادت کا) عہد لیوے اور پھر آپ کی ولادت باسعادت سے برسوں پہلے تمام نبیوں سے آپ کی تصدیق اور تائید کا عہد لیوے کہ آپ پر ایمان لاویں گے اور آپ کی نصرت اور یاری کریں گے اور پھر آپ پر شرک اور دیگر معاصی کا کرنا جائز ہو اس امر کو وہی شخص جائز کہہ سکتا ہے جو ملحد ہو یہ ان کے قول کے معنی ہیں (نہ اصل لفظ) اور بھلا یہ امر بھی ممکن ہے کہ آپ کی صغر سنی اور بچپن کی حالت میں تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوں اور آپ کا قلب مبارک چاک کر کے اس سے ایک سیاہ خون کا لوتھڑا نکالیں اور آپ سے کہیں کہ یہ آپ سے شیطان کا حصہ ہے اور پھر اس کو دھو کر ایمان اور حکمت سے بھریں جیسا کہ اخبارات بدو خلقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالتواتر اس کی تائید کر رہے ہیں (اور پھر آپ شرک اور معاصی میں مبتلا ہوں ہرگز نہیں) اور تجھ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے شک اور شبہ میں مبتلا ہوں ہرگز نہیں) اور تجھ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے شک اور شبہ میں نہ پڑنا چاہیئے جو انہوں نے چاند اور سورج اور تاروں کے حق میں کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے کیونکہ (اس کے دفع میں) کہا گیا ہے کہ یہ زمانہ طفولیت اور ابتداء نظر اور فکر اور لزوم تکلیف سے پہلے کا قصہ ہے۔ اور بڑے بڑے علماء حذاق اور مفسرین کتب نیز اس طرف گئے ہیں کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم کے عاجز کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے کی غرض سے کہی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی تو استفہام کے ہیں مگر یہ محل انکار میں وارد ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ کیا یہ میرا رب ہے (یعنی ہرگز نہیں) اور زجاج نے کہا ہے کہ آپ کے قول ہذا ربی (یہ میرا رب ہے) کے یہ معنی ہیں کہ تمہارے قول کے موافق یہ میرا رب ہے جیسا کہ کہا ہے۔ این شرکائی یعنی جن کو تم میرا شریک جانتے ہو کہاں ہیں اور اس امر پر کہ آپ نے ان اشیاء میں سے کبھی کسی شئے کو نہیں پوجا اور نہ آپ

نے بقدر پلک زدن بھی کبھی کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا اللہ عزوجل کا یہ قول دلالت کر رہا ہے
اِذْقَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ جب کہا انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے کہ تم کس کی
پرستش کرتے ہو (اور انہوں نے آپ کو جواب دیا کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کے لئے
اعتکاف بیٹھتے ہیں) تو انہوں نے اس کے آخر میں کہا اَفَرَاَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ترجمہ بھلا دیکھتے ہو جن کو
پوجتے رہے ہو تم اور تمہارے باپ دادے اگلے سو وہ میرے دشمن ہیں مگر جہاں کا صاحب۔
اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول اذجاء ربہ بقلب سلیم کہ جب لایا اپنے رب کے پاس دل سالم شرک
سے۔ اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور بچا مجھ کو اور
میری اولاد کو اس سے کہ ہم پوجیں بتوں کو۔ اور اگر تو یہ کہے کہ پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول
کے کیا معنی لَىِٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ کہ اگر نہ ہدایت
کرے گا مجھ کو رب میرا تو بے شک میں ہو جاؤں گا گمراہ لوگوں میں۔ تو اس کے جواب میں کہا
گیا ہے کہ اگر وہ اپنی مدد سے میری یاری نہ کرے گا تو میں گمراہی اور غباوت میں تمہارے مانند
ہو جاؤں گا اور آپ کا یہ فرمانا بر سبیل خوف اور حذر تھا ورنہ آپ یوم ازل ہی میں گمراہی سے
معصوم ہو چکے تھے۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں
وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ
مِلَّتِنَا اور کہا منکروں نے اپنے رسولوں کو کہ ہم نکال دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ
ہمارے دین میں اور پھر آپ نے رسولوں کی طرف سے فرمایا ہے قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا کہ بے شک ہم نے
جھوٹ باندھ لیا اللہ پر اگر ہم پھر آویں تمہارے دین میں اس سے پیچھے کہ ہم کو بچا لیا اللہ نے
اس سے تو اس کلام میں عود (لوٹنے اور پھر آنے) سے تو اس شک میں نہ پڑ جانا کہ عود (یعنی
لوٹنے اور پھر آنے) کا لفظ اس کا مقتضی ہے کہ وہ اس مذہب کفر کی جانب لوٹتے جس پر کہ وہ
پہلے سے تھے۔ کیونکہ محاورہ عرب میں یہ لفظ کبھی اس محل پر بھی مستعمل ہوتا ہے

جس کی کہ ابتدا نہ ہو اور اس وقت وہ صیرورت (یعنی ابتداء ایک حالت سے دوسری حالت کیجانب بدل جانے) کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ دوزخیوں کی حدیث میں آیا ہے عادوا حمما کہ وہ کوئلہ ہو جاویں گے (کہ اس جگہ پر عاد کا لفظ بولا گیا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کبھی کوئلہ نہ تھے اور اسی کے مثل ہے قول کسی شاعر کا تلک المکارم لاقعبان من لبن ـ شیبا بماء فعادا بعد ابوالا۔ یعنی یہ مکارم جمیلہ ہیں جن پر کہ اجر جزیل مرتب ہوتا ہے دودھ پانی (یعنی لسی کا پیالہ نہیں ہے کہ موت ہو گیا ہے۔ (دیکھو اس شعر میں بھی فقط عادا بمعنی صارا ہے مطلب یہی ہے کہ وہ ابتداءً پیشاب ہو گیا ہے یہ نہیں ہے کہ وہ پہلے بھی پیشاب تھا) اور اگر کوئی یہ کہے کہ پھر قول اللہ تعالیٰ ووجدک ضالاً فھدیٰ کے کیا معنی ہیں تو (اس کے جواب میں) کہا گیا ہے کہ یہ لفظ ضلال بمعنی کفر سے مشتق نہیں ہے کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں ضالا عن النبوتہ فھداک الیھا کہ آپ کو نبوت سے گمراہ پایا تھا سو آپ کو اس کی جانب ہدایت کر دی یہ طبری کا قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کو اہل ضلالت میں پایا سو آپ کو اس سے بچالیا اور آپ کو ایمان اور ان کی ہدایت کی جانب راہ بتایا اور اس کے مثل سدی اور بہت سے علما سے مروی ہوا ہے اور کہا گیا ہے (کہ اس کے معنی ہیں کہ آپ کو ایسی حالت میں پایا کہ آپ اپنی شریعت سے بے خبر تھے سو آپ کو اس کی جانب ہدایت کی۔ اور ضلال۔ اس جگہ تحیر کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ آپ حیرت میں تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاش اس شے میں غار حرا میں خلوت کرتے تھے جس کے ساتھ آپ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو شریعت پکڑیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اسلام کی جانب رہبری فرمائی اس معنی کے قشیری قائل ہوئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ حق نہ پہچانتے تھے تو خدا نے آپ کو اس کی جانب رہبری فرمائی اور یہ ایسا ہے کہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کہ تم کو وہ سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔ یہ علی بن عیسی کا قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آپ ضلالت معصیت میں مبتلا نہ تھے اور کہا گیا ہے کہ ہدی کے یہ معنی ہیں کہ دلائل اور براہین کے ساتھ آپ کے امر کو صاف اور واضح کر دیا۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان گمراہ (راہ بھولا ہوا) پایا سو آپ کو مدینہ منورہ کا راستہ بتا دیا اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کو ہادی پا کر آپ کے سبب گمراہوں کو ہدایت کر دی۔ اور جعفر بن محمد سے مروی ہوا ہے کہ ہم نے ازل میں تم کو اپنی محبت سے گمراہ (بے خبر) پایا کہ تو اس کو نہ پہچانتا تھا سو میں نے اپنی معرفت کے ساتھ تجھ پر احسان کیا۔ اور حسن بن علی نے پڑھا ہے ووجدک ضالا فھدی یعنی تم کو

ایک گمراہ نے پایا سو تمہارے سبب سے اس نے ہدایت حاصل کی۔ اور ابن عطا نے کہا ہے کہ ووجدک ضالا۔ کے معنی ہیں محباًلمعرفتی یعنی تم کو اپنی معرفت کا محبوب رکھنے والا پایا اور ضال کے معنی ہیں محب کے جیسا کہ فرمایا اِنَّکَ لَفِیْ ضَلَالِکَ الْقَدِیْمِ کہ آپ محبت قدیم میں گرفتار ہیں ۔ اور برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے اس قول سے دین کی گمراہی مراد نہ لی تھی کیونکہ اگر وہ نبی علیہ السلام کی شان میں ایسا کہتے تو کافر ہو جاتے اور ان کے نزدیک سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول بھی ایسا ہی ہے اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہ ہم ان کو دیکھتے ہیں صریح محبت میں اور جنید رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ (اس کے یہ معنی ہیں کہ) سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو بیان اس شے میں جو آپ پر نازل ہوئی تھی متحیر پایا سو آپ کو اس کے بیان کی ہدایت کی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ترجمہ اور اتارا ہم نے تیری طرف ذکر تو کہ تو بیان کرے واسطے لوگوں کے جو اتارا گیا طرف ان کے اور تو کہ وہ فکر کریں اور کہا گیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو ایسی حالت میں پایا کہ کوئی شخص آپ کو یہ نہ جانتا تھا کہ آپ نبی ہیں یہاں تک کہ اس نے آپ کو ظاہر کیا اور آپ کے سبب سے نیک بخت لوگوں کو ہدایت فرمائی۔ اور میں نہیں جانتا کہ کسی مفسر نے یہ کہا ہو کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ ایمان سے گمراہ تھے اور علی ھذا قصہ موسیٰ علیہ السلام میں ان کا یہ قول فعلتھا اذاوانا من الضالین (کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہے) کہ اس کے بھی یہ معنی ہیں کہ مجھ سے یہ کام خطا سر زد ہوا ہے اور میں اس کا بالقصد مرتکب نہیں ہوا (یہ معنی نہیں ہیں کہ نعوذ باللہ میں نے یہ کام گمراہی یا کفر کی حالت میں کیا ہے) یہ ابن عرفہ کا قول ہے اور زہری نے کہا ہے کہ ضالین کے معنی ہیں ناسیین مطلب یہ ہے کہ یہ کام مجھ سے سہوا سر زد ہوا ہے۔ اور یہی بات قول اللہ تعالیٰ ووجدک ضالا میں بھی کہی گئی ہے یعنی ضالا کے معنی ہیں ناسیا یعنی سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو بھولنے والا پایا جیسا کہ فرمایا ہے اِنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى کہ اگر بھول جاوے ایک عورت تو یاد دلاوے اس کو دوسری۔ اور اگر یہ کہے کہ پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سمرقندی نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے محمد تم وحی سے پہلے نہ جانتے تھے کہ تم کس طرح قرآن پڑھو اور کس طرح خلق کو ایمان کی جانب بلاؤ اور بکر قاضی نے بھی اس کے مثل کہا ہے اور کہا ہے آپ ایمان یعنی فرائض اور احکام نہ جانتے تھے اور کہا ہے کہ آپ اس سے پہلے صرف توحید الٰہی کے ساتھ مومن تھے پھر اس کے بعد آپ پر فرائض نازل ہوئے جن کو اس سے پہلے آپ نہ جانتے

تھے پس تکلیف کے سبب ایمان اور زیادہ ہو گیا اور یہ وجدان ساری وجہوں سے بہتر ہے۔ اور اگر تو یہ کہے کہ پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی کہ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ اور تحقیق تھا تو پہلے اس سے بے خبروں میں سو معلوم کرنا چاہئے کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے ہیں والذین ھم عن ایتنا غافلون بلکہ ابو عبداللہ ہروی نے حکایت کیا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تم یوسف علیہ السلام کے قصہ سے بے خبر تھے کیونکہ آپ کو یہ قصہ وحی سے معلوم ہوا ہے۔ اور علی ہذا وہ حدیث جس کو کہ عثمان بن ابی شیبہ نے بسند خود جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کے ہمراہ ان کے مشاہد میں حاضر ہوا کرتے تھے تو (ایک بار) آپ نے اپنے پیچھے سے دو فرشتوں کو سنا کہ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جا اور اس کے پیچھے کھڑا ہو تو دوسرے نے کہا کہ میں اس کے پیچھے کیسے کھڑا ہوں اور وہ انقیاد اس نام سے قریب العہد ہے تو اس کے بعد پھر کبھی آپ ان کے مشاہد میں حاضر نہیں ہوئے سو یہ حدیث منکر ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے اس کا بہت زور کے ساتھ انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ یا تو موضوع ہے اور یا موضوع کے مشابہ ہے اور دار قطنی نے کہا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ عثمان نے اس کی اسناد میں وہم کیا ہے اور اس میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں ہے کہ حدیث مذکور منکر ہے اور اس کے اسناد پر روایت کو اتفاق نہیں اور علما کے نزدیک جو امر معروف ہے وہ اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری طرف بت مبغوض کر دیے گئے تھے اور دوسری حدیث میں ہے جس کو کہ ام ایمن نے روایت کیا ہے کہ جب آپ کے چچا اور آپ کے گھر والوں نے آپ سے کسی عید میں حاضر ہونے کے بارے میں گفتگو کی اور آپ نے اس میں جانا نا پسند کیا اور وہ اس پر مصر ہوئے اور آپ ان کے ہمراہ تشریف لے گئے اور وہاں سے مرعوب اور مزجور واپس تشریف لائے آپ کا یہ قول کہ جب میں ان سے قریب ہوا تو مجھ کو ایک سفید شخص نظر آیا کہ وہ مجھ کو میرے پیچھے سے چلاتا ہے کہ تو اس کو نہ چھونا تو پھر کبھی آپ ان کی کسی عید میں حاضر نہیں ہوئے اور قصہ بحیرا میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ قول جب کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لات اور عزیٰ کی قسم لینا چاہی جب کہ سفر شام میں وہ آپ سے آپ کے چچا کے ساتھ ملا اور آپ اس وقت بچہ تھے

اس نے آپ میں نبوت کی علامتیں دیکھیں اور اس کے ساتھ اس نے آپ کا امتحان لینا چاہا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو ان کے ذریعہ سے مجھ سے کوئی بات دریافت نہ کر قسم بخدا میں کسی شے کو اتنا دشمن نہیں رکھتا جتنا کہ میں ان کو مبغوض رکھتا ہوں تو اس پر

آپ سے بحیرا نے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم آپ سے جو بات پوچھوں آپ اس کا مجھ کو جواب دیں تو آپ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے سو پوچھ اور بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی سیرت اور خصلت سے یہ بات بھی معروف ہے کہ آپ وقوف مزدلفہ میں نبوت سے پہلے ہی سے مشرکین کی مخالفت فرماتے اور عرفات میں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا موقف تھا۔

فصل 3

قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمارے اس بیان سابق سے ظاہر ہو گیا ہے کہ انبیاء کرام توحید اور ایمان اور وحی میں عقائد کے اور عقائد مذکورہ سے قطعاً پاک اور معصوم ہیں جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اور باب توحید اور عقائد کے سوا ان کے دل مطلقاً علم و یقین سے مملو اور امور دین اور دنیا سے ان کو وہ علم اور معرفت حاصل ہے جس سے فوق کا حاصل ہونا غیر متصور اور جس کسی نے اخبار مورخین اور احادیث کا اہتمام کیا ہے اور ان امور میں جو ہم ذکر کر آئے ہیں خوض و فکر کیا ہے تو وہ اس کو خدا نے چاہا ویسا ہی پاوے گا جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں اور ہم اس کتاب کے پہلی قسم کے چوتھے باب میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ان امور سے اتنے ذکر کر آئے ہیں جو اس کے ماسوا پر آگاہ کر سکتے ہیں مگر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ان معارف میں برابر نہیں ہیں اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان امور میں جو دنیا سے تعلق رکھتے ہیں انبیاء کرام کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ ان امور میں بھی کلیتہً واقف ہوا کریں اور اس کے ہر ہر جزئی کے نہ معلوم ہونے اور خلاف اعتقاد رکھنے سے بھی معصوم ہوا کریں اور نہ بعض ان امور کے عدم واقفیت سے ان کی شان میں کوئی نقص لازم آتا ہے کیونکہ ان کی ہمتیں علیٰ ہمہ تن امور آخرت اور اس کے واقعات اور قوانین شریعت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں اور امور دنیا اس کے خلاف اور مضاد ہیں برخلاف دیگر اہل دنیا کے جو زیب و زینت ظاہری دنیا پر فریفتہ اور دار آخرت سے غافل ہوتے ہیں جیسا کہ خدا نے چاہا ہم اس کو باب ثانی میں بیان کریں گے اور لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ امور دنیا سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں کیونکہ اس سے ان کی شان میں جہل اور نادانی کا نقص لازم آتا ہے اور وہ اس نقص سے بالکل پاک اور بری ہیں بلکہ وہ تمام اہل دنیا کی جانب مبعوث ہوئے ہیں اور ان کی سیاست اور ہدایت اور ان کے مصالح دینی اور دنیاوی میں نظر کرانے کے ذمہ دار کئے گئے ہیں اور یہ اس طرح ممکن نہیں کہ وہ امور دنیا سے کلیتہً بے خبر ہوں اور اسباب میں بھی انبیاء کرام اور رسل علیہم

السلام کے حالات اور سیر معلوم اور معروف ہیں اور وہ وقفیت ان تمام امور کے ساتھ مخلوق میں مشہور ہیں۔ اور اگر ان کا یہ عقیدہ ان امور میں سے ہے جو دین سے تعلق رکھتے ہیں تو اس صورت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اس امر کے سوا اور کوئی امر صحیح نہیں ہو سکتا کہ آپ اس سے باخبر اور واقف ہیں اور آپ کا اس سے بے خبر رہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ آپ کو یہ علم وحی سے حاصل ہوا ہے سو اس میں تو آپ کی جانب سے شک کا ہونا جائز ہی نہیں جیسا کہ ہم اس کو پیشتر بیان کر آئے ہیں تو اس میں تو یہ امر ممکن ہی نہیں کہ آپ اس سے بے خبر ہوں بلکہ اس میں تو آپ کو علم یقین حاصل ہے یا یہ کہ آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے کیا ہو اور یہ اس واقعہ میں ہے جس میں کہ آپ پر وحی نہ نازل ہوئی ہو اس بنا پر کہ قول محققین کے موافق ایسے حادثات میں آپ سے اجتہاد کرنا جائز ہے اور نیز اس بنا پر کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا مقتضے ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے) کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہارے درمیان ان امور میں اپنی رائے سے حکم کرتا ہوں جن میں کہ مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا اس حدیث کی ثقات نے تخریج کی ہے اور جیسے قصہ اساری بدر اور اذن متخلفین غزوہ تبوک کا رائے بعض پر تو وہ امر بھی حق اور صحیح ہوگا جس کے کہ آپ اپنے اجتہاد سے منعقد ہوئے ہیں (نہ غیر صحیح) اور یہی مذہب حق اور صحیح ہے اس کے بعد مخالفت اس شخص کی جانب توجہ نہیں کی جا سکتی جس نے کہ آپ کے اجتہاد میں خطا کو جائز رکھا ہے نہ اس قول پر جو ہمارے نزدیک حق اور صواب ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور نہ دوسرے قول پر کہ حق ایک جانب ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام اپنے ان اجتہادات میں جو وہ امور شرعیہ میں کریں معصوم ہیں اور اس واسطے کہ تخلیہ بہ مجتہدین میں جو یہ قول مستقر ہوا ہے کہ مجتہد ہی خطا بھی کرتا ہے اور صواب کو بھی پہنچتا ہے سو یہ استقرار شرع کے بعد واقع ہوا ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظر اور اجتہاد اس امر میں واقع ہوتا تھا جس میں کہ آپ پر وحی نہ نازل ہوتی تھی اور نہ شرع مشروع ہوتا تھا اور یہ حکم اس اجتہاد کا ہے جس میں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب سلیم ایک امر پر مجتمع ہو جاتا تھا اور رہے وہ نوازل اور حوادثات شرعیہ جن میں کہ آپ کی خاطر اقدس کسی امر پر مجتمع نہ ہوتی سو ان امور میں سے آپ صرف انہیں امور کو جانتے تھے جن کو کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کو تعلیم فرمایا تھا یہاں تک کہ آپ کو کل اشیاء معلوم ہو گئیں خواہ تو اس طور سے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کو آپ پر وحی فرمایا یا اس طور سے کہ آپ کو ان امور میں تشریع کا اذن دے دیا کہ آپ اس میں جیسا کہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہے حکم کریں اور نیز بہت سے معاملات میں آپ وحی کا انتظار بھی فرماتے تھے لیکن آپ نے اس وقت وفات فرمائی ہے جب کہ آپ کو پورے طور سے تمام علوم اور معارف معلوم ہو چکے تھے اور آپ سے شک اور شبہ اور جہل کلیتہً منتفی ہو چکا تھا غرضیکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرائع اسلام میں سے کسی ایسے امر شرعی کی تفصیل سے بے خبر رہنا جائز نہیں ہے جس کی جانب کہ آپ کو دعوت کرنے کا حکم ہوا تھا کیونکہ آپ امت کو اس امر کی جانب دعوت نہیں کر سکتے جس کو کہ وہ خود نہ جانتے ہوں اور رہے وہ امور جن کا کہ ملکوت آسمان اور زمین اور خلق الٰہی اور تعیین اسماء حسنیٰ اور آیات کبریٰ اور امور آخرت اور اشراط قیامت اور احوال سعدا اور اشقیاء اور علم امور گذشتہ اور آئندہ سے آپ اعتقاد رکھتے تھے اور ان کا بغیر وحی کے معلوم ہونا ممکن نہ تھا سو وہ بھی جیسا کہ پیشتر گذرا اسی قبیل سے ہیں جن میں کہ آپ معصوم ہیں اور ان امور میں سے بھی کسی امر میں جو آپ کو معلوم کرا دیا گیا ہے آپ پر کسی قسم کے شک اور شبہ کا طاری ہونا جائز نہیں ہے بلکہ آپ کو اس میں بھی اعلیٰ درجہ کا یقین حاصل تھا ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ آپ اس کی ساری تفصیلوں سے بھی واقف ہوں گو اس میں آپ کو اتنا علم حاصل ہو جو ساری مخلوق کو بھی حاصل نہ ہوا ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا جو مجھ کو میرے رب نے سکھایا ہے اور آپ نے حدیث قدسی میں اپنے رب کی جانب سے فرمایا ہے کہ (اللہ فرماتا ہے کہ) میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ شے تیار کر رکھی ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر گزرا اور نہ کوئی جی جانتا ہے جو اس نے چھپا رکھا ہے ان کے لئے ٹھنڈک آنکھ سے اور موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا تھا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ کیا میں تمہارے ساتھ رہو اس شرط پر کہ آپ مجھ کو سکھا دیں کچھ بھلی راہ اس راہ سے کہ سکھائی گئی ہے آپ کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (اے اللہ) میں تجھ سے تیرے اچھے ناموں کے ساتھ وہ چیزیں مانگتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا اور نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے وفوق کل ذی علم علیم۔ کہ ہر جاننے والے پر جاننے والا ہے (اس کی تفسیر میں) زید بن اسلم نے کہا ہے حتی ینتھی العلم الی اللہ یعنی ہر عالم کے اوپر عالم ہے یہاں تک کہ علم خدا کی جانب منتہی ہو (کہ پھر اس سے اوپر اور کوئی عالم نہیں) اور اس میں کسی قسم کا کوئی خفا نہیں کیونکہ معلومات الٰہی کا نہ احاطہ ممکن ہے اور نہ اس کی کوئی انتہا ہے۔ یہ حکم ہے عقائد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توحید اور شرع

اور معارف الٰہیہ اور امور دینیہ میں

فصل 4

اور معلوم کرنا چاہئے کہ اس امر پر تمام امت نے اجماع کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروفساد اور فتنہ شیاطین سے مامون اور محفوظ تھے سو وہ نہ آپ کے جسم مبارک کو کسی قسم کا نقصان پہنچا سکتے تھے اور نہ آپ کے دل اقدس میں کسی قسم کا وسوسہ ڈال سکتے تھے اور ہم سے قاضی حافظ ابو علی رحمتہ اللہ نے بسند خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مامنکم من احد الاوکل بقرینہ من الجن وقرینہ من الملائکتہ قالوا وایاک یارسول اللہ قال وایای ولکن اللہ تعالی اعاننی علیہ فاسلم کہ تم میں سے کوئی شخص نہیں ہے مگر اس پر اس کا ہم نشین جن سے اور ہم نشین فرشتہ سے مقرر کیا گیا ہے عرض کیا اور آپ پر یا رسول اللہ فرمایا اور مجھ پر بھی اور لیکن اللہ سبحانہ وتعالی نے اس پر میری اعانت فرمائی سو وہ اسلام لے آیا اور سفیان (راوی) کے سوا کسی اور راوی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ مجھ کو بھلائی کے سوا کسی اور امر کا حکم نہیں کرتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کے معنی مروی ہوئے ہیں اور (دوسری روایت میں بجائے فاسلم کے) ضمہ میم کے ساتھ فاسلم مروی ہوا ہے یعنی میں اس سے بچا رہتا ہوں اور بعض علما نے اس روایت کی تصحیح بھی کی ہے اور اس کو راجح بھی بتایا ہے اور فاسلم بھی مروی ہوا ہے یعنی قرین مذکور کافر سے مسلمان ہو گیا پس فرشتہ کی طرح وہ بھی مجھ کو نیکی کے سوا اور کچھ حکم نہیں کرتا اور وہی ظاہر حدیث ہے اور بعض رواۃ نے اس کو فاستلم بھی روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ میرا مطیع اور منقاد ہو گیا قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب آپ کے شیطان اور قرین کا کہ جو ہر انسان پر مسلط ہے (آپ کے ساتھ) یہ حال ہے تو اس کا کیا ذکر ہے جو آپ سے دور ہے اور اس نے آپ کی رفاقت ہی اختیار نہیں کی اور آپ کے نزدیک ہی نہیں آیا اور اس میں بھی شک نہیں کہ بہت سے ایسے آثار بھی وارد ہوئے ہیں جن میں اس کا ذکر ہے کہ اکثر مواضع میں آپ سے شیاطین متعرض ہوئے ہیں اور انہوں نے آپ کے نور انور کے بجھانے اور آپ ذات اقدس کو صدمہ پہنچانے اور آپ کے اغواء اور اضرار اور اضلال (پر قادر نہ ہو سکے اور اس) سے ناامید ہوئے تو وہ آپ سے غائب اور خائب پھر گئے جیسا کہ (مروی ہوا ہے کہ) ایک بار ایک شریر جن (آپ کی نماز قطع کرنے کی غرض سے) آپ کے سامنے آیا سو آپ نے اس کو پکڑ کر

قید کر لیا سو صحاح (یعنی صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ) میں آیا کہ ابو ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ شیطان میرے سامنے آیا عبدالرزاق نے اتنا اور کہا ہے کہ
صورت بلی میں سو اس نے مجھ پر حملہ کیا تاکہ مجھ پر میری نماز قطع کرے سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ
نے مجھ کو اس پر قدرت دی اور میں نے اس کا قصد کیا کہ اس کو کسی ستون سے باندھ دوں
تاکہ صبح کو تم اس کو دیکھو پھر مجھ کو میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کی بات یاد آگئی رَبِّ
اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ
کہ اے میرے پروردگار تو مجھ کو بخش دے اور مجھ کو ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو
زیبانہ ہو بے شک تو ہی بخشنے والا سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو نامراد پھیر دیا۔ اور حدیث ابی
الدرداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ دشمن خدا ابلیس میرے
پاس ایک آگ کا شعلہ لے کر آیا تاکہ اس کو میرے منہ میں ٹھونس دے اور نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز میں تھے۔ اور اس کے سبب سے آپ کا اعوذ باللہ پڑھنا اور اس کو
لعنت کرنا ذکر کیا پھر فرمایا کہ میں نے اس کو پکڑنا چاہا اور اس کے ہم معنی ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ
بندھا ہوا صبح کرتا اور اس سے مدینہ منورہ کے بچے کھیلتے ہوتے اور ایسا ہی ان کی اس حدیث میں
بھی ہے جو اسراء میں ہے کہ وہ ایک آگ کا شعلہ لے کر آپ کی طلب میں دوڑا تو آپ کو
جبرئیل علیہ السلام نے ایک تعوذ سکھایا جس کے سبب آپ اس سے محفوظ اور مامون رہے۔
اس کو موطا میں ذکر کیا ہے اور جب وہ خود آپ کی ازا پر قادر نہ ہوا تو وہ آپ کے دشمنوں میں
مل کر آپ کی ازا کا سبب بنا جیسا کہ اس کا وہ قصہ جو اس کو قریش کے ساتھ پیش آیا تھا جب کہ
وہ قتل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشورہ کرنے کی غرض سے دار الندوہ میں جمع ہوئے
تھے کہ وہ ایک شخص نجدی کی صورت میں متمثل ہو کر ان میں داخل اور ان کے مشورہ میں
شریک ہوا اور پھر دوسرے غزوہ بدر میں بصورت سراقہ بن مالک بن جعشم آکر شریک ہوا اور
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ
لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی
عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ
شَدِیْدُ الْعِقَابِ اور بوقت بیعت عقبہ اس نے لوگوں کو شان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے ڈرایا اور ان کو آپ کے حال سے آگاہ کیا اور ہر بار اللہ عزوجل آپ کا کام بناتا رہا اور
آپ کو اس کے شر و فساد اور گزند سے بچاتا رہا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے چھونے (اور کونچہ مارنے) سے کفایت کیا گیا کہ جب

وقت ولادت وہ آپ کے کونچہ مارنے آیا تو اس نے پردہ میں کونچہ مارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں کہا تھا جس میں کہ آپ کے دہن مبارک میں دوا ڈالی گئی تھی اور آپ سے کہا گیا تھا کہ ہم کو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کو ذات الجنب نہ ہو کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اور خدا اس کو مجھ پر مسلط نہ کرے گا۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ (جب انبیاء کرام شر شیطان سے محفوظ ہیں تو) پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تو بعض مفسرین نے کہا کہ یہ قول اللہ تعالیٰ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ کی جانب راجع ہے اور پھر کہا ہے واما ینزغنک الخ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کو غصہ سبک کرنا چاہیے اور آپ کو اس امر کی تحریض دلائے کہ آپ ان سے اعراض کرنا چھوڑ دیں تو تم خدا سے پناہ مانگو اور کہا گیا ہے کہ نزغ کے معنی ہیں اس جگہ فساد کے جیسا کہ فرمایا ہے مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطَانُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ پیچھے اس سے کہ خرابی ڈالی شیطان نے درمیان میرے اور درمیان میرے بھائیوں کے اور کہا گیا ہے ینزغنک کے معنی ہیں کہ آپ کو ابھارے اور حرکت میں لاوے۔ اور نزغ کے معنی ہیں ادنا وسوسہ کے سو سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو حکم کیا ہے کہ جب آپ کو آپ کے دشمن پر غصہ آوے یا شیطان آپ کو بھڑکانا چاہے اور آپ کے دل میں ذرا سا بھی وسوسہ ڈالنا چاہے جس کی کہ اس کو طاقت نہیں دی گئی تو آپ اس سے پناہ مانگیں تو آپ کا کام بنا رہے گا اور آپ کی عصمت اور پاکی میں فرق نہ آوے گا بلکہ وہ اور کامل ہو جاوے گی کیونکہ اس کو آپ پر اس سے زیادہ قدرت نہیں دی گئی کہ وہ آپ سے متعرض ہو اور اس کے سوا اس کو آپ پر اور کوئی قدرت نہیں دے گی اور اس آیت کی تفسیر میں اور اقوال بھی کئے گئے ہیں۔ اور علی ہذا آپ کے حق میں یہ امر بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ آپ کے لئے شیطان فرشتہ کی صورت میں متمثل ہو سکے اور آپ پر کسی قسم کا شک یا شبہ ڈال سکے نہ رسالت سے قبل اور نہ رسالت کے بعد اور اسباب میں جس دلیل پر اعتماد کیا گیا ہے وہ دلیل معجزہ ہے۔ بلکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں بھی شک نہیں ہوتا کہ جو شخص اللہ کی جانب سے آپ کے پاس آتا ہے وہ حقیقتہً فرشتہ اور اس کا رسول ہی ہے خواہ تو یہ علم کسی علم ضروری کے سبب ہو جس کو اللہ عزوجل اپنے نبی کے لئے پیدا کر دیتا ہو یا کسی ایسی دلیل کے سبب ہو جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے لئے ظاہر فرماتا ہو تاکہ راستی اور انصاف میں تیرے رب کی بات پوری ہو اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰی

أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ترجمہ اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جب آرزو کرتا تھا تو ڈال دیتا تھا شیطان اس کی آرزو میں پھر موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ اپنی آیتوں کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا تو کہ کر دیوے اس چیز کو کہ ڈالتا ہے شیطان آزمائش واسطے ان لوگوں کے جن کے دل میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم دور پڑے ہیں مخالفت میں۔ انتہی۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ معنی اس آیت میں کئی قول ہیں بعض سہل اور مقبول اور بعض دشوار اور غیر مقبول اور بعض قوی اور متین اور بعض مزول اور ضعیف اور ناقابل التسلیم۔ اور ان سب قول میں سب سے اعلیٰ اور انسب وہ قول ہے جس پر کہ جمہور مفسرین ہیں اور وہ یہ ہے کہ تمنی سے اس جگہ تلاوت مراد ہے اور القاء شیطان کے یہ معنی ہیں کہ وہ سو اس خاطر اور تذکیر افکار دنیاوی کے ذریعہ سے تالی (قاری) کو مشغول کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی تلاوت میں وہم اور نسیان کو داخل کرتا ہے یا اس کے سوا الہام سامعین پر تحریف اور تبدیل اور سو تاویل سے وہ شے داخل کرتا ہے جس کو کہ اللہ عزوجل دفع اور منسوخ فرماکر اس کے اشتباہ کو دور اور اس کی آیات کو محکم کرتا ہے اور اس حدیث پر خدا نے چاہا تو اس کے بعد بھی کلام آوے گا جو اس سے زیادہ کافی ہو گا۔

اور سمرقندی نے انکار قول اس شخص کو حکایت کیا ہے جو ملک سلیمان علیہ السلام پر غلبہ شیطان کا قائل ہوا ہے اور کہا ہے کہ ایسے قصہ صحیح نہیں ہوتے اور قصہ سلیمان علیہ السلام اور اس شخص کو ہم نے اس کے بعد اچھی طرح ذکر کیا ہے جس نے کہا ہے کہ حسد آپ کا بچہ تھا جو آپ کے لئے پیدا ہوا تھا (اور دایہ نے اس کو آپ کی کرسی پر رکھ دیا تھا) اور ابو محمد مکی نے قصہ ایوب علیہ السلام اور قول اللہ تعالیٰ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ میں کہا ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تاویل کرے کہ شیطان نے آپ کو مرض اور تکلیف بدن میں مبتلا کیا تھا کیونکہ یہ امور بغیر فعل اور امر الٰہی ظہور پذیر نہیں ہوتے تاکہ وہ ان کو آزماوے اور ان کو ثواب دیوے۔ کسی نے کہا ہے کہ شیطان نے جو گزند آپ کو پہنچایا تھا وہ وسوسہ تھا جو اس نے آپ کے اہل کے دل میں ڈالا تھا پس اگر تو یہ کہے کہ پھر سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو اس نے یوشع علیہ السلام سے حکایت کیا ہے وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا

الشَّیْطَانُ اور اس قول کے جو اسے یوسف علیہ السلام سے حکایت کیا ہے فانساہ الشَّیْطَانُ ذِکْرَ رَبِّہٖ اور ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے جو آپ نے اس وقت فرمایا جب کہ آپ وادی میں نماز فجر سے سو گئے تھے کہ اس وادی میں شیطان ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے جو انہوں نے قبطی کے مکہ مارنے میں کہا تھا ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ کہ یہ ہوا شیطان کے کام سے تو معلوم کرنا چاہئے کہ یہ کلام ان تمام امور میں عادت مستمرہ عرب کے موافق وارد ہوا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ جب وہ کسی برے شخص یا برے فعل کو بیان کرنا چاہتے تھے تو اس کو لفظ شیطان کے ساتھ بیان کرتے تھے (یعنی اس کو شیطان کی جانب منسوب کرتے تھے) جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُؤُسُ الشَّیَاطِیْنِ اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے فَلْیُقَاتِلْہُ اِنَّمَا ھُوَالشَّیْطَانُ کہ نمازی کے آگے گزرنے والے کو قتل کر کہ وہ تو شیطان ہے اور نیز قول یوشع علیہ السلام کی وجہ سے ہم پر جواب دینا بھی لازم نہیں آتا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی فرمایا اللہ تعالیٰ نے واذ قال موسیٰ لفتاہ اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان سے اور مروی یہ ہے کہ وہ وفات موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے ہیں۔ اور قول بعض پر ان کی وفات سے تھوڑے روز پہلے نبی ہوئے ہیں ۔ اور علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام میں بھی یہی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے کا ہے اور نیز قول اللہ تعالیٰ فَاَنْسَاہُ الشَّیْطَانُ میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ جس شخص کو شیطان نے اس کے رب کا ذکر کرنا بھلایا تھا وہ جیل خانہ کے دو یاروں میں ایک یار تھا اور اس کا رب بادشاہ تھا مطلب یہ ہے کہ اس کو یہ بات بھلا دی کہ وہ بادشاہ سے یوسف علیہ السلام کا حال بیان کرے اور نیز ان افعال میں یوسف اور یوشع علیہ السلام پر وسوسہ اور خطرات کے ساتھ شیطان کا کوئی تسلط بھی نہیں صرف اتنی بات ہے کہ ہر دو حضرات کے دل کو دوسرے امور کے ساتھ مشغول کر دیا اور ان کو وہ امور یاد دلائے جس سے ان حضرات کو سہو لاحق ہو گیا اور رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ اس وادی میں شیطان ہے سو اس میں نہ تو آپ پر تسلط کا ذکر ہے اور نہ آپ پر وسوسہ ڈالنے کا اور اگر مقتضائے ظاہر حدیث وہ غفلت کا سبب بھی ہو تو آپ نے امراس شیطان کو اس قول میں بیان بھی فرما دیا ہے کہ شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو اس طرح تھپکی دیتا رہا جیسا کوئی کسی بچہ کو تھپکی دیتا ہو یہاں تک کہ وہ سو گئے۔ سو معلوم کرنا چاہے کہ اس وادی میں شیطان کا تسلط بلال پر واقع ہوا ہے جو انتظار نماز فجر کے لئے مامور تھے (نہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر) اور یہ تاویل اس صورت پر

ہے جب کہ یہ کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس قول میں کہ اس وادی میں شیطان ہے نماز سے سو رہنے کے سبب بیان ہو اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس میں وادی سے کوچ کرنے کا اور ترک نماز کی علت کو بیان کیا گیا ہے جو کہ سیاق حدیث زید بن اسلم کا مدلول ہے تو پھر اس باب میں کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ وہ خود مبین اور اشکال مرتفع ہے۔

فصل 5

اور رہے اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو صحت معجزہ کے ساتھ ان کے صدق پر بھی دلائل واضح قائم ہو چکی ہیں اور تمام امت نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ تمام ان امور میں جو کہ از طریق بلاغ ہیں آپ اس امر سے معصوم اور بری ہیں کہ آپ کسی امر میں کوئی خبر خلاف واقع بیان کریں نہ قصداً اور عمداً اور نہ سہواً اور غلط رہا یہ امر کہ آپ جان بوجھ کر کوئی امر خلاف واقع بیان فرماویں سو یہ بھی دلیل معجزہ کے ساتھ جو کہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے قائم مقام ہے صدق عبدی کہ میرے بندہ نے سچ کہا باتفاق علماء امت اور اجماع اہل ملت قطعاً ممنوع اور منتفی ہے (جو ہرگز ممکن نہیں) رہی یہ بات کہ آپ سے ان امور میں خلف فی القول کا ازراہ غلطی بھی صادر ہونا ممکن ہے یا نہیں سو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ استاد ابی اسحق اسفرائنی اور ان کے متبعین کے نزدیک تو بعض اجماع کے سبب بھی اور اس سبب سے بھی کہ اس کے انتفاء اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت پر شرع وارد ہو چکا ہے نہ محض مقتضاء معجزہ کے سبب اور قاضی ابی بکر باقلانی اور ان کے موافقین کے نزدیک اس واسطے کہ مقتضاء دلیل معجزہ میں ان دونوں حضرات اور ان کے متبعین کے درمیان اختلاف واقع ہے جس کو ذکر کر کے ہم کتاب کو طوالت دینا نہیں چاہتے۔ جس کے سبب ہم کو غرض کتاب سے باہر نکلنا پڑے سو ہم صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں جس پر کہ تمام مسلمانوں کا اجماع واقع ہے کہ تبلیغ شریعت اور اعلام ان امور میں جن کی کہ آپ نے اپنے رب کی طرف سے خبر دی ہے اور اس امر میں جو پروردگار عالم نے آپ پر وحی کی ہے یہ امر جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے خلاف خبر دیں نہ عمداً اور نہ سہواً اور نہ خطاً اور نہ حالت صحت میں اور نہ حالت رضا میں اور نہ حالت غصہ اور ناراضی میں اور نہ حالت صحت میں اور نہ حالت مرض میں۔ اور حدیث عبداللہ بن عمر میں ہے کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ میں آپ سے ہر بات جو سنا کروں لکھ لیا کروں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے عرض کیا کہ رضا میں بھی اور غصہ میں بھی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں کیونکہ میں ان سب حالتوں میں وہی بات کہتا ہوں جو حق ہوتی ہے اور اب ہم دلیل معجزہ کو جس کی

جانب ہم اول اشارہ کر آئے ہیں کچھ اور زیادہ بیان کرنا چاہتے ہیں تو ہم لکھتے ہیں کہ جب ان کے صدق پر معجزہ قائم ہو چکا اور یہ بات معلوم ہو گئی کہ آپ وہی بات فرماتے ہیں جو حق اور صدق ہے اور آپ خدا کی جانب سے وہی بات پہنچاتے ہیں جو کہی ہے اور یہ معجزہ سبحانہ و تعالی کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میرا بندہ ان سب امور میں سچا ہے جو وہ میری طرف سے ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں تاکہ میں تم کو وہ احکام پہنچاؤں جن کے ساتھ کہ میں بھیجا گیا ہوں اور میں تم سے اس امر کو بیان کروں جو مجھ پر نازل ہوا ہے اور وہ اپنی خواہش اور چاو سے کوئی بات نہیں کرتے جو کچھ کہتے ہیں وہ سب وحی ہے جو ان پر وحی کیا گیا ہے اور تمہارے رب کی طرف سے رسول سچ لے کر آیا ہے اور جو کچھ تم کو رسول دے سو اس کو قبول کرو اور جس سے وہ منع کرے اس سے باز رہو تو اب اس باب میں یہ امر جائز نہیں ہے کہ ان سے کوئی امر ان کی خبر کے خلاف ظاہر ہو چاہے جس وجہ سے بھی کیوں نہ ہو (نہ عمداً" اور نہ سہواً") اور اگر ہم ان پر غلطی اور سہو کو جائز دیکھیں گے تو ہم کو نبی اور غیر نبی کی خبروں میں امتیاز باقی نہ رہے گا اور سچ اور جھوٹ باہم مخلوط ہو جاوے گا اور معجزہ اس امر کو مشتمل ہے کہ نبی علیہ السلام کی بلا کسی تخصیص کے مطلقاً تصدیق کرنا ضرور ہے پس نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان سب باتوں سے معصوم اور منزہ جاننا دلیل بھی واجب اور لازم ٹھہرا اور اجماع بھی جیسا کہ ابو اسحٰق (اسفرائنی) رحمتہ اللہ نے کہا ہے۔

فصل 6

اور معلوم کرنا چاہئے کہ اس جگہ پر بعض طاعنیں کی جانب سے کچھ اعتراضات واقع ہوئے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے منجملہ ان کے ایک اعتراض یہ ہے کہ مروی ہوا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ والنجم پڑھی اور فرمایا اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی تو آپ نے فرمایا تلک الغرانیق العلی وان شفاعتہن لترتجی اور مروی ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ترتضیٰ (یعنی بجائے ترتجی کے آپ نے پڑھا ترتضیٰ) اور ایک روایت میں ہے ان شفاعتها لترتجی وانها لمع الغرانیق العلی پس جب آپ ختم کر چکے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں اور نیز کافروں نے سجدہ کیا کیونکہ انہوں نے آپ کو سنا کہ آپ ان کے معبودوں کی تعریف فرماتے ہیں اور وہ یہ امر ہے جو بعض روایت میں واقع ہوا ہے کہ ان کلمات کو شیطان نے آپ کی زبان پر ڈال دیا (اور وہ بلا علم اور بلا قصد آپ کی زبان پر جاری ہو گئے) اور یہ کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر کی آرزو رکھتے تھے کہ آپ پر کوئی ایسا امر نازل ہو جس سے اپ کے اور آپ کی قوم کے درمیان قرب حاصل ہو اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ اس امر کو محبوب رکھتے تھے کہ آپ پر کوئی ایسی شے نازل نہ ہو جو آپ سے آپ کی قوم کو متنفر کرے اور (اس کے بعد) اس قصہ اور اس امر کو ذکر کیا کہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ نے ان پر سورت مذکور کو عرض کیا یعنی اس کو پڑھ کر ان کو سنایا تو جب آپ ان دونوں کلموں پر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ ان کلمات کو میں نہیں لایا تو اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا حزن وملال پیدا ہوا تو اس پر آپ کی تسکین کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ نازل فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ اور اپنا یہ قول نازل فرمایا وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا پس معلوم کرنا چاہے کہ ہمارے لئے مشکل اس حدیث میں کلام کرنے کے لئے دو ماخذ ہیں ایک یہ کہ سرے سے یہ قصہ ہی ضعیف (اور بے اصل) ہے اور دوسرے تسلیم۔ (اور اس کے بعد اس کا جواب) تو پہلے ماخذ کی تو یہ صورت ہے کہ اس حدیث کی نہ تو کسی نے اہل صحت میں سے تخریج کی ہے ...

اس کو کسی ثقہ نے ایسی سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے جو کہ ردو قدح سے خالی ہو بلکہ
ایسے قصوں کے ساتھ وہ مفسر اور مورخ مبتلا ہوے ہیں جن کو کہ غرائب حدیث اور نوادر اخبار
کے ذکر کرنے کا شوق لگا رہتا ہے اور ہر قسم کے رطب و یابس کو کتابوں سے جمع کرتے رہتے
ہیں۔ اور قاضی بکر بن العلاء مالکی نے سچ کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ اکثر لوگ بعض اہل اہواء اور
اہل تفسیری کے سبب فتنہ میں مبتلا ہوے ہیں اور باوجود ضعف رواۃ اور اضطراب روایت اور
انقطاع سند اور اختلاف کلمات اس کے ساتھ ملحدوں نے سند پکڑی ہے اور (طعن انبیاء علیہم
الصلوت والسلام میں) اس کو دستاویز گردانا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ نماز کا قصہ ہے اور کوئی کہتا
ہے کہ آپ نے یہ اپنی قوم کی مجلس میں کہا تھا جب کہ آپ پر سورہ والنجم نازل ہوئی تھی اور
کوئی کہتا ہے کہ آپ نے یہ کلمات اس وقت فرمائے تھے جب کہ آپ کو اونگھ آگئی تھی کوئی
کہتا ہے بلکہ آپ کے دل میں کچھ وسوسہ آگیا تھا جس کے سبب آپ بھول گئے تھے اور ایک
اور کہتا ہے کہ ان کلمات کو شیطان نے آپ کے لہجہ میں ادا کیا تھا اور جب نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جبرئیل علیہ السلام پر پیش کیا اور ان کو سنائے تو انہوں نے کہا کہ میں
نے تم کو ایسا نہیں پڑھایا۔ کوئی کہتا ہے بلکہ شیطان نے مشرکین پر اس امر کا اعلان کیا تھا کہ نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات کو پڑھا ہے پس جب یہ خبر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا واللہ وہ ایسا ہرگز نازل نہیں ہوا مع اختلاف رواۃ کے (یعنی
اختلاف الفاظ کے سوا اس میں اختلاف روات بھی واقع ہے مطلب یہ ہے کہ حدیث مذکور لفظ
کے اعتبار سے بھی مضطرب ہے اور سند کے اعتبار سے بھی) اور جن جن مفسرین اور تابعین سے
یہ حکایت مروی ہوئی ہے ان میں سے نہ تو کسی ایک نے اس کو سند بیان کیا اور نہ اس کو کسی
نے کسی صاحب روایت کی جانب مرفوع کیا اور اس کی اکثر اسانید جو ان سے مروی ہوئی ہیں
سب ضعیف اور واہی ہیں ان سب میں صرف ایک شعبہ کی حدیث مرفوع ہے جس کو انہوں
نے ابی بشر سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں بھی انہوں
نے کہا ہے فیما احسب کہ میں گمان کرتا ہوں اور یہ شک حدیث میں ہے (نہ سند میں) کہ نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف فرماتے اور قصہ مذکور ذکر کیا۔ ابوبکر بزار نے
کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ حدیث نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی ایسی سند
متصل کے ساتھ مروی ہوئی ہو جس کا کہ ذکر کرنا جائز ہو مگر یہ سند اور اس کو بھی شعبہ سے
صرف یک امیہ بن خالد نے بسند بیان کیا ہے اور اس کے سوا اور راویوں نے اس کو سعید بن
جبیر سے مرسل بیان کیا ہے بلکہ وہ کلبی سے معروف ہوئی ہے کہ اس نے اس کو ابی صالح سے

اور اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
اور تیرے لئے اس امر کو ابوبکر بزار رحمۃ اللہ بیان ہی کر چکے ہیں کہ اس سند کے سوا اس کے لئے اور کوئی سند ایسی معلوم نہیں ہوتی جس کا کہ ذکر کرنا جائز ہو اور اس میں بھی وہ ضعف موجود ہے جس پر کہ خود انہوں نے تنبیہ کی ہے (اس کی عبارتیں مختلف اور اس کی روایتیں مضطرب اور مرسل اور) اس کے ساتھ اس میں شک واقع ہے جیسا کہ اس کو ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایسی حدیث ہے جو وثوق کے قابل نہیں اور نہ اس کی کوئی حقیقت ہے اور حدیث کلبی میں بھی یہ صورت ہے کہ وہ خود ہی اس قابل نہیں کہ ان سے روایت کرنا اور ان کا ذکر کرنا جائز ہو کیونکہ وہ پرلے درجہ کے ضعیف اور کذاب ہیں جیسا کہ بزار رحمہ اللہ نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس قصہ سے جو بات صحیح (بخاری اور مسلم) میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔نے سورہ والنجم پڑھی اور آپ اس وقت مکہ میں تھے تو آپ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں اور آدمیوں نے سجدہ کیا ہے تضعیف اس حدیث کی ازجہت نقل۔ اور رہی توہین اور تضعیف اس حدیث کی ازجہت معنی سو اس کی یہ کیفیت ہے کہ اس امر پر دلائل قطعیہ اور نیز اجماع امت قائم ہو چکا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کے رذائل سے بالکل معصوم اور قطعاً منزہ ہیں۔ رہی یہ بات کہ (نعوذ باللہ من ذلک کہ) آپ اس امر کی تمنا فرماویں کہ آپ پر کوئی ایسا امر نازل ہو جس میں رب العزت کے سوا مشرکین کے دوسرے معبودوں کی تعریف ہو سو یہ صریح کفر ہے یا آپ پر شیطان مسلط ہو اور وہ آپ پر قرآن شریف میں شبہ ڈالے یہاں تک کہ آپ اس میں کسی ایسے امر کو داخل فرماویں جو قرآن نہیں اور پھر اس کی نسبت آپ یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ قرآن ہے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام آپ کو اس پر آگاہ کریں سو یہ سب آپ کے حق میں ممنوع اور محال ہے (اور اس کی دو صورت ہیں) یا یہ کہ خود نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان بوجھ کر اس کو اپنی طرف سے کرلیں سو یہ صریح کفر ہے یا یہ کہ آپ اس کو سہواً کہیں سو آپ اس سے بھی معصوم ہیں اور اس بات کو ہم بہ دلائل واضح اور اجماع امت اول ثابت کر آئے ہیں کہ اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل بری اور پاک ہیں کہ آپ کے قلب سلیم یا زبان مبارک پر کوئی کلمہ کفر جاری ہو نہ عمداً اور نہ سہواً یا یہ کہ وہ امر جو آپ پر فرشتہ القا کرے وہ وسوسہ شیطانی کے ساتھ ملتبس ہو جائے یا شیطان کو آپ پر غلبہ کا موقع ملے یا آپ اللہ عزوجل پر کوئی ایسی گڑھ لیں جو اللہ عزوجل نے آپ پر نازل نہیں فرمائی کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ترجمہ اور اگر باندھ لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس کی رگ گردن پھر تم میں کوئی نہیں اس سے روکنے والا اور فرمایا ہے وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ترجمہ اور اگر ثابت نہ رکھتے ہم تجھ کو البتہ تحقیق نزدیک تھا تو کہ جھک جاوے طرف ان کے تھوڑا سا اس وقت ضرور چکھاتے ہم تجھ کو دونا عذاب زندگانی دنیا کا اور دوگنا عذاب موت کا پھر نہ پاتا تو واسطے اپنے اوپر ہمارے کوئی مدد کرنے والا (اور اس کی تضعیف اور توہین کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قضیہ عقلاً اور عادتاً دونوں طرح سے محال ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ کلام ایسا ہوتا جیسا کہ مروی ہوا ہے تو اس کا والتیام ٹھیک نہ ہوتا اور نیز اس کے اقسام متناقض اور اس کی مدح ذم کے ساتھ مخلوط اور اس کی تالیف متخالف اور متناقض ہو جاتی اور نیز نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان اور سرداران مشرکین بھی جو وہاں موجود تھے ایسے نہ تھے جن پر یہ امر مخفی رہ سکتا کیونکہ یہ ایسا امر ہے جو اس شخص پر بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا جو ذرا بھی تامل کر سکتا ہے پھر اس کا کیا ذکر ہے جس کا علم راجح اور وہ باب بیان اور معرفت فصیح کلام میں علم وسیع رکھتا ہو۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عادت منافقین اور مشرکین معاندین اور ضعفا اور جہلاء مسلمین سے یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اول وہلہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متنفر ہو جاتے تھے اور آپ کے دشمن ذرا ذرا سے فتنوں کو مخلوط کرتے اور اس پر مسلمانوں کو عار دلاتے اور وقتاً فوقتاً ان کا مضحکہ اڑاتے تھے اور بعض وہ مسلمان جن کے دلوں میں کسی قسم کا شک اور شبہ ہوتا تھا وہ ذرا ذرا سے شبہ پر دین سے پھر جاتے اور مرتد ہو جاتے تھے اور اس قضیہ میں اس روایت ضعیف الاصل کے سوا کسی نے کوئی امر حکایت نہیں کیا اور اگر ایسا ہوتا تو ضرور کفار قریش کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہوتا اور ان کو زبان درازی کا موقع ملتا اور یہود نا بہبود ان پر حجت قائم کرتے جیسا کہ قصہ اسراء میں وہ اس کے مکابرہ مرتکب ہوئے ہیں یہاں تک کہ ضعفاء مسلمین دین سے پھر گئے اور کافر ہو گئے۔ اور جیسا کہ قصہ صلح حدیبیہ میں مروی ہوا ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی اور فتنہ ہو سکتا ہے اور نہ شورو شغب کے نکلنے دشمن حاسد کو اس سے بڑھ کر کوئی موقع مل سکتا ہے بشرطیکہ حاصل بھی ہو۔ سو اس باب میں نہ کہ دشمن معاوی سے کوئی کلمہ مروی ہوا ہے اور نہ اس کے سبب سے کسی مسلمان نے اس بارے میں کسی قسم کی لب کشائی کی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ امر بالکل باطل اور بے اصل ہے (ہاں) اس میں شک نہیں

کہ بعض شیاطین انس یا جن نے اس حدیث کو بعض محدثین مغفلین پر القا کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ضعفاء مسلمین کو شبہ میں مبتلا کریں۔ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس قصہ میں بعض رواۃ نے نزول ان دونوں آیتوں کو ذکر کیا ہے وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا۔ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا اور یہ دونوں آیتیں خبر مذکور کو جس کو انہوں نے روایت کیا ہے رد کر رہی ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ قریب تھے کہ وہ آپ کو فتنہ میں ڈالیں اور یہ کہ اگر سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ اور مامون رکھا کہ آپ اس پر بہتان باندھیں اور آپ کو ثابت رکھا یہاں تک کہ آپ ان کی جانب ذرا بھی نہ جھکے بہت کا تو کیا ذکر ہے اور انہوں نے ان اخبارات واہیہ (اور روایات ضیفہ) میں اس امر کو روایت کیا ہے کہ آپ جھکنے سے بھی بڑھ گئے اور (اتنے بڑھے کہ) ان کی تعریف میں (نعوذ باللہ) بہتان باندھنے لگے اور خود آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ پر بہتان باندھا اور میں نے وہ کہا جو اس نے نہ فرمایا تھا اور یہ امر مفہوم آیت کے بالکل برعکس ہے اور یہ سب حدیث مذکور کی تضعیف کر رہا ہے اگر وہ صحیح بھی ہو اور طرفہ یہ کہ وہ صحیح بھی نہیں اور یہ ایسا ہے جیسا دوسری آیت میں سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ترجمہ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تجھ پر اور بہکا نہ سکتے تھے مگر جانوں اپنی کو اور ضرر نہ پہنچاویں گے تجھ کو کچھ۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں کاد کا لفظ وارد ہوا ہے وہ وہی ہے جو ہوتا نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار قریب ہے کہ لے جاوے کوند چمک اس کے کی آنکھیں۔ اور لے نہیں گئی۔

اور اکاد اخفیہا قریب ہے کہ میں اس کو چھپاؤں۔ پر چھپایا نہیں۔ اور قاضی قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش اور ثقیف کے بتوں پر سے گذرے تو وہ آپ سے اس امر کے طالب ہوئے کہ آپ (ذرا) ادھر منہ کرلیں اور انہوں نے آپ سے اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آویں گے اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آپ نے اس کو بھی منظور نہ کیا اور نہ آپ اس کو کر سکتے تھے۔ ابن انباری نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب تک نہیں گئے اور ان کی طرف جھکنے تک نہیں [illegible]

اس آیت میں اور تفسیریں بھی ذکر کی گئی ہیں اور نص الٰہی کے ساتھ جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو اس قسم کی باتوں سے معصوم رکھا ہے وہ ان سب تفاسیر ضعیفہ کو رد کر رہا ہے تو اب آیت میں اس امر کے سوا اور کوئی امر باقی نہیں رہا کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول کریم پر اس امر کا احسان کیا ہے کہ اس نے آپ کو ان سب امور سے معصوم اور ان تمام فتن اور فساد اور مکر اور فریب کفار سے جن کا کہ انہوں نے قصد کیا تھا ثابت رکھا اور اس ساری تقریر سے ہماری یہی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب باتوں سے پاک اور بری تھے (جو مذکور ہوئی ہیں) اور یہی آیت مذکور کا مفہوم ہے۔

اور رہا ماخذ ثانی سووہ بشرط صحت تسلیم حدیث پر مبنی ہے۔ اور اللہ عزوجل نے ہم کو اس کی صحت سے اپنی پناہ میں رکھا (کہ وہ صحیح نہیں ہوئی) اور لیکن بہرحال صحیح ہو یا غیر صحیح علماء امت اور آئمہ ملت نے اس کے بہت سے جواب دیئے ہیں جن میں کوئی ضعیف ہے اور کوئی قوی۔ اور منجملہ ان کے ایک جواب تو وہ ہے جو قتادہ اور مقاتل نے روایت کیا ہے کہ اس سورت کے پڑھتے وقت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونگھ آگئی تھی اور غلبہ نیند کے سبب یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہو گئے تھے۔ اور یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ بات کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے (نہ خواب میں نہ بیداری میں کیونکہ آپ کی آنکھ سوتی تھی اور آپ کا دل جاگتا تھا اور نہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو آپ کی زبان پر پیدا کرتا ہے اور نہ کسی حالت میں آپ پر شیطان غالب آسکتا ہے چاہے تو آپ حالت خواب میں ہوں چاہے بیداری میں کیونکہ اس باب میں آپ عمداً" اور سہواً" دونوں سے معصوم ہیں۔ اور کلبی کے قول میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں تو خطرہ گذرا اور شیطان نے اس کو آپ کے لہجہ میں ادا کر دیا۔ اور ابن شہاب کی روایت میں ابی بکر بن عبدالرحمٰن سے آیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ بھول گئے پھر جب آپ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اور ان میں سے کسی کی نسبت یہ صحیح نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ فرمایا ہو نہ سہواً" اور نہ قصداً" اور نہ یہ صحیح ہوتا ہے کہ شیطان نے آپ کے لہجہ میں کہا ہو اور کہا گیا ہے کہ شاید نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء قرات میں اس کلام کو بر سبیل تقریر اور توبیخ کفار ارشاد فرمایا ہو جیسا کہ ایک تاویل پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ھذا ربی اور جیسا سکتہ اور فصل بین الکلامین کے بعد ان کا یہ فرمانا بل فعلہ ۔ کبیرھم ھذا ۔ پھر آپ نے اپنی تلاوت شروع کر دی اور یہ بات بیان فصل اور وجود قرینہ کے بعد جو کہ مراد اور اس کے غیر متلو ہونے پر دلالت کرتا ہو ممکن ہے اور یہ ان تاویلوں میں کی ایک تاویل ہے جن کو کہ قاضی

ابو بکر نے ذکر کیا ہے اور اس تاویل پر اس روایت کے سبب کوئی اعتراض لازم نہیں آتا کہ آپ نماز میں تھے کیونکہ اس سے قبل ابتداء اسلام میں نماز میں کلام کرنا ممنوع نہ تھا اور جو امر ان کے اور نیز ان کے سوا دیگر محققین کے نزدیک بشرط تسلیم قضیہ تاویل اس آیت میں ظاہر اور بلا حج ہے یہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ آپ کو آپ کے رب نے حکم کیا تھا قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھتے تھے اور اپنی قرات میں ایک آیت کو دوسری آیت سے جدا کر کے پڑھتے تھے جیسا کہ اس کو آپ سے ثقات نے روایت کیا ہے تو ایسی حالت میں شیطان لعین کا ان سکتوں کا منتظر رہنا اور اس میں ان کلمات مخلفہ کا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز میں اس طرح پر داخل کر دینا ممکن ہے کہ اس کو صرف انہیں کفار نے سنا ہو جو اس سے نزدیک تھے اور انہوں نے ان کلمات کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول گمان کر کے اشاعت کر دیا ہو اور مسلمانوں کو اس سے کچھ گزند نہ پہنچا ہو کیونکہ ان کو سورت مذکور پہلے سے ایسی ہی یاد تھی جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کو نازل فرمائی تھی اور نیز مذمت اور عیب بتان میں بھی وہ عادت معروفہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے واقف تھے اور اسی کے ہم معنی موسی بن عقبہ رحمتہ اللہ نے بھی اپنے مغازی میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں نے اس کو نہیں سنا تھا بلکہ ان کلمات کو شیطان نے مشرکوں ہی کے کان اور دل میں ڈالا تھا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حزن و ملال مروی ہوا ہے وہ محض اس اشاعت اور شبہ اور فتنہ کے سبب سے تھا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ پس تمنی کے معنی ہیں تلا یعنی پڑھنا فرمایا اللہ تعالی نے لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ یعنی وہ معنی تلاوت کے کچھ نہیں جانتے اور قول اللہ تعالی فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ کے معنی ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی اس کو لے جاتا ہے اور اس کے سبب لبس اور اشباہ کو دور کرتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کرتا ہے اور کہا گیا کہ آیت مذکور سے وہ سہو اور نسیان مراد ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوقت تلاوت ہوتا تھا اور پھر آپ اس پر متنبہ ہو جاتے تھے اور اس سے رجوع کر لیتے تھے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ آیت مذکور میں کلبی کا یہ قول کہ آپ کے دل میں خیال گذرا تھا اور کہا ہے اذا تمنی کے معنی ہیں کہ آپ نے اپنے دل سے بات کی اور اسی کے ہم معنی عبدالرحمن کی روایت میں بھی ہے اور یہ سہو و نسیان ہے درسی قرات میں جائز ہے جس میں نہ تو معانی تبدیل ہوں اور نہ الفاظ بدلیں اور نہ قرآن میں کوئی ایسا لفظ داخل ہونے پاوے جو

بلکہ مشہور ہے کہ (بوقت تلاوت) کوئی آیت یا کلمہ چھوٹ جاوے لیکن آپ
زمان نہیں ہے بھی قائم نہ چھوڑے جاتے تھے بلکہ آپ کو اس پر فوراً آگاہ کیا جاتا اور یاد دلایا جاتا تھا
اس سہو پر کو ہم اس سہو میں ذکر کریں گے جو آپ کے حق میں جائز اور ناجائز ہے۔ اور منجملہ
بیان کرے اس کے جو تاویل اس آیت میں ظاہر ہوتے ہیں ایک امر یہ ہے کہ مجاہد نے اس قصہ اور
ان امور کو روایت کیا ہے پس اگر ہم قصہ مذکور کو تسلیم کریں (اور مان لیویں کہ وہ صحیح ہے)
فرانقہ العلی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوئی بعید امر نہیں ہے کہ وہ قرآن ہو اور اس روایت پر
تب ہم یہ لغرانقنه العلے وشفاعتهن لترتجی سے فرشتہ مراد ہوں (مطلب یہ ہے کہ
نزلت شفاعت فرشتوں کی امید کی جاتی ہے) اور کلبی نے بھی غرانقۃ العلی کی بھی تفسیر کی ہے
کہ وہ فرشتہ ہیں اور وجہ اس تفسیر کی یہ ہے کہ کفار قریش اس امر کے معتقد تھے کہ بت اور
فرشتہ (نعوذباللہ) خدا کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان سے ان کے اس قول کو
حکایت کیا ہے اور اس صورت میں اپنے اس قول کے ساتھ رد کیا ہے الکم الذکر وله
الانثی۔ کہ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اس کے لئے بیٹیاں۔ سو اللہ عزوجل نے ان کے
ان تمام اقوال کو رد کیا ہے اور فرشتوں سے شفاعت کی امید رکھنا صحیح ہے (اس میں کوئی محذور
شرعی نہیں ہے تو جب مشرکین نے اس قول کی یہ تاویل کی کہ اس ذکر سے ان کے معبود مراد
ہیں اور شیطان نے ان پر یہ شبہ ڈالا اور اس کو ان کے دلوں میں رچا دیا اور اس کو ان کے
جیبوں میں راسخ کر دیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس شبہ کو جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا تھا
منسوخ فرمایا اور اپنی آیتوں کو محکم اور ان دونوں لفظوں کی تلاوت کو اٹھا لیا جن کے سبب سے
شیطان کو ان کے دلوں میں شبہ ڈالنے کا موقع ملا تھا جیسا کہ اور بہت سا قرآن منسوخ اور اس
کی تلاوت مرتفع ہوئی ہے۔ اور سبحانہ و تعالیٰ کے ان کلمات کو نازل کرنے میں بھی حکمت تھی
اور منسوخ کرنے میں بھی حکمت ہوتا کہ اس کے سبب سے وہ جس کو چاہے ہدایت کرے اور
جس کو چاہے گمراہ کرے اور وہ اس کے سبب انہیں کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہیں اور تاکہ کرے
اس چیز کو کہ ڈالتا ہے شیطان فتنہ واسطے ان لوگوں کے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے
دل سخت ہیں اور ظالم پرلے درجہ کی مخالفت میں پڑے ہیں اور تاکہ جانیں وہ لوگ جو دیئے
گئے ہیں علم یہ کہ وہ سچ ہے پروردگار تیرے کی طرف سے پس ایمان لاویں اس پر پھر عاجزی
کریں واسطے اس کے دل ان کے اور بے شک اللہ راہ بتانے والا ہے ایمان والوں کو طرف راہ
سیدھی کے۔
اور کہا گیا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت پڑھی اور آپ لات اور

عزیٰ اور منات ثالثہ الاخریٰ (کے ذکر) پر پہنچے تو کفار ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کی مذمت بیان فرماویں تو انہوں نے کلمات کے ساتھ ان کی پہلے ہی تعریف شروع کر دی تاکہ وہ اپنی عادت اور مقولہ کے موافق تلاوت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خلط اور لبس پیدا کر کے آپ پر طعن و تشنیع کریں اور کہیں لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ اور ان کے اس فعل کو شیطان کی جانب اس وجہ سے منسوب کیا گیا ہے کہ اس حرکت بے برکت کا وہی محرک ہوا تھا اور اس نے ان کو اس امر پر ابھارا تھا۔ اور انہوں نے اس امر کا لوگوں میں چرچا کرنا شروع کیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے سو ان کے اس جھوٹ اور افترا کے سبب آپ کو حزن و ملال لاحق ہوا۔ اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اپنے اس قول میں تسلی دلائی اور فرمایا۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ الآیت اور اس معاملہ میں لوگوں کے لئے حق کو باطل سے ظاہر کر دیا اور قرآن شریف کی حفاظت فرما کر اس کی آیتوں کو محکم کیا اور اس سے اس لبس اور اشتباہ کو دفع فرما دیا جس سے کہ دشمن کو شبہ پڑا تھا جیسا کہ سبحانہ و تعالیٰ اس کا اپنے اس قول میں ضامن ہوا ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اور منجملہ ان مطاعن کے (جو مخالفین اسلام کی جانب سے عصمت انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوئے ہیں) ایک طعن وہ ہے جو قصہ حضرت یونس علیہ السلام سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے عذاب الٰہی کا وعدہ کیا پس جب ان کی قوم نے توبہ کی تو ان سے وہ عذاب مندفع ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں جھوٹا ہو کر ان میں کبھی نہ جاؤں گا سو وہ غصہ ہو کر چلے گئے۔ پس خدا تجھ کو بزرگی دے معلوم کرنا چاہئے کہ ان اخبار میں جو اس باب میں وارد ہوئے ہیں کسی خبر میں یہ نہیں وارد ہوا ہے کہ یونس علیہ السلام نے ان سے یہ کہا تھا کہ اللہ تمہارا ہلاک کرنے والا ہے بلکہ اس میں یہ آیا ہے کہ آپ نے ان پر ہلاکت کی بددعا کی تھی اور دعا خبر نہیں جس کے صدق کا جھوٹ سے مطالبہ کیا جاوے (بلکہ وہ انشا ہے جو صدق اور کذب کی محتمل نہیں) لیکن آپ نے ان سے یہ کہا تھا کہ تم پر ایسے ایسے وقت عذاب الٰہی آنے والا ہے چنانچہ ویسا ہی واقع ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان سے عذاب کو اٹھا لیا اور (اپنی رحمت سے) ان کا تدارک فرمایا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ اور اخبار میں مروی ہوا ہے کہ ان لوگوں نے امارات اور علامات عذاب کو دیکھا (اور پھر ایمان لے آئے) یہ ابن مسعود کا

قول ہے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ ان کو عذاب الٰہی نے اس طرح ڈھانک لیا تھا جیسا کہ کپڑا قبر کو ڈھانک لیتا ہے پس اگر تو یہ کہے کہ پھر اس کے کیا معنی جو مروی ہوا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب تھا پھر مرتد ہو کر مشرک ہو گیا اور قریش سے جاملا اور کہا کہ میں جہاں چاہتا تھا محمد کے لئے کلام کو بدل ڈالتا تھا اور وہ مجھ پر املا کرتے عزیز حکیم میں لکھ دیتا علیم حکیم تو آپ کہتے ہاں دونوں ٹھیک ہیں۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ایسا لکھ تو وہ کہتا کہ میں تو ایسا لکھتا ہوں تو آپ فرماتے جیسا چاہے لکھ اور فرماتے لکھ علیما حکیما تو وہ کہتا میں لکھتا ہوں سمیعا بصیرا تو آپ اس سے فرماتے جس طرح چاہے لکھ اور صحیح بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ایک نصرانی اسلام لانے کے بعد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکھا کرتا تھا پھر وہ مرتد ہو گیا اور کہتا تھا کہ محمد کچھ نہیں جانتے مگر جو میں ان کے لئے لکھ دیتا ہوں۔

سو خدا ہم کو اور تجھ کو حق پر ثابت قدم رکھے اور ہم پر شیطان کو حق اور باطل کے ملانے کی قدرت نہ دے اول اس حکایت سے کسی مومن مسلم کے دل میں کسی قسم کا شک اور شبہ آنہیں سکتا کیونکہ یہ اس شخص کی حکایت ہے جو دین سے منحرف اور خدا کا منکر ہو گیا ہے اور ہم اس مسلمان کی بھی خبر قبول نہیں کرتے جو متہم ہو اس کافر کاذب کا تو کیا ذکر ہی جس نے یہ یا اس سے بھی بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھ لیا ہو اور تعجب تو اس سے ہے جو عقل سلیم رکھتا ہے اور پھر ایسی حکایتوں کے ساتھ اپنے دل کو مشغول کرتا ہے کیونکہ یہ اس شخص سے صادر ہوئی ہے جو کافر دین کا دشمن اور اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھنے والا ہے۔ اور یہ ایسی حکایت ہے جو نہ کسی مسلمان سے مروی ہوئی ہے اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی نے اس امر کا ذکر کیا ہے کہ اس نے اس امر کو دیکھا ہے جو اس دشمن دین نے کہا ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گڑھا ہے بلکہ حق یہ ہے إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ کہ جو لوگ خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے وہ بہتان باندھتے ہیں جھوٹ کو اور یہی لوگ ہیں جھوٹے۔ اور حدیث انس میں بھی اس قصہ کا ذکر آیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کو حکایت کرتے ہیں تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اس وقت موجود تھے ممکن ہے۔ کہ انہوں نے (بلا تحقیق) جیسا سنا تھا ایسا ہی روایت کر دیا اور بزار نے اس حدیث کو معلل بتایا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ان سے ثابت نے روایت کیا ہے اور ثابت کی اس پر کسی نے متابعت نہیں کی اور اس کو حمید نے انس سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حمید نے اس کو ثابت سے سنا

ہے۔ قاضی ابوالفضل رحمۃ اللہ نے کہا ہے اور اسی واسطے واللہ اعلم اہل صحیح نے ثابت اور حمید کی حدیث کی تخریج نہیں کی اور صحیح عبداللہ بن فریز بن رفیع کی حدیث ہے جو انس رضی اللہ سے مروی ہوئی ہے جس کی کہ اہل صحت نے تخریج کی ہے اور ہم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور لیکن اس میں جو امر مذکور ہوا ہے وہ صرف اس مرتد نصرانی کی جانب سے حکایت ہے اور خود ان کی طرف سے اس میں کوئی حرف نہیں ہے اور اگر یہ حکایت صحیح بھی ہوئی تب بھی اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں درباب اس امر کے جو آپ پر وحی کیا گیا ہے کسی قسم کا ردوقدح لازم نہیں آتا اور نہ اس سے آپ پر سہو یا غلطی اور اس شے کی تحریف کا جواز لازم آتا ہے جس کو کہ آپ نے پہنچایا ہے اور نہ اس سے نظم قرآن شریف اور اس کے من جانب اللہ ہونے میں کسی قسم کا طعن لازم آتا ہے کیونکہ اگر وہ صحیح بھی ہو جاوے تب بھی اس میں اس سے زائد اور کوئی بات نہیں کہ کاتب نے آپ سے کہا علیم حکیم۔ اور اس کو لکھ دیا اور پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ویسا ہی ہے تو ایک یا دو کلمہ کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتے تھے اس کی زبان یا قلم آپ کے ظاہر فرمانے سے پہلے سبقت کر جاتا تھا کیونکہ وہ کلمات جو اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر املاء فرما چکے تھے وہ قوت قدرت اور معرفت علم اور جو دست ذہن اور ذکاوت طبع کاتب کے سبب اس پر دلالت کرتے اور اس کے وقوع کے مقتضے ہوتے تھے جیسا کہ بعض اوقات اس شخص کو اتفاق پڑ جاتا ہے جو اسالیب کلام سے واقف ہوتا ہے کہ جب وہ کسی بیت کو سنتا ہے تو اس کے قافیہ کی جانب فوراً اس کا ذہن سبقت کر جاتا ہے یا جب کوئی شخص کسی کلام فصیح کے ابتدا کو سنتا ہے اس سے اس کے خاتمہ کی جانب اس کا ذہن منتقل ہو جاتا ہے اور یہ سارے کلام میں اتفاق نہیں پڑتا جیسا کہ یہ پوری آیت اور پوری سورت میں اتفاق نہیں پڑتا اور علی ہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول بھی کل صواب کہ ہر ایک صواب ہے کہ کبھی تو اس صورت میں ہوتا ہوگا جب کہ مقاطع آیت میں دو وجہ اور دو قرات ہوں گے جو ایک دم نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہوئے ہوں اور آپ نے ان میں سے ایک کو املا فرمایا ہو اور بوجہ فطانت اور ذکاوت طبع اور معرفت مقتضاء کلام دوسرے کی جانب خود کاتب کا ذہن سبقت کر گیا اور پھر اس نے اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا جیسا کہ ہم نے اس کو پیشتر بیان کیا ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی ہو اور کہا ہو کہ ٹھیک ہے پھر سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا محکم رکھا جس کو چاہا منسوخ کر دیا جیسا کہ مقاطع بعض آیات میں پایا گیا ہے جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ان

تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور مصحف عثمانی میں نہیں ہے۔ اور ایسے ہی مقاطع کے سوا بہت سے ایسے کلمہ ہیں جو دو طرح پہ آئے ہیں اور جمہور نے ان کو دونوں طرح پڑھا ہے اور وہ مصحف میں ثابت بھی ہوے ہیں جیسے وانظرالی الطعام کیف ننشزھا اور ننشرھا اور اور یقضی الحق اور یقص الحق اور یہ سب جو مذکور ہوا ہے نہ شک کا موجب ہے اور نہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غلطی اور وہم کا سبب ہے اور (اس کی توجیہ میں یہ بھی) کہا گیا ہے کہ یہ اس کا بھی محتمل ہے کہ یہ صورت جو عبداللہ بن ابی سرح نے بیان کی ہے وہ قرآن شریف کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان خطوں میں ہو جو آپ کی جانب سے وہ لوگوں کو لکھتا تھا سو ان خطوط میں وہ سبحانہ و تعالی کو جہاں جن اوصاف اور اسماء کے ساتھ ذکر کرنا مناسب خیال کرتا تھا لکھ دیتا تھا (اور اداء مطلب کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جائز رکھتے تھے اور رد نہ فرماتے تھے)۔

فصل 7

(معلوم کرنا چاہیئے کہ) یہ قول ان امور میں ہے جواز طریق بلاغ ہیں اور رہے وہ اخبار جواز طریق بلاغ نہیں اور نہ وہ از طریق احکام ہیں اور نہ ان کو احکام اور اخبار معاد سے کچھ تعلق ہے اور نہ وہ وحی کی جانب منسوب ہیں بلکہ وہ دنیاوی اور آپ کے ذاتی حالات ہیں سو ان امور میں بھی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس امر سے پاک اور معصوم ہونا واجب اور لازم ہے کہ آپ کی کوئی خبر آپ کے بیان کے خلاف واقع ہو نہ عمداً اور نہ سہواً اور نہ غلطاً اور نیز یہ کہ آپ اس سے رضا کی حالت میں بھی معصوم ہیں اور غصہ کی حالت میں بھی اور قصد اور ارادہ کی حالت میں بھی اور ہنسی اور مذاق کی حالت میں بھی اور صحت اور بیماری میں بھی اور دلیل اس امر پر سلف صالحین کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اور بیان اس کا یہ ہے کہ ہم کو دیانت اور عادت صحابہ کرام سے بخوبی معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں آپ کی تصدیق کی جانب مبادرت کرتے اور آپ کے جملہ اخبارات پر بھروسہ کرتے تھے چاہے جس بات اور جس امر میں بھی کیوں نہ ہوں اور ان کو ان امور میں سے کسی امر میں کسی قسم کا توقف اور تردد لاحق نہ ہوتا تھا اور نہ کسی وقت اور کسی حال میں وہ آپ کے حال سے یہ تجسس کرتے تھے کہ آیا آپ کو اس میں سہو لاحق ہوا ہے یا نہیں بلکہ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود خیبر سے جلا وطن کرنا چاہا اور ابن ابی الحقیق نے آپ سے اس امر کے ساتھ حجت پکڑی کہ ان کو رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر پر برقرار رکھا ہے تو اس پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے احتجاج کیا کہ (آپ نے تجھ سے فرمایا تھا کہ) تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب تو خیبر سے نکالا جاوے گا تو اس وقت اس یہودی نے جواب دیا کہ یہ تو ابی القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ایک دل لگی تھی تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے دشمن خدا تو نے جھوٹ بولا۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخبار اور آثار اور سیر اور خصال سب کے سب دواوین اسلام میں مفصل اور مبوب مجتمع اور بھرپور اکٹھے ہیں مگر کسی جگہ یہ وارد نہیں ہوا کہ آپ کے کسی قول پر کسی نے غلطی کا اعتراض کیا ہو یا آپ نے اپنے کسی امر میں جس کی کہ آپ نے خبر دی ہو یہ اقرار کیا ہو کہ میں نے وہم کیا اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا تو وہ ضرور ہم تک منقول ہوتا جیسا کہ منقول ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو ترک تلقیح نخل کا مشورہ دیا تھا اور پھر آپ نے اس سے رجوع فرمایا اور یہ آپ کی ایک رائے تھے نہ خبر اور اس کے سوا اور امور جو اس باب سے نہیں ہیں جیسے آپ کا یہ قول کہ قسم بخدا میں کسی قسم پر حلف نہیں کرتا اور پھر اس کے ماسوا کوئی اس سے بہتر جانوں مگر کہ میں اس کو کرتا ہوں جس پر کہ میں نے حلف کیا تھا اور اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں۔

اور آپ کا یہ قول کہ تم میرے پاس (اپنے جھگڑے لاتے ہو اور ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی حجت بیان کرنے میں بعض سے قوی ہو سو جس کسی کی نئے میں اس کے بھائی کے حق سے کسی شے کا حکم کروں تو جان لو کہ میں اس کے لئے ایک آگ کے ٹکڑے کا حکم کرتا ہوں اور آپ کا یہ قول کہ اے زبیر پانی دے یہاں تک کہ پانی ڈولوں کو پہنچ جاوے جیسا کہ خدا نے چاہا ہم تمام ان مشکلات کو جو اس باب اور اس کے بعد کے باب سے متعلق ہیں مع ان کے نکلارے آگے بیان کریں گے۔ اور نیز جب کسی شخص سے کسی خبر میں کوئی جھوٹ ظاہر ہوتا ہے اور اس کی خبر کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو جاتا ہے چاہے جس طرح پر بھی کیوں نہ ہو تو اس کی خبر میں شک پڑ جاتا ہے اور اس کو لوگ متہم جاننے لگتے ہیں اور طبائع سے اس کے کلام کی وقعت جاتی رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محدثین اور علماء حدیث نے ایسے شخصوں کی حدیث کا لینا ترک کیا ہے جو وہم اور غفلت اور سوء حفظ اور کثرت غلط کے ساتھ مشہور ہوئے ہیں گو وہ ثقہ ہیں کیونکہ امور دنیا میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنا گناہ ہے اور اس کی کثرت بالاجماع گناہ کبیرہ ہے اور مسقط عدالت ہے اور یہ سب ایسے امور ہیں جن سے کہ منصب نبوت کا معصوم اور منزہ ہونا ضروری ہے اور ان امور میں جو کہ قبیح اور مکروہ ہوں اور برے جانے جاتے ہوں اور اس کا بولنے والا

بے مروت اور حقیر سمجھا جاتا ہو ایک بار کا بھی جھوٹ بولنا اس کے ساتھ ملحق ہے اور رہا وہ جھوٹ جو اس مرتبہ پر نہ ہو سو اگر ہم اس کو صغائر میں شمار کریں تو آیا اس کا بھی یہی حکم ہے یا نہیں مختلف فیہ ہے اور صواب یہ ہے کہ نبوت اس سے بھی پاک ہے قلیل ہو یا کثیر سہواً یا عمداً کیونکہ نبوت کا مقصود اعلیٰ تبلیغ احکام اور شریع اسلام کا جتانا اور اس کا بیان کرنا اور اس امر کی تصدیق کرنا ہے جو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اور اس کا جائز رکھنا اس مقصد کا مخل اور مشکک اور معجزہ کا معاقض ہے تو بالیقین اس امر کے ساتھ قطع کرنا ضروری ٹھہرا کہ انبیاء کرام پر جھوٹ بولنا اور کسی امر کا خلاف واقع بیان کرنا کسی طرح پر بھی جائز نہیں ہے نہ قصداً اور نہ سہواً اور نہ غلطاً اور ہم اس تسامح میں اس شخص کے شریک نہ ہوں گے جس نے انبیاء علیہم الصلوت والسلام پر ان امور میں بحالت سہوا نسیان خلاف گوئی کو جائز رکھا ہے جو از قسم تبلیغ نہیں اور علی ہذا ہم اس امر پر بھی قطع کریں گے کہ ان حضرات پر نبوت سے پہلے بھی امور اور احوال دنیا میں جھوٹ بولنا اور اس کے ساتھ متہم ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ان کی شان میں نقص اور شک لازم آتا ہے اور رسالت کے بعد لوگوں کے دلوں کو ان کی تصدیق سے نفرت ہوتی ہے اور تجھ کو چاہیئے کہ تو کفار قریش اور دیگر مخلوق معاصرین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان حالات میں خوض و فکر کرے جس کو کہ وہ آپ کی راست گوئی اور صدق لہجہ سے دریافت کئے ہوے تھے اور آپ ان کے درمیان صدق مقال کے ساتھ مشہور اور وہ آپ کی راست گوئی کے معترف تھے اور جملہ اہل نقل نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از نبوت بھی اور بعد از نبوت بھی اس سے معصوم رہے ہیں اور اس باب میں ہم نے آغاز کتاب کے باب ثانی میں اس قدر آثار ذکر کئے ہیں جس سے تجھ کو یہ امر بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ جس امر کی جانب ہم نے اشارہ کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے ۔

فصل 8

پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو حدیث سہو میں مروی ہوا ہے اور اس کو ہم سے فقیہ ابواسحاق ابراہیم بن جعفر نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس میں آپ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالیدین کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا نماز قصر ہو گئی یا آپ بھول گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان

میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی اور دوسری روایت میں ہے کہ نماز نہ قصر ہوئی اور نہ میں بھولا آخر حدیث تک تو آپ نے اس حدیث میں نفی ہر دو حالت سے خبر دی ہے حالانکہ ان دونوں حالتوں میں سے ایک حالت ضرورا تھی جیسا کہ ذوالیدین نے کہا ہے کہ یارسول اللہ کوئی امر تو ضرور ہے پس معلوم کرنا چاہئے خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق عطا فرماوے کہ علماء کے اس اعتراض میں بہت سے جواب ہیں بعض منصفانہ اور بعض متعسفانہ اور اب میں کہتا ہوں کہ اس قول پر تو اس حدیث اور اس جیسی اور حدیثوں کی سبب کوئی اعتراض ہے لازم نہیں آتا کہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام پر اس قول میں جو کہ از طریق تبلیغ نہیں وہم اور خطا کا عرض ہونا جائز ہے اور یہ وہ قول ہے جس کے کہ جواز اور عدم جواز دونوں میں ایک کی تضعیف کر آے ہیں اور کہہ آئے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اور مذہب اس شخص پر جو آپ کے افعال میں کلیتہ" سہوا" نسیان کو منع کر رہا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ایسے قصوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورت نسیان کے عامد تھے یعنی آپ نے جان بوجھ کر صورت نسیان کو ظاہر کیا تھا تاکہ وہ سنت مقرر ہو تو آپ اپنے خبر میں سچے ہیں کیونکہ نہ تو آپ بھولے تھے اور نہ نماز قصر ہوئی تھی اور لیکن اس قول پر لازم آتا ہے کہ اس صورت میں اس شخص کے لئے اس فعل کا عمدا" کرنا جائز ہو جو اس کا ارادہ رکھتا ہو اور یہ قول مردود ہے اور ہم اس کو اس کے محل پر ذکر کریں گے اور لیکن اس قول پر کہ ان اقوال میں جو کہ از طریق تبلیغ ہیں آپ پر سہو محال ہے اور ان اقوال میں جو کہ از طریق بلاغ نہیں ہے جائز ہے جیسا کہ ہم ان کو آگے ذکر کریں گے بہت سے جواب ہیں ایک جواب تو یہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس معاملہ میں) اپنی اعتقاد اور دل سے خبر دی ہے سو اس میں قصر کا انکار کرنا تو ظاہرا" اور باطنا" دونوں طرح پر حق اور صدق ہے اور رہا نسیان سو اس کی (یہ صورت ہے کہ اس کی) نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعتقاد سے خبر دی ہے اور اپنے ظن میں بھولے نہ تھے تو گویا (اس کلام کے ساتھ) آپ نے اپنے ظن سے خبر دینے کا قصد کیا تھا گو آپ نے یہ زبان سے نہیں فرمایا اور یہ بھی صدق ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بھولا نہیں سلام کی جانب راجع ہے یعنی میں نے (بھول کر نہیں پھیرا بلکہ) قصدا" سلام پھیرا ہے اور عدد سے بھولا ہوں اور نفس سلام سے نہیں بھولا اور (اس جگہ) یہ احتمال تو ہے مگر اس میں بعد ہے اور تیسری وجہ جو سب وجہوں سے بعید تر ہے وہ یہ ہے جس کی جانب بعض علما گئے ہیں کہ قصر اور نسیان دونوں جمع نہیں ہوئے بلکہ ان میں ایک امر ہے یا قصر یا نسیان ہر چند کہ آپ کا یہ قول وکل ذلک لم یکن (اور یہ سب نہیں ہوا)

اس کا محتمل ہے مگر مفہوم لفظ اس کا بالکل مخالف ہے اور نیز دوسری روایت صحیح جس کے یہ لفظ ہیں کہ نہ نماز قصر ہوئی اور نہ میں بھولا اس احتمال کے مخالف ہے یہ دو اقوال ہیں جو ہم کو ہمارے آئمہ کی جانب سے نظر پڑے ہیں اور لفظ ان سب وجوہ کا محتمل ہے مگر کوئی بعد کے ساتھ اور کوئی تعسف کے قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ امر جو میں کہتا ہوں اور مجھ کو ظاہر ہوا ہے اور بہ نسبت اور وجوہ کے وہ قریب تر بھی ہے یہ ہے کہ آپ کا یہ قول لم انس کہ میں بھولا نہیں اس لفظ کا انکار ہے جس کی کہ اپنے اپنے اس قول میں اپنی ذات اقدس سے نفی فرمائی ہے اور دوسروں پر اس کا انکار کیا ہے کہ کیا بری بات ہے جو کہتا ہے ایک تمہارا کہ میں ایسی ایسی آیتہ بھول گیا بلکہ (وہ یوں کہے کہ میں) بھلا دیا گیا اور میں بھولتا نہیں اور میں بھولتا نہیں اور لیکن بھلایا جاتا ہوں پس جب قائل (ذوالیدین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ کیا نماز قصر ہوئی یا آپ بھول گئے ہیں تو آپ نے جیسا کہ تھا اس کے قصر اور اپنے جانب سے بھولنے کا انکار کیا اور خبر دی کہ اگر اس سے کوئی شے جاری ہوئی ہے تو آپ بھلائے گئے ہیں یہاں تک کہ آپ نے دوسروں سے دریافت فرمایا پس (آپ پر) ثابت ہوا کہ آپ بھلائے گئے ہیں اور آپ پر یہ نسیان جاری کیا گیا ہے تاکہ وہ سنت قرار دیا جاوے پس اس تقریر پر آپ کا یہ فرمانا کہ نہ میں بھولا اور نہ نماز قصر ہوئی اور (آپ کا یہ فرمانا) کل ذلک لم یکن کہ یہ کوئی بات نہ تھی حق اور صدق ہے نہ تو نماز قصر ہوئی اور نہ حقیقتہ" آپ بھولے اور لیکن آپ بھلائے گئے اور ایک وجہ اور بھی ہے جس کو میں نے کلام بعض مشائخ سے استنباط کیا ہے (اور یہ وجہ اس پر مبنی ہے کہ سہو و نسیان کے مابین فرق ہے) اور وہ یہ ہے کہ اس قائل نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سہو تو ہوتا تھا اور نسیان نہ ہوتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے نفس اقدس سے نسیان کی نفی فرمائی ہے کہا ہے کہ نسیان غفلت اور آفت ہی اور سہو اشتغال حال ہے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں سہو کرتے تھے اور اس سے غافل نہ ہوتے تھے اور شغل صلوت کے سبب آپ حرکات نماز سے مشغول ہو جاتے تھے یہ نہ تھا کہ آپ ازراہ غفلت اس سے مشغول ہو جاتے تھے سو اگر یہ قول اس معنی پر ثابت ہو جاوے تو آپ کے قول مَاقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ وَلَانَسِیْتُ کہ نہ نماز (نماز قصر ہوئی اور نہ میں بھولا) میں خلف فی القول لازم نہ آئے گا اور میرے نزدیک آپ کے قول مالقصرالصلوت ولا نسیت (میں نسیان ترک کے معنی ہیں جو ایک وجہ ہے نسیان کی اس کلام سے) آپ نے واللہ اعلم یہ مراد لی ہے کہ میں نے دو رکعت پر اس طرح سلام نہیں پھیرا کہ میں کمال صلوت کا ترک کرنے والا ہوں اور لیکن میں بھول گیا ہوں اور یہ بھولنا میری طرف سے

نہیں ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ میں اس کو سنت مقرر کروں۔ اور رہا قصہ کذبات ثلث حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو کہ حدیث میں مذکور اور قرآن شریف میں منصوص ہیں۔ ان میں کہ دو تو یہ ہیں (کہ انہوں نے کہا تھا) انی سقیم۔ کہ میں بیمار ہوں۔ اور۔ بل فعلہ کبیرھم ھذا بلکہ اس کو ان کے بڑے نے کیا ہے کہ یہ ہے اور (تیسرا) بادشاہ سے اپنے بیوی کی نسبت یہ فرمانا کہ وہ میری بہن ہیں۔ سو خدا تجھ کو بزرگی دے معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ سب امور کذب سے خارج ہیں قصداً ہوں یا خطاء اور باب تعریض میں داخل ہیں جس میں جھوٹ سے چھٹکارا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ کا یہ قول۔انی سقیم۔ کہ میں بیمار ہوں سو (اس کی تفسیر میں) حسن بصری رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں سا سقیم کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں مطلب یہ ہے کہ کل مخلوق اس کے لئے پیش کی گئی ہے تو اس تعریض کے ساتھ انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ عید میں جانے سے عذر کیا تھا اور کہا گیا ہے کہ (اس کے یہ معنی ہیں) بلکہ میں بیمار ہوں اس سبب سے کہ مجھ پر موت مقرر کی گئی ہے اور کہا گیا کہ (اس کے یہ معنی ہیں کہ) تمہارے کفر اور عناد کے سبب جو میں دیکھ رہا ہوں میرا دل بیمار ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ طلوع ایک تارہ معین کی آپ کو بخار ہوا تھا تو آپ نے جب اس تارہ کو دیکھا تو آپ نے ان کی عید میں شامل ہونے سے عذر کر دیا اور ان میں کوئی بات جھوٹ نہیں سب صحیح ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ نے اس کلمہ کے ساتھ ان پر اس امر کی تعریض کی تھی کہ ان کی حجت سقیم ہے اور جس امر کو آپ ستاروں کی طرف سے بیان کرنا چاہتے تھے وہ کم زور ہے اور اس امر کی تعریض ہے کہ اثناء نظر و فکر میں جب کہ ان پر اس کی حجت قائم نہ ہوئی تھی آپ سقیم البال مریض الحال تھے مع اس امر کے کہ نہ آپ نے شک کیا اور نہ آپ کے ایمان میں کسی قسم کا ضعف لاحق ہوا اور لیکن آپ ان پر حجت قائم کرنے میں کم زور اور سست تھے اور آپ کا نظر و فکر بیمار ہو رہا تھا اور پورا کام نہ دیتا تھا جیسا کہ بولتے ہیں حجۃ سقیمۃ اور نظر معلول یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ پر استدلال چاند اور سورج اور تاروں اور صحت حجت سے وہ امر الہام فرما دیا جس کو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (اپنے کلام پاک میں) بیان فرمایا ہے اور ہم اس کو اول بیان کر آئے ہیں۔ اور رہا آپ کا یہ قول بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بلکہ کیا ہے اس کو بڑے ان کے نے کہ یہ ہے پس پوچھ لو ان سے اگر ہیں وہ بولتے۔

تو آپ نے اس خبر کو شرط گویائی کے ساتھ معلق کیا ہے گویا یہ کہا ہے کہ اگر وہ بول سکتا ہے تو یہ اسی کا فعل ہے اور یہ سچ ہے اس میں کچھ جھوٹ نہیں اور رہا آپ کا یہ قول کہ وہ میری بہن

ہیں تو اس کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں بیان فرما دیا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ تم اسلام میں میری بہن ہو اور یہ سچ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انما المومنون اخوۃ کہ ایماندار سب باہم بھائی ہیں۔ پس اگر تو یہ کہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے کلام میں ان امور کا جھوٹ نام رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ کے سوا اور کوئی جھوٹ نہیں بولا اور حدیث شفاعت میں آیا ہے کہ وہ اپنے جھوٹ کو ذکر کریں گے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کبھی ایسی بات زبان پر نہیں لائے جو سہواً بھی جھوٹ ہو گو حقیقۃً حق اور صدق ہو مگر یہ تین باتیں اور چونکہ مفہوم ظاہری ان کلمات کا ان کے باطن کے خلاف تھا اس سبب سے ابراہیم علیہ السلام کو اس امر کا اندیشہ ہوا کہ کہیں ان سے اس امر پر بھی مواخذہ نہ کیا جاوے۔ اور رہی یہ حدیث کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو آپ کسی دوسرے غزوہ کے ساتھ توریۃ فرماتے سو اس میں کوئی خلاف گوئی نہیں ہے بلکہ اس میں صرف اپنے مقصد کا مخفی رکھنا ہے تاکہ دشمن اپنا تحفظ نہ کرنے پاوے اور نیز دوسرے مقامات کی پوچھ کچھ اور اس کے حالات دریافت کرنے کے ذریعہ سے جہت ارادہ کا مخفی رکھنا اور اس کے ذکر کے ساتھ تعریض کرنا ہے نہ یہ کہ آپ یہ کہتے ہوں کہ فلاں غزوہ کی تیاری کرو یا ہمارا اس جانب غزوہ کرنے کا ارادہ ہے جس جانب کا آپ ارادہ نہ رکھتے ہوں کہ یہ ہرگز نہ ہوتا تھا اور تعریض جس میں قسمیں خلاف گوئی داخل ہو۔ پس اگر تو یہ کہے کہ پھر موسیٰ کے اس قول کے کیا معنی جو انہوں نے اس وقت کہا تھا جب کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو انہوں نے کہا کہ میں تو اس کے سبب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا کیونکہ آپ نے علم کو اللہ عزوجل کی جانب نہیں پھیرا (اور یہ نہ کہا کہ خدا ہی خوب جانتا ہے) آخر حدیث تک اور اس میں ہے کہ اللہ نے فرمایا بلکہ ہمارا وہ بندہ جو دریاؤں کے سنگم پر ہے وہ تم سے بھی عالم ہے اور یہ ایسی خبر ہے جس کی نسبت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم کو خبر دی ہے کہ وہ ایسی نہیں ہے (جیسے انہوں نے بیان کی) پس معلوم کرنا چاہئے کہ اس حدیث کی بعض صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ کیا آپ اپنے سے زیادہ کوئی عالم جانتے ہیں۔ تو اگر ان کا یہ جواب اپنے علم سے ہے تو یہ خبر حق اور صدق ہے اس میں نہ کسی قسم کی خلاف گوئی ہے اور نہ شبہ اور دوسرے طریق پر وہ ان کے ظن اور اعتقاد پر محمول ہے (کہ انہوں نے اپنے ظن اور اعتقاد سے خبر دی ہے) جیسا کہ وہ اس کو بصراحت بیان کرتے (اور کہتے کہ میں اپنے ظن اور اعتقاد میں سب سے زیادہ عالم ہوں) کیونکہ حالت جو ان کو نبوت اور اصطفا میں حاصل تھی وہ اسی کے مقتضی تھے تو آپ کا اپنے ظن اور

اعتقاد سے خبر دینا بھی صحیح اور سچ ہو گا اس میں بھی کسی قسم کی خلاف گوئی نہیں اور ممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے کہ میں سب سے زیادہ عالم ہوں وہ علوم مراد ہوں جن کی کہ وظائف نبوت مقتضی ہو جیسے علم توحید اور امور شریعت اور سیاست امت (کہ ان امور میں آپ سب سے زیادہ عالم ہوں) اور ان مخبیات الٰہی کے خضر علیہ السلام زیادہ جاننے والے ہوں جن کو کہ بغیر اعلام الٰہی کوئی نہ جان سکتا ہو جیسے وہ قصے جو ان دونوں حضرات کی خبر میں مذکور ہوئے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام عام طور سے ان جملہ امور میں زیادہ عالم تھے جو (نبوت اور رسالت اور شریعت سے) ابھی مذکور ہوئے ہیں اور یہ خاص ان امور میں زیادہ عالم تھے جو ان کو بتائے گئے تھے اور اس امر پر قول اللہ تعالیٰ وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا اور سبحانہ و تعالیٰ کا ان پر اس کلام کے ساتھ عتاب فرمانا دلالت کر رہا ہے اور قول علما میں موسیٰ علیہ السلام پر ان کے اس قول کا انکار کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے علم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب کیوں نہ پھیرا جیسا کہ فرشتوں نے کہا تھا لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کہ ہم کو اس کے سوا کچھ علم نہیں جو تو نے ہم کو سکھایا۔ یا اس سبب سے ہے کہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے اس قول کو شرع کے لئے پسند نہ فرمایا (کہ وہ شرع مقرر ہو) اور وجہ اس کی یہ ہے واللہ اعلم کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص تزکیہ نفس اور علو مرتبت میں آپ کے درجہ کو نہ پہنچا ہو وہ اس میں آپ کا اقتدا کرے اور عجب اور خود سرائی میں گرفتار ہو کر تباہ اور برباد ہو جاوے اور اس سے تکبر اور خود پسندی اور لعاطی اور دعویٰ پیدا ہو اور اگرچہ انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام کو خدا نے ان رذائل سے پاک اور معصوم رکھا ہے مگر اور لوگ اس بلا میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے مگر جن کو خدا نے بچالیا تو اس سے بچنا ان کی ذات کے لئے بھی اچھا تھا اور اس سبب سے بھی اچھا ہے کہ اس میں آپ کا اقتدا نہ کیا جائے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے امور سے بچنے کی غرض سے ان امور میں فرمایا ہے جو آپ کو معلوم کرائے گئے تھے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں یہ بات فخراً نہیں کہتا۔ اور یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو نبوت خضر علیہ السلام کے قائل ہوئے ہیں اس واسطے کہ اس حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں موسیٰ سے زیادہ عالم ہوں اور ولی نبی سے زیادہ عالم نہیں ہوتا اور رہے انبیاء کرام سو وہ بے شک معارف میں ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں (کوئی فاضل اور کوئی افضل اور اس واسطے کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے اس کام کو اپنے اختیار اور ارادہ سے نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ کام وحی سے کیا تھا اور جس نے یہ کہا ہے کہ وہ نبی نہ تھے تو اس نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ کام کسی دوسرے نبی کے کہنے سے کیا ہو اور یہ بات ضعیف

ہے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی ہو اور نہ اس بارے میں کوئی ایسی خبر مروی ہوئی ہے جس پر بھروسہ کیا جاوے اور جب ہم یہ اقرار دے چکے کہ (سائل کا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا کہ کیا آپ اپنے سے زیادہ کوئی دوسرا عالم جانتے ہیں) عام نہیں ہے بلکہ خاص ہے اور قضایا' معینہ میں وارد ہوا ہے تو اس صورت میں اثبات نبوت خضر علیہ السلام کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اور اسی واسطے بعض شیوخ نے کہا ہے کہ اس امر میں تو موسیٰ زیادہ عالم تھے جو انہوں نے خدا کی جانب سے لیا تھا اور اس امر میں خضر علیہ السلام موسیٰ سے زیادہ عالم تھے جو ان کو دیا گیا تھا اور کسی اور نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس جانے پر تادیباً مجبور کیے گئے تھے نہ تعلیماً یعنی اس غرض سے مجبور کیے گئے تھے کہ ان سے ادب حاصل کریں نہ اس غرض سے کہ علم حاصل کریں۔

فصل 9

اور رہے وہ افعال اور اعمال جو جوارح سے متعلق ہیں اور جن سے وہ خبر جھوٹ جس میں کلام واقع ہو چکا ہے قول باللسان اور گفتگو زبانی اور باستثناء توحید اعتقاد قلب اور وہ معارف بھی خارج نہیں ہوتے جو آپ کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہیں اور ہم ان کو پیشتر بیان کر آئے ہیں۔ پس (معلوم کرنا چاہئے کہ) تمام مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام ان فواحش اور کبائر سے قطعاً معصوم اور پاک ہیں جو مہلکات ہیں اور دلیل جمہور کی اسباب میں وہ اجماع ہے جس کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں اور وہی قاضی ابی بکر (بن الطیب الباقلانی) کا مذہب ہے اور قاضی مذکور کے سوا اور علما نے اس کو دلیل عقل اور اجماع دونوں کے ساتھ منع کیا ہے اور وہی عامہ متاخرین کا قول ہے اور اسی کو استاذ ابو اسحاق (اسفرائینی) نے اختیار کیا ہے اور علیٰ ہذا ان کے درمیان اس میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ وہ اخفاء رسالت اور تبلیغ شریعت میں بھی کمی کرنے سے معصوم اور بری ہیں کیونکہ ان امور میں سے ہر ہر واحد ایسا ہے جس سے معصوم ہونے کا معجزہ اور اجماع عامہ علما مقتضی ہے اور جمہور علما اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ حضرات ان امور سے اللہ کی جانب سے بھی معصوم ہیں اور اپنے اختیار اور کوشش سے بھی معصیت سے بچنے والے ہیں مگر حسین بخار کہ وہ اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ان کو معاصی پر مطلقاً قدرت ہی نہیں اور رہے صغائر سو ان کو انبیاء کرام پر ایک جماعت سلف صالحین اور علماء خلف نے جائز رکھا ہے اور یہ ابی جعفر طبری اور ان کے سوا فقہاء اور محدثین اور متکلمین کا مذہب ہے اور ان کے احتجاجات اور استدلالات کو ہم اس کے بعد آگے بیان کریں گے اور ایک اور

جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس میں توقف کرنا چاہئے اور کہا ہے کہ ان حضرات سے صغائر کے صادر ہونے کو نہ تو عقل ہی محال جانتی ہے اور نہ شرع ہی میں کوئی ایسی دلیل وارد ہے جو ایک جانب کی قطع کرنے والی ہو اور فقہاء اور متکلمین محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ وہ صغائر سے بھی ویسے ہی پاک اور معصوم ہیں جیسے کہ وہ کبائر سے پاک اور معصوم ہیں اور کہا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تعین صغائر اور کبائر میں علما کے درمیان اختلاف واقع ہے اور ان پر ان دونوں کا بالتعیین جدا کرنا مشکل پڑ رہا ہے۔ اور ابن وغیرہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ جس چیز کے ساتھ خدا کی نافرمانی کی جاوے وہی کبیرہ ہے اور ان میں سے جو بعض معاصی کو صغیرہ کہا گیا ہے وہ بالنسبت اس کے مافوق کی ہے اور باری تعالیٰ کی مخالفت چاہے جس امر میں ہو وہ اس کے کبیرہ ہونے کی مستلزم ہے قاضی ابو محمد عبدالوہاب نے کہا ہے کہ یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی صغیرہ ہے مگر بایں معنی کہ اجتناب کبائر کے سبب وہ معاف ہو جاتی ہے اور بخشش الٰہی کے ساتھ اس کا حکم باقی نہیں رہتا برخلاف کبائر کے جب کہ اس سے توبہ نہ کی جاوے کہ اس وقت اس کو کوئی شے مٹا ہی نہیں سکتی اور اس کا معاف کرنا مشیت الٰہی کے تحت میں داخل رہتا ہے اور یہ قاضی ابی بکر اور ایک جماعت اشعریہ اور بہت سے آئمہ کا قول ہے اور ہمارے بعض آئمہ نے کہا ہے کہ ان دونوں قولوں پر یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر میں اختلاف کیا جاوے کہ یہ حضرات تکرار اور کثرت صغائر سے بھی پاک ہیں (یا نہیں) کیونکہ تکرار اور اصرار سے صغائر بھی کبائر سے ملحق ہو جاتے ہیں اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ کسی ایسے صغیرہ میں اختلاف کیا جاوے جس سے ان حضرات کی حشمت اور مہابت میں فرق آوے اور اس سے ان کی مروت اور فتوت ساقط ہو اور وہ حقارت اور خست اس کی فاعل کے مستلزم ہو کہ یہ امر بھی ایسا ہے جس سے منصب نبوت کا معصوم ہونا بالاجماع واجب اور لازم ہے کیونکہ ایسے امور سے منصب نبوت میں نقص لازم آتا ہے اور جو شخص ان خصال میں سے کسی خصلت کے ساتھ متصف ہوتا ہے وہ لوگوں میں حقیر ہو جاتا ہے اور اس سے لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں اور انبیاء کرام ایسے خصال سے بالکل پاک اور منزہ ہیں بلکہ وہ امور مباحیہ بھی اسی کی ساتھ ملحق ہوں گے جو ایسے خصال کی جانب مفضی ہوں کیونکہ وہ ایسے رذایل کی جانب مفضی ہونے کے سبب اسم اباحت سے خطر کی جانب خارج ہو جاتے ہیں (اور مباح نہیں رہتے) اور بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ یہ حضرات بالقصد مکروہ میں بھی مبتلا ہونے سے معصوم ہیں اور بعض آئمہ نے انبیاء کرام کے صغائر سے معصوم ہونے پر اس امر کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ امت پر انبیاء کرام کے افعال کا بجالانا اور ان کے آثار جمیلہ اور سیر حمیدہ کا اقتداء کرنا مطلقاً واجب

اور لازم ہے اور فقہاء مالکی اور شافعی اور حنفی بدون اس کے کہ وہ کسی قرینہ کا التزام کریں سب کے سب اسی پر متفق ہیں بلکہ بعض کے نزدیک ان کا اتباع اور اقتدا کرنا مطلقاً واجب اور لازم ہے گو ان کے درمیان اس کے حکم میں اختلاف واقع ہو اور ابن خویزمنداء ابو الفرج نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ انبیاء کرام کی اتباع اور اقتدا کا لازم پکڑنا بر سبیل وجوب ہے اور یہی ابہری اور ابن قصاء اور ہمارے اکثر اصحاب اور اکثر اہل عراق اور شافعیہ میں سے ابن سریج اور اصطخری اور ابن خیران کا قول ہے اور اکثر شافعیہ اس پر ہیں کہ یہ بر سبیل ندب ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ وہ بر سبیل اباحت ہے اور بعض علما نے اتباع کو امور دینیہ اور ان امور کے ساتھ مخصوص کیا ہے جن میں یہ معلوم ہو گیا ہے کہ آپ نے اس کو قربتہ کیا ہے اور جو شخص اباحت یعنی اس امر کا قائل ہوا ہے کہ انبیاء کرام کے افعال اور آثار کا اقتدا کرنا بر سبیل اباحت ہے ان سے اس کو کسی امر کے ساتھ مقید نہیں کیا اور کہا ہے اور اگر ہم ان پر صغائر کو جائز رکھیں گے تو ان کے افعال میں ان کا اقتدا کرنا ممکن نہ رہے گا کیونکہ اس وقت ان کے افعال میں سے ہر ہر فعل کی نسبت یہ تمیز کرنا کہ یہ فعل آپ نے قربتہ کیا ہے یا اباحۃ یا خطرا ممکن نہ ہو گا اور نہ امتثال آپ کے امر کا حکم کرنا صحیح ہو گا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ معصیت ہو خاص کر اس شخص کے نزدیک جو اہل اصول میں سے اس کا قائل ہوا ہے کہ جب قول اور فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تعارض واقع ہو تو اس وقت فعل مقدم ہوتا ہے اور ہم اس بحث کو اور واضح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کسی نے ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صغائر کو جائز رکھا ہے اور جس کسی نے اس کی آپ سے نفی کی ہے دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ آپ کسی ایسے قول یا فعل پر قائم نہیں چھوڑے جاتے جو منکر ہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شے کو دیکھ کر خاموشی اختیار فرماویں اور منع نہ کریں تو آپ کی یہ خاموشی اس کے جواز کی دلیل ہو گی پس جب غیر کے حق میں آپ کا یہ حال ہو تو آپ کی ذات بابرکات سے ایسے افعال کا صادر ہونا کیسے ممکن ہو گا اور اس ماخذ پر آپ کا اس سے بھی پاک اور معصوم ہونا واجب اور لازم ہو گا کہ آپ کسی امر مکروہ میں مبتلا ہوں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اور اس واسطے کہ ترک آپ کی اقتدا کا ممنوع اور محظور اور اقتدا آپ کے افعال کا واجب ہونا اس زجر اور نہی کا منافی ہے جو فعل مکروہ میں وارد ہوتی ہے اور نیز دیانت (اور عادت) صحابہ کرام سے بالقطع معلوم ہو چکا ہے کہ وہ بلا کسی تخصیص کے ہر ہر امر اور ہر ہر باب میں افعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ویسا ہی اقتدا کرتے تھے جیسا کہ وہ آپ کے اقوال کا اقتدا

کرتے تھے چاہے جونسا فعل کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینکی تو انہوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو پھینک دیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے نعل مبارک کو پیروں سے نکالا تو انہوں نے نکال ڈالا اور نیز انہوں نے الک سے استدلال کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت المقدس کی جانب رخ کئے ہوئے قضاء حاجت کر رہے ہیں اور نیز صحابہ کرام میں سے اکثر حضرات نے بہت سے معاملات میں چاہے تو وہ از قسم عبادت ہوں چاہے از قسم عادت اس سے استدلال کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کرتے دیکھا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا تھا کہ تم نے اس کو کیوں خبر نہ کر دی کہ میں بھی بوسہ لے لیتا ہوں اور میں روزہ دار ہوتا ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معرض احتجاج میں کہا تھا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کام کرتے تھے اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص پر غصہ ہوئے تھے جس کو کہ آپ کی طرف سے کسی امر کی خبر دی گئی اور اس نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہے حلال فرما دے اور فرمایا تھا کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا بھی ہوں اور اس کے حدود کا جاننے والا بھی ہوں۔ اور اسباب میں اتنے آثار مروی ہوئے ہیں جن کا کہ احاطہ ممکن نہیں لیکن ان سب سے اتنی بات بالقطع معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام آپ کے جملہ افعال کا اتباع اور اقتدا کرتے تھے اور اگر وہ آپ کے افعال میں سے کسی فعل کی مخالفت کو جائز سمجھتے تو یہ بات ٹھیک نہ بنتی اور بالضرور ان سے یہ بات منقول اور اس بارے میں ان کی بحث ظاہر ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس دوسرے شخص کے کلام اور اعتذار پر (جس نے یہ کہا تھا کہ اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہے حلال فرما دے) ہرگز اعتراض نہ فرماتے اور رہی مباحات سو انبیاء کرام سے ان کا صادر ہونا جائز ہے کیونکہ اس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں بلکہ خدا کی جانب سے ان کے کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور دوسرے لوگوں کی طرح انبیاء کرام کو بھی اس پر قدرت عطا ہوئی ہے مگر اس سبب سے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو مرتبت رفیع کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور انوار معرفت سے ان کے دلوں کو کھول دیا ہے اور ان کے دلوں کو اپنے اور دار آخرت کے تعلق کے لئے پسند فرمالیا ہے وہ مباحات سے بھی صرف اتنی ہی چیز اختیار فرماتے ہیں جتنی کہ ضروری اور لابدی ہو اور جس سے سلوک طریق آخرت اور حصول ضروریات دنیاوی میں قوت اور مدد حاصل ہو اور جو شے اس طرح لی جاوے وہ بھی طاعت سے ملحق اور قربت ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم اس میں سے کسی قدر کو متضمن خصائل نبی اللہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم صدر کتاب میں ذکر کر آئے ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ عزوجل نے ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوت والسلام پر کیسا فضل فرمایا ہے کہ ان کے افعال کو طاعت اور قربت قرار دیا ہے اور ان کو مخالفت اور معصیت کی صورت تک سے دور رکھا ہے۔

فصل 10

اور اسباب میں علما کے درمیان اختلاف واقع ہے کہ آیا انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوت والسلام نبوت سے پہلے بھی معصیت سے معصوم ہوتے ہیں یا نہیں۔ سو اس کو ایک قوم نے تو منع کیا ہے (اور کہا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے بھی معصیت سے معصوم ہوتے ہیں) اور ایک قوم نے اس کو جائز رکھا ہے (اور کہا ہے کہ عصمت نبوت ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور نبوت سے پہلے عصمت کا ہونا ضروری نہیں ہے) اور خدا نے چاہا تو صحیح یہ ہے کہ وہ ہر (حال میں ہر) عیب اور ہر اس شے سے جو کہ شک کی موجب ہو معصوم اور بری ہیں پھر اس میں ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ سرے سے اس مسئلہ کا تصور ہی ممتنع ہے کیونکہ معاصی اور نواہی کا وجود تقرر شرع کے بعد ہوا کرتا ہے (اور نبوت سے پہلے ان کے حق میں شرع ہی نہیں) اور علما نے ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال میں اختلاف کیا ہے کہ آیا آپ وحی کے آنے سے پہلے کسی شرع ماسبق کے متبع تھے یا نہیں تو ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ کسی شریعت کے متبع نہ تھے اور جملہ جمہور کا قول یہی ہے اور اس قول پر آپ کے حق میں نہ تو اس وقت معاصی کا وجود ہے اور نہ اس کا کوئی اعتبار ہے کیونکہ احکام شرعیہ اوامر اور نواہی اور تقرر شریعت سے متعلق ہوتے ہیں پھر ان لوگوں کے درمیان جو اس مقالہ کے قائل ہوئے ہیں اختلاف واقع ہوا ہے پس سیف السنۃ اور مقتدائے امت قاضی ابی بکر (باقلانی) اس طرف گئے ہیں کہ اس امر کے معلوم ہونے کا طریقہ صرف نقل اور خبر ہے جو کہ از طریق سمع مسموع ہو اور دلیل ان کی یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور ہم تک منقول ہوتا اور عادتاً اس کا چھپانا ناممکن تھا کیونکہ یہ ایک بڑی مہتم بالشان بات ہے اور آپ کی سیرت اور خصلت سے جس کا کہ لوگوں نے اہتمام کیا ہے ایک بڑی بات ہے اور نیز جس شریعت کے آپ تابع ہوتے اس شریعت والے اس امر پر بڑا فخر کرتے اور آپ سے اس امر کے ساتھ جھگڑا کرتے اور آپ پر حجت قائم کرتے حالانکہ ان امور میں سے ایک امر بھی ماثور اور منقول نہیں ہوا اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ امر عقلاً ممنوع اور ممتنع ہے اور (کہا ہے کہ) یہ امر بالکل ممنوع ہے کہ جو

متبوع مشہور ہو وہ کسی دوسرے کا تابع ہو اور انہوں نے اس مسئلہ کو تحسین اور تقبیح (عقلی) پر مبنی کیا ہے اور یہ طریقہ کچھ ٹھیک نہیں ہے بلکہ اس کا نقل ہی کی جانب نسبت کرنا جیسا کہ قاضی ابی بکر سے پیشتر گذرا ہے اولے اور اظہر ہے۔ اور دوسرا فرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں توقف اور اس امر کا قائل ہوا ہے کہ اسباب میں کسی ایک امر پر قطعی حکم نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کے نزدیک نہ تو ان دونوں وجہوں میں سے کوئی وجہ عقلاً محال ہے اور نہ اس کے نزدیک ان دونوں وجہوں میں سے کسی ایک وجہ پر کوئی دلیل نقل ظاہر ہوئی ہے اور یہ ابی المعالی کا مذہب ہے اور تیسرے فرقہ نے کہا ہے کہ آپ اپنے سے پہلے نبی کی شرع پر عامل تھے پھر اس فرقہ نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ شرع متعین ہو سکتا ہے یا نہیں تو بعض نے تو اس کی تعیین سے توقف کیا ہے اور رو کا ہے اور بعض نے اس کے تعیین پر جرات کی ہے اور پھر اس پر جزم کیا ہے۔ پھر ان حضرات نے جو تعیین کے قائل ہوئے ہیں باہم اختلاف کیا ہے کہ آپ کس کا اتباع فرماتے تھے تو کسی نے کہا کہ نوح علیہ السلام کا اور کسی نے کہا کہ ابراھیم علیہ السلام کا اور کسی نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کا اور کسی نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا پس یہ خلاصہ ہے مذاہب اس مسئلہ کا اور ان مذاہب میں سب سے اظہر وہ مذہب ہے جس کی جانب قاضی ابوبکر باقلانی گئے ہیں اور سب سے بعد ان لوگوں کا مذہب ہے جو تعیین کے قائل ہوئے ہیں کیونکہ اگر ان امور میں سے کسی امر کا کوئی وجود ہوتا تو وہ ضرور ہم تک منقول ہوتا جیسا کہ ہم اس کو اول بیان کر آئے ہیں اور ہرگز پوشیدہ نہ رہتا اور ان لوگوں کے لئے جو اس کے قائل ہوئے ہیں کہ آپ اپنے سے پہلے نبی کی شریعت کے عامل تھے اس امر میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سب سے پچھلے نبی تھے پس اس شخص پر جو ان کے بعد آوے ان کی شریعت کا اتباع لازم ہو گا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا عام ہونا ثابت نہیں ہوا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نبی کی دعوت عام نہ تھی اور فریق ثانی کی بھی قول اللہ تعالیٰ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا میں کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے کے لئے سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول میں کوئی حجت ہے شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا کیونکہ یہ آیت اتباع توحید پر محمول ہے جیسے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان لوگوں میں جن کو اس نے ہدایت کی ہے ان حضرات کے بھی نام لئے ہیں جو رسول نہ تھے اور کسی شریعت خاص پر مخصوص نہ تھی جیسے حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام قول اس شخص پر جو اس کا قائل ہے کہ وہ رسول نہ تھے (اور یہ قول مردود ہے) اور نیز

سبحانہ وتعالی نے اس آیت میں بہت سے ایسے نبیوں کا نام لیا ہے جن کے شرائع مختلف تھے اور ان کا جمع ہونا ناممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اس اقتداء سے اقتدا فی التوحید والعبادۃ مراد ہے جو سب کے درمیان مجتمع علیہ ہے۔ اور رہا یہ امر کہ جو شخص منع اتباع کا قائل ہوا ہے وہ اس قول کو ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا دیگر انبیاء کرام کے حق میں بھی لازم کرتا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے نبیوں کے درمیان فرق کرتا ہے (سو اس میں تفصیل ہے) تو جس کسی نے اتباع کو عقلاً منع کیا ہے تو وہ تو بلا تردد اپنے اصل کو ہر رسول کے حق میں جاری کرتا ہے (اور کہتا ہے کہ کوئی نبی کسی دوسرے نبی کا تابع نہ تھا) اور جو کوئی نقل کی جانب مائل ہوا ہے سو اس کے لئے جہاں جیسی نقل متصور اور ثابت ہوئی ہے وہ وہاں پر اس کا تابع ہوا ہے اور جس کسی نے توقف کیا ہے سو وہ (ہر جگہ) اپنے اصل پر قائم ہے اور جو کوئی اس کا قائل ہوا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی ایک کا اتباع واجب ہے سو وہ ہر نبی کے حق میں اس نبی کی اتباع اور اقتدا کو واجب اور لازم گردانتا ہے جس کی کہ ان کی جہت متعین ہوئی ہے۔

فصل 11

یہ ان اعمال منکرہ کا حکم ہے جن میں جان بوجھ کر مخالفت کی گئی ہو اور وہ معصیت کے نام سے موسوم اور تکلیف کے تحت میں داخل ہوں۔ اور رہے وہ اعمال اور افعال جو بلا قصد اور تعمد صادر ہوں جیسے وظائف شرعیہ میں سہو اور نسیان جن کی نسبت شرع میں یہ امر متقرر ہو چکا ہے کہ نہ ان سے خطاب متعلق ہے اور نہ ان پر مواخذہ ہے سو ان افعال میں انبیاء علیہم الصلوت والسلام کا حال بھی اپنی امت کے مساوی ہے پس امت کی طرح ان حضرات سے بھی ان افعال پر مواخذہ اور مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان کے حق میں بھی یہ افعال معصیت ہوتے ہیں پھر اس کی دو قسم ہیں ایک وہ افعال جواز طریق بلاغ اور تقریر شرع ہیں اور جن کے کرنے کے ساتھ احکام شرع اور تعلیم امت متعلق ہے اور جن کی اتباع کا امت سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے وہ افعال جو اس سے خارج اور آپ کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص ہیں (یعنی وہ افعال جواز طریق بلاغ اور تقریر شرع نہیں ہیں بلکہ وہ دو افعال ہیں جو انبیاء علیہم الصلوت والسلام کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں) سو علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ان دونوں اقسام میں سے پہلے قسم کا وہی حکم ہے جو اسباب میں سہوفی القول کا حکم ہے اور اس اتفاق کو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ممتنع اور آپ اس سے معصوم اور منزہ ہیں کہ

آپ پر اس کا طاری ہونا قصداً" یا سہواً" جائز ہو تو ایسا ہی انہوں نے کہا ہے کہ اسباب میں افعال میں بھی آپ پر مخالفت کا طاری ہونا جائز نہیں ہے نہ عمداً" اور نہ سہواً" کیونکہ وہ بھی من حیث التبلیغ قول اور ادا کے معنی ہیں اور ان حضرات کے افعال پر ایسے عوارض کا طاری ہونا تشکیک اور طعن کا موجب ہے اور ان علما نے احادیث سہو سے بہت سے توجیہات کے ساتھ عذر کیا ہے جن کو ہم اس کے بعد ذکر کریں گے اور ابواسحق (اسفرائنی) اسی طرف مائل ہوئے ہیں اور فقہاء اور متکلمین میں سے اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ افعال بلاغیہ اور احکام شرعیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کا صادر ہونا سہواً" اور بلا قصد کے جائز ہے جیسا کہ ان احادیث سے ثابت ہوا ہے جو سہو نماز میں وارد ہوئے ہیں اور ان حضرات نے افعال شرعیہ اور اقوال بلاغیہ کے درمیان فرق کیا ہے کیونکہ صدق فی القول پر معجزہ قائم ہو چکا ہے اور اس کی مخالفت معجزہ کے مناقض ہے۔ اور رہا سہو فی الافعال سو وہ نہ اس کا مناقض ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا نبوت میں قدح لازم آتا ہے بلکہ غلطی افعال اور غفلت قلب بشریت کی علامت ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھی ایک انسان ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں تو جب میں بھولوں تو تم مجھ کو یاد دلا دو۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو اور نسیان اوروں کا سا سہو نسیان نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سہو و نسیان کا صادر ہونا افادہ علم اور تقریر شرع کا سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت مقرر کروں بلکہ مروی ہوا ہے کہ میں بھولتا نہیں اور لیکن میں بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت مقرر کروں۔ اور یہ حالت آپ کے لئے زیادت فی التبلیغ اور تمام نعمت ہے اور سمات نقص اور اعتراض طعن سے بعید ہے کیونکہ جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہوئے ہیں وہ اس امر کو بھی شرط کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہو اور غلط پر قائم نہیں چھوڑے جاتے بلکہ وہ قول بعض پر تو اسی وقت اس پر آگاہ کر دیئے جاتے ہیں اور وہی صحیح ہے اور قول بعض پر وفات سے پہلے اور رہے وہ افعال جو از طریق تبلیغ اور بیان احکام نہیں ہیں اور وہ افعال دینی اور اذکار قلبی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو آپ نے بغرض اتباع نہیں کیا سو طبقات علماء امت سے اکثر اشخاص اس پر ہیں کہ ایسے افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سہو اور غلط اور غشی اور غفلت کا طاری ہونا جائز ہے اور سبب اس کا وہ کلفت ہے جو کہ مقاسات خلق اور سیاست امت اور رعایت اہل اور ملاحظہ اعداء سے آپ پر ڈالی گئی ہے اور لیکن یہ سہو اور نسیان بھی آپ پر بار بار اور بالتوالی صادر نہیں ہوتا بلکہ بر سبیل ندرت گاہے

بھی اتفاقی عارض ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے دل پر جب کچھ غبار سا چھا جاتا ہے تو میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے آپ کے رتبہ عالی میں خدانخواستہ کوئی فرق آوے اور یا آپ کے معجزہ کا منافی ہو اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں سہو و نسیان اور غفلت اور فطرت (سب باتیں) کلیتہ" ممنوع اور ناجائز ہیں اور یہ صوفیہ کرام کی ایک جماعت اور ان علماء کا مذہب ہے جو کہ علوم باطن اور مقامات کے واقف ہیں اور (توجیہ) ان احادیث میں (جو کہ سہو و نسیان میں وارد ہوے ہیں) ان کے کئی مذہب ہیں جن کو خدا نے چاہا ہم آگے ذکر کریں گے

فصل 12

بیان کلام ان احادیث میں جن میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سہو مذکور ہوا ہے۔ اور اس سہو اور نسیان کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جائز اور ممنوع ہے ہم پیشتر ان فصلوں میں بیان کر آے ہیں جو اس سے پہلے مذکور ہوئی ہیں اور نیز ہم اس کے وقوع کو جملہ اخبار اور اقوال دینیہ میں قطعا" اور افعال دینیہ میں اس نہج پر کہ ہم نے ترتیب دیا ہے جائز کہہ آے ہیں اور نیز اس امر کی جانب بھی جو اسباب میں وارد ہوا ہے اشارہ کر آئے ہیں۔ اور اب ہم اس بحث میں بسط اور تفصیل کے ساتھ کلام کرنا چاہتے ہیں۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ ان احادیث میں سے صرف تین حدیثیں صحیح معلوم ہوئی ہیں سہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہوئی ہیں۔ پہلی حدیث ذی الیدین کی۔ جس میں کہ آپ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ دوسری حدیث عبداللہ بن بحینہ کی۔ جس میں ہے کہ آپ دو رکعت پر کھڑے ہو گئے۔ تیسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھیں۔ اور یہ تینوں حدیثیں اس سہو پر مبنی ہیں جو اس فعل میں واقع ہو جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس میں اللہ کی یہ حکمت ہے کہ اس میں آپ کا اقتدا کیا جاوے کیونکہ بلاغ بالفعل بلاغ بالقول سے ظاہر بھی زیادہ ہوتا ہے اور رفع احتمال میں بھی زیادہ قوی ہوتا ہے اور شرط اس کی یہ ہے کہ آپ سہو پر قائم نہیں چھوڑے جاتے بلکہ آپ کو معلوم کرا دیا جاتا ہے (کہ یہ سہو ہے) تاکہ التباس رفع اور اس کی حکمت کا فائدہ ظاہر ہو جاوے جیسا کہ ہم اس کو پہلے بیان کر آے ہیں اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی فعل میں سہو و نسیان کا صادر ہونا نہ تو معجزہ کا منافی ہے اور نہ (خدانخواستہ) اس سے آپ کی تصدیق

میں کچھ نقص لازم آتا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ایک انسان ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں تو جب میں بھول جاؤں تو تم مجھ کو یاد دلا دو اور فرمایا ہے کہ اللہ فلانہ پر رحم کرے کہ اس نے مجھ کو ایسی اور ایسی آیت یاد دلا دی جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا اور مروی ہوا ہے جن کو میں بھول گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت مقرر کروں بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ (بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں) راوی کی جانب سے شک ہے اور نیز مروی ہوا ہے کہ میں بھولتا نہیں اور لیکن بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت مقرر کروں۔ اور ابن نافع اور عیسیٰ بن دینار اس طرف گئے ہیں کہ یہ شک نہیں ہے بلکہ بمعنی تقسیم ہے مطلب یہ ہے کہ یا تو میں خود بھول جاتا ہوں یا مجھ کو خدا بھلا دیتا ہے قاضی ابوالولید نے کہا ہے کہ ان دونوں کا یہ قول اس کا محتمل ہے کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں اور بیداری میں بھلایا جاتا ہوں یا میں عادت بشری کے موافق بھولتا ہوں جیسا کہ (انسان کو) کسی شے سے ذہول اور سہو لاحق ہو جاتا ہے یا باوجود یہ کہ میں اس کی جانب متوجہ اور اس کے لئے فارغ ہوتا ہوں مجھ کو بھلا دیا جاتا ہے تو آپ نے اس میں ایک نسیان کو تو اپنی جانب منسوب فرمایا ہے اس واسطے کہ اس کے بعض اسباب آپ میں موجود تھے اور دوسرے کی آپ نے اپنی ذات اقدس سے نفی فرمائی ہے کیونکہ اس میں آپ بمنزلہ مضطر کے تھے اور اصحاب معانی اور کلام کی ایک جماعت جنہوں نے اس حدیث پر کلام کیا ہے اس طرف گئی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں سہو لاحق ہوتا تھا اور نسیان نہ لاحق ہوتا تھا کیونکہ نسیان ذہول اور غفلت اور آفت ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منزہ ہیں اور سہو شغل ہے (یعنی دوسرے کام میں مشغول ہو جانا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز سہو کرتے تھے اور آپ کو حرکات (اور سکنات) نماز سے وہ افعال مشغول کر دیتے تھے جو اس میں ہیں کیونکہ آپ ان کی جانب مشغول ہو جاتے تھے نہ اس سبب سے کہ آپ اس سے غافل ہو جاتے تھے اور اس قائل نے اپنے اس قول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے احتجاج کیا ہے جو آپ نے دوسری روایت میں فرمایا ہے کہ میں بھولتا نہیں اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سب ممنوع ہے (سہو ہو یا نسیان) اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو بھی، جان بوجھ کر ارادہ سے ہوتا تھا تاکہ آپ اس کو سنت مقرر کریں اور یہ قول غیر مقبول اور اس کے مقاصد باہم متناقض ہیں جن سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی حالت میں آپ عائد بھی ہوں اور ساہی بھی اور ان کے لئے ان کے اس قول میں کوئی

حجت نہیں ہے کہ آپ عمداً صورت نسیان کی ظاہر کرنے پر مامور تھے تاکہ وہ سنت مقرر کی جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں اور آپ نے ہر دو اوصاف مذکورہ میں سے (اپنے لئے) ایک وصف کو ثابت کیا ہے اور مناقضت عمد اور قصد کی نفی فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ میں انسان ہوں بھولتا ہوں جیسا کہ تم بھولتے ہو اور اس جانب ہمارے آئمہ میں سے ایک بڑے محقق یعنی ابوالمظفر الاسفرائنی مائل ہوئے ہیں اور لیکن ان کے اس قول کو کسی اور امام نے پسند نہیں کیا اور نہ میں پسند کرتا ہوں اور ان دونوں جماعتوں کے لئے (جو اس کے قائل ہوئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہو لاحق ہوتا تھا اور نسیان نہ لاحق ہوتا تھا اور جو اس کے قائل ہوئے ہیں کہ آپ کا سہو عمداً اور قصداً تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ میں بھولتا نہیں اور لیکن میں بھلایا جاتا ہوں کیونکہ آپ کے اس قول میں حکم نسیان کی کلیتہً نفی ہے بلکہ اس میں لفظ اور لقب نسیان کی نفی ہے جیسے آپ کا یہ فرمانا کہ بری بات ہے جو تم میں ایک شخص کہتا ہے کہ میں فلاں آیت کو بھول گیا اور لیکن کہے کہ میں بھلا دیا گیا یا آپ نے اپنے دل سے غفلت اور قلت اہتمام نماز کی نفی فرمائی ہے لیکن آپ اسی کے سبب اس سے مشغول ہو گئے اور بعض نماز کے سبب آپ بعض نماز کو بھول گئے جیسا کہ خندق کی آپ نے نماز (عصر) کو ترک کیا یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا اور دشمن سے بچاؤ کرنے کے سبب آپ اس نماز سے مشغول ہو گئے مطلب یہ ہے کہ ایک اطاعت کے سبب آپ دوسری اطاعت سے مشغول رہے اور کہا گیا ہے کہ خندق کے روز آپ کی چار نمازیں ترک ہوئیں تھیں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور اس حدیث سے اس شخص نے احتجاج کیا ہے جو اس طرف گیا ہے کہ جب خوف زیادہ ہو اور مجاہدین نماز نہ پڑھ سکیں تو ان کو نماز کی اس وقت تک تاخیر کرنا جائز ہے جب تک کہ امن حاصل ہو اور یہ اہل شام کا مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ نماز خوف کا حکم اس کے بعد نازل ہوا ہے تو وہ اس کا ناسخ ہے۔ پس اگر تو یہ کہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نماز سے سو رہنے میں کیا کہتا ہے جو آپ وادی کے روز سو رہے تھے اور آپ فرما چکے ہیں کہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا تو معلوم کرنا چاہیے کہ علماء نے اس حدیث سے کئی جواب دیئے ہیں ان میں ایک جواب تو یہ ہے کہ آپ کے سوتے وقت آپ کے قلب مبارک کا اکثری حکم ہے (نہ دائمی) اور بعض اوقات آپ کا حال اس کے خلاف بھی ہوتا تھا جیسا کہ بعض اوقات آپ کے سوا کسی دوسرے شخص سے کوئی امر اس کی عادت کے خلاف صادر ہو جاتا ہے اور اس تاویل کی اسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ

قول صحیح کر رہا ہے کہ اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا اور اسی حدیث میں بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ مجھ پر کبھی ایسی نیند نہ ڈالی گئی تھی

اور لیکن ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ خدا کسی حکم کو ثابت اور کسی سنت کو مقرر، اور کسی شرع کو ظاہر کرنا چاہے جیسا کہ دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو وہ ہم کو بیدار کر دیتا اور لیکن اس نے چاہا کہ وہ تمہارے بعد کے لوگوں کے لئے (سنت) ہو (کہ وہ اس کا اقتدا کریں) دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے قلب مبارک کو خواب مستغرق نہ کرتے تھے جس کے سبب آپ سے اس حالت میں حدث صادر ہو اس واسطے کہ مروی ہوا ہے کہ آپ (حدث) سے محفوظ تھے اور آپ سوتے تھے یہاں تک کہ آپ سانس لیتے اور آپ کے خرانے کی آواز سنائی دیتی پھر آپ نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے جس میں نیند سے اٹھتے وقت آپ کے وضو کرنے کا ذکر ہے اور جس میں ہے کہ آپ اپنے اہل کی ساتھ سوتے تھے یہ احتجاج کرنا صحیح نہیں ہے کہ بجز نیند کے سبب آپ نے وضو کیا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کا یہ وضو کرنا ملامست اہل کے سبب ہو یا کسی اور حدث کے سبب ہو اور ایسا نہ ہونے کی کون وجہ ہو سکتی ہے اور اسی حدیث کے آخر میں آیا ہے کہ پھر آپ سو رہے یہاں تک کہ میں نے آپ کے سونے کی آواز سنی پھر کھڑے ہوے اور آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا اور کہا گیا ہے کہ آپ کا دل نہ سوتا تھا اس واسطے کہ آپ پر خواب میں وحی نازل ہوتی تھی اور وادی کے قصہ میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ آپ کی آنکھیں سورج کے دیکھنے سے سو گئیں اور یہ دل کا فعل نہیں اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا اور اگر وہ چاہتا تو وہ ان کو کسی دوسرے وقت میں ہماری طرف پھیر دیتا۔

پس اگر یہ کہا جاوے کہ اگر غلبہ نیند آپ کی عادت نہ ہوتی تو آپ بلال سے یہ نہ فرماتے کہ تم ہمارے لئے صبح کی نگرانی کرو تو اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ صبح کی نماز غلس (یعنی اندھیرے) میں پڑھتے تھے اور جس کی آنکھیں سوتی ہیں وہ اول فجر کی رعایت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ایک ظاہری امر ہے اور اعضاء ظاہری سے مدرک ہو سکتی ہے تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو مراعات اول فجر کے لئے مامور فرمایا کہ وہ آپ کو اس سے آگاہ کر دیں جیسا کہ جب نیند کے سوا آپ کسی اور شغل کے سبب اس کی مراعات سے مشغول ہو جاتے (اور اس کی مراعات کے لئے کسی کو مامور فرماتے) پس اگر تو یہ کہے کہ پھر آپ کے اس امر سے نہیں فرمانے کا کیا سبب ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ یہ نہ کہو نسیت کہ میں بھول گیا (اور یہ کہو نسیت کہ میں بھلا دیا گیا) اور خود آپ نے فرمایا ہے کہ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں تو جب میں بھولوں تو تم مجھ کو یاد دلا دو (اور فرمایا ہے کہ) مجھ کو

فلانہ نے ایسی اور ایسی آیت یاد دلا دی جس کو میں بھول گیا تھا تو خدا تجھ کو بزرگی عطا فرماوے معلوم کرنا چاہئے کہ ان الفاظ میں کچھ تعارض نہیں۔ تفصیل اس کی کہ آپ کا اس سے منع فرمانا کہ کوئی یوں کہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا اس آیت پر محمول ہے جس کا کہ قرآن شریف سے نقل کرنا منسوخ ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ اس میں جو غفلت ہے وہ بندہ کی جانب سے نہیں ہے بلکہ اللہ عزوجل نے اس کو اس امر پر مجبور کیا ہے تاکہ جو چاہے مٹاوے اور جو چاہے ثابت رکھے۔ اور رہی وہ سہو اور غفلت جو کہ بندہ کی جانب سے ہو اور اس کو یاد کرنے سے یاد آجاوے تو اس میں یہ کہنا جائز ہے کہ وہ کہے کہ میں بھول گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا بر سبیل استحباب ہے تاکہ فعل کو اس کے خالق کی جانب منسوب کیا جاوے اور دوسرا (یعنی سہو و نسیان کا اپنی جانب نسبت کرنا) بر سبیل جواز ہے کیونکہ بندہ اس کا مکتسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان آیات میں کسی آیت کو بھلا دینا جن کو کہ آپ نے بھلا دیا تھا جائز ہے بشرطیکہ آپ اس کو امت کی جانب سے یا خود اپنی طرف سے یاد کر سکتے ہیں مگر جس کے کہ نسخ اور دلوں سے مٹانے اور ترک استذکار کا اللہ نے حکم فرما دیا ہو اور نیز یہ بھی جائز ہے کہ کسی آیت کو (جو بلاغ کے بعد محو ہوئی ہو) نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دم بھلا دیں اور یہ بھی جائز ہوتا ہے کہ آپ سے قبل از بلاغ کوئی ایسی آیت بھلا دی جاوے جس سے نظم قرآنی نہ بدلنے پاوے اور نہ کوئی حکم شرعی محفوظ ہونے پاوے اور نہ اس سے کسی خبر میں کسی قسم کا خلل واقع ہوا اور پھر آپ اس کو یاد فرمالیں (خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آپ اس سے معصوم ہیں کہ بروقت تبلیغ آپ اس میں خطا کریں) اور یہ امر کہ آپ اس کو بھولے ہی رہیں اور آپ کو یاد ہی نہ آوے بالکل محال ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب کا حافظ اور نگہبان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تبلیغ پر مامور ہیں

فصل 13

بیان رد اس شخص میں جس نے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام پر صغائر کو جائز رکھا ہے اور بحث ان کے استدلالات پر معلوم کرنا چاہئے کہ جن فقہاء اور محدثین نے انبیاء کرام پر صغائر کو جائز رکھا ہے اور جن متکلمین نے اس امر پر ان کی متابعت کی ہے ان حضرات نے بہت سے ایسے ظواہر قرآن اور حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر ان کے ظواہر کا التزام کیا جاوے گا تو اس سے انبیاء پر کبائر کا تجویز کرنا اور اجماع کو توڑنا اور وہ امر کہنا لازم آوے گا جس کا کوئی مسلمان

قائل نہیں ہوا پس نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حضرات اس امر کو کیونکر جائز رکھتے ہیں اور جن آیات اور احادیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے وہ سب کے سب ایسے ہیں جن کے معنی میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے اور اس کے مقتضا میں دونوں جانب برابر احتمال موجود ہیں اور سلف صالحین سے اسباب میں جو اقوال وارد ہوئے ہیں وہ سب کے سب اس امر کے مخالف ہیں جس کا کہ ان حضرات نے التزام کیا ہے پس جب کہ ان کا مذہب اجماع نہیں اور ان کے استدلالات میں ہمیشہ سے خلاف چلا آرہا ہے اور اس امر پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ ان کا قول خطا اور ان کی مخالف کا قول صحیح ہے تو پھر اس کا ترک کرنا اور اس مذہب کی جانب رجوع کرنا جو صحیح ہو چکا ہے لازم اور واجب ٹھہرا۔ اور اب خدا نے چاہا ہم اس میں خوض و فکر کرنا شروع کرتے ہیں سو منجملہ ان استدلالات اور احتجاجات کے جو ان لوگوں نے کی ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وہ قول ہے جو سبحانہ و تعالیٰ نے ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔

اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ اور بخشش مانگ اپنے گناہ کے لئے اور مومنین مرد اور مومنین عورتوں کے لئے اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول عَبَسَ وَتَوَلّٰى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمٰى وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى أَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَأَنْتَ لَهُ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكّٰى وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى اور دوسرے نبیوں کو وہ قصہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم پر بیان فرمائے ہیں جیسے سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰى اور سبحانہ تعالیٰ کا قول فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور یونس علیہ السلام کی جانب سے سبحانہ و تعالیٰ یہ قول سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ اور وہ امور جو کہ سبحانہ و تعالیٰ نے قصہ یونس اور قصہ داؤد علیہما السلام سے ذکر کئے ہیں اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأٰى بُرْهَانَ رَبِّهِ) اور وہ امر جو کہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے اور ان کے قصہ سے ذکر کیا ہے اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول فَوَكَزَهُ مُوسٰى

فَقَضٰی عَلَیْہِ قَالَ ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے دعا میں یہ قول اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت اور اس کے مثل آپ کے اور دعائیں اور حدیث شفاعت میں مقام موقف میں انبیاء علیہم الصلوت والسلام کا مقام موقف میں اپنے گناہوں کا ذکر فرمانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول انہ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا انی لاستغفر اللہ فی الیوم اکثر من سبعین مرتہ اور سبحانہ وتعالیٰ کا نوح علیہ السلام کی جانب سے یہ قول وَاِنْ لَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ اور نیز سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول جو اس سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے فرمایا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ اور ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے فرمایا ہے وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول تبت الیک کہ میں نے تیری جانب توبہ کی اور سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول ولقد فتنا سلیمان اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور اسی قسم کے اور بہت سے ظواہر جو ان سے مشابہ ہیں سو ان حضرات کے اس استدلال کا جواب تو یہ ہے جو ان حضرات نے ظاہر قول اللہ تعالیٰ لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر سے کیا ہے کہ اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف واقع ہے کسی نے کہا ہے کہ اس سے آپ کی وہ حالت مراد ہے جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد تھی اور کسی نے کہا ہے کہ آپ کے وہ گناہ مراد ہیں جو آپ سے صادر ہوئے ہیں اور جو نہیں ہوئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو یہ معلوم کرایا ہے کہ وہ آپ کے لئے بخش دیئے گئے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ (ماتقدم سے) وہ گناہ مراد ہیں جو کہ نبوت سے پہلے کے ہیں اور متاخر سے یہ مراد ہے کہ نبوت کے بعد (اللہ نے) آپ کو معصوم رکھا اس کو احمد بن نصر نے حکایت کیا ہے اور کسی نے کہا ہے کہ اس سے وہ امور مراد ہیں جو آپ سے ازراہ سہو و نسیان اور غفلت اور تاویل صادر ہوئے ہیں اس کو سمرقندی نے حکایت اور قشیری نے اختیار کیا ہے اور کسی نے کہا ہے کہ ماتقدم سے وہ لغزش مراد ہے جو کہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام سے سرزد ہوئی تھی اور ماتاخر سے وہ معاصی مراد ہیں جو آپ کی امت سے ظاہر ہوں گی اس کو سمرقندی اور سلمی نے ابن عطا سے حکایت کیا ہے اور قول اللہ تعالیٰ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ میں بھی ایسی ہی یا اس کے ماقبل کے موافق تاویل کی جاوے گی کسی نے کہا ہے کہ اس جگہ پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرمانا آپ کی امت کو مخاطب فرمانا

اور کہا گیا ہے کہ جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر کا حکم ہوا کہ آپ یہ کہیں کہ مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جاوے گا تو اس سے کافر خوش ہوئے تو اس پر اللہ سبحانہ وتعالی نے نازل فرمایا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ترجمہ تاکہ بخشے اللہ واسطے تیرے جو پہلے گذرا گناہوں تیرے سے اور جو پیچھے ہو اور پوری کرے تجھ پر نعمت اپنی اور دکھاوے تجھ کو راہ سیدھی اور مدد کرے اللہ تیری زبردست مدد۔ اور انجام مومنین کو دوسری آیت میں جو اس کے بعد ہے ظاہر فرمایا اور وہ یہ ہے لیدخل المومنین والمومنات الایۃ) یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے غرضیکہ مقصود آیت کا یہ ہے کہ آپ بخشے بخشائے ہیں (بفرض محال) اگر آپ سے کوئی گناہ ہوا بھی ہے تو وہ بھی بخش دیا گیا ہے۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ اس جگہ مغفرت سے یہ مراد ہے کہ آپ کل عیوب سے بری ہیں۔ اور رہا ظاہر قول اللہ تعالی کا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور اتار رکھا ہم نے تجھ سے بوجھ تیرا جس نے توڑ ڈالی تھی پیٹھ تیری۔ تو اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ آپ سے آپ کے وہ گناہ اتار دیے گئے جو آپ سے قبل از نبوت صادر ہوئے تھے اور یہ ابن زید اور حسن کا قول اور قول قتادہ کے معنی ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ آپ اس وقت سے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہیں جب کہ آپ نبی نہ ہوئے تھے اور اگر ایسا ہوتا تو آپ کی پشت مبارک بھاری ہو جاتی ان معنی کو سمرقندی نے حکایت کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے وہ بوجھ بار نبوت مراد ہے جس نے آپ کی پشت مبارک کو بھاری کر دیا تھا یہاں تک کہ آپ نے اس کو پہنچا دیا اس کو ماوردی اور سلمی نے حکایت کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہم نے آپ سے ثقل ایام جاہلیت کو اتار ڈالا اس کو مکی نے حکایت کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ پر شغل قلب اور حیرت اور طلب شریعت بھاری ہو گیا تھا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے لئے یہ مشروع کیا ان معنی کو قشیری نے حکایت کیا ہے اور کہا گیا کہ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے آپ پر اس شے کو ہلکا کر دیا جس کے تحمل کی آپ کو تکلیف دی گئی تھی بایں طور کہ ہم نے اس شے کی حفاظت کی جس کا کہ یاد کرانا آپ سے مطلوب تھا اور وہ شے آپ کے نزدیک محفوظ کی گئی تھی۔ اور انقض ظہرک کے یہ معنی ہیں قریب ہے کہ وہ اس کو گرا تو توڑ ڈالے پس اس شخص کے نزدیک تو اس کے یہ معنی ہیں جس نے اس کو ان امور پر محمول کیا ہے جو نبوت سے پہلے کے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان امور کے سبب حزن وملال طاری ہوتا تھا جو آپ نبوت سے پہلے کر چکے تھے اور نبوت کے بعد آپ پر

حرام ہو گئے تھے کہ آپ ان کو گناہ شمار کرتے تھے اور وہ آپ پر گران گذرتے تھے اور آپ کو اس سے اندیشہ ہوتا تھا یا وضع وزر (گناہ رکھنے) کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے آپ کو ان گناہوں سے کفایت کیا کہ اگر وہ ہوتے تو ان سے آپ کی کمر ٹوٹ جاتی یا وضع وزر سے وضع ثقل رسالت یا ان امور جاہلیت کا وضع مراد ہے جو آپ پر گراں گذرتے تھے اور ان کے سبب آپ کا قلب مبارک مشغول ہوتا تھا اور (نیز) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے حفظ وحی کا اعلان فرمانا مراد ہے جس کی کہ آپ سے حفاظت مطلوب تھی۔ اور رہا سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ تجھ کو اللہ بخشے تو نے کیوں رخصت دی ان کو۔ سو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ ایک ایسا امر ہے جس میں کہ اللہ عزوجل کی جانب سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی نہی نہ وارد ہوئی تھی جس کے سبب وہ معصیت شمار ہو سکے اور نہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو معصیت شمار کیا ہے بلکہ اہل علم نے تو اس کو عتاب بھی نہیں گنا اور خود اس شخص کو غلطی کی جانب منسوب کیا ہے جو اس کا قائل ہوا ہے (کہ یہ عتاب ہے اور کہا ہے کہ اس کا یہ کہنا غلط ہے) اور نفطویہ نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اس سے بچایا اور معصوم رکھا ہے بلکہ آپ اذن اور عدم اذن میں مخیر تھے اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور میں مخیر تھے جو چاہیں سو کریں جن میں کہ آپ پر وحی نہ نازل ہوتی تھی پھر یہ عتاب کیونکر ہو سکتا ہے اور نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذن لمن شئت منھم۔ کہ آپ جس کو چاہیں اذن دیں پس جب آپ نے ان کو اذن دے دیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو ان کے ان اسرار قلبی سے آگاہ فرمایا جن کو آپ نہ جانتے تھے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ ان کو اذن نہ بھی دیتے تب بھی وہ بیٹھا ہی رہتے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں جو آپ نے ان کو اذن دے دیا۔ اور عف (معاف کیا) اس جگہ غفر (بخشا) کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے عفا اللہ من صدقۃ الخیل والرقیق کہ اللہ نے تمہارے لئے گھوڑوں اور غلاموں کا صدقہ معاف کر دیا حالانکہ ان پر لازم ہی نہ تھا (بلکہ) مطلب یہ ہے کہ اللہ نے یہ تم پر لازم ہی نہیں کیا

اور اسی کے قریب قریب قشیری رحمۃ اللہ سے بھی مروی ہوا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو کلام عرب سے واقفیت نہیں کہ عفو بغیر گناہ نہیں ہوتے۔ اور عفا اللہ علیک کے یہ معنی ہیں کہ آپ پر گناہ لازم ہی نہیں کیا داؤدی نے کہا ہے کہ وہ ایک تکلیمی لفظ ہے کسی نے کہا ہے کہ وہ آغاز کلام ہے جیسے بولتے ہیں اصلحک اللہ خدا آپ کی اصلاح فرمادے اور اعزک اللہ اللہ آپ کو عزت دے اور سمرقندی نے حکایت کیا ہے کہ اس کے معنی

ہیں کہ اللہ آپ کو عافیت میں رکھے۔

اور رہا اساری بدر میں سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ترجمہ لائق نہ تھا واسطے نبی کے یہ کہ ہوں واسطے اس کے قیدی یہاں تک کہ خونریزی کرے زمین میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ غالب ہے حکمت والا اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ کا کہ پہلے گذر چکا البتہ لگتا تم کو بیچ اس چیز کے کہ لیا تم نے عذاب بڑا انتہی سو اس آیت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی گناہ کا الزام نہیں ہے بلکہ وہ اس میں اس فضل عظیم (اور خلق جسیم) کا بیان ہے جس کے سبب آپ کو جملہ انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی ہے اور جس کے ساتھ آپ مخصوص کئے گئے ہیں تو گویا یہ کہا ہے کہ یہ آپ کے سوا کسی اور نبی کے لئے حلال نہ تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے لئے غنیمت حلال کی گئی ہے اور مجھ سے پہلے اور کسی کے لئے حلال نہ ہوئی تھی۔

پس اگر کوئی یہ کہے کہ پھر سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ترجمہ تم چاہتے ہو دنیا کا مال و متاع اور اللہ چاہتا ہے آخرت (کی بہبودی) اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ انتہی۔ تو اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس خطاب کے وہ صحابہ کرام مخاطب ہیں جنہوں نے یہ ارادہ کیا تھا اور جو خالی دنیا کے طالب اور اس کے کثرت کے خواہاں تھے اور اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بڑے اصحاب مراد نہیں ہیں بلکہ ضحاک سے مروی ہوا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ بدر کے روز مشرکین بھاگ گئے اور بعض اصحاب کرام لڑائی سلب (یعنی سازو سامان قتیل) اور غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان پر دشمن نہ لوٹ آوے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لولا کتاب من اللہ سبق۔ یعنی اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے کہ پہلے گذرا تو اس آیت کی تفسیر میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے کسی نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر میری طرف سے پہلے سے یہ امر مقدر نہ ہو چکا ہوتا کہ نہی (ممانعت) سے پہلے میں کسی کو عذاب نہ کروں گا تو میں ضرور تم کو عذاب کرتا تو یہ تعلیق اس امر کا انکار کر رہی ہے کہ اساری بدر کا امر معصیت ہو اور کسی نے کہا ہے کہ اگر تم قرآن یعنی کتاب سابق پر ایمان نہ لائے ہوتے جس کے سبب تم درگذر کے مستحق ہوئے ہو تو تم کو غنیمت کے لینے پر عذاب کیا جاتا۔ اور اگر یہ کہا جائے تو یہ

قول تفسیر میں اور زیادہ صاف ہو جاوے کہ اگر تم قرآن پر ایمان نہ لائے ہوتے اور تم ان لوگوں میں سے نہ ہوتے جن کے لئے غنیمت حلال کی گئی ہے تو تم کو ضرور عذاب کیا جاتا جیسا کہ اس شخص کو عذاب میں پہلے سے یہ نہ لکھ دیا گیا ہوتا کہ وہ تمہارے لئے حلال ہے تو تم پر عذاب کیاجاتا سو یہ سب کا سب گناہ اور معصیت کی نفی کر رہا ہے کیونکہ جو کوئی ایسا کام کرے جو اس کو حلال ہو وہ گنہگار اور عاصی (نافرمان) نہیں کہلاتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا۔ پس کھاؤ اس چیز سے کہ لوٹا تم نے حلال پاکیزہ۔ اور کہا گیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں اختیار دیا گیا تھا اور نیز علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ بدر کے روز جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اسارے بدر میں اپنے اصحاب کو اختیار دیجئے کہ چاہیں قتل اختیار کریں اور چاہیں فدیہ مگر اس شرط پر کہ سال آئندہ ان میں سے ان کے برابر قتل کئے جاویں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم فدیہ قبول کرتے ہیں اور (سال آئندہ) ہم میں سے (ان کے برابر) قتل کئے جاویں اور ہم شہید ہوں اور یہ اس امر کی دلیل ہے جو ہم کہہ آئے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور نیز اس امر کی دلیل ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ اذن سے کیا ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے بعض نے قتل اور خونریزی کے جہت کو جو ان کے لئے بہتر تھی ترک کر کے اس جہت کو اختیار کر لیا تھا جو کمزور تھی اور اسی پردہ معتوب ہوئے اور ان کے لئے ضعف اس امر کو جس کو انہوں نے اختیار کیا تھا اور صواب اس امر کو جس کو اوروں نے اختیار کیا تھا بیان فرما دیا اور یہ سب نہ عاصی ہیں اور نہ گنہگار اور ایسی ہی امر کی جانب طبری نے اشارہ کیا ہے اور اس قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو اس سے عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نجات نہ پاتا سو اس کلام میں تصویب رائے عمر رضی اللہ عنہ اور تصویب رائے اس شخص کی جانب اشارہ ہے جس نے کہ اعزاز دین اور اظہار اسلام اور ہلاک دشمنان دین میں ان کے ماخذ کو اختیار کیا تھا اور نیز اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اگر یہ قضیہ عذاب کا موجب ہوتا تو اس سے عمر رضی اللہ عنہ اور ان ہی جیسے اشخاص نجات پاتے اور تعیین عمر رضی اللہ عنہ کی یہ وجہ ہے کہ ان کے قتل کا سب سے پہلے انہوں ہی نے مشورہ دیا تھا اور لیکن اس قضیہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر کوئی عذاب مقدر نہ کیا تھا اس سبب سے کہ وہ ان کے لئے پہلے سے حلال ہو چکی تھی اور داؤدی نے کہا ہے کہ یہ خبر ثابت نہیں ہوتی اور اگر ثابت بھی ہو جاوے تب بھی اس کے سبب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ آپ نے اس امر میں حکم کیا ہے

جس میں نص اور کوئی دلیل منصوص نہ تھی اور نہ آپ کو اس میں اختیار دیا گیا تھا کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالٰی نے آپ کو اس سے بری رکھا ہے۔ اور قاضی ابو بکر بن العلا نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالٰی نے اپنے نبی علیہ الصلوت والسلام کو اس آیت میں اس امر کی خبر دی ہے کہ آپ کی تاویل اس امر کے موافق واقع ہوئی ہے جو سبحانہ و تعالٰی نے احلال غنائم اور فدا سے آپ کے لئے پہلے سے لکھ رکھا تھا اور نیز یہ بات بھی ہے کہ وہ اس سے قبل سریۂ عبداللہ بن جحش میں جس میں (عمرو) بن الحضری قتل ہوا تھا حکم بن کیسان اور اس کے رفیق (عثمان بن عبداللہ) سے فدیہ لے چکے تھے اور اس کے سبب سے اللہ سبحانہ و تعالٰی نے ان پر عتاب نہ فرمایا تھا حالانکہ یہ بدر سے کئی سال پہلے کا قصہ ہے تو یہ سب باتیں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اساری بدر میں یہ فعل تاویل اور بصیرت اور اس امر کے موافق تھا جس کے مثل پہلے ہو چکا تھا سو اللہ سبحانہ و تعالٰی نے ان پر اس امر کا انکار نہیں کیا لیکن اللہ سبحانہ و تعالٰی نے عظمت امر بدر اور کثرت اس کے قیدیوں کے سبب واللہ اعلم یہ بات چاہی ہے کہ بیان اس امر کے ساتھ جو تحلیل غنیمت اور اخذ فداء اساری بدر سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا تھا آپ پر اپنی نعمت کو ظاہر اور اپنے احسان کو موکد فرماوے نہ یہ کہ آپ پر عتاب فرماوے اور آپ کو گناہ کی جانب منسوب کرے اور گنہگار کہے (ہرگز نہیں ہرگز نہیں) اور رہا قول اللہ تعالٰی کا عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ترجمہ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس سے کہ آیا اس کے پاس اندھا اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنور جاتا یا سوچتا تو کام آتا اس کے سمجھانا وہ جو پروا نہیں کرتا سو تو اس کی فکر میں ہے اور تجھ پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ نہیں سنورتا اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے سو تو اس سے تغافل کرتا ہے انتہی سو ان آیات میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی قسم کا گناہ ثابت کیا گیا ہو بلکہ آپ کو یہ جتایا گیا ہے کہ جس شخص کی جانب آپ متوجہ ہو رہے ہیں وہ ان لوگوں میں ہے جو پاک نہیں ہوتے اور یہ بتایا ہے کہ اگر آپ کو ان دونوں کا حال معلوم ہو جاتا تو آپ کے لئے ان دونوں میں سے اندھے (عبداللہ بن مکتوم) کی جانب توجہ کرنا اولٰے اور انسب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بھی جو آپ نے کیا تھا اور آپ کا اس کافر کی جانب متوجہ ہونا محض طاعت الٰہی اور تبلیغ احکام الٰہی اور تالیف اس کافر کی غرض سے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالٰی نے اس کو آپ کے لئے مشروع فرمایا ہے نہ معصیت اور

مخالفت۔ اور جو کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس قصہ سے آپ پر بیان فرمایا ہے اس سے آپ پر ان دونوں کی حالت کا اعلام اور اس امر کا جتانا مقصود ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ کافر ذلیل اور خوار ہے اور نیز اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اسے درگذر کرنا چاہیے جیسا کہ فرمایا ہے وما علیک ان لایزکی۔ اور کہا گیا ہے کہ عبس وتولے سے وہ کافر مراد ہے جو (اس وقت) نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا (یعنی یہ اس کا فعل ہے) یہ ابو تمام کا قول ہے اور رہا قصہ حضرت آدم علیہ السلام کا اور قول اللہ تعالیٰ کا فاکلا منہا پس کھایا ان دونوں نے اس سے بعد قول اللہ تعالیٰ کے ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین۔ اور مت نزدیک جاؤ اس درخت کے پس ہو جاؤ گے ظالموں سے اور قول اللہ تعالیٰ کا اَلَمْ اَنْھَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَۃِ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کیا تھا اور سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے قول وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی میں ان کی معصیت کی تصریح فرمانا یعنی آدم علیہ السلام نے نادانی کی اور اپنے مراد سے بہک گئے اور کہا گیا ہے کہ خطا کی پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم کو اپنے اس قول میں ان کے عذر کی خبر دی ہے وَلَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا اور ابن زید نے کہا ہے کہ آپ عداوت ابلیس کو جو وہ آپ کے ساتھ رکھتا تھا اور اس عہد کو بھول گئے جو اسبارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ سے اپنے اس قول کے ساتھ لیا تھا اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ فَتَشْقٰی۔

اور کہا گیا ہے کہ آپ اس امر کے سبب بھول گئے جو اس نے ان دونوں کے لئے ظاہر کیا تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ انسان اسی سبب سے انسان کہلایا ہے کہ اس سے عہد لیا گیا تھا اور وہ اس کو بھول گیا اور کہا گیا ہے کہ آپ نے اس کو حلال جان کر مخالفت کا قصد نہ کیا تھا بلکہ ان دونوں کو ابلیس کے قسم سے دھوکہ ہو گیا تھا کہ اس لعین نے ان دونوں سے کہا تھا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ۔ کہ بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں اور ان کو یہ گمان ہوا کہ کوئی شخص خدا کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا اور حضرت آدم علیہ السلام کا ایسا عذر بعض آثار میں بھی مروی ہوا ہے اور بن جبیر نے کہا ہے کہ اس نے ان دونوں کے لئے اللہ کی قسم کھائی یہاں تک کہ ان دونوں کو دھوکہ دے دیا اور مومن (کی صفت ہے کہ وہ) دھوکہ میں آہی جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ بھول گئے تھے اور آپ کا مخالفت کا ارادہ نہ تھا پس اسی سبب سے فرمایا ہے ولم نجد لہ عزما یعنی ہم نے ان کے لئے مخالفت کا قصد نہیں پایا اور اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ عزم سے اس جگہ عزم اور صبر (یعنی استقلال) مراد ہے (مطلب یہ کہ ہم نے ارادہ کا پکا نہ پایا) اور کہا گیا ہے کہ اس کے کھاتے وقت نشہ میں تھے اور یہ ضعیف ہے

کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی نے خمر جنت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ نشہ نہیں لاتے تو جب آپ ناسی تھے تو یہ معصیت نہ ٹھہرا اور ایسا ہی اس صورت میں جب کہ وہ آپ پر مشتبہ ہو اور آپ غلطی میں ہوں۔ اور ناسی اور ساہی پر بالاتفاق تکلیف کا حکم نہیں ہے اور شیخ ابوبکر بن فورک وغیرہ نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ امر نبوت سے پہلے کا ہو اور دلیل اس امر کی سبحانہ و تعالی کا یہ قول ہے۔ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ترجمہ اور نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی پس بہکا پھر برگزیدہ کیا اس کو رب اس کے نے پس پھر آیا اوپر اس کے اور راہ دکھائی۔ انتہی۔ پس سبحانہ و تعالی نے اس آیت میں اس امر کو ذکر فرمایا ہے کہ اجتباء اور ہدایت دونوں عصیان کے بعد ہیں اور کہا گیا ہے بلکہ آپ نے اس کو تاویلا کھایا تھا اور آپ یہ نہ سمجھے تھے کہ یہ وہی درخت ہے جس سے کہ آپ منع کئے گئے تھے کیونکہ آپ نے یہ تاویل کی تھی کہ اللہ نے آپ کو درخت خاص سے منع فرمایا ہے اور آپ نے اس کو جنس یعنی اس امر پر محمول نہ کیا تھا کہ اس قسم کے جتنے درخت ہیں آپ ان سب سے ممنوع ہیں اور اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ توبہ ترک تحفظ سے واقع ہوئی ہے نہ مخالفت سے اور کہا گیا ہے کہ آپ نے یہ تاویل کی تھی کہ اللہ نے آپ کو اس درخت سے تحریما منع نہیں فرمایا پس اگر یہ کہا جاوے کہ جو کچھ چاہے ہو مگر اللہ سبحانہ و تعالی نے تو یہ فرمایا وعصی آدم کہ آدم نے نافرمانی کی اور فرمایا ہے فتاب علیہ وھدی کہ اللہ نے اس کی توبہ قبول کی اور اس کو ہدایت کی اور حدیث شفاعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ اپنا گناہ ذکر کریں گے اور (کہیں گے کہ) مجھ کو درخت کے کھانے سے منع کیا گیا تھا پس میں نے نافرمانی کی سو اس سے اور اس قسم کے اور قصوں سے خدا نے چاہا مجملا" اس فصل (یعنی اس سے اگلی فصل) میں جواب آوے گا۔

اور رہا قصہ یونس علیہ السلام کا سو اول اس کے بعض مطالب پر کلام الہی گذر چکا ہے اور نیز ان کے قصہ میں ان کے گناہ پر نص بھی نہیں ہے بلکہ اس میں صرف اتنی بات ہے کہ آپ بھاگ گئے اور غصہ ہو کر چلے گئے اور اس پر ہم اول ہی کلام کر آئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان پر صرف یہ الزام لگایا ہے کہ وہ نزول عذاب کے خوف سے اپنی قوم سے چلے گئے اور کہا گیا ہے بلکہ (آپ اس سبب سے بھاگ گئے تھے کہ) جب آپ نے ان سے عذاب کا وعدہ کیا اور پھر اللہ نے ان سے درگذر فرمایا تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں جھوٹا منہ لے کر ان سے کبھی نہ ملوں گا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ جھوٹے کو قتل کرتے تھے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ آپ کو نہ قتل کر ڈالیں اور کہا گیا ہے کہ آپ بار رسالت کو نہ اٹھا سکے اور اس کے

اٹھانے سے کمزور ہو گئے اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ آپ نے جھوٹ نہ بولا تھا اور ان اقوال میں سے کسی قول پر آپ کی معصیت پر نص نہیں مگر اس قول پر جو پسندیدہ نہیں۔

اور رہا سبحانہ و تعالیٰ کا قول اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ کہ وہ بھری کشتی کی جانب بھاگ گئے (سو مفسروں نے کہا ہے کہ (ابق کے یہ معنی ہیں کہ) وہ دور چلے گئے اور رہا سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بے شک میں تھا ظالموں سے پس معلوم کرنا چاہیئے کہ ظلم کے معنی ہیں شے کا اس کے غیر محل میں رکھنا سو بعض علماء کے نزدیک ان کا یہ قول اس امر کا اعتراف ہے کہ میں نے گناہ کیا سو (انکا) یہ (اعتراف) یا تو اس سبب سے ہے کہ آپ اپنے قوم میں سے بلا اذان اپنے مولیٰ کے چلے گئے تھے یا اس سبب سے ہے کہ آپ اس بھار کے اٹھانے سے کمزور ہو گئے تھے جس کے تحمل کی آپ کو تکلیف دی گئی تھی یا اس سبب سے ہے کہ آپ نے اپنی قوم پر عذاب کی دعا کی تھی اور (آپ سے پہلے) نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم پر ہلاکت کی دعا کی تھی اور ان سے اس پر مواخذہ نہیں ہوا۔ اور اس کے معنی میں واسطے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کی تزیہ کی ہے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور اعترافا للقصور اور استحقا قاللعفو ظلم کو اپنی جانب منسوب کیا ہے اور یہ ایسا ہے جیسا حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قول ربنا ظلمنا انفسنا کہ اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ منزل اولیٰ یعنی (جنت) کے سوا جس میں کہ وہ اتارے گئے دوسری جگہ میں اتارے جاتے اور جنت سے نکالے جانے اور زمین میں بسائے جانے کے وہی دونوں سبب بنے تھے۔

اور رہا قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کا سو اس میں ان اخبارات اور حکایات کی جانب نظر کرنا ٹھیک نہیں ہے جن کو کہ اہل اخبار نے ان اہل کتاب سے نقل کیا ہے جنہوں نے اپنی کتاب میں تحریف اور تبدیل کر ڈالی ہے اور ان کو بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ان اخبار اور حکایات میں سے کسی خبر کو ہم سے بیان نہیں فرمایا اور نہ کسی حدیث صحیح میں وہ وارد ہوئے ہیں اور جس امر پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نص فرمائی ہے وہ صرف وہ ہے جو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ترجمہ اور جانا داؤد نے کہ ہم نے آزمایا اس کو پس بخشش مانگی رب اپنے سے اور گر پڑا عاجزی کرتا ہوا اور رجوع کیا طرف حق کے پس بخشا ہم نے واسطے اس کے یہ اور تحقیق واسطے اس کے نزدیک ہمارے مرتبہ ہے نزدیکی کا اور اچھی جگہ ہے پھر جانے کی اخیر اور فرمایا ہے انہ اواب وہ تھا رجوع رہنے والا۔ پس فتنا کے معنی ہیں اختبر تاکہ ہم نے اس کو جانچا اور اواب کے

معنی ہیں قتادہ نے کہا ہے مطیع کہ وہ مطیع اور فرمانبردار تھے اور یہ تفسیر سب سے اولے ہے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ اس سے کہا تھا کہ میرے لئے اپنی عورت کو طلاق دیدے اور اس کو میری کفالت میں سپرد کر سو اللہ عزوجل نے اس کے سبب آپ پر عتاب فرمایا اور آپ کو اس پر آگاہ کیا اور آپ پر دنیا میں مشغول ہونے کا انکار فرمایا اور آپ کے بارے میں یہ تاویل قابل اعتماد ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ نے اس کے پیغام پر پیغام دیا تھا اور کہا گیا ہے بلکہ آپ نے اپنے دل میں یہ چاہا تھا کہ وہ شہید ہو جاوے اور سمرقندی نے حکایت کیا ہے کہ جس گناہ سے انہوں نے مغفرت چاہی تھی وہ یہ تھا کہ انہوں نے احد الخصمین سے یہ کہا تھا لقد ظلمک بے شک اس نے تجھ پر ظلم کیا تو آپ نے مجرد قول مدعی کے سبب اس کو ظلم کی جانب منسوب کیا اور کہا گیا ہے کہ آپ نے اس خوف اور خشیت کے سبب استغفار کیا تھا جو ان کو اپنی جان پر طاری ہوا تھا اور انہوں نے خیال کیا تھا کہ یہ ملک و دولت دنیاوی جس کو آپ کے لئے وسعت دی گئی تھی وہ آپ کے لئے فتنہ ہے۔ اور انکار ان اخبارات کی جانب جو کہ داؤد علیہ السلام کی جانب نسبت کئے گئے ہیں احمد بن نصر اور ابو تمام اور ان کے سوا اور محققین گئے ہیں داؤدی نے کہا ہے کہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام اور ' اور یا میں کوئی ایسی خبر نہیں ہے جو ثابت ہو اور نہ کسی نبی کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ قتل مسلمان کو محبوب رکھیں اور کہا گیا ہے کہ یہ دو خصم جو داؤد علیہ السلام کے پاس اپنا جھگڑا لائے تھے یہ دو مرد تھے جو بکری کے بچوں میں جھگڑتے تھے جیسا کہ ظاہر آیت ہے۔

اور رہا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا سو اس میں یوسف علیہ السلام پر تو کوئی اعتراض ہی نہیں (جس کے جواب دینے کی ضرورت ہو) اور رہے ان کے بھائی سو ان کی نبوت ثابت نہیں ہوئی جس سے ان کے افعال پر بحث کرنا ضروری ہو اور قرآن شریف میں اسباط کا انبیاء علیہم الصلوت و السلام کے ساتھ شمار اور ذکر کرنا اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ وہ بھی نبی تھے۔ مفسروں نے کہا ہے کہ اس سے اسباط کے وہ لوگ مراد ہیں جو نبی ہوئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ یہ بدسلوکی اس وقت کی تھی جب کہ وہ صغیر سن تھے اور یہی وجہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے پاس جمع ہوے تو وہ ان کو نہ پہچان سکے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ کہ آپ کل کے روز ان کو ہمارے ہمراہ بھیج دو تاکہ ہم چریں اور کھیلیں اور اگر ان کی نبوت ثابت ہو جاوے تو یہ نبوت سے پہلے کا قصہ ہے۔

اور رہا سبحانہ و تعالی کا ان کے حق میں یہ قول وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ ترجمہ اور عورت نے فکر کی اس کی اور اس نے فکر کی عورت کی اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی انتہی اکثر فقہاء اور محدثین کے مذہب پر تو ہم نفس (یعنی ارادہ قلبی) پر مواخذہ ہی نہیں اور نہ وہ معصیت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے خبر دی ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے اور پھر اس کو نہیں کرتا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس وقت اس کے ارادہ پر معصیت نہیں ہے اور لیکن فقہاء اور متکلمین محققین کے مذہب کے موافق جب ارادہ ایسا ہو جس پر قلب مستقر ہو جاوے اور وہ دل میں جگہ پکڑ جاوے تو وہ بیشک گناہ ہے ہاں وہ ہموم اور خواطر جن پر کہ نفس مطمئن اور خاطر مجتمع نہ ہو کہ وہ بیشک معاف ہیں اور یہی حق ہے پس خدا نے چاہا تو یوسف علیہ السلام کا ہم بھی اسی قبیل سے ہے اور ان کے اس قول کی وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یہ معنی ہیں کہ میں اپنے نفس کو اس سے بری نہیں کرتا یا ان کا یہ کہنا تواضع اور مخالفت نفس کے طور پر ہو کہ آپ نے اپنے نفس کی اس تزکیہ اور برائت سے مخالفت کی ہے جو اس سے قبل کیا گیا تھا اور اس تاویل کا ترک کرنا کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے بیان کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے قصد نہیں کیا اور بیان کیا ہے کہ کلام میں تقدیم اور تاخیر ہے یعنی تقریر عبارت کی یہ ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَلَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ هَمَّ بِهَا یعنی عورت نے ان کا قصد کیا اور اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو وہ بھی اس کا قصد کرتے اور اللہ نے عورت کی طرف سے کہا ہے۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ اور بیشک پھسلایا میں نے اس کو جان اس کی سے پس تھام رکھا اس نے اپنے آپ کو اور فرمایا ہے كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ترجمہ اسی طرح کیا ہم نے تو کہ پھیر دیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی انتہی اور فرمایا ہے وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ترجمہ اور بند کئے دروازہ اور کہنے لگی آؤ کہتی ہوں میں تجھ کو کہا خدا کی پناہ وہ رب میرا ہے جس نے اچھی طرح کیا رکھنا میرا تحقیق فلاح نہیں پاتے ظالم۔ انتہی۔ اور ربی کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ وہ اللہ ہے اور کہا ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور ھم بھا کے معنی ہیں کہ انہوں نے اس عورت کی زجر و توبیخ اور وعظ اور نصیحت کا ارادہ کیا اور کہا گیا ہے کہ۔ ھم۔ کے یہ معنی ہیں کہ یوسف علیہ والسلام نے اس سے باز رہنے نے اس کو غم میں ڈالا اور کہا گیا کہ ھم بھا کے معنی ہیں کہ اس کی جانب (نظر

ادب سے) دیکھا اور کسی نے کہا ہے کہ آپ نے ان کے مارنے اور کھدیڑنے کا ارادہ کیا نہ کیا گیا ہے کہ یہ سارا قصہ آپ کی نبوت سے پہلے کا ہے۔ اور بعض علما نے ذکر کیا ہے کہ وہ عورتیں ہمیشہ یوسف علیہ السلام کی جانب بارادہ شہوت مائل ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو نبی کیا اور آپ پر ہیبت نبوت کو ڈال دیا تو آپ کی اس ہیبت نے ہر دیکھنے والے کو آپ کے حسن و جمال سے غافل کر دیا۔

اور رہا قصہ حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے قتیل کا جس کے انہوں نے مکہ مارا تھا اور اللہ جل و تعالی نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آپ کے دشمنوں سے تھا کہا ہے اور وہ ان قبطیوں کا تھا جو فرعون کا دین رکھتے تھے اور صورت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ سب قصہ نبوت موسی علیہ السلام سے پہلے کا ہے اور قتادہ نے کہا ہے کہ آپ نے اس کے لاٹھی کا ٹھوسا مارا تھا اور آپ اس کو قتل کرنا نہ چاہتے تھے تو اس تقریر پر کوئی معصیت ہی نہیں اور آپ کا یہ فرمانا ھذا من عمل الشیطان کہ یہ شیطان کے کام سے ہے اور یہ فرمانا ظلمت نفسی فاغفرلی کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھ کو بخش دے۔ تو (اس کی تفسیر میں) ابن جریج نے کہا ہے کہ اس کا یہ سبب ہے کہ کسی نبی کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ کسی کو بلا حکم قتل کر ڈالے۔ اور نقاش نے کہا ہے کہ آپ نے اس کو عمداً قتل نہیں کیا کہ آپ اس کو قتل کرنا چاہتے ہوں بلکہ اپنے دفع ظلم کی غرض سے اس کے ایک مکہ مارا تھا کہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے اور اسی کی تلاوت مقتضی ہے اور ان کے قصہ میں اللہ سبحانہ و تعالی کا یہ قول وفتناک فتونا۔ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے تجھ کو آزمائش کے بعد آزمایا۔ اور اس قصہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وہ امور مراد ہیں جو آپ کو فرعون کے ساتھ پیش آئے اور کہا گیا ہے کہ اس سے آپ کا تابوت دریا میں ڈالنا اور اس کے سوا اور امتحان مراد ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے آپ کو خالص کر لیا یہ ابن جبیر اور مجاہد کا قول ہے اور یہ قول (قول عرب) فتنت الفضۃ فی النار سے ماخوذ ہے اور یہ جب بولتے ہیں جب کہ تو چاندی کو آگ میں ڈال کر خوب صاف کر لے اور فتنہ کے معنی ہیں اختبار اور شے پوشیدہ کا ظاہر کرنا مگر عرف شرع میں وہ اس اختبار اور اظہار میں مستعمل ہو گیا ہے جو کسی امر مکروہ کی جانب مفضی ہو۔ اور ایسا ہی ان کا وہ قصہ جو خبر صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جب (آپ کی جان لینے کے لئے) آپ کے پاس ملک الموت آئے تو آپ نے ان کی آنکھ پر طمانچہ مارا اور اس کو پھوڑ ڈالا آخر حدیث تک تو اس حدیث میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے موسی علیہ السلام پر تعدی یا کوئی فعل غیر واجب ثابت ہوتا کیونکہ یہ ایک ظاہر اور کھلی بات ہے جو عقلاً جائز ہے کیونکہ موسی علیہ السلام نے اس نبی

مدافعت کی ہے جو ان کی جان لینے آیا تھا اور وہ ان کے لئے صورت انسان میں ظاہر ہوا تھا اور یہ امر قطعاً ناممکن ہے کہ اس وقت آپ کو یہ معلوم ہو کہ ملک الموت ہیں اور پھر آپ نے اپنی جان سے ان کی اس طرح مدافعت کی ہو کہ اس سے اس صورت کی آنکھ پھوٹ گئی ہو جس صورت میں وہ ان کے لئے خدا کی جانب سے ظاہر ہوئے تھے پھر جب وہ اس کے بعد ان کے پاس آئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر یہ امر ظاہر فرمایا کہ وہ اللہ کی جانب سے ان کے پاس بھیجے گئے ہیں تو آپ نے انکی اطاعت قبول کی اور علماء متقدمین اور متاخرین نے اس حدیث کے بہت سے جواب دیئے ہیں جن میں میرے نزدیک یہ جواب سب سے زیادہ اچھا ہے اور یہ ہمارے شیخ امام ابی عبداللہ مازری کی تاویل ہے اور متقدمین سے ابن زید وغیرہ نے ان کے طمانچہ مارنے اور آنکھ پھوڑنے کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ اس پر حجت میں غالب آئے اور انہوں نے ان کی دلیل کی آنکھ پھوڑ ڈالی یعنی اس کو بے رونق کر دیا اور یہ کلام اسباب میں مستعمل اور لغت میں مشہور ہے۔

اور رہا قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور وہ امور جو اہل تفسیر نے ان کی معصیت میں ذکر کئے ہیں اور سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول ولقد فتنا سلیمان اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا اس کے معنی ہیں کہ ہم نے ان کو جانچا اور ان کا امتحان لیا۔ اور ان کا جانچنا اور امتحان لینا وہ تھا جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ آج کی رات میں سو عورتوں پر گشت کروں گا یا کہا ننانوے عورتوں پر اور ان سب سے ایک ایک سوار پیدا ہو گا جو راہ خدا میں جہاد کرے گا تو اس نے ان کے رفیق (یعنی فرشتہ) نے کہا کہ کہہ انشاءاللہ تو انہوں نے (انشاءاللہ) نہ کہا تو ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس (بھی) نصف بچہ پیدا ہوا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ انشاءاللہ کہہ لیتے تو وہ بیشک راہ خدا میں لڑتے۔

اصحاب بیانی نے کہا ہے کہ شق (رجل جو حدیث میں مذکور ہے اور جس کا نصف بچہ ترجمہ کیا گیا ہے) وہی دھڑ ہے جو ان کی کرسی پر ڈالا گیا تھا جب کہ وہ آپ پر پیش کیا گیا اور یہی ان کی عقوبت اور محنت تھی (جس سے فتنہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور فرمایا ہے وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ اور کہا گیا ہے بلکہ وہ مر گیا تھا اور وہ مرا ہوا آپ کی کرسی پر ڈالا گیا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کی یہ حرص اور تمنا ہے ان کا گناہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا گناہ یہ تھا کہ غلبہ حرص اور تمنا کے سبب انہوں نے انشاءاللہ نہ کہا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کی عقوبت یہ تھی کہ ان کا ملک چھین لیا گیا تھا اور ان کا گناہ یہ تھا کہ

انہوں نے دل میں چاہا تھا کہ ان کی سسرالی یا ماموں کا ان کے مخالفوں پر حق ثابت ہو جاوے اور کہا گیا ہے کہ آپ اپنے بعض ازواج کے گناہ میں ماخوذ ہوئے تھے جس کی کہ وہ مرتکب ہوئی تھیں اور یہ بات صحیح نہیں ہوئی جو بعض مورخیں نے نقل کی ہے کہ شیطان آپ کی صورت میں متمثل ہو کر آپ کے ملک پر مسلط ہو گیا اور آپ کی امت میں ظلم اور جور کا حکم کرنے لگا کیونکہ ایسے امور پر شیاطین کو قدرت نہیں دی جاتی اور نیز انبیاء کرام ایسے امور سے معصوم رکھے جاتے ہیں اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پھر اس قصہ میں سلیمان علیہ السلام نے انشاءاللہ کیوں نہ کہا تو اس کے کئی جواب ہیں ایک جواب تو وہی ہے جو حدیث صحیح میں مروی ہوا ہے کہ آپ اس کا کہنا بھول گئے تھے دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے رفیق کی بات نہ سنی تھی اور آپ اس کی بات کے سننے سے کسی اور کام میں مشغول ہو گئے تھے اور ان کا یہ قول هب لی ملكا لاينبغى لاحد من بعدى کہ مجھ کو ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کو زیبا نہ ہو دنیا طلبی اور اس سبب سے نہ تھا کہ آپ اس میں راغب تھے بلکہ اس سوال سے جیسا کہ مفسروں نے ذکر کیا ہے آپ کا یہ مقصود تھا کہ اس پر کوئی ایسا شخص مسلط نہ ہونے پاوے جیسا اس پر وہ شیطان مسلط کر دیا گیا تھا جس نے زمانہ امتحان میں اس کو آپ سے چھین لیا تھا قول اس شخص پر جو اس کا قائل ہوا ہے اور کہا گیا ہے بلکہ آپ نے یہ چاہا تھا کہ آپ کو اللہ کی جانب سے کوئی ایسی فضیلت اور خصوصیت عطا ہو جو آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہو (اور کسی دوسرے نبی میں نہ ہو) جیسا کہ اور نبیوں اور رسولوں کو بعض خصوصیات عطا ہوئے ہیں اور وہ آپ کی نبوت کی دلیل اور حجت ہوں جیسے آپ کے والد ماجد کے لئے لوہے کا نرم ہو جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مردوں کا زندہ ہو جانا اور سیدنا و نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شفاعت عظمیٰ کا مخصوص ہونا اور علی ہذا اور فضائل اور خصائص اور رہا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا سو اس کا عذر ظاہر ہے کہ انہوں نے اس میں تاویل اور ظاہر لفظ کے ساتھ تمسک کیا ہے فرمایا اللہ تعالی نے (قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین) واھلک اور (اٹھا اس میں) اہل اپنے کو تو وہ مقتضائے لفظ کے طالب اور علم اس شے کے خواہاں ہوئے جو اس سے آپ پر پوشیدہ تھا نہ یہ کہ آپ نے وعدہ الہی میں شک کیا تھا سو اللہ سبحانہ و تعالی نے آپ پر اس امر کو بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ان اہل سے نہیں ہیں جن کے نجات کا سبحانہ و تعالی نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ وہ کافر ہے اور اس کے عمل ناشائستہ ہیں اور نیز سبحانہ و تعالی نے آپ کو معلوم کرا دیا کہ وہ ظالموں کو ڈبونے والا ہے اور آپ کو ان کے بارے مخاطبت (اور کلام کرنے) سے فرمایا تو اس تاویل کے سبب آپ پر مواخذہ اور عتاب ہوا ہے اور آپ کو اپنے ان اقوام سے کہ آپ نے

اپنے رب سے اس امر کا سوال کیا جس کا کہ آپ کو اذن نہ تھا اندیشہ ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کو جیسا کہ نقاش نے حکایت کیا ہے اس وقت تک اپنے بیٹے کے کفر کا علم نہ تھا اور اس آیت کی تاویل میں اور بھی اقوال کئے گئے ہیں اور یہ سب نوح علیہ السلام پر اس معصیت کے سوا اور کسی معصیت کا حکم نہیں کرتے جس کو کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تاویل کی اور اس شے کا سوال کیا جس میں آپ ماذون یا ممنوع نہ تھے۔ اور رہا وہ امر جو صحیح میں مروی ہوا ہے کہ ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو انہوں نے ان کی بانبی کو پھونک دیا اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی جانب وحی کی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تم نے ایک امت کو پھونک دیا جو (ہماری) تسبیح کرتی تھی سو اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کا یہ کام جو انہوں نے کیا تھا معصیت ہے بلکہ انہوں نے وہ امر کیا تھا جو ان کے نزدیک صواب اور مصلحت تھا کہ انہوں نے جنس اس مخلوق کو مار ڈالا جو موذی اور منفعت مباح سے مانع تھی دیکھو جب یہ نبی درخت کے نیچے اترے اور ان کو چیونٹی نے ایذا پہنچائی تو آپ اس درخت سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے تاکہ وہ پھر نہ ستانے پاوے اور اس امر میں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر وحی کیا تھا کوئی ایسی بات نہیں جس سے ان پر معصیت کا ثابت ہونا لازم آوے بلکہ آپ کو احتمال صبر اور ترک انتقام کی ترغیب دلائی ہے جیسا کہ فرمایا ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ ترجمہ اور اگر تم صبر کرو تو وہ بیشک صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے انتہی۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے یہ کام صرف اپنی ذاتی تکلیف کے سبب کیا تھا تو یہ اپنے نفس کے لئے بدلہ لینا اور اس مضرت کا قطع کرنا ٹھہرا جو بقیہ چیونٹیوں سے جو اس جگہ موجود تھیں پہنچنے والی تھی اور اس سارے قصہ میں نہ تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسا فعل صادر ہوا ہے جو پیشتر سے ممنوع اور محظور ہو جس کے سبب وہ معصیت کہلاوے اور نہ اس امر میں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کیا ہے اس پر نص کی ہے (کہ وہ معصیت ہے) اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس سے توبہ اور استغفار کی واللہ اعلم۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی جو آپ نے فرمایا ہے کہ نبی ایسا نہیں ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو یا وہ گناہ کے قریب نہ ہوا ہو مگر یحییٰ بن زکریا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو۔ تو اس کا وہی جواب ہے جو گناہ انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام سے پہلے گذر چکا ہے کہ وہ سہو و غفلت پر محمول ہے نہ قصد اور عمد پر یعنی اس سے ان حضرات کے وہ افعال مراد ہیں جو ان حضرات سے ازراہ سہو و نسیان اور غفلت صادر ہوئے ہیں۔

فصل ۱۴ اگر تو یہ کہے کہ جب تو انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوت والسلام سے اختلاف مفسرین اور
کیا محققین کی ساتھ گناہ اور معصیت کی نفی کر چکا ہے تو پھر قول اللہ تعالی وعصی ادم ربہ فغوی
یعنی اور نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی اور بہک گیا) اور اس امر کے کیا معنی ہیں جو بار بار قرآن
شریف اور احادیث صحیح میں انبیاء کرام سے منقول ہوا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے معترف
ہوئے اور انہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار کی اور وہ ان پر گریہ وزاری کرتے
رہے اور اس سے ڈرتے رہے اور کیا کوئی بے گناہ بھی ڈرتا اور توبہ اور استغفار کرتا ہے سو خدا
تجھے توفیق عطا فرماوے معلوم کرنا چاہیے کہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام کا مرتبہ عالی جو
ہیں اور ان کو معرفت الہی اور سخت بندگان خدا اور عظمت اور غلبہ اور قوت گرفت رب العزت سے
حاصل ہو وہ ان کو اس امر میں بھی خوف وخشیت الہی اور اندیشہ مواخذہ پر برانگیختہ کرتا ہے
جس پر کی غیر انبیاء سے مواخذہ نہیں کیا جاتا اور وہ اپنے ان تصرفات میں بھی خائف اور
ہراساں رہتے ہیں جن میں کہ وہ ممنوع اور مامور تھے اور پھر وہ اس پر ماخوذ اور معتوب
ہوئے اور ان کو اس کے مواخذہ کی تحذیر فرمائی گئی اور یہ حضرات ان امور کے یا تو بوجہ تاویل
مرتکب ہوئے تھے یا بر سبیل سہو یا بر سبیل زیادہ طلبی بعض امور مباحہ اور یہ امور بالنسبت ان
کے مرتبہ عالی اور کمال طاعت کے گناہ اور معصیت ہیں اوروں کے سے گناہ اور معصیت نہیں
ہیں کیونکہ ذنب (جس کے معنی گناہ کے ہیں) شے دنی اور ذلیل سے ماخوذ ہے اور اسی سبب سے
آخر پر شے کو ذنب بولتے ہیں اور اشخاص رذیل اذناب الناس کہلاتے ہیں سو یہ افعال ان
حضرات کے ادنی افعال اور بالنسبت ان کے احوال کے بدترین احوال ہیں کیونکہ وہ خود پاک اور
منزہ اور ان کا ظاہر اور باطن عمل صالح اور کلام طیب اور ذکر جلی اور خفی سے آراستہ اور
ان کا ظاہر خوف وخشیت اور عظمت الہی سے پیراستہ اور ان کے سوا اور لوگ ایسے کبائر اور
فواحش اور قبائح سے ملوث ہیں جن کے مقابلہ میں ان حضرات کی لغزشیں بھی اس کے حق
میں ایسی ہیں جیسے نیکیاں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ نیکوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں یعنی وہ
بمقابلہ اپنے مرتبہ عالی کے ان کی بھلائیوں کو بھی ایسا جانتے ہیں جیسے برائیاں۔ اور ایسے ہی
عصیان کے معنی ہیں ترک اور مخالفت سو حسب مقتضائے لفظ چاہے تو سہو ہو چاہے تاویل وہ
ضلالت ہے اور قول اللہ تعالی غوی اس کے معنی ہیں کہ آپ نے یہ نہ جانا کہ آپ کو اسی
درخت سے منع کیا گیا ہے اور غی کے معنی ہیں جہل اور کہا گیا ہے کہ آپ اس کے کھاتے وقت

اور آپ کی مراد پوری نہ ہوئی اس خلود اور دوام سے چونک گئے جس کے کہ آپ طالب تھے اور (دیکھو) یہ یوسف علیہ السلام ہیں جو اپنے اس قول پر ماخوذ ہوئے ہیں جو انہوں نے اپنے رفیق قید خانہ سے کہا تھا۔ اذکرنی عند ربک فانساہ الشیطان ذکر ربہ فلبث فی السجن بضع سنین ترجمہ یاد کیجئے مجھ کو اپنے خاوند پاس پس بھلا دیا اس کو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند پاس پس رہا بیچ قید خانہ کے کتنے برس انتہی (اس کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام سے ذکر الٰہی بھلا دیا گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کے رفیق کو یہ بات بھلا دی گئی کہ وہ ان کا اپنے سردار کے نزدیک ذکر کرتا۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر یوسف کا یہ کلمہ نہ ہوتا تو وہ اتنی مدت تک قید خانہ میں نہ رہتے۔ ابن دینار نے کہا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ کہا تو ان سے کہا گیا کہ تو نے میرے سوا دوسرے کو وکیل پکڑا میں تیری قید لمبی کروں گا تو آپ نے کہا کہ اے میرے پروردگار کثرت مصائب نے میرے دل کو بھلا دیا۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ علو مرتبت انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ان سے ادنی ادنے شے پر مواخذہ کیا جاتا ہے اور ان کے سوا اور مخلوق سے چند در چند بے ادبیوں سے بھی درگزر کیا جاتا ہے جو ان سے صادر ہوتی رہتی ہیں کیونکہ رب العزت کو ان کی پرواہ نہیں ہے۔ اور اس شخص نے جس نے فریق اول کے لئے استدلال کیا ہے ہمارے اس بیان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام سے اس سہو و نسیان پر بھی مواخذہ کیا جاتا ہے جس پر ان کے سوا اور لوگوں سے مواخذہ نہیں کیا جاتا اور ان کا حال ان کے حال سے اعلیٰ اور ارفع ہے تو اس مواخذہ میں بھی ان کا حال اور لوگوں کے احوال سے بدتر ہو گا۔ سو خدا تجھ کو بزرگی عطا فرمادے معلوم کرنا چاہیئے کہ ہم تیرے لئے ان امور میں دنیا مواخذہ ثابت نہیں کرتے جیسا کہ اوروں پر ہوتا ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ان امور کے ساتھ دنیا میں اس واسطے ماخوذ ہوتے ہیں تاکہ ان کے درجات میں ترقی ہو اور وہ اس امر کے ساتھ اس سبب سے مبتلا ہوتے ہیں تاکہ ان کا یہ معلوم کرنا ترقی ان کے مراتب کا باعث ہو جیسا کہ فرمایا ہے ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ اور داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ اور موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تبت الیک کہ میں نے تیری طرف توبہ کی فرمایا ہے۔ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی۔ اور فتنہ اور انابت سلیمان علیہ السلام کے بعد کہا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ

کہ زلات انبیاء علیہم السلام میں ظاہر میں تو ذلت ہیں اور حقیقت میں کرامات اور
ے کہا ہے اور اس کلام کے ہم معنی کی جانب اشارہ کیا جو ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں اور نیز یہ
زلات ہیں اس واسطے بھی متنبہ اور ماخوذ ہوتے ہیں تاکہ ان کے مواخذہ کے سبب اور لوگ جو
ضرات کرامات میں ان کے شریک ہیں یا ان کے درجہ میں نہیں ہیں تنبیہ حاصل کریں اور
احوال اور بچاؤ کو معلوم کریں اور محاسبت کے معتقد ہوں تاکہ وہ نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر
مذر اور اختیار کریں اور جانیں کہ جب ان حضرات عالی مقام کے ساتھ جو بالکل معصوم ہیں یہ معاملہ ہے
زجر اوروں کا کیا ٹھکانا ہے۔ اور اسی واسطے صالح مری نے کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کا ذکر
توبہ کرنے والوں کے لئے تسلی ہے۔ ابن عطا نے کہا ہے کہ صاحب حوت (یونس) علیہ السلام کا
قصہ جس کو کہ خدا نے بیان فرمایا ہے ان کے لئے منقصت نہیں ہے بلکہ (اس کے بیان سے)
ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ بڑھانا مقصود ہے اور نیز (اس کے جواب میں)
ان معترضین سے کہا جاوے گا کہ تم اور تمہارے موافقین اس کے قائل ہو کہ اجتناب کبائر کے
ساتھ صغائر معاف ہو جاتے ہیں اور اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ انبیاء کرام علیہ الصلوت
السلام کبائر سے پاک ہیں سو جن صغائر کو تم نے ان پر جائز رکھا ہے وہ اس بنا پر معاف ہیں پھر
نہیں بتاؤ کہ تمہارے نزدیک انبیاء کرام سے مواخذہ ہونے اور ان کے خائف اور ان کی ان
سے توبہ کرنے کے کیا معنی ہیں کیونکہ اگر وہ ہوں بھی تو معاف ہو چکے تو جو کچھ وہ اس مواخذہ کا
جواب دیں گے وہی ہم افعال سہو اور تاویل کے مواخذہ کا جواب دے دیں گے۔ اور نیز کہا گیا
ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کا کثرت سے توبہ اور استغفار کرنا
بوجہ خشوع اور خضوع اور اقرار بالتقصیر تھا تاکہ اللہ عزوجل کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیا
جاوے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود اپنے اگلے اور پچھلے گناہ معاف
ہونے اور ان کے مواخذہ سے مامون اور مطمئن ہونے کے فرمایا ہے کہ کیا میں بندہ شکر گذار نہ
ہو جاؤں اور فرمایا ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا بھی ہوں اور تم سب سے
زیادہ اس شے کا جاننے والا بھی ہوں جس سے بچوں حارث بن اسد نے کہا ہے کہ انبیاء کرام
اور فرشتوں کا ڈرنا عظمت اور تعبد الہی کا ڈرنا ہے کیونکہ وہ (مواخذہ اور مطالبہ سے) مامون ہیں
اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ اس واسطے کہا ہے تاکہ ان کا اقتدا کیا جاوے اور اس امر میں ان
کی امت ان کا اتباع کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم وہ
باتیں جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت سا روتے اور نیز توبہ اور استغفار میں ایک اور
باریک معنی ہیں جس کی جانب بعض علما نے اشارہ کیا ہے اور وہ معنی محبت الہی کا طلب کرنا ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین اور انبیاء علیہم السلام کا ہر آن اور ہر
زمان توبہ اور استغفار کرنا اور طاعت الٰہی کی جانب رجوع کرنا اور ایک حالت سے دوسری حالت
کی جانب منتقل ہونا محبت الٰہی کا طلب کرنا ہے اور استغفار میں توبہ کے معنی ہیں اور اللہ سبحانہ و
تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰت والسلام سے اس کے بعد فرمایا جب کہ وہ آپ کے سب اگلے
اور پچھلے گناہ معاف کر چکا تھا۔ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ
وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ
قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اور فرمایا ہے
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا

فصل 15

ہماری اس تقریر سے تیرے لئے وہ امر ظاہر ہو گیا جو حق ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اس امر سے کلیتہ معصوم اور پاک ہیں کہ آپ ذات اور صفات الٰہی سے بے خبر
ہوں یا آپ کسی ایسی حالت پر ہوں جو کسی نہج پر علم کے منافی نہ ہو نبوت کے بعد تو آپ کا ان
امور سے پاک ہونا بدلیل عقل اور اجماع (دو طرح سے) اور نبوت سے پہلے بدلیل سمع اور نقل
ثابت اور نہ امور شریعت میں سے جن کو کہ آپ نے مقدر کیا ہے اور جن کو کہ آپ نے اپنے
پروردگار کی جانب سے پہنچایا ہے آپ کا کسی ایسی حالت پر ہونا جائز ہے جو علم کی منافی ہو اور
آپ کے لئے یہ عصمت بھی بدلیل عقل اور شرع (دونوں طرح سے) ثابت ہے اور نیز جب
سے کہ اللہ نے آپ کو نبی اور رسول کیا ہے آپ جھوٹ اور خلاف گوئی سے بھی پاک اور منزہ
ہیں چاہے تو یہ کذب اور خلاف گوئی قصداً ہو یا سہواً اور اتفاقاً اور آپ سے اس امر کا صادر
ہونا شرعاً اور اجماعاً اور عقلاً اور برہاناً ہر طرح سے محال اور ممتنع ہے اور آپ کا جھوٹ سے
پاک ہونا نبوت سے پہلے ہی سے قطعاً ثابت ہے اور کبائر سے پاک ہونا اجماعاً اور صغائر سے
پاک ہونا تحقیقاً ثابت ہے اور ان امور میں جن کو کہ آپ نے اپنی امت کے لئے مشروع فرمایا
ہے ہر حالت میں آپ دوام سہو اور غفلت اور استمرار غلط اور نسیان سے پاک ہیں چاہے تو آپ
کی یہ حالت رضا کی ہو یا غصہ کی اور چاہے قصد کی ہو یا ہزل (دل لگی) کی پس اب تجھ پر لازم
ہے کہ تو آپ اقوال اور افعال کو قوت کے ساتھ لازم پکڑے اور ان کو ایسا مضبوط پکڑے جیسا
کوئی بخیل کسی شے کو پکڑتا ہو اور تجھ کو چاہئے کہ تو ان فصلوں کی بڑی قدر کرے اور فصلوں
کے فوائد منتخبہ کو اچھی طرح معلوم کرے کیونکہ جو شخص ان امور سے بے خبر ہے جو نبی اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے واجب اور لازم یا آپ پر جائز یا ممتنع ہیں اور وہ اس کے احکام کی صورتوں کو نہیں جانتا وہ اس سے مامون نہیں ہو سکتا کہ وہ بعض امور میں خلاف واقع اعتقاد رکھے اور نہ وہ آپ کو ان امور سے معصوم جان سکتا ہے جن کا کہ آپ کی جانب نسبت کرنا جائز ہے پس وہ ہلاک ہو جاتا ہی اور اس کو پتہ نہیں لگتا کہ وہ کس طرف سے ہلاک ہوا اور وہ جہنم کے نیچے طبقہ میں جا پڑتا ہے کیونکہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں باطل کا گمان کرنا اور اس شے کا اعتقاد رکھنا جو آپ پر ناجائز ہو معتقد کو دار البوار (ہلاکت کے گھر) میں ڈال دیتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں شخصوں پر احتیاط فرمائی جنہوں نے رات کے وقت آپ کو اعتکاف کی حالت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیکھا تھا کہ آپ نے ان دونوں سے فرمایا تھا کہ وہ صفیہ ہیں پھر آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ شیطان انسان سے اس اس جگہ جاری ہوتا ہے جہاں جہاں کہ اس کا خون دوڑتا ہے اور میں ڈرا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی بری بات نہ ڈال دے پس تم دونوں ہلاک ہو جاؤ۔ خدا تجھ کو بزرگی عطا فرماوے کہ ان امور کا جن پر ان فصلوں میں ہم نے کلام کیا ہے ایک فائدہ تو یہ بھی ہے اور شاید کوئی نادان اپنی نادانی کے سبب اس بات کو نہ جانے اور ان باتوں کو سن کر کہنے لگے کہ ان امور میں کلام کرنا فضول اور بے فائدہ ہے۔ بلکہ ان امور سے سکوت کرنا زیادہ اولی اور انسب ہی اور اب تجھ کو معلوم ہو گیا کہ اس فائدہ کے سبب جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اس کا ذکر کرنا ہی ضروری اور اولی تھا اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اصول فقہ میں ان امور کی بڑی ضرورت پڑتی ہے اور ان پر بہت سے ایسے مسائل مبنی ہوتے ہیں جو فقہ میں شمار نہیں ہیں اور نیز ان کے سبب سے مسائل میں سوروشغب فقا و مختلفین سے چھٹی حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکم حقیقتہ اقوال اور افعال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں موقوف ہے اور یہ بڑا باب اور اصول فقہ کی بڑی اصل ہے جو اسی پر مبنی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور میں جن کی کہ آپ خبر دیں یا آپ اپنے افعال میں اس امر سے بھی معصوم ہیں کہ آپ کسی امر شرعی کے عمداً مخالفت اور جیسا آپ کا صغائر میں مبتلا ہونا مختلف فیہ ہے ویسا ہی امتثال (یعنی بجا آوری) آپ کے افعال میں بھی اختلاف واقع ہے تفصیل اس کی کتب اس علم (یعنی علم اصول) میں مذکور ہے اس کو ذکر کر کے ہم کتاب کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ان فصلوں کے حاکم اور مفتی کو اس شخص کے حق میں ضرورت پڑتی ہے جو ان امور میں سے کسی امر کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب منسوب کرے اور ان امور میں سے آپ کو کسی امر کے ساتھ متصف کرے سو جو شخص یہی نہ

جانتا ہو کہ آپ پر کون امر جائز اور کون ناجائز ہے اور آپ کے حق میں کون امر مجمع علیہ اور کون مختلف فیہ ہے تو وہ ان امور میں کس وثوق اور اطمینان پر فتوی دے سکتا ہے اور کس طرح اس کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ آپ کے حق میں منقصت یا مدح ہے پس وہ یا تو اس امر پر جرات کرے گا کہ کسی مسلمان کی ناحق گردن مارے یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق اور حرمت کو ضائع کرے اور جس طرح علما نے عصمت انبیاء علیہم الصلوت والسلام میں اختلاف کیا ہے اسی طرح اہل اصول اور آئمہ علماء محققین نے عصمت ملائکہ علیہم السلام میں بھی اختلاف کیا ہے۔

فصل 16

عصمت ملائکہ کے بیان میں اس امر پر تمام مسلمان متفق ہیں کہ جملہ فرشتہ مومن اور فاضل ہیں اور تمام آئمہ اہل اسلام نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ ملائکہ مرسلین کا بعینہ وہی حکم ہے جو انبیاء اور مرسلین بشر کا کہ امور مذکورہ بالا میں سے جن جن امور سے یہ حضرات معصوم ہیں وہ بھی معصوم ہیں اور نیز حقوق انبیاء علیہم الصلوت والسلام اور ان کی جانب احکام کے پہنچانے میں وہ ویسے ہی ہیں جیسے یہ حضرات امتوں کے ساتھ اور ملائکہ غیر مرسلین میں ان کے درمیان اختلاف واقع ہے تو ایک جماعت تو اس طرف گئی ہے کہ وہ سب کے سب معصیت سے پاک ہیں اور اس مذہب پر انہوں نے قول اللہ تعالی لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اور قول اللہ تعالی وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ اور قول اللہ تعالی وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ اور قول اللہ تعالی إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ اور قول اللہ تعالی كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ اور لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اور اسی قسم کے اور دلائل سمعی سے استدلال کیا ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ حکم خاص انہیں فرشتوں کا ہے جو مرسل ہیں اور اپنے اس مذہب پر انہوں نے بہت سے اُن امور کے ساتھ احتجاج کیا ہے جن کو اہل اخبار اور تفسیر نے ذکر کیا ہے اور خدا نے چاہا ہم ان کو اس کے بعد ذکر کریں گے اور نیز اس کی وجہ کو بھی بیان کریں گے اور صواب یہ ہے کہ وہ سب کے سب معصوم اور ان کا مرتبہ عالی ان تمام برائیوں سے منزہ ہے جس سے کہ ان کے مرتبت عالی اور منزلت گرامی میں فرق آوے۔ اور میں نے اپنے بعض شیوخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ فقیہ کو ان کی

عصمت میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں اور میں کہتا ہوں کہ اس امر میں بھی گفتگو کرنے کے وہی فوائد ہیں جو عصمت انبیاء علیہم السلام میں گفتگو کرنے کے ہیں جن کو ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں باستثناء اس فائدہ کے جو ان کے افعال اور اقوال سے متعلق ہیں کہ وہ اس جگہ ساقط ہیں۔
سو منجملہ ان دلائل کے جن کے ساتھ ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو ان سب کے معصوم ہونے کو ضروری نہیں جانتے ایک قصہ ہاروت اور ماروت کا ہے مع ان امور کے جن کو کہ اہل اخبار نے اس قصہ میں ذکر اور مفسروں نے اس کو نقل کیا ہے اور وہ امر جو کہ ان دونوں کے خیر اور امتحان میں علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے پس خدا تجھ کو بزرگی عطا فرماوے معلوم کرنا چاہیئے کہ ان اخبار میں سے کوئی خبر صحیح یا سقیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی نہیں ہوئی اور یہ ایسی بات نہیں جو قیاس سے معلوم ہو سکے اور اس قصہ سے جتنی بات قرآن شریف میں آئی ہے اس کے معنی میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے اور اس امر کا جو اس قصہ میں بعض علما نے کہا ہے اکثر سلف صالحین نے انکار کیا ہے جیسا کہ ہم اس کو آگے ذکر کریں گے اور یہ سب اخبارات کتب یہود اور ان کے افترا آت سے ماخوذ ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس افتراء اور کفر کو جس کو انہوں نے سلیمان علیہ السلام پر باندھ رکھا تھا صدر آیت میں بیان فرمایا ہے اور یہ قصہ بڑے بڑے شنائع اور قبائح کو مشتمل ہے اور اب ہم اس قصہ میں اس امر کو بیان کریں گے جو خدا نے چاہا تو ان سب اشکالات کو دفع کر کے اس کی حقیقت کو کھول ڈالیں گے پس اول تو اسی امر میں اختلاف واقع ہے کہ آیا وہ دونوں فرشتہ ہیں یا انس اور آیا قول اللہ تعالیٰ (وما انزل علی الملکین) میں ملکین سے وہی دونوں مراد ہیں (یا اور کوئی) اور آیا قرات ملکین (فتح لام کے ساتھ) ہے یا ملکین (کسرہ لام کے ساتھ) اور آیا قول اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین۔ اور ماسلطان من احد۔ میں مانافیہ ہے یا موجبہ (موصولہ) سو اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعہ سے لوگوں کا امتحان لیا کہ وہ ان کو جادو سکھاویں اور اس کو ان سے بیان کریں اور جتلاویں کہ اس کا کرنا کفر ہے سو جو کوئی اس کو سیکھے گا وہ کافر ہو جاوے گا اور جو کوئی اس کو چھوڑے گا وہ مومن رہے گا فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما نحن فتنۃ فلا تکفر اور ان دونوں کا اس کو لوگوں کو سکھانا تعلیم انذار ہے یعنی جو کوئی اس کے سیکھنے کو آپ کے پاس آتا وہ اس سے کہہ دیتے ہیں کہ تم ایسا مت کرو کیونکہ وہ میاں اور بیوی میں جدائی ڈالتا ہے اور تم ایسا مت کرو کیونکہ وہ کفر ہے سو تم کافر مت بنو سو اس تقریر پر ان دونوں فرشتوں کا یہ فعل طاعت ہے اور ان دونوں کا اس امر میں تصرف کرنا جس کا کہ ان دونوں کو حکم ہوا ہے معصیت نہیں ہے اور یہ دوسروں کے لئے فتنہ ہے اور ابن وہب نے

خالد بن ابی عمران سے ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک ہاروت اور ماروت کا ذکر آگیا اور کسی نے ذکر کیا کہ وہ دونوں جادو سکھاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم ان کو اس سے بری جانتے ہیں تو کسی نے پڑھا وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ تو خالد نے کہا لم ینزل علیہما کہ ان دونوں پر (جادو) نہیں اتارا گیا۔ دیکھو یہ خالد ہیں کہ باوجود اپنی جلالت اور علم کے ان دونوں کو تعلیم سحر سے بری کرتے ہیں جس کو کہ ان کے سوا اور علما نے ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں اس کی تعلیم میں ماذون تھے شرط کہ وہ دونوں یہ بیان کر دیں کہ وہ کفر اور خدا کی جانب سے امتحان اور آزمائش ہے پھر وہ ان سے کبائر اور معاصی اور کفر کے جو ان اخبار میں مذکور ہے کیوں نفی نہ کریں۔ اور قول خالد لم ینزل علیہما سے یہ مراد ہے کہ (مَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ) میں ما نافیہ ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کسی نے کہا ہے کہ تقریر کلام کی یہ ہے کہ نہ اس سحر کے سبب جس کو شیاطین نے ملک سلیمان علیہ السلام پر گھڑ لیا اور یہود نے اس میں ان کی پیروی کی ہے سلیمان علیہ السلام کافر ہوئے اور نہ فرشتوں پر کوئی شے اتاری گئی کسی نے کہا ہے کہ یہ دونوں فرشتہ جبرئیل اور میکائیل ہیں جن پر یہود نے اس کے لانے کا دعویٰ کیا تھا

جیسا کہ انہوں نے اس کا سلیمان علیہ السلام پر دعوی کیا تھا سو اس امر میں خدا نے ان کو جھٹلایا
(اور فرمایا وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ) اور لیکن شیاطین
کافر ہوئے اور لوگوں کو بابل میں سحر سکھاتے تھے اور ہاروت اور ماروت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ
وہ دو انسان تھے جو اس کو سکھاتے تھے اور حسن (بصری) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ ہاروت اور
ماروت بابل کے دو علیم (پہلوان) تھے اور پڑھا وما انزل علی الملکین کسرہ لام کے ساتھ اور اس
قرات پر کلمہ یا ایجاب (موصولہ) ہو گا اور ایسے ہی عبدالرحمن بن ابزی کی قرات بھی کسرہ لام
کے ساتھ ہی اور لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ملکین سے اس جگہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام
مراد ہیں اور ماتافیہ ہے جیسا کہ پیشتر گزرا اور کہا گیا ہے کہ وہ دونوں بنی اسرائیل کے دو بادشاہ
تھے پس سبحانہ و تعالی نے ان کو مسخ فرمایا اس کو سمرقندی نے حکایت کیا ہے اور کسرہ لام کے
قرات شاذہ ہے سو آیت کا قرات تقدیر ابی محمد مکی پر محمول کرنا عمدہ ہے کیونکہ وہ فرشتوں کے
تنزیہ اور ان سے پلیدی کو دفعہ کرتے ہیں اور ان کا پورے طور سے تزکیہ اور ان کو اچھی طرح
سے پاک کرتے ہیں اور نیز اللہ سبحانہ و تعالی نے ان کی طہارت کے ساتھ تعریف فرمائی ہے اور
کہا ہے کہ وہ مطہر اور بزرگ اور نیکو کار ہیں اور حکم خدا میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور
منجملہ ان امور کے جن کو ان لوگوں نے ذکر کیا ہے جو عصمت جملہ ملائکہ کے قائل نہیں ہیں
قصہ ابلیس لعین کا ہے کہ یہ فرشتہ اور ان کا سردار اور جنت کا خازن تھا مع ان امور اور حکایت
کے جن کو انہوں نے بیان کیا ہے اور یہ امر کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے اس قول کے ساتھ
اس کو فرشتوں سے مستثنیٰ کیا ہے فسجدو الا ابلیس کہ ابلیس کے سوا سب (فرشتوں نے) سجدہ کیا
اور اس پر علما کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ اکثر نے اس کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ ابوالجن ہے
جیسا کہ آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں اور یہ حسن اور قتادہ اور ابن زید کا قول ہے اور شہر بن
حوشب نے کہا ہے کہ وہ ان جنوں میں سے ہے جن کو کہ فرشتوں نے زمین میں بھگا دیا تھا جب
کہ انہوں نے فساد مچایا تھا۔ اور غیر جنس سے استثناء کا ہونا کلام عرب میں شائع ذائع ہے اور نیز
اللہ سبحانہ و تعالی نے فرمایا ہے مالھم من علم الا اتباع الظن کہ اتباع ظن کہ سوا ان کو اس کا کچھ
علم نہیں اور ان امور میں سے جن کو کہ انہوں نے اخبار میں روایت کیا ہے ایک امر یہ ہے کہ
فرشتوں میں سے ایک خلق نے خدا کی نافرمانی کی سو وہ جلا دیئے گئے اور ان کو حکم ہوا تھا کہ وہ
آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں سو انہوں نے نافرمانی کی پس وہ جلا دیئے پھر ایسے ہی دوسرے یہاں
تک کہ ان فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جن کا خدا نے ذکر کیا ہے مگر ابلیس سے اور
یہ امر ان اخبارات میں (مروی ہوا ہے) جن کی کوئی اصل نہیں بلکہ اخبارات صحیحہ ان کو رد کر

رہے ہیں پس ان کے ذکر کے ساتھ ہم مشغول نہیں ہوتے۔

دوسرا باب

ان امور دنیاوی کے بیان میں جو ان حضرات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان عوارض بشری کے بیان میں جو ان حضرات پر طاری ہوتے ہیں اور یہ بات ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ انبیاء کرام اور رسل علیہم السلام بشر ہیں اور ان کا جسم اور ظاہر بدن بشریت کے لئے مخصوص ہے اور اس پر تمام ان آفات اور تغیرات اور آلام اور اسقام اور وفات (وغیرہ) امور کا طاری ہونا جائز ہے جو انسان پر جائز نہیں اور ان کے حق میں ان باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جو نقص کی ہو کیونکہ کسی شے کا ناقص ہونا اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ دوسری شے اس سے اتم اور اکمل ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امر کو اہل دنیا پر لکھ دیا ہے کہ وہ اس سے جیویں گے اور اسی میں مریں گے اور اسی سے نکالے جاویں گے اور تمام خلق کو اسی تغیر اور تبدل کے لئے پیدا کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار بھی ہوئے اور آپ کو تکلیف بھی پہنچی اور آپ کو گرمی اور سردی بھی لگی اور آپ کو بھوک اور پیاس بھی لگی اور آپ کو غصہ بھی آیا اور آپ کو قلق اور اضطرار اور تکان اور ملال بھی لاحق ہوا اور آپ کو کمزوری اور بڑھاپے نے بھی ستایا اور آپ گرے بھی اور آپ کی کروٹ بھی چھلی اور کفار نے آپ کا سر مبارک بھی زخمی کیا اور آپ کے دندان مبارک بھی توڑے اور آپ پر جادو بھی کیا اور آپ نے دوا بھی کی اور آپ نے پچھے بھی لگائے اور آپ نے منتر بھی کیا اور تعوذ بھی پڑھا جب آپ اپنا مقصد پورا کر چکے تو آپ نے وفات فرمائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ رفیق اعلیٰ میں جا ملے اور دار محن اور فتن سے نجات پا گئے اور یہ سب بشریت کی علامات ہیں جن سے چھٹکارا ناممکن ہے اور آپ کے سوا اور انبیاء کو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہنچیں ہیں کوئی قتل ہوا کوئی آگ میں ڈالا گیا اور کوئی آرہ سے چیرا گیا اور ان میں ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض اوقات ان آفات سے بچا لیا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو بچائے بھی رکھا جیسے ان کے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) بعد ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے مامون اور محفوظ اور مصئون رکھے گئے ہیں پس اگر احد کے روز ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کا پروردگار (عبداللہ) ابن قمئہ کے ہاتھ سے نہ بچاتا اور دعوت اہل طائف کے وقت آپ کو آپ کے دشمنوں کی نگاہوں سے نہ

چھپاتا (تو خدا جانے کیا ہوتا) پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قریش سے ان کی آنکھوں کو چھین لیا جب کہ آپ غار ثور کی جانب تشریف لے گئے اور آپ سے تلوار غورث اور پتھر ابو جہل اور اسپ سراقہ کو روک لیا اور اگر وہ آپ کو سحر ابن عاصم سے نہ بچاتا (تو برا ہوتا) پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اس سے بھی بڑے بڑے فتنوں سے بچائے رکھا پس آپ کو زہر یہودی عورت سے بچالیا اور . . اور انبیاء علیہم السلام بھی کہ کبھی جتلا اور کبھی محفوظ رکھے گئے ہیں اور یہ سبحانہ و تعالیٰ کی بڑی پوری حکمت ہے تاکہ ان مقامات میں ان حضرات کا شرف ظاہر اور ان کا حال منکشف ہو اور ان لوگوں میں ان کے بات پوری ہو اور ان کے امتحان اور ابتلاء کی سبب ان کی بشریت ثابت اور ان لوگوں سے التباس دفع ہو جو ضعیف الایمان ہیں تو کہ وہ ان عجائب کے سبب جو ان حضرات کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں گمراہ نہ ہونے پاویں جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے سبب گمراہ ہوئے ہیں اور تاکہ ان کی محنت اور مشقت کے سبب ان کی امت کو تسلی اور ان کو اپنے پروردگار کے نزدیک اجر جزیل اور ثواب جمیل حاصل ہو جس سے ان لوگوں پر جنہوں نے ان حضرات کے ساتھ سلوک کیا ہے اس کی کرامت پوری ہو۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ یہ عوارض اور تغیرات جو مذکور ہوئے ہیں وہ صرف ان کے اجسام بشری ہی کے ساتھ مخصوص ہیں جس سے مشاکلت جنس کے سبب مقاومت بشر اور مخالطت بنی آدم مقصود ہے اور رہے ان کے بواطن سو وہ غالباً ان باتوں سے معصوم اور منزہ اور اخبار آسمان اور وحی کے لینے کے سبب ملاء علی اور فرشتوں کے ساتھ متعلق رہتے ہیں کہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا (یعنی وہ جاگتا رہتا ہے) اور فرمایا ہے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اس حالت میں رات گذارتا ہوں کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور فرمایا ہے کہ میں بھولتا نہیں اور لیکن بھلایا جاتا ہوں تاکہ میرا اقتدا کیا جاوے تو آپ نے خبر دی ہے کہ آپ کا دل اور باطن اور روح آپ کے جسم مبارک اور ظاہر کے خلاف ہے اور ضعف بدن اور بھوک اور نیند اور بیداری کی جو آفتیں آپ پر طاری ہوتی ہیں وہ صرف آپ کے ظاہری جسم پر طاری ہوتی ہیں اور آپ کے باطن پر ان میں سے کوئی شے طاری نہیں ہونے پاتی برخلاف دوسرے لوگوں کے کہ ان کا حکم باطن میں آپ سے جدا ہیں کیونکہ اگر کوئی دوسرا شخص سوتا ہے تو نیند اس کے جسم اور قلب دونوں پر غلبہ کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نیند میں بھی ویسے ہی حاضر القلب رہتے تھے جیسے کہ آپ بیداری میں رہتے تھے یہاں تک کہ بعض آثار میں آیا ہے کہ آپ خواب کی حالت میں حدث سے محفوظ اور مامون تھے کیونکہ آپ کا دل بیدار رہتا تھا

جیسا کہ ہم نے اس کو ذکر کیا ہے اور علی ہذا آپ کے سوا جب کوئی شخص بھوکا ہوتا ہے تو اس کے سبب سے اس کا جسم ناتواں اور کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی طاقت گھٹ جاتی ہے جس کے سبب اس کی ساری خوبیاں جاتی رہتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردی ہے کہ آپ کو یہ بات لاحق نہیں ہوتی آپ کی حالت ان کی حالت کے بالکل برعکس ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں ایسی حالت میں رات گذارتا ہوں کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ ان سب احوال میں آپ پر تکلیف اور بیماری اور جادو اور غصہ کا اس طرح پر عارض ہونا جائز نہیں ہے جس سے آپ کے باطن میں کسی قسم کا ضعف لاحق ہو اور نہ آپ کی زبان اور جوارح سے کسی ایسے فعل کا صادر ہونا جائز ہے جو آپؐ کی ذات بابرکات کے شایان نہ ہو جیسا کہ اور لوگوں کو بعض وہ امور عارض ہوئے ہیں جن کو کہ ہم آگے بیان کرنا شروع کرتے ہیں۔

فصل 1

پس اگر تو یہ کہے کہ اخبار صحیح میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سحر کیا گیا جیسا کہ ہم سے شیخ ابو محمد العلالی نے بسند خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سحر کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور آپ نے اس کو کیا نہ ہوتا تھا اور دوسری روایت میں ہے یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس آتے ہیں اور آپ ان کے پاس آنہ سکتے تھے۔ اور جب مسحور کی یہ حالت ہے کہ اس پر امر ملتبس اور مشتبہ ہو جاتا ہے تو پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس میں کیا حال ہے اور یہ آپ پر کیوں کر جائز ہوا ہے حالانکہ آپ معصوم ہیں سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو اور تجھ کو توفیق عطا فرمادے معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ حدیث صحیح متفق علیہ ہے اور اس میں بعض ملاحدہ نے طعن کیا ہے اور اپنی حماقت اور لبس کے سبب اس کو اپنے جیسے اشخاص پر شرع میں شک ڈالنے کا وسیلہ ٹھہرایا ہے اور اللہ عزوجل نے شرع شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بری رکھا ہے کہ ان کی ذات اور صفات میں کسی قسم کا شک اور شبہ پیدا ہو اور جیسے دنیا میں اور امراض اور علل ہیں ویسے ہی سحر بھی ایک مرض اور علت ہے اور امراض کی طرح وہ بھی آپ پر جائز اور آپ پر اس کا طاری ہونا صحیح ہے اور جیسا آپ پر ان امور کا انکار نہیں ہو سکتا اور ان سے آپ کی نبوت میں کوئی قدح نہیں آتا ویسا ہی آپ پر اس کا بھی انکار نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے آپ

کی نبوت میں کوئی قدح آسکتا ہے۔ اور رہا یہ امر (جو بعض روایات میں مروی ہوا ہے) کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور آپ نے اس کو کیا نہ ہوتا تھا تو اس سے خدانخواستہ آپ کے کسی امر میں کوئی قدح لازم نہیں آتا نہ تبلیغ احکام میں نہ شریعت میں نہ آپ کے صدق میں کیونکہ آپ کی عصمت پر دلیل اور اجماع قائم ہو چکا ہے بلکہ یہ حالت ان امور دنیاوی میں سے ہے جن کا کہ آپ پر طاری ہونا جائز اور آپ نہ ایسی باتوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور نہ ان امور کے سبب آپ کو فضیلت دی گئی ہے۔ بلکہ ان امور میں آپ بھی تمام انسانوں کی طرح ہدف آفات ہیں تو پھر یہ کوئی بعید بات نہیں ہے کہ ان امور میں سے آپ کی جانب بعض ایسے امور متخیل ہوں جن کی کہ کوئی حقیقت نہ ہو اور پھر وہ آپ جیسے تھے ویسے ہی ظاہر ہو جاویں اور نیز اس فصل کی دوسری حدیث نے ان لفظوں میں تفسیر کی ہے یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ اپنے اہل کے پاس آتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہ آتے تھے اور سفیان (ثوری یا ابن عیینہ) نے کہا ہے کہ یہ سحر کا سب سے بڑا اثر ہے اور کسی خبر اور اثر میں یہ بات نہیں آئی کہ اس زمانہ میں آپ سے کوئی بات خلاف آپ کی خبر کے واقع ہوئی ہو مثلاً" آپ نے فرمایا ہو کہ میں نے یہ کام کیا اور دراصل نہ کیا ہو بلکہ یہ محض خطرات اور تخیلات تھے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حدیث سے یہ مراد ہے کہ آپ کو کسی ایسے فعل کی نسبت جس کو کہ آپ نے کیا نہ ہو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے اس کو کیا ہے لیکن آپ کا یہ خیال محض تخیل ہی تخیل ہوتا تھا اور آپ کو اس کا اعتقاد نہ ہوتا تھا تو آپ کے کل اعتقادات درست اور آپ کے کل اقوال صحیح ہی ہوتے تھے یہ جوابات جو مذکور ہوئی ہیں وہ جوابات ہیں جن پر کہ میں آئمہ کی جانب سے واقف ہوا ہوں اور میں نے معانی ان کے کلام کی توضیح اور اشارات ان کے مقالات کی تشریح کی ہے اور ان میں ہر دجہ کافی وافی ہے لیکن مجھ کو اس حدیث میں ایک اور تاویل ظاہر ہوئی ہے جو ان سب تاویلوں سے جلی اور روشن اور مطاعن ضالین معاندین سے بعید اور نفس حدیث سے مستفاد ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث کو عبدالرزاق نے ابن المسیب اور عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس میں ان دونوں نے کہا ہے کہ یہود بنی زریق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا اور اس کو ایک کنوے میں دفن کر دیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بصارت کا انکار فرمادیں یعنی اپنی آنکھ سے ضعف بصر کو محسوس فرمادیں پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اس پر رہبری فرمائی پس آپ نے اس کو کنوے سے نکلوا لیا اور اسی کے ہم معنی و الذی اور عبدالرحمن بن کعب اور عمرو بن الحکم سے مروی ہوا ہے اور عطاء خراسانی نے بحی

بن عمر سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہ سے ایک سال تک روکے گئے پس اس اثناء میں کہ آپ سوتے تھے آپ کے پاس دو فرشتے آے پس ان میں سے ایک آپ کے سر کے پاس اور دوسرا آپ کے پیروں کے پاس بیٹھ گیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اس شخص کو کیا ہوا ہے دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے کہا کہ آپ پر کس نے جادو کیا ہے کہا لبید بن اعصم نے خوشہ کھجور میں چاہ ذروان میں۔ عبدالرزاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال تک روکے گئے یہاں تک کہ آپ نے ضعف بصر کو معلوم کیا اور محمد بن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوے اور پھر آپ عورتوں اور کھانے اور پینے سے روکے گئے پس آپ پر دو فرشتہ نازل ہوے اور پورا قصہ ذکر کیا پس مضمون ان روایات سے تجھ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ سحر نے جو کچھ اثر کیا تھا وہ صرف آپ کے ظاہر جسم اور جوارح پر کیا تھا نہ دل اور اعتقاد اور عقل پر اور یہ اثر بھی صرف آپ کی بینائی اور آپ کو عورتوں سے روکنے اور کھانے اور پینے اور ضعف تن اور بیماری میں تھا کہ اس کے سبب آپ بیمار ہو گئے۔ اور راوی کے اس قول کے کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ اپنے اہل کے پاس آتے تھے یہ معنی ہیں کہ آپ نشاط خاطر اور مقدمات عادت سے ان امور کو معلوم کرتے تھے جس سے آپ سمجھتے تھے کہ آپ مباشرت عورتوں پر قادر ہیں اور جب آپ ان سے قریب ہوتے تھے تو آپ کو رکاوٹ اور گرفت سحر میں پیش آتی تھی اور آپ ان کے پاس نہ آسکتے تھے جیسا کہ اس شخص کو پیش آتا ہے جو ماخوذ ہوا ہو اور اس کو یہ عارض پیش آیا ہو شاید ایسے ہی امر کی جانب سفیان نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ یہ جادو کا سب سے بڑا اثر ہے اور دوسری روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گمان ہوتا تھا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ نے اس کو کیا نہ ہوتا ازباب اختلال (یعنی ضعف) بصر ہو گا۔ اور آپ کا یہ خیال محض ضعف بصر اور کمزور نگاہ ہی کے سبب ہوتا تھا نہ اس سبب سے کہ خدانخواستہ کچھ آپ کے تمیز میں فرق آگیا تھا اور جب ایسا ہے تو اس امر میں جو اثر و تاثیر سحر سے آپ کے حق میں ذکر کیا گیا ہے کوئی امر ایسا نہیں ہے جس سے خدانخواستہ آپ میں کسی قسم کا شک اور شبہ پیدا ہو اور لحد معترض کو کسی اعتراض کا موقع ملے

فصل 2

آپ کی یہ حالت آپ کے جسم مبارک میں ہے رہا آپ کا اعمال امور دنیا میں سو ہم اس کا بھی

اسلوب سابق کے موافق عقد اور قول اور فعل (تین طرح) پر موازنہ کرتے ہیں سو ان میں سے عقیدہ کی تو یہ صورت ہے کہ ممکن ہے کہ بعض اوقات کسی امر دنیا میں آپ کسی امر کا اعتقاد رکھیں اور وہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا آپ اس میں شک یا گمان کریں برخلاف امور شریعت کے (کہ ان میں نہ آپ کا ایسا اعتقاد کرنا جائز ہے اور نہ آپ کا شک یا گمان کرنا درست ہے) جیسا کہ ہم سے ابو بحر سفیان بن العاصی وغیرہ نے بسند خود رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور اہل مدینہ کھجوروں کے درختوں کی تابیر کرتے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کیا کرتے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہ فعل ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں فرمایا کاش اگر نہ کرتے تو بہتر ہوتا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا پس اس کے سبب پھل گھٹ گیا تو انہوں نے اس بات کو آپ سے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک آدمی ہوں جب میں تم کو تمہارے دین کی کسی بات کا حکم کروں تو تم اس کو اختیار کرو اور جب میں تم کو کسی امر کا اپنی رائے سے حکم کروں تو میں بھی آدمی ہوں اور روایت انس میں ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں کو تم ہی خوب جانتے ہو اور ایک اور حدیث میں ہے (کہ آپ نے فرمایا) میں نے تو ایک گمان کیا تھا سو اس گمان کے سبب تم مجھ کو مت پکڑو۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں قصہ کن (ثمر باغ ایک عورت میں) ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں سو جو امر میں تم سے خدا کی طرف سے بیان کروں سو وہ حق ہے (اس میں خلاف ممکن نہیں) اور جس امر میں کوئی بات اپنی طرف سے کہوں سو میں بھی انسان ہوں چونکتا بھی ہوں اور ٹھیک بھی کہتا ہوں اور یہ جیسا کہ ہم نے اس کے اول تقریر کی ہے ان امور میں سے ہے جن کو کہ امور اور احوال دنیا سے اپنی اپنی طرف اور اپنے اجتہاد سے کسی شرع اور سنت میں کہا ہو اور اس کو آپ نے شرع اور سنت مقرر کیا ہو اور جیسا کہ ابن اسحاق نے حکایت کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے کوئیں سے دور پڑاؤ ڈالا تو آپ سے حباب بن المنذر نے عرض کیا کہ کیا اس منزل میں آپ کو اللہ نے اتارا ہے جس سے آگے بڑھنے کی ہم کو اجازت نہیں یا وہ رائے اور لڑائی اور داؤ ہے تو آپ نے فرمایا بلکہ وہ رائے اور لڑائی اور داؤ ہی تو حباب نے عرض کیا کہ یہ لڑنے کی جگہ نہیں ہے آپ جلد کوچ فرمائیے تاکہ ہم قوم پانیوں سے قریب ہو جائیں اور وہاں اتر کر اس کے ارد گرد کے پانیوں اور کنوؤں کو سینچ یا پاٹ ڈالیں تو ہم پانی پیویں گے اور وہ نہ پینے پاویں گے تو آپ نے فرمایا کہ تو نے عمدہ رائے بتائی اور جیسا انہوں نے کہا تھا آپ نے ویسا ہی کیا اور نیز آپ سے اللہ سبحانہ و تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وشاورھم فی الامر۔

(اے محمد! معاملات (دنیا) میں تم اپنے اصحاب سے مشورہ لیا کرو آپ نے اپنے بعض دشمنوں سے تہائی پھل مدینہ منورہ پر صلح کرنا چاہا تو آپ نے اس بارے میں انصار سے مشورہ لیا تو جب انہوں نے اپنی رائے ظاہر کی تو آپ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تو آپ اس امر میں اور اس کے مثل اور امور دنیاوی میں جن میں کہ علم اور اعتقاد دیانت اور اس کی تعلیم کو کچھ دخل نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس امر کا عارض ہونا جائز ہے جس کو کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کیونکہ ان سب باتوں میں خدانخواستہ نہ کسی قسم کی منقصت ہے اور نہ کمی مرتبت بلکہ یہ امر عادی ہیں ان کو وہی شخص خوب جانتا ہے جس کو کہ ان کا تجربہ ہو اور جس نے اپنی ہمت اور ارادہ اور قلب کو اس میں مشغول کر رکھا ہو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اور جسد مبارک معرفت ربوبیت اور علوم شریعت سے پر اور آپ کا دل اور دماغ مصالح دینی اور دنیاوی امت میں مشغول تھا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ بات بھی انہیں امور دنیاوی میں ہوتی ہے جن میں کہ حراست دینا اور اخراج اس کے نتائج کے لئے خوض اور فکر اور تدقیق کی ضرورت پڑتی ہے نہ اکثر امور میں جس سے غفلت اور بے وقوفی پائی جاوے اور معرفت امور دنیا اور دقائق اس کے مصالح اور سیاست اس کے فرقوں میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بالتواتر اتنی حکایتیں منقول ہوئی ہیں جو انسان میں حد اعجاز کو پہنچ گئی ہیں چنانچہ ان میں سے کسی قدر پر ہم باب معجزات میں تنبیہ کر آئے ہیں۔

فصل 3

اور رہے وہ امور جن کا کہ احکام بشری میں آپ اعتقاد رکھتے اور آپ کے ہاتھ پر جاری ہوتے تھے اور ان کی قضایا (جو آپ کے جانب مرفوع ہوتے تھے) اور پہچاننا محق اور مبطل کا اور جاننا مصلح اور مفسد کا سو اس کی یہی صورت ہے (جو ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ اس میں خلاف یا شک کا نفاذ واقع ہو جانا جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں انسان ہوں اور تم میرے پاس (اپنے) جھگڑے لاتے ہو اور ممکن ہے کہ اپنی حجت کے بیان کرنے میں بعض تمہارا بعض سے زیادہ قادر ہو اور میں اس کے لئے جیسا سنوں ویسا حکم کر دوں تو میں جس کسی کے لئے اس کے بھائی کے کسی حق کا حکم کروں تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے حق سے کوئی شے نہ لے پس سوائے اس کے نہیں کہ میں اس کے لئے ایک آگ کے ٹکڑہ کا حکم کرتا ہوں ہم کو فقیہ ابوالولید رحمۃ اللہ نے بسند خود ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے آخر حدیث تک (یعنی حدیث مذکور ذکر کی)

اور زہری کی اس روایت میں ہے جو عروہ سے آئی ہے کہ شائد بعض تمہارا بعض سے زیادہ بلیغ ہو پس میں گمان کروں کہ وہ سچا ہے اور اس کے لئے حکم کر دوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے احکام کو ظاہر صورت معاملہ اور موجبات غلبہ ظن پر جاری فرماتے تھے جو شہادت شاہدین اور یمین حالف اور مراعات اشبہ اور معرفت ظرف اور سر بند (یعنی مدہ) پر مبنی ہوتا تھا مع مقتضائے حکمت الٰہی کے اسباب میں کیونکہ اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہتا تو آپ کو اپنے بندوں کے اسرار اور آپ کی امت کے مخفیات پر مطلع فرما دیتا اور آپ ان کے درمیان مجرد اپنے علم اور یقین کے ساتھ حکم کرتے بغیر اس کے کہ آپ کو اقرار یا تنبیہ یا قسم یا مشابہت (اور مناسبت ترجیح حکم) کی ضرورت پڑتی اور لیکن اس سبب سے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے افعال اور احوال اور قضایا اور خصائل میں امت کو آپ کی اتباع اور اقتدا کا حکم کیا ہے اور یہ بات آپ کے علم کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اللہ عزوجل اس کے لئے آپ کو مخصوص فرماتا تو پھر اس امر میں امت کے لئے نہ تو آپ کی اقتدا کا کوئی طریقہ باقی رہتا اور نہ آپ کی قضایا میں سے کسی قضیہ کے ساتھ کسی بشر کے لئے آپ کی شریعت میں کوئی حجت قائم ہوتی کیونکہ مجھ کو وہ امر ہی نہ معلوم ہوتا جس پر کہ اس قضیہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سرائر امت سے آپ کو مطلع فرماتا تو وہ اس وقت ان اسرار مخفیہ الٰہی میں داخل ہوتے جن پر کہ آپ کے سوا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی دوسرے کو مطلع ہی نہ فرمایا ہوتا اور اس کو امت نہ جانتے پس اللہ عزوجل نے احکام کو ان کے ظواہر پر جاری فرمایا ہے جس میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آدمی برابر ہیں تاکہ تعیین آپ کے فیصلہ جات اور تنزیل آپ کے احکام میں آپ کی امت پورے طور سے آپ کا اقتدا کر سکے اور جو کچھ وہ اس سنت سے ادا کریں اس کو علم اور یقین کے ساتھ ادا کریں کیونکہ کر کے بتانا زبانی کہنے سے اثر بھی زیادہ رکھتا ہے اور رفع احتمال لفظ اور تاویل متاویل میں بھی فائق ہے اور آپ کا ظاہر حال پر حکم کرنا بیان حکم میں بھی عمدہ ہے اور اظہار وجوہ احکام میں بھی اعلیٰ اور انسب ہے) اور موجبات تشاجر اور تخاصم میں بھی نہایت مفید ہے تاکہ حکام امت ان سب باتوں میں آپ کا اقتدا کریں اور اس امر کے ساتھ جو آپ سے ماثور اور منقول ہوا ہے اپنے احکام کو مضبوط اور قانون شریعت کو منضبط کریں اور اس امر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روک رکھنا (اور نہ بتانا) اس علم غیب سے ہے جس کو کہ وہ عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے (اور اس نے اس پر کسی دوسرے کو آگاہ نہیں کیا) فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول کہ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر اسی کو جس کو رسولوں میں سے اس نے پسند فرمایا ہے پس وہ اس میں سے جو چاہے معلوم کرائے اور

جس چیز کے ساتھ چاہے وہ اس کو مخصوص کرے اور اس سے نہ تو آپ کی نبوت میں کوئی قدح آتا ہے اور نہ خدانخواستہ اس سے آپ کی عصمت میں کوئی فتور لازم آتا ہے۔

فصل 4

اور رہے آپ کے اقوال دنیاوی مثلاً آپ کا ذاتی یا دوسروں کے احوال سے خبر دینا اور یہ خبر دینا کہ آپ یہ کر دیں گے یا آپ نے یہ کیا ہے سو ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں کہ اس امر میں آپ پر خلف فی القول کے حال اور کسی نہج پر جائز نہیں ہے بلکہ ہر حال اور ہر صورت میں ممتنع ہو چاہے تو عمداً ہو چاہے سہواً اور چاہے تندرستی میں ہو چاہے بیماری میں اور چاہے رضا میں ہو چاہے غصہ میں اور آپ اس (رزیلہ سے) مطلقاً معصوم ہیں اور یہ حکم اس قول کا ہے جو کہ از طریق خبر ں ہو اور اس میں صدق اور کذب کا داخل ہونا ممکن ہو۔ اور رہے معاریض جن کا ظاہر خلاف ان کے باطن کا موہم ہوا کرتا ہے سو ان کا امور دنیا میں آپ سے صادر ہونا جائز ہے خاص کر اس صورت میں جب کہ اس سے کوئی مصلحت بھی مقصود ہو جیسا آپ کا روئے مغازی سے توریہ فرمانا تاکہ دشمن اپنے بچاؤ کا انتظام نہ کرنے پاوے اور جیسا کہ مروی ہوا ہے کہ آپ تطیب قلوب مومنین اور توکید محبت اپنے اصحاب اور ان کی مسرت کے لئے مزاح فرماتے تھے جیسے آپ کا (ام ایمن سے) یہ فرمانا کہ میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا اور آپ کا اس عورت سے یہ فرمانا جس نے آپ سے اپنے خاوند کو دریافت کیا تھا کہ کیا یہ وہی شخص ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے اور یہ سب سچ ہے کیونکہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہے اور ہر انسان کی آنکھ میں سفیدی ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں مزاح تو کرتا ہوں مگر حق کے سوا کچھ نہیں کہتا اور یہ سب اس امر میں ہے جو از باب خبر ہے رہے وہ اقوال جو خبر نہیں اور وہ امور دنیا میں امر اور نہی کی صورت میں ہیں سو ان میں آپ پر یہ بات صحیح اور جائز نہیں ہے کہ آپ کسی کو کسی امر کا حکم کریں یا آپ کسی کو کسی بات سے منع فرمادیں اور دل میں اس کے خلاف پوشیدہ رکھیں اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خائن ہو تو پھر ان کے دل کیسے خائن ہو سکتے ہیں۔

پس اگر تو یہ کہے کہ پھر اس وقت قصہ زید رضی اللہ عنہا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى

النَّاسَ ترجمہ جب کہتا تھا تو واسطے اس شخص کے کہ انعام کیا تھا اللہ نے اوپر اس کے اور انعام کیا تھا تو نے اوپر اس کے روک اوپر اپنے بیوی اپنی کو اور ڈر خدا سے اور چھپاتا تھا تو اپنے جی میں ایک چیز کو جس کو کہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور ڈرتا تھا تو لوگوں سے انتہی۔ پس خدا تجھ کو بزرگی دے جان اور اس ظاہر سے تنزیہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شک میں مت پڑ اور یہ خیال مت کر کہ آپ زید کو (زبان سے تو) ان کی بیوی کے روکنے کا حکم کرتے تھے اور (دل سے) ان کے طلاق کو محبوب رکھتے تھے جیسا کہ ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا ہے (حاشا وکلا) اور اسباب میں سب سے صحیح وہ بات ہے جس کو کہ اہل تفسیر نے علی بن حسین سے حکایت کیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے آپنے نبی کریم کو معلوم کرا دیا تھا کہ زینب آپ کی زوجہ ہوں گی پس جب زید نے آپ سے ان کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کو اپنے اوپر روک اور خدا سے ڈر اور اس امر کو اپنے اپنے دل میں پوشید رکھا جس کو کہ خدا نے آپ کو معلوم کر دیا تھا کہ وہ عنقریب ان کو آپ کے نکاح میں لاوے گا اور تمام تزویج اور تطلیق زید کے سبب اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ اور اسی کے ہم معنی عمرو بن قائد نے زہری سے بھی روایت کیا ہے کہ جبرئیل امین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے تاکہ آپ کو معلوم کرائیں کہ اللہ تعالی زینب بنت جحش کا آپ سے نکاح کرنے والا ہے پس یہ بات ہے جس کو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جی میں چھپا رکھا تھا اور اس قول کی مفسرین کا یہ قول تصحیح کر رہا ہے جو انہوں نے تفسیر قول اللہ تعالی وکان امر اللہ مفعولا میں کہا ہے یعنی بالضرور آپ کو زینب سے نکاح کرنا پڑے گا اور اس کو یہ بات اور زیادہ صاف کر رہی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے زینب کے ساتھ اس امر کے سوا اور کوئی امر ظاہر بھی نہیں فرمایا کہ ان کو آپ سے بیاہ دیا پس امر نے یہی اس پر دلالت کی ہے کہ جس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخفی رکھا تھا وہ یہی امر تھا جس کو کہ اللہ عزوجل نے آپ کو معلوم کرایا تھا اور (نیز اس امر کو) قصہ مذکور میں سبحانہ و تعالی کا یہ قول ظاہر کر رہا ہے مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ترجمہ نبی پر کچھ تنگی نہیں اس بات میں کہ مقرر کی ہے اللہ نے واسطے اس کے دستور رہا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو گذرے پہلے اس سے اور ہے کام اللہ کا اندازہ پر مقرر کیا ہوا۔ انتہی۔ پس یہ قول اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ اس امر میں (جو آپ پر فرض ہوا ہے) کچھ حرج نہیں ہے طبری نے کہا ہے کہ جس شے کو اللہ نے حلال کیا ہے وہ اس میں اپنے نبی کو گناہ کی جانب نسبت کرنے والا نہیں ہے جیسا کہ اس نے پہلوں کے لئے کیا ہے

فرمایا اللہ تعالی نے سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل۔ یعنی اس شے میں جو اللہ سبحانہ و تعالی نے انبیاء سابقین کے لئے حلال کی تھی اللہ کی یہی عادت تھی اور اگر ایسا ہوتا جیسا کہ حدیث قتادہ رضی اللہ عنہ میں مروی ہوا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں زینب اور اس امر کی محبت اثر کر گئی کہ زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دیدیں سو (اول تو) اس میں بڑا حرج تھا (دوسرے) یہ بات آپ کی ذات اقدس کے شایان بھی نہ تھی کہ جس دنیا کی زہرت اور تازگی کی جانب آپ کو نظر کرنے سے منع کیا گیا تھا آپ اس کی جانب نظر کریں اور یہ امر بعینہ وہی حسد مذموم ہوتا جس کو کہ نہ آپ پسند فرما سکتے تھے اور نہ اتقیاء (اور اولیاء) اس کے ساتھ متصف ہوتے ہیں چہ جائیکہ سید الانبیاء والاصفیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قشیری رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ قائل اس قول کی بڑی جرات ہے اور اس نے حق اور فضیلت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسا کہ چاہئے نہیں پہچانا اور یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو دیکھا اور وہ بھلی معلوم ہوئیں کیونکہ وہ آپ کی پھوپھی کی صاحبزادی ہیں اور یوم ولادت سے آپ ان کو دیکھتے رہے ہیں اور نیز (اسوقت تک) عورتیں آپ سے پردہ بھی نہ کرتی تھیں اور خود آپ ہی نے زید رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح بھی کیا تھا بلکہ اللہ سبحانہ و تعالی نے زید کے طلاق دینے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سے نکاح کرنے کو ازالہ حرمت تبنی اور ابطال اس کی سنت کا سبب مقرر کیا ہے جیسا کہ فرمایا ماکان محمد ابا احد من رجالکم محمد باپ نہیں کسی کے تمہارے مردوں میں سے اور فرمایا ہے لکی لایکون علی المومنین حرج تاکہ نہ ہووے اوپر ایمان والوں کے تنگی بیچ بیبیوں لے پالکوں ان کی کے۔ انتہی۔ اور ایسا ہی ابن فورک کا بھی قول ہے اور ابو اللیث سمرقندی نے کہا ہے پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر اس میں کیا فائدہ تھا کہ آپ نے زید رضی اللہ عنہ کو زینب رضی اللہ عنہا کے روکنے کا حکم کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے نبی کریم کو معلوم کرایا تھا کہ وہ آپ کی زوجہ ہیں پس نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو ان کے طلاق سے منع کیا اس واسطے کہ ان کے درمیان الفت نہ تھی اور آپ نے اپنے دل میں اس امر کو پوشیدہ رکھا جو اللہ عزوجل نے آپ کو معلوم کرایا تھا پس جب زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دے چکے تو آپ کو لوگوں کے کہنے کا اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ یہ نہ کہیں کہ آپ نے اپنے بیٹے (یعنی لے پالک) کی بیوی سے نکاح کر لیا سو اللہ نے آپ کو ان سے نکاح کرنے کا حکم کیا تاکہ آپ کی امت کے لئے ایسی عورتیں حلال ہو جاویں جیسا کہ فرمایا ہے لکی لایکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائھم اور نیز کہا گیا ہے کہ آپ کا زید رضی اللہ عنہ کو زینب رضی اللہ عنہا کے روکنے کا حکم کرنا قمع شہوت اور خواہش نفسانی کے روکنے

کی غرض سے تھا اور یہ اس وقت ہے جب کہ آپ کے حق میں ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ نے ان کو دفعتاً دیکھا تھا اور وہ آپ کو بھلی معلوم ہوئیں تھیں اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے انکار کرنے کی ضرورت ہو کیونکہ حسین شے کا حسین جاننا انسان کی خلقت میں داخل ہے اور نظر ناگہانی خدا کی جانب سے معاف ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے نفس کریم کو ان کی محبت سے روکا اور زید کو بھی ان کے روکنے کا حکم کیا بلکہ اگر اس میں کوئی امر قابل انکار ہے تو وہ وہ زیادت ہے جو اس قصہ میں مذکور ہوئی ہے اور معتمد اور اولیٰ وہی امر ہے جو ہم نے علی بن حسین سے ذکر کیا ہے اور اس کو سمرقندی نے حکایت کیا ہے اور وہی ابن عطا کا قول ہے اور اسی کی قشیری رحمتہ اللہ نے تصحیح اور تحسین کی ہے اور اسی کو ابوبکر بن فورک نے مقولہ بتایا ہے اور کہا ہے کہ اس کے معنی محققین مفسرین کے نزدیک موجود ہیں کہا ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال نفاق اور اظہار خلاف اس شے سے بالکل پاک ہیں جو آپ کے دل میں ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اس سے منزہ رکھا ہے اور فرمایا ہے ماکان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ ترجمہ نبی پر کچھ تنگی نہیں اس چیز میں کہ مقرر کی ہے اللہ نے واسطے اس کے انتہی۔ کہا ہے اور جس کسی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسا گمان کیا (کہ آپ ان کی مفارقت کے خواہاں تھے تو) اس نے بیشک خطا کی کہا ہے اور اس جگہ خشیت بمعنی خوف نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کو اس امر کی حیا آئی کہ وہ یہ کہیں گے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اور آپ ڈرے کہ منافق اور یہود جھوٹی خبریں اڑائیں گے اور مسلمانوں کو اس امر کی عار دلادیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کہ آپ کو بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے کی ممانعت ہو چکی تھی آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا جیسا کہ واقع ہوا سو اس امر کے سبب اللہ نے آپ پر عتاب فرمایا اور اس امر میں جو آپ کے لئے حلال فرمایا تھا ان کی جانب التفات کرنے سے آپ کی تنزیہ فرمائی جیسا کہ مراعات ازواج مطہرات کے سبب سورہ تحریم میں آپ پر اپنے اس قول کے ساتھ عتاب فرمایا ہے لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ الـلـه ترجمہ کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو کہ حلال کی ہے اللہ نے واسطے تیرے چاہتا ہے رضامندی بیویوں اپنی کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔ ایسا ہی اس جگہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول وتخشی الناس وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ اور ڈرتا تھا تو لوگوں سے اور اللہ بہت لائق ہے اس کا کہ ڈرے تو اس سے اور حسن (بصری) اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شے کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے کیونکہ اس میں

آپ پر عتاب بھی ہے اور اس امر کا اظہار بھی ہے جس کو آپ نے چھپایا تھا۔

فصل 5

پس اگر تو یہ کہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں اپنے جملہ اقوال میں معصوم اور منزہ ہیں اور آپ کے جملہ اقوال میں خلف اور اضطراب کا صادر ہونا جائز ہے چاہے تو عمداً ہوں اور چاہے سہواً اور چاہے آپ تندرست ہوں یا بیمار اور چاہے آپ بر سبیل جد (یقین) کلام کریں یا بر سبیل ہزل اور چاہے راضی ہوں یا ناراض تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہیں جو وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہوئی ہے او جس کو ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمت اللہ نے بسند خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات قریب آئی اور گھر میں لوگ باگ موجود تھے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ھلموااکتب لکم کتابالن تضلوابعدہ ترجمہ آؤ میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھ دوں تاکہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری کا زور ہو رہا ہے اور ہمارے نزدیک اللہ کی کتاب ہے ہم کو ہمارے رب کی کتاب بس ہے اور ایک روایت میں ہے (کہ آپ نے فرمایا۔ ائتونی اکتب لکم کتابالن تضلوا بعدی ابدا ترجمہ کہ میرے پاس کاتب کو لے آؤ کہ میں تمہارے لئے ایک کتاب لکھ دوں تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے تو انہوں نے کہا آپ کو کیا ہوا ہے کیا آپ بہک گئے ہیں دریافت کر لو تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں جس حالت میں ہوں وہی بہتر ہے اور اس کے بعض طریقوں میں ہے کہ (کسی نے کہا کہ) نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہکتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو ہذیان ہو رہا ہے اور اھجر یا اھجرا" کا لفظ بھی روایت ہوا ہے مطلب یہ کہ کیا آپ نے امر کتابت کو ترک کر دیا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری کا زور ہو رہا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہم کو کافی ہے اور اختلاف آوازوں کے سبب شور زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے کھڑے ہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے اور گھر والوں نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے تو کوئی کہتا تھا کہ (کاتب کو) نزدیک لے آؤ کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب لکھ دیں۔ اور کوئی وہ کہتا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ اس حدیث میں ہمارے آئمہ رح نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امراض اور عوارض امراض یعنی شدت درد اور بیہوشی

وغیرہ سے جو کہ آپ کے جسم مبارک پر طاری ہوتی تھی معصوم نہ تھے ہاں البتہ آپ اس سے ضرور معصوم تھے کہ اس اثناء میں آپ سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جس سے خدانخواستہ آپ کے معجزہ میں کسی قسم کا قدح لازم آوے یا وہ فساد شریعت کی جانب مفضی ہو جیسے ہذیان اور اختلال کلام اور اس بنا پر ظاہر روایت اس شخص کی صحیح نہیں ہوتی جس نے اس حدیث میں ہجر روایت کیا ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ آپ کو ہذیان ہوا۔ بولتے ہیں ہجر امعنی ہذی اور اہجر ہجرا معنی افحش۔ اور ہجر کا متعدی ہے بلکہ صحیح اور اولی یہ ہے کہ وہ بر سبیل سے انکار ہجر ہے (ہمزہ استفہام کے ساتھ) مطلب یہ ہے کہ یہ اس شخص پر انکار ہے جس نے کہا ہے کہ ہم نہیں لکھتے۔ کہ کیا اپ بہک گئے) اور یہ صحیح بخاری میں ہماری روایت ہے روایت تمام روایت سے حدیث زہری میں جو پیشتر مذکور ہوئی اور حدیث محمد بن سلام میں جو ابن عیینہ سے مروی ہوئی ہے اور ایسا ہی اس کو اصیلی نے اپنی کتاب میں بخط خود ضبط کیا ہے اور علی ہذا ان کے سوا اوروں نے بھی ان طریقوں سے (روایت کیا ہے) اور ایسا ہی اس کو ہم نے مسلم سے حدیث سفیان میں اور ان کے سوا اوروں سے روایت کیا ہے اور اسی پر اس شخص کے روایت محمول کی جاوے گی جس نے اس کو ہجر حذف الف استفہام کے ساتھ روایت کیا ہے اور تقدیر عبارت کی یہ ہے اہجر یا یہ کہ قائل کے اس قول کو ہجر یا اہجر اس پر محمول کیا جاوے کہ شدت مرض اور تکلیف رسول اللہ اور شدت اس مقام کے سبب جس میں کہ آپ پر اختلاف کیا گیا تھا اور جس کے سبب آپ نے اس میں کتابت کا قصد فرمایا تھا قائل مذکور پر ایسا خوف اور دہشت طاری ہو گیا تھا جس کے سبب وہ اپنے لفظ تک کو بھی ضبط نہ کر سکا اور شدت مرض کی جگہ ہجر کا استعمال کر گیا نہ یہ کہ وہ اس امر کا معتقد تھا کہ آپ پر ہجر (یعنی ہذیان) جائز ہے جیسا کہ کمال اشفاق صحابہ کرام کے لئے اس امر کا باعث ہوا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حراست کریں حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ بچاوے گا تم کو لوگوں سے اور ایسے ہی اور بہت سے مخاوف اور اندیشہ اور لیکن اس روایت پر جس میں ہے اہجرا۔ اور صحیح بخاری میں ابی اسحق کی مستملی روایت ہے اس حدیث میں جس کو کہ ابن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت قتیبہ روایت کیا ہے یہ ان لوگوں کی جانب راجع ہوتا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اختلاف کیا تھا اور تاہم ایک دوسرے کو مخاطب کیا تھا مطلب یہ ہے کہ اس سبب سے کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے روبرو اختلاف کیا تم ایسی بات لائے ہو جو بری اور چھوڑنے کے قابل ہے اور ہجر ضمہ ہاء کے ساتھ بیہودہ اور فحش بات کو کہتے ہیں۔ اور علما نے معنی اس حدیث اور

اس امر میں اختلاف کیا ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یہ حکم دے چکے کہ تم کتاب لے آو تو پھر انہوں نے کیوں اختلاف کیا تو بعض نے کہا ہے کہ اوامر نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایجاب مذہب اور اباحت سے قرائن کے ساتھ مفہوم ہوتا تھا تو ممکن ہے کہ قرائن قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض حاضرین نے تو اس امر کو مفہوم کیا کہ آپ کا یہ امر امر بالعزم نہیں ہے بلکہ ان کے اختیار کے حوالہ ہے اور بعض حاضرین اس کو نہ سمجھ سکے تو انہوں نے کہا کہ آپ سے سمجھ لو تو جب انہوں نے اختلاف کیا تو آپ اس سے باز رہے کیونکہ وہ امر بالعزم نہ تھا اور نیز اس سبب سے کہ انہوں نے خیال کیا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے صائب ہے پھر ان علمانے کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا کتاب کے حاضر کرنے سے باز رہنا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شفقت کرنے کے سبب تھا اور ان کو خیال ہوا تھا کہ ایسی حالت میں آپ کو املاء کتاب کی تکلیف دینا آپ کو کلفت میں ڈالنا ہے جیسا کہ کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیماری نے زور دے رکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا تھا کہ کہیں آپ ایسے امور نہ لکھ دیں جس کا (امت سے) تحمل نہ ہو سکے اور مخالفت حکم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب وہ تنگی میں مبتلا ہوں اور خیال کیا ہو کہ ان امور میں امت کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کے لئے نظر اور قیاس اور اعتقاد اور طلب صواب کا دروازہ کھلا رہے تاکہ مصیب اور مخطی دونوں ماجور ہوں اور یہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ شرع مقرر اور بنیاد ملت مستحکم ہو چکی ہے اور اللہ تعالی فرما چکا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ کہ میں تمہارے لئے آج تمہارا دین پورا کر چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کے ساتھ وصیت کرتا ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہم کو اللہ کی کتاب بس ہے اس شخص پر وہی جس نے آپ سے نزاع کیا تھا نہ امر نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اور نیز کہا گیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے کہ یہ کتاب خلوت میں لکھی جاتی منافقین اور ان لوگوں کی جانب سے جن کے دلوں میں بیماری ہے اس امر کا اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اس کتاب کو دین میں طعنہ کرنے کا وسیلہ نہ ٹھہرا لیں اور اس میں طرح طرح کی باتیں نہ گھڑنے لگیں جیسے کہ روافض نے وصیت کا دعوی کیا ہے اور اس کے سوا اور امور اور کہا گیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان کو یہ فرمانا بر سبیل شورہ اور امتحان تھا کہ آیا وہ اس امر پر متفق ہوتے ہیں یا اختلاف کرتے ہیں پس جب انہوں نے اختلاف کیا تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک اور جماعت نے کہا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ (اس معاملہ میں) نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

کھڑکی استدعا کو قبول فرمایا تھا یہ نہیں ہے کہ آپ نے خود ابتداء اس کا حکم کیا تھا بلکہ آپ سے آپ کے بعض اصحاب نے اس کی خواہش کی تھی اور آپ نے ان کی اس استدعا کو منظور فرمایا تھا اور دوسرے صحابہ نے ان علتوں کے سبب جن کو کہ ہم نے مختصر ذکر کیا ہے اس کو ناپسند رکھا اور اس (قائل) نے اس قصہ میں عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے ساتھ استدلال کیا ہے جو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تم ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے پاس چلو پس اگر یہ امر ہم میں ہے تو ہم اس کو جان لیویں گے اور علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو ناپسند رکھا تھا اور کہا تھا کہ قسم بخدا میں نہ جاؤں گا

اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ مجھ کو میری حالت پر چھوڑ دو میں اسی میں خوش ہوں۔ یعنی میں اسی میں خوش ہوں کہ میں امر کو بلا کتابت اور کتاب اللہ اور تم کو چھوڑ جاؤں اور تم مجھ کو اس سوال سے باز رکھو جس کے کہ تم طالب ہو رہے ہو اور ذکر کیا گیا ہے کہ جس امر کی کتابت کے وہ طالب ہوے تھے وہ امر خلافت اور تعیین خلافت کا امر تھا کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہو گا۔

فصل 6

پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر اس حدیث کی کیا وجہ ہے جس کو کہ ہم سے فقیہ ابو محمد خشنی رحمتہ اللہ نے بسند خود سالم مولی نصریین سے بیان کیا ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ سوائے اس کے نہیں کہ محمد بشر ہے غصہ ہوتا ہے جیسے بشر غصہ ہوتا ہے اور میں نے تیرے نزدیک عہد لیا ہے (جس کے) تو ہرگز خلاف نہ کرے گا پس جس کسی مومن کو میں نے ایذا دی ہو یا برا کہا ہو یا چابک مارا ہو سو تو اس کو کفارہ اور قربت کر دا اور اس کے سبب تو اس کو قیامت کے روز اپنا قرب نصیب فرما اور ایک روایت میں ہے کہ جس بندہ پر میں نے کوئی بددعا کی ہو اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں میں سے جس آدمی کو میں نے برا کہا ہو یا لعنت کی ہو یا چابک مارا ہو تو اس کے لئے طہارت اور برکت اور قربت اور رحمت کر دے اور یہ امر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو لعنت کریں جو لعنت کا مستحق نہیں اور اس شخص کو کیونکر برا کہیں جو برا کہنے کا مستحق نہیں اور اس شخص کو کیونکر جلد ماریں جو جلد مارنے کا سزاوار نہیں یا آپ غصہ کے وقت ایسا کریں اور آپ ان سب باتوں سے معصوم ہیں سو خدا تیرا سینہ کشادہ کرے معلوم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولاً تو یہ قول کہ وہ اس کا اہل نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ باطن امر میں وہ تیرے نزدیک اس کا اہل نہیں ہے کیونکہ اس حکمت کے سبب جس کو کہ ہم نے ذکر کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم ظاہر امر پر مبنی تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اس کے مارنے کا حکم دیا ہو یا اس کو تادیباً برا کہا ہو یا لعنت کی ہو جیسے کچھ آپ کے نزدیک اس کی حالت (ظاہری) مقتضی ہوئی ہو پھر اس سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم امت کے ساتھ شفیق اور مومنوں کے لئے رؤف و رحیم تھے جیسا کہ اللہ نے آپ کی تعریف فرمائی ہے اور آپ

کو اس امر کا اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کی یہ بددعا ان کے حق میں قبول نہ ہو جائے تو آپ نے ان کے لئے اس امر کی دعا فرمائی کہ آپ کا یہ فعل ان کے حق میں رحمت ہو جاوے سو یہ معنی ہیں آپ کے اس قول کے کہ وہ اس کا اہل نہیں نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ اور تنگ دلی اور بے صبری کسی مسلمان کے حق میں جو اس کا سزا وار نہ ہو اس امر پر برانگیختہ کرے (حاشا وکلا) اور یہی معنی صحیح ہیں اور آپ کے اس قول سے کہ میں غصہ ہوتا ہوں جیسے انسان غصہ ہوتا ہے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ آپ کو کسی امر غیر واجب پر بھی غصہ آتا تھا بلکہ جائز ہے کہ اس سے آپ کا وہ غصہ مراد ہو جو آپ کو انتقال حقوق الٰہی پر محرک ہوتا ہو اور اس کے سبب سے آپ ان کو سب وشتم اور لعن کرتے ہوں اور یہ کہ وہ اس قبیل سے ہو جس کا کہ تحمل اور عفو کرنا جائز ہو یا وہ اس قبیل سے ہو جس کی سزا اور جزا اور عفو اور درگذر میں آپ مختار ہوں۔ اور ممکن ہے کہ آپ کی یہ دعا اس پر محمول ہو کہ آپ کی یہ دعا محل اشفاق اور تعلیم امت میں خارج ہوئی ہے کہ آپ کو امت کو یہ تعلیم فرمانا مقصود ہو کہ وہ حدود الٰہی سے تجاوز کرنے میں خدا سے ڈرتے رہیں اور کسی پر زیادتی نہ کریں اور ممکن ہے کہ آپ کی یہ دعا جو آپ نے اس جگہ فرمائی ہے اور اس کے سوا اور دعائیں جو آپ نے بہت سے مقامات پر بہت سے لوگوں پر کی ہیں غیر عقد اور قصد پر کی جائیں کہ اپ نے یہ بددعا کسی قصد اور ارادہ سے نہیں کی ہے بلکہ عادت جاریہ عرب کے موافق کی ہے اور اس سے اس کی قبولیت مقصود نہیں ہے کہ وہ قبول ہی ہو جیسے اپ کا (ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔سے) یہ فرمانا ولا اشبعک اللہ۔ھنک خدا تیرا پیٹ نہ بھرے اور (صفیہ رضی اللہ عنہا سے) یہ فرمانا عقری حلقی کونچے کہنی سرمنڈی۔ اور اس کے سوا اور بہت سی دعائیں اور آپ کی صفت میں بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فحش (بیہودہ) بکنے والے نہ تھے اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم برا کہنے والے اور فحش بات کہنے والے اور لعنت کرنے والے نہ تھے اور جب آپ غصہ ہوتے تھے تو ہم سے فرماتے تھے مالہ ترب جبینہ (اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو اس کو کیا ہو گیا ہے) تو حدیث کو اس معنی پر محمول کیا جاوے گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کی ایسی دعائیں بھی نہ قبول ہو جائیں تو آپ نے اپنے رب سے عہد لیا جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ یہ اس شخص کے لئے طہارت اور رحمت اور قربت کر دے جس کے لئے کہ یہ کہا گیا ہے اور بعض اوقات آپ کا یہ فعل مدعو علیہ پر اندیشہ کرنے اور اس کے انس دلانے کی غرض سے بھی ہوتا تھا کہ لعنت اور قبول دعائے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اس کو ایسا خوف اور عذر طاری نہ ہو جاوے

جس سے اس کو یاس اور ناامیدی طاری ہو اور بعض اوقات آپ کا اپنے رب سے یہ سوال کرنا ان لوگوں کے لئے بھی ہوتا تھا جن کو کہ آپ کسی حق اور وجہ صحیح کے سبب جلد ماری ہو یا برا کہا ہو کہ اے اللہ اس ضرب اور شتم کو حق الہی کے لئے کفارہ کا اور اس کے جرم کے لئے محوک اور اس سزا اور جزاء کو اس کے لئے عفو اور مغفرت کا سبب بنا دے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے اور جو کوئی ان امور میں سے کسی امر کے ساتھ مبتلا ہوا اور پھر اس کے سبب اس کو دنیا میں سزا دی گئی ہو تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔

پس اگر تو یہ کہے کہ پھر حدیث زبیر رضی اللہ عنہ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو آپ نے ان سے کہا تھا جب کہ ان کا ایک انصاری کے ساتھ ایک نالی سنگستان میں جھگڑا ہوا تھا (کہ آپ نے فرمایا تھا) کہ اے زبیر پانی دے یہاں تک کہ پانی ٹخنوں کو پہنچ جاوے۔ اس پر انصاری مذکور نے آپ سے کہا کہ یارسول اللہ اس سبب سے کہ وہ آپ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ پھر فرمایا اے زبیر پانی دے اور پھر روک رکھ یہاں تک کہ وہ ڈولوں کو پہنچ جاوے۔ پس جواب اس کا یہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منزہ ہیں کہ اس قضیہ میں آپ کی طرف سے کسی مسلمان کے دل میں کوئی ایسی بات پیدا ہو جس سے آپ کی شان میں کسی قسم کا شک اور شبہ پیدا ہو۔ اور لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد زبیر رضی اللہ عنہ کو تبرعاً یہ حکم دیا تھا کہ وہ بطور توسط اور صلح اپنے بعض حق پر اقتصار کریں پس جب دوسرا شخص اس پر راضی نہ ہوا اور ان سے لجاجت برتی اور ایسی بات زبان سے نکالی جو اس کو زیبا نہ تھی تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کا پورا حق دلایا اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس حدیث پر یہ ترجمہ منعقد کیا ہے۔ باب اذا اشار الامام بالصلح فابی حکم علیہ بالحکم یعنی جب امام صلح کا اشارہ کرے اور خصم نہ مانے تو اس پر حاکم صاف حکم کرے اور آخر حدیث میں ذکر کیا ہے کہ پھر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر کا پورا حق دلا دیا اور مسلمانوں نے ایسے قضایا میں اس حدیث کو اصل قرار دیا ہے اور اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے جملہ افعال میں اقتدا کرنا لازم اور واجب ہے چاہے تو آپ کے یہ افعال آپ سے رضا کی حالت میں صادر ہوئے ہوں چاہے غصہ کی اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی قاضی ایسی حالت میں حکم نہ کرے جب کہ وہ غصہ ہو مگر اس حکم سے آپ مستثنیٰ ہیں کیونکہ آپ کا غصہ اور رضا

دونوں برابر ہیں کیونکہ آپ دونوں حالتوں میں معصوم ہیں اور اس قصہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ ہونا حق اللہ کے سبب تھا نہ اپنی ذات اقدس کے سبب جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے (کہ آپ اپنی ذات اقدس کے لئے کبھی غصہ نہ ہوتے تھے)

اور ایسی وہ حدیث جس میں کہ آپ کا اپنے نفس اقدس سے عکاشہ رضی اللہ عنہ کو قصاص دینا مذکور ہے کہ آپ کا یہ فعل عمداً نہ تھا کہ غصہ نے آپ کو اس پر برا نگیختہ کیا ہو بلکہ اسی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ عکاشہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ نے مجھ چھڑے سے مارا تھا پس میں نہیں جانتا کہ آپ نے مجھ کو عمداً مارا تھا یا آپ نے اپنے ناقہ کے مارنے کا قصد کیا تھا (اور وہ میرے لگ گیا تھا) تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عکاشہ میں تجھ کو اس بات سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان بوجھ کر تیرا قصد فرماویں (اور تجھ کو ماریں)

اور ایسا ہی دوسری حدیث میں اعرابی کے ساتھ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بدلا دینا چاہا تو اعرابی مذکور نے کہا کہ میں نے آپ س معاف کیا اور (قصہ یہ ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ایک چابک مارا تھا اور وجہ اس کی یہ ہوئی تھی کہ وہ بار بار آپ کے ناقہ کی مہار سے چمٹتا تھا اور آپ اس کو منع فرماتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تو جو چاہتا ہے وہ لے اور وہ نہ مانتا تو تیسری بار کے بعد آپ نے اس کے (چابک) مارا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی اندیشہ ہوا کیونکہ امر مذکور سے آپ کا ذاتی حق بھی متعلق تھا یہاں تک کہ اس نے آپ سے معاف کیا۔

اور رہی حدیث سواد بن عمرو کی کہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں خلوق لگائے ہوئے تھا تو آپ نے فرمایا ورس ہے ورس ہے دور کر دور کر اور ایک چھڑی سے جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی آپ نے میرے پیٹ میں مارا جس سے مجھ کو تکلیف پہنچی تو میں نے کہا کہ بدلا یا رسول اللہ تو آپ نے میرے واسطے اپنا پیٹ کھول دیا۔ اس میں بھی اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایک بری بات پر مارا تھا جو آپ نے اس کی جانب سے دیکھی تھی اور ممکن ہے کہ آپ نے یہ چھڑی بھی صرف تیسا ماری ہو پس جب اس سے اس کو تکلیف پہنچی تو آپ نے اس کی معافی بھی نہیں چاہی اس وجہ سے کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔

فصل 7

اور رہے افعال دنیاوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سو ان میں بھی آپ کے معاصی اور مکروہات سے بچنے کا وہی حکم ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں (کہ آپ ان سے بھی معصوم اور منزہ ہیں) اور نیز اس امر کو بھی ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ان میں سے بعض افعال میں آپ پر سہو اور غلط کا طاری ہونا جائز ہے اور ان امور میں سے کسی امر کی نسبت خدانخواستہ آپ کی نبوت میں کسی قسم کا قدح لازم نہیں آتا بلکہ ان افعال میں بھی آپ سے یہ بات بہت نادر اور قلیل واقع ہوئی ہے کیونکہ آپ کے اکثر افعال صواب اور درست ہی ہیں بلکہ آپ کے کل افعال بمنزلہ عبادات اور قربات ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کیونکہ ان افعال میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں افعال پر اقتصار فرماتے تھے جن کی کہ آپ کو ضرورت ہو اور جس سے کہ آپ کے جسم مبارک کی رمق قائم رہے اور جس میں کہ آپ کی ذات اقدس کی کوئی مصلحت ہو جس سے آپ اپنے رب کی عبادت اور اس کی شریعت کو قائم کریں اور اپنی امت کی سیاست فرماویں اور آپ کے وہ افعال جو آپ کے اور آپ کی امت کے درمیان دائر ہیں سو وہ یا تو حسن سلوک ہے جو آپ اپنی امت کے ساتھ کرتے تھے یا کوئی بھلائی ہے جس کو آپ لوگوں میں پھیلاتے تھے یا کوئی کلام حسن ہے جس کو کہ آپ فرماتے یا سنتے تھے یا کسی بد کے بھڑکنے کی تالیف فرماتے تھے یا کسی دشمن کو مغلوب کرتے تھے یا کسی حاسد کی مدارات فرماتے تھے اور یہ سب افعال آپ کے اعمال صالحہ اور وظائف زاکیہ عبادات کے ساتھ ملحق ہیں اور نیز آپ حسب اختلاف احوال اپنے افعال دنیاوی میں بھی اختلاف فرماتے اور کاموں کے لئے وہ اشیاء مہیا رکھتے تھے جو اس کے مناسب ہوتی تھیں پس جب آپ کسی مکان قریب کا قصد فرماتے تو آپ گدھے پر سوار ہوتے اور جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو آپ اونٹ پر سوار ہوتے اور جب کسی معارکہ حرب و ضرب میں تشریف فرما ہوتے تو آپ خچر پر سوار ہوتے تھے اور اس کو اضطرار اور اجابت مستغیث اور فریادی کے لئے تیار رکھتے تھے اور علی ہذا حسب مصالح ذات اور مصالح امت آپ اپنے لباس اور احوال میں بھی اختلاف فرماتے تھے (اور کسی ہیئت اور لباس خاص کے پابند نہ رہتے تھے) اور علی ہذا امور دنیا سے بھی آپ وہی کام اختیار کرتے تھے جس کی کہ مساعدت اور سیاست مقتضی ہوتی تھی اور اس کے خلاف کو ناپسند فرماتے تھے گو آپ کو کوئی دوسری بات بھلی معلوم ہوتی جیسا کہ اس کے سبب سے بعض اوقات آپ بعض افعال کو ترک کرتے تھے۔ حالانکہ آپ اس کے کرنے کو نہ کرنے سے بہتر

جانتے تھے اور نیز بعض اوقات آپ ان امور دنیویہ میں بھی ایسا کر گذرتے تھے جن کے کہ
کرنے اور نہ کرنے میں آپ مختار ہوتے تھے جیسے آپ کا مدینہ منورہ سے احد کی جانب نکلنا
حالانکہ آپ کی عادت تھی کہ آپ (لڑائی کے وقت) مدینہ منورہ میں تحصن کرتے اور اسی میں
قیام فرما کر غنیم کا مقابلہ کرتے تھے اور جیسے باوجود علم و یقین حالات منافقین کے آپ کا دوسرے
اشخاص کی تالیف اور ان کے رشتہ دار مسلمین کی رعایت اور کراہت اس امر کے سبب ان کے
قتل کا ترک کرنا کہ کہیں مخالفین یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں جیسا کہ
حدیث میں وارد ہوا ہے اور رعایت قلوب قریش اور اندیشہ کے سبب خانہ کعبہ کا قواعد ابراہیم
علیہ السلام پر بنانا ترک کر دیا کہ کہیں اس کے تغیر اور تبدل سے ان کے دل متنفر نہ ہو جاویں
اور ان کی عداوت سابقہ جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ رکھتے تھے پھر وہ عود نہ کر آوے
جیسا کہ حدیث صحیح میں آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اگر تیری قوم حدیث العہد
بکفر نہ ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو قواعد ابراہیم علیہ السلام پر پورا کر دیتا اور آپ ایک کام کرتے
تھے اور پھر اس کو ترک کر دیتے تھے اس سبب سے کہ دوسرا اس سے بھی بہتر ہوتا تھا جیسا کہ
بدر کے روز ان پانیوں پر اترنے کے بعد جو قوم سے دور تھے آپ کا ان پانیوں پر اترنا جو دشمن
سے قریب تھے اور جیسے (حجۃ الوداع میں) آپ کا یہ فرمانا کہ اگر مجھ کو پہلے سے اپنے کام سے وہ
بات معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی ہے تو میں ہدی کو نہ ہانکتا اور آپ تالیف خاطر کی غرض
سے کافر اور دشمن سے کشادہ روئی ظاہر فرماتے اور ایذاء جاہل پر صبر کرتے اور کہتے کہ سب
سے بدتر وہ شخص ہے جس کی بدی کے سبب لوگ اس سے کنارہ کشی کریں اور آپ اس کو عمدہ
عمدہ چیزیں عطا فرماتے تاکہ وہ شریعت اور دین آپ کے رب کو محبوب رکھنے لگے اور آپ اپنے
مکان میں اس کار و خدمت کا انجام دیتے جس کو کہ خادم لوگ انجام دیا کرتے ہیں اور آپ
لباس اور پوشاک میں ہیئت پسندیدہ کو اختیار فرماتے یہاں تک کہ آپ کے اطراف اور جو ان
سے کوئی شے ظاہر نہ ہونے پاتی یہاں تک کہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ کیفیت ہوتی تھی
گویا کہ ان کے سروں پر پرندہیں اور آپ اپنے ہم جیسوں سے ایسی بات کرتے تھے جیسے کسی
پہلے شخص سے بات کرتے ہوں (یعنی نشاط اور فرحت کے ساتھ نہ ملال اور کدورت کے ساتھ)
یا آپ ان سے پہلی امتوں کا تذکرہ فرماتے اور اس شے سے تعجب کرتے جس سے کہ لوگ
تعجب کرتے ہیں اور اس شے سے ہنستے جو ہنسی کی ہوتی اور آپ کی کشادہ روئی اور انصاف نے
سب کو اپنا کر لیا تھا اور غصہ کے سبب آپ میں خفت اور سبکی نہ پیدا ہوتی تھی اور نہ آپ اپنے
ہم نشینوں سے کوئی بات دل میں رکھتے تھے (اور) فرماتے تھے کہ نبی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ

اس کی آنکھ خائن ہو۔
پس اگر تو یہ کہے کہ پھر آپ کے اس قول کے کیا معنی ہیں جو آپ نے اس شخص کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا جس نے آپ پر داخل ہونا چاہا تھا کہ یہ خاندان کا برا بیٹا ہے پھر جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے نرم نرم باتیں کیں اور اس کے ساتھ ہنستے رہے پس جب وہ باہر چلا گیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بدتر وہ شخص ہے جس کی بدی کے سبب لوگ اس سے کنارہ کشی کریں اور یہ امر کیونکر جائز ہوا کہ آپ نے اس سے خلاف اس امر کے ظاہر فرمایا جو آپ کے دل میں تھا اور اس کے پس پشت وہ فرمایا جو کچھ فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل اس جیسے اشخاص اور خود اس کی تالیف اور دل خوش کرنے کی غرض سے تھا تاکہ اس کا ایمان پختہ ہو جاوے۔

اور اس کے سبب سے اتباع اسلام میں داخل ہوں اور اس کو اس جیسی اشخاص (ایمان میں داخل ہوتے) دیکھ کر ایمان کی جانب رغبت کریں اور اس طرح پر ایسا کرنا مدارات دنیاوی سے کارج اور سیاست دینی میں داخل ہے اور آپ تو ان کے اموال الٰہی سے مال کثیر کے ساتھ تالیف فرماتے تھے اور ان کو بہت بہت مال عطا کرتے تھے پھر نرم زبانی اور شیریں کلامی میں کیا حرج ہے۔ صفعان (بن امیہ) نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو دیا اور میں آپ کو سارے خلق سے زیادہ مبغوض رکھتا تھا پھر آپ مجھ کو ہمیشہ دیتے رہے یہاں تک کہ آپ کو سارے خلق سے زیادہ مبغوض رکھتا تھا پھر آپ مجھ کو ہمیشہ دیتے رہے یہاں تک کہ آپ مجھ کو سارے خلق سے زیادہ محبوب ہو گئے اور آپ کا شخص مذکور کے حق میں یہ فرمانا کہ برا بیٹا ہے قبیلہ کا غیبت نہیں ہے بلکہ اس شخص کے لئے جو اس کی اس حالت سے واقف نہیں اس حالت کا بتلانا ہے جو آپ کو معلوم ہوئی تھی تاکہ وہ اس سے اور اس کی اس حالت سے محترز رہے اور کسی معاملہ میں اس پر بھروسہ نہ کر بیٹھے خاص کر اس صورت میں جب کہ وہ اپنی قوم میں مطاع اور متبوع بھی ہو۔ اور ایسی بات جب کہ کسی ضرورت شرعی اور دفع معضرت دینے پر مبنی ہو غیبت نہیں کہلاتی بلکہ جائز بلکہ بعض اوقات واجب ہو جاتی ہے جیسا کہ تخریج روایت میں محدثین کی۔ اور تزکیہ شہود میں مزکین کی عادت ہے۔ پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر ان معضل (مشکل) کے کیا معنی ہیں جو حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا میں قولِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا جب کہ انہوں نے آپ کو خبر دی تھی کہ موالی بریرہ اس کے بیچنے سے انکار کرتے

ہیں مگر مابین شرط ولاء کے وہ مالک رہیں تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تو اس کو خرید لے اور ولاء تو ان کے لئے شرط کر لے چنانچہ انہوں نے ویسا ہی کیا پھر آپ خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں ہر شرط کہ کتاب اللہ میں نہیں ہے سو وہ باطل ہے حالانکہ خود نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس شرط کے کرنے کا حکم کیا تھا کہ وہ ان کے لئے ولاء کو شرط کر لیں اور اسی شرط پر انہوں نے اس کو بیچا تھا اور اگر یہ شرط نہ ہوتی تو واللہ اعلم وہ اس کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ ہرگز نہ بیچتے جیسا کہ انہوں نے اس سے پہلے نہ بیچا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اس کو عائشہ رضی اللہ عنہا پر شرط کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو باطل فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیانت اور دھوکہ سے منع فرمایا ہے۔ سو خدا تجھ کو بزرگی عطا فرماوے معلوم کرنا چاہئے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے بالکل پاک اور صاف ہیں جو اس قصہ کے سبب کسی جاہل کے خیال میں آوے اور اسی سبب سے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس الزام سے پاک اور معصوم ہیں اس زیادت کا ایک قوم نے انکار کیا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہو اشترطی لھم الولاء کہ تو ان کے لئے ولاء کو شرط کرے (کہ زیادت صحیح نہیں ہے) کیونکہ حدیث مذکور کے اکثر طریقوں میں یہ جملہ نہیں ہے اور (لوفرضنا) اگر یہ جملہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس کے سبب آپ پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ۔ لھم معنی۔ علیھم بھی آتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولئک لھم اللعنۃ اور فرمایا وان اساتم فلھا تو اس تقریر پر اس کے یہ معنی ہوں گے اشترطی علیھم الولاء لک کہ تو ولاء کو ان پر اپنے لئے شرط کر لے (3) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ کے لئے کھڑا ہونا اور ان کو وعظ اور نصیحت فرمانا اس امر کے سبب ہو گا جو ان سے اس سے قبل صادر ہو چکا تھا کہ وہ اس سے پہلے ولاء کو اپنے لئے شرط کرتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تو ان کے لئے ولاء کو شرط کر لے بر سبیل امر نہیں ہے بلکہ بر سبیل تسویہ (یعنی برابری) اور اعلام ہے کہ آپ نے ان کو یہ جتایا ہے کہ آپ اس سے قبل یہ فرما چکے ہیں کہ ولاء اس کے لئے ہے جو آزاد کرے تو اب ان کی یہ شرط ان کو کچھ نفع نہ دے گی پس گویا آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تو ولاء کو شرط کر یا نہ شرط کر دونوں برابر ہیں کیونکہ شرط مذکور ان کو کچھ نفع نہیں دے سکتی اور اس طرف داؤد وغیرہ علماء گئے ہیں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو اس معاملہ میں زجر و توبیخ فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اس حکم سے پہلے سے واقف تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشترطی لھم الولاء

کے یہ معنی ہیں کہ تو ان کے لئے اس حکم کو ظاہر اور اس کی سنت کو بیان کردے کہ ولاء اس شخص کے لئے ہے جو آزاد کرے پھر اس کے بعد اس حکم کے بیان کرنے کے لئے آپ خود ہی کھڑے ہو گئے اور ان کی مخالفت سابقہ کے سبب جو ان سے اس معاملہ میں ظاہر ہوئی تھی آپ نے ان کو زجر و توبیخ بھی فرما دیا۔

پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر یوسف علیہ السلام کے اس فعل کے کیا معنی ہیں جو انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا کہ ان کے کجاوہ میں اپنے پانی پینے کا برتن چھپا دیا اور پھر ان کو چور کہہ کر پکڑ لیا اور وہ تمام قصہ جو ان کو ان کے بھائیوں کے ساتھ علیہ السلام نے یہ کام بحکم الٰہی کیا تھا کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ترجمہ یوں داؤ دیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ تھا کہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم درجہ بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں اور ہر خبردار سے اوپر ہے ایک خبردار۔انتہی۔ پس جب ایسا ہے تو پھر اس کے سبب ان پر کوئی اعتراض ہی باقی نہیں رہا چاہے جو کچھ ہو۔ اور نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معلوم کرا دیا تھا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تم غم نہ کرنا سو یہ جو کچھ قصہ و واقعہ ہوا تھا وہ سب ان کے علم اور ان کی خواہش سے واقع ہوا تھا اور وہ جانتے تھے کہ اس کا نتیجہ بہتر ہو گا اور اس کے سبب سے ان کو جو کچھ برائی اور مضرت لگے گی وہ سب رفع ہو جاوے گی اور رہا سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول ایتھا العیر انکم لسارقون کہ اے قافلہ والو تم بیشک چور ہو سو یہ (اول تو) یوسف علیہ السلام کا قول نہیں جس کے سبب سے ہم پر اس کا جواب دینا اور اس کے شبہ کا حل کرنا لازم آوے اور (دوسرے اگر اس قائل کے لئے اچھی تاویل کی جاوے چاہے جو کوئی ہو تو ممکن ہے کہ اس نے یہ ظاہر صورت پر خیال کیا ہو اور ممکن ہے کہ یہ اس نے اس وجہ سے کیا ہو جو وہ اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے تھے کیونکہ انہوں نے ان کو فروخت کیا تھا اور اس کے سوا علماء کی جانب سے اس کے اور بھی جواب دیئے گئے ہیں (جن کے استقصاء کی یہاں ضرورت نہیں) اور اس کی ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم انبیاء کرام کی جانب ان اقوال کو منسوب کریں جن کا کہنا ان سے ثابت نہ ہو اور پھر اس سے مخلصی ڈھونڈیں اور نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ ہم زلات غیر انبیاء کا بھی جواب دیں۔

فصل 8

پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوت والسلام طرح طرح کے امراض اور اس کے شدائد میں مبتلا فرمائے گئے ان کو طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا گیا اور طرح طرح سے انؑ کا امتحان فرمایا گیا جیسے ایوب اور یعقوب اور دانیال اور یحیٰؑ اور زکریا اور عیسیٰ اور ابراہیم اور یوسف اور ان کے سوا اور انبیاء علیہم الصلوت والسلام حالانکہ وہ تمام مخلوق خدا سے بہتر اور اس کے پیارے اور برگزیدہ بندے تھے سو خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق رفیق فرماوے معلوم کرنا چاہئے کہ سبحانہ و تعالیٰ کے کل افعال عدل اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور (اس کی عادت ہے کہ) وہ اپنے بندوں کو مبتلا فرمایا کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے لننظر کیف تعملون تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو اور فرمایا ولیبلوکم ایکم احسن عملا۔ تاکہ وہ تم کو جانچے کہ تم میں کوئی اچھے کام کرتا ہے۔ اور فرمایا ہے لیعلم اللہ الذین امنوا منکم تاکہ معلوم کرے کہ تم میں سے کوئی ایمان لائے ہیں اور فرمایا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین اور ابھی نہیں معلوم کیا اللہ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کیا انہوں نے تم میں سے اور ابھی نہیں معلوم کیا صبر کرنے والوں کو اور فرمایا ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم ترجمہ اور البتہ ہم جانچیں گے تم کو تاکہ معلوم کریں جو تم لڑائی والے ہیں اور ٹھہرنے والے ہیں اور تحقیق کریں خبریں تمہاری۔ انتھی۔ پس سبحانہ و تعالیٰ کا ان کو طرح طرح کے مصائب اور تکالیف کے ساتھ مبتلا فرمانا ان کے مراتب رفیعہ کا بڑھانا اور ان کے قدر رفیع کا بلند کرنا ہے اور حالات صبر اور رضا اور شکر اور تسلیم اور توکل اور تفویض اور دعا اور تضرع کے اسباب کا ظاہر کرنا اور رحمت بہ ممتحنین اور شفقت علی المبتلین میں ان کی بصائر کا تیز کرنا اور دوسروں کو وعظ اور نصیحت فرمانا ہے تاکہ وہ بلاء اور مصائب میں ان کا اقتدا کریں اور ان قصوں کو یاد کر کے جو ان پر گزرے ہیں اپنی جانوں کو تسلی دیں اور صبر اور ثبات میں ان کا اتباع کریں اور نیز (اس ذریعہ سے) ان کی لغزشوں اور غفلتوں کا جو ان سے صادر ہوئے ہیں مٹانا اور دور کرنا ہے تاکہ وہ پاک و صاف ہو کر حضور رب العزت میں حاضر ہوں اور ان کا اجر کامل اور ثواب وافر ہو ہم سے قاضی ابو علی حافظ (ابن سکرہ) نے بسند خود مصعب بن سعید سے بیان کیا ہے کہ ان کے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ بلا میں کون شخص سب سے زیادہ فرمایا

انبیاء پھر جو ان سے مشابہ ہیں پھر جو ان سے مشابہ ہیں (اور) انسان اپنے دین کے موافق مبتلا ہوتا ہے پس بندہ سے بلا نہیں ٹلتی یہاں تک کہ وہ اس کو ایسا کر چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین وما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین فاتاھم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الاخرۃ واللہ یحب المحسنین ترجمہ اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو منکر قوم پر پھر دیا ان کو اللہ نے ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو۔ انتہی۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے) کہ مومن کی جان اور اولاد اور مال پر برابر بلائیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حالت میں ملاقات کرتا ہے کہ اس پر کوئی خطا نہیں رہتی اور انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ عزوجل اپنے کسی بندہ کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو جلد جلد عقوبتوں میں مبتلا فرماتا ہے اور جب وہ اپنے بندہ کے ساتھ کوئی برائی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کے سبب اس پر عذاب کرنا چھوڑ دیتا ہے کہ قیامت کے روز اس کو اس کے گناہوں کی پوری سزا دے اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب اللہ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو وہ اس کو بلاؤں میں) مبتلا فرماتا ہے تاکہ وہ اس کے گریہ وزاری کو سنتے۔ سمرقندی نے حکایت کیا ہے کہ جو شخص جتنا خدا کے نزدیک ہوتا ہے اتنی ہی اس کی بلائیں اور مصیبتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں تاکہ (دوسروں پر) اس کا فضل ظاہر ہو اور وہ ثواب کا مستحق ہو جیسا کہ لقمان سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے بیٹے سونے اور چاندی کی جانچ تو آگ سے کی جاتی ہے اور مومن کی مصیبتوں سے۔

اور حکایت کیا گیا ہے کہ (فراق) یوسف علیہ السلام کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کا مبتلا ہونا اس سبب سے تھا کہ انہوں نے غلبہ محبت یوسف علیہ السلام کے سبب نماز پڑھتے میں ان کی جانب نظر کی تھی اور وہ سو رہے تھے۔ اور کہا گیا ہے بلکہ اس کا یہ سبب تھا کہ ایک روز آپ اور یوسف علیہما السلام ایک بھنی ہوئی بکری پر جمع تھے اور باہم ہنس رہے تھے اور آپ کے ایک ہم

یتیم نے اس کی بو سونگھ کر اس کے خواہش کی اور رویا اور اس کے سبب سے اس کی بڑھیا دادی بھی روئی اور ان کے اور اس کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادہ (حضرت یوسف علیہ السلام) کو اس کا علم نہ تھا تو اس کے سبب یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے غم میں اتنا رونا پڑا کہ ان کے دونوں حدقہ بیٹھ گئے اور ان کی آنکھیں جاتی رہیں پس جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ تو پھر اس کے بعد جب تک آپ زندہ رہے تو آپ منادی کو حکم کرتے رہے کہ وہ آپ کی چھت پر ندا کرے کہ جس کے لئے روزہ نہ ہو وہ آل یعقوب کے نزدیک فجر کا کھانا کھاوے اور حضرت یوسف علیہ السلام اس محنت میں مبتلا ہوئے جس کو کہ خدا نے بیان فرمایا ہے اور لیث (بن سعد) سے مروی ہوا ہے کہ ابتلاء ایوب علیہ السلام کا یہ سبب ہوا تھا کہ وہ اپنی بستی والوں کے ساتھ ان کے بادشاہ پر داخل ہوئے اور اہل بستی نے اس سے اس کے ظلم و زیادتی کے بارہ میں گفتگو کی اور اس کے ساتھ درشتی سے پیش آئے مگر ایوب علیہ السلام کو انہوں نے اپنی کھیتی باڑی کے سبب اس سے نرمی برتی پس اس کے سبب ان پر اللہ عزوجل نے اس بلا کے سات عتاب فرمایا جس میں کہ وہ مبتلا ہوئے تھے اور محنت سلیمان علیہ السلام کے سبب کو ہم اول ذکر کر آئے ہیں کہ وہ یا تو ان کی اس نیت کے سبب تھا کہ انہوں نے چاہا تھا کہ حق ان کے اصہا کی جانب ہو یا اس معصیت کے سبب تھا جو ان کے گھر میں ہوئی تھی اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ اور یہی فائدہ ہے شدت مرض اور دورہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو درد و تکلیف پہنچی ہو۔ اور عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی بیماری کی حالت میں دیکھا کہ آپ کو نہایت سخت تپ چڑھتی رہی ہے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کو بڑی سخت تپ چڑھتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایسی سخت تپ چڑھتی ہے جیسے تم میں سے دو شخصوں کو چڑھتی ہے میں نے عرض کیا کہ اس سبب سے کہ آپ کو دوہرا اجر ہے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے اور حدیث ابی سعید میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا کہ قسم بخدا مجھ کو طاقت نہیں کہ میں شدت آپ کے تپ کے سبب آپ پر اپنا ہاتھ رکھ سکوں تو اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم معاشر انبیاء پر بلا دوگنی کی جاتی ہے بعض نبی تھے کہ وہ (تکلیف) چیچڑیوں میں مبتلا کئے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ ان کو قتل کر ڈالتے تھے اور کوئی نبی تھا کہ وہ بلا میں مبتلا ہوتا تھا۔ اور یہ حضرات بلا سے ایسے خوش ہوتے تھے جیسے کوئی کشائش اور فراخی سے خوش ہوتا ہو اور انس

رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جزاء کا بڑا ہونا بڑائی بلاء کے ساتھ مربوط (مطلب یہ ہے کہ جتنی مصیبت بڑی ہو گی اتنا ہی اس کا اجر بھی بڑا ہو گا) اور نیز یہ کہ جب اللہ کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے تو وہ اس کو (بلاؤں میں مبتلا فرما دیتا ہے) پس جو کوئی راضی ہو اس کے لئے رضا ہے اور جو کوئی ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے اور نیز مفسرین نے تفسیر قول اللہ تعالیٰ من یعمل سوء یجز بہ میں کہا ہے کہ مسلمان کو مصائب دنیا کے ساتھ جزا دی جاتی ہے پس وہ اس کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے اور یہ تفسیر عائشہ اور ابی مجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہوئی ہے اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو مکروہات میں مبتلا فرما دیتا ہے ۔ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اس کے سبب اللہ اس سے اس کی خطاؤں کو دور فرماتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کو کانٹا بھی چبھے (کہ اس کے سبب سے بھی اس سے اس کے گناہ دور کئے جاتے ہیں) اور روایت ابی سعید میں ہے کہ کسی مومن کو کوئی سختی اور دشواری اور رنج اور غم اور تکلیف نہیں پہنچتی حتیٰ کہ کانٹا جو اس کو لگے مگر اس کے سبب اللہ اس کے بعض خطاؤں کو دور کر دیتا ہے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہیں پہنچتی مگر کہ اللہ اس سے اس کی خطاؤں کو ایسا جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہوں۔ اور دوسری حکمت جس کو اللہ عزوجل نے ان حضرات کے امراض جسمانی اور تواتر دکھ اور درد اور شدت جان کندنی میں دوست رکھا ہے یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان کے قوائے نفسانی کمزور ہو جاتے ہیں جس سے مرتے وقت ان پر جان کا نکلنا آسان اور سابقہ مرض اور ضعف جسم اور کمزوری نفس کے سبب ان پر خروج نفس ہو جاتا ہے اور مشقت جان کندنی اور شدت سکرات موت ہلکی پڑ جاتی ہے اور گرفت موت ناگہانی اس کے خلاف ہے جیسا کہ سختی اور نرمی اور دشواری اور آسانی میں اختلاف احوال موتی سے مشاہد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی ایسی مثال ہے جیسے زراعت کی نرم ڈنڈی کہ اس کو ہوا ادھر ادھر جھوکے دیتے رہتی ہے اور ایک روایت ابی ہریرہ میں ہے کہ اس پر جدھر سے ہوا آتی ہے اس کو اسی طرف جھکا دیتی ہے پس جب ہوا ٹھہر جاتی ہے تو وہ سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے یہی حالت ہے مومن کی کہ وہ بلاؤں کے سبب جھونکے کھاتا رہتا ہے اور کافر کی ایسی مثال ہے جیسے درخت صنوبر کا ٹھوس اور سیدھا کھڑا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کی گردن توڑتا ہے اس کے ... میں نہ مومن آفت زدہ مصیبت رسیدہ بیماری کا مارا تقریرات الٰہی کے ساتھ راضی ...

حالت بلا میں اطاعت طائی اور اس کے رضا کے لئے گردن کا جھکانے والا ہے اور (باوجود ان سب مصائب اور تکالیف کے) اس کا غصہ نہ ہونا ایسا ہے جیسا نالی زراعت کا ہوا کی۔ اطاعت کرنا ور اس کے چلنے کے ساتھ اس کا ادہر ادہر جھکنا اور اس جانب مائل ہونا جدہر کی ہوا ہو پس جب اللہ عزوجل مومن سے ہواء مصائبہ کو دور کردیتا ہے تو وہ صحیح اور معتدل ہو جاتا ہے جیسا کہ سکون ہوا کے وقت نالی زراعت سیدہی اور برابر ہو جاتی ہے تو وہ شکر اور معرفت ان نعم الٰہی کی جانب عود کر آتا ہے جو رفع بلاء کے ساتھ سبحانہ وتعالیٰ نے اس پر فرمائی ہیں اور وہ اس امر کا منتظر رہتا ہے کہ رب العزت اس پر رہ فرماوے گا اور اس کو ثواب جزیل اور اجر جمیل عطا کرے گا تو جب اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر اس کو نہ مرض الموت ستاتا ہے اور نہ اس پر اس کا آنا گراں گذرتا ہے اور نہ سکرات موت اور نزع روح اس پر دشوار ہوتا ہے کیونکہ وہ آرام اور مصائب سابقہ کے سبب اس کا پہلے ہی سے عادی ہو چکا ہے اور اس اجر جزیل اور ثواب جمیل کو پہلے سے جان رہا ہے جس کو کہ اب العزت نے بمقابلہ ان مصائب کے اس کے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے اور اس نے برداشت ان مصائب کے لئے اپنے نفس کو عادی کر رکھا اور تواتر امراض اور شدت تکالیف کے سبب وہ ناتواں ہو رہا ہے برخلاف کافر فاجر کے کہ اس سے اکثر احوال میں درگذر کی جاتی ہے اور درخت صنوبر کی طرح جو قوی اور تناور ہوتا ہے اکثر اوقات صحت جسمانی کے ساتھ متمتع رہتا ہے یہاں تک کہ جب خدا اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو دفعتہ اس کی گردن توڑ ڈالتا ہے اور اس کو خبر تک نہیں ہونے پاتی اور اسکو بلا کسی نرمی اور سہولت کے ایکدم پکڑ لیتا ہے جس کے سبب اس پر اپنا مرنا نہایت گراں اور موجب حسرت ہوتا ہے اور قوت نفس اور صحت جسم کے سبب اس پر اس کی جان کا نکلنا نہایت دشوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے

آخرت کا نہایت عذاب نہایت سخت اور بہت باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اکثرنا درخت صنوبر کا اور جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور وہ نہیں جانتے تھے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اپنے دشمنوں میں یہی عادت ہے جیسا کہ فرمایا ہے فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ترجمہ پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر پھر کوئی تھا کہ بھیجا ہم نے اس پر پتھراؤ ہوا سے اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑنے اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسایا ہم نے زمین میں اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبا دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے پر وہ تھے اپنا برا کرتے۔انتہی۔ پس سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر اس حالت میں موت کو مسلط فرمایا جب کہ وہ اپنی سرکشی اور غفلت میں مدہوش ہو رہے تھے اور بلا اس کے کہ وہ مرنے کی تیاری کریں ان کو ایسی حالت میں ہلاک فرمایا جب کہ وہ غافل تھے اور یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین مرگ ناگہانی کو برا سمجھتے تھے اور اسی قبیل سے ہے (وہ امر جو) حدیث ابراہیم (نخعی) میں (آیا ہے) کہ سلف صالحین گرفت تاسف یعنی موت ناگہانی کو برا جانتے تھے اور تیسری حکمت یہ ہے کہ بیماری پیغام اجل ہی جتنی کسی کو بیماری زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اس کو مرنے کا اندیشہ بھی زیادہ ہوتا ہے تو جو شخص اس میں مبتلا ہوتا ہے وہ موت کی تیاری کرتا ہے اور جانتا ہے کہ امراض مذکور ملاقات رب العزت کے لئے اس کی خبر گیری کر رہے ہیں اور دار دنیا کثیرالاکدار سے معرض ہونے لگتا ہے اور اس کا دل معاد سے متعلق ہو جاتا ہے پس وہ ہر اس شے سے خلاصی کا طالب ہو جاتا ہے جس کے انجام بد کا اس کو اندیشہ ہوتا ہے اور وہ حقوق حقداران کو ادا اور ان امور میں نظر کرتا ہے جن کی کہ وصیت یا تعہد متعلقین سے اس کو ضرورت ہوتی ہے یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی سب اگلی اور پچھلی خطائیں معاف ہو چکیں ہیں کہ آپ اپنے مرض الموت سے ان اشخاص سے تحلل کے طالب ہوئے جن کا کہ آپ پر کوئی مالی یا جانی حق تھا اور آپ نے اپنی جان اور مال سے اس کا معاوضہ فرمانا چاہا اور اس شخص کو اپنی ذات اقدس سے بدلا لینے کی قدرت دی جس کا کہ آپ پر کوئی حق ہو جیسا کہ حدیث فضل (ابن عباس رضی اللہ عنہما) اور حدیث وفات میں وارد ہوا ہے اور آپ نے اپنے بعد جن وانس کو کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت اور محل راز انصار کے حق میں وصیت فرمائی اور ان کو تحریر کتاب کے جانب بلایا تاکہ آپ کے بعد آپ کی امت گمراہ نہ ہونے پاوے اور آپ کا یہ بلانا یا تو نص فی الخلافت میں تھا یا کسی اور امر میں تھے

کی مراد کا اللہ ہی خوب جاننے والا ہے پھر آپ نے اس کتاب سے باز رہنے ہی کو مناسب اور بہتر خیال کیا اور یہی اللہ کے بندوں اور اولیا متقین کی سیرت ہے اور اسہال (یعنی ڈھیل) اس کے سبب کفار اکثر ان باتوں سے محروم رہتے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور زیادہ مبتلا ہو جائیں اور ان کو ایسی ڈھیل دیتا ہے جس کو وہ نہیں سمجھتے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ترجمہ نہیں راہ دیکھتے مگر ایک چنگھاڑ کی کہ پکڑے ان کو اور وہ آپس میں جھگڑتے ہیں پھر نہ سکیں گے کہ کچھ کہہ مریں اور نہ اپنے گھر کو پھر جاویں گے انتہی اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے حق میں فرمایا تھا جو مرگ مفاجات میں مر گیا تھا۔ سبحان اللہ گویا کہ اپ کو اس کی جانب سے کوئی غصہ کی بات معلوم ہوئی ہے محروم وہ ہے جو اپنے وصیت سے محروم کیا گیا اور فرمایا کہ مرگ مفاجات مومن کے لئے تو راحت ہے اور کافر فاجر کے لئے غصہ کی پکڑ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مومن اکثر احوال ایسی حالت میں مرتا ہے کہ اس کے لئے تیار اور اس کی آمد کا منتظر رہتا ہے پس ایسے شخص پر اس کا آنا ہر طرح پر آسان ہوتا ہے چاہے جس طرح آوے اور وہ اذا دنیا سے راحت عقبیٰ کی جانب پہنچ جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مستریح او مستراح منہ کہ وہ یا تو خود راحت پانے والا ہے یا لوگ اس سے راحت پانے والے ہیں اور کافر اس وقت مرتا ہے جب کہ وہ اس کے لئے مستعد نہیں ہوتا اور نہ اس نے اس کے لئے کوئی تیاری کر رکھی ہے اور نہ ان کے پاس اس کے ایسے مقدمات آئے ہیں جن سے وہ ڈریں یا گھبراویں بلکہ وہ ان پر دفعۃً آپڑتی ہے اور ان کے ہوش اور حواس کھو دیتی ہے پس نہ تو وہ اس کو روک ہی کر سکتے ہیں اور نہ ان کو مہلت ہی ملتی ہے تو ایسے لوگوں پر مرنا بڑا بھاری ہوتا ہے اور مفارقت دنیا جو اس کو پہنچے ہے وہ اس کے حق میں بڑی گھبراہٹ اور کراہت کی شے ہے اور اسی معنی کی جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ کے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اللہ بھی اس کے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ کے ملنے کو مکروہ جانتا ہے اللہ بھی اس کے ملنے کو مکروہ جانتا ہے

چوتھی قسم

بیان وجوہ احکام اس شخص میں جو (نعوذ باللہ) آپ کی منقصت کرے یا آپ کو برا کہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ کتاب اور سنت اور جماع امت سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وہ حقوق پیشتر بیان ہو چکے ہیں جو کہ سلوک اور توقیر اور تعظیم اور تکریم سے آپ کے ساتھ مخصوص اور آپ کے لئے متعین (اور آپ کے لئے امت پر واجب اور لازم) ہیں اور اسی تعظیم اور توقیر کی (اندازہ کے) موافق اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں آپ کی اذاء اور تکلیف کو (امت پر) حرام فرمایا ہے اور امت نے اس مسلمان کے قتل پر اجماع کیا ہے جو آپ کی منقصت کرے یا آپ کو برا کہے (اور گالی دی) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ترجمہ اور جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکار اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار کی ہے واسطے ان کے ذلت کی مار انتھی۔ اور فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کو ہے دکھ کی مار اور فرمایا ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ترجمہ اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی بیشک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک کی بڑی ہے انتھی۔ اور اس امر میں کہ اسباب میں آپ کے حق میں تعریض ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ترجمہ اور اے ایمان والو مت کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کو ہے دکھ کی مار انتھی۔ اور شان نزول اس کا یہ ہے کہ یہود کی عادت تھی کہ وہ کہا کرتے تھے راعنا یا محمد یعنی اے محمد اپنے کان سے ہماری رعایت کرو اور ہماری بات سن اور اس کلمہ کے ساتھ تعریضا رعونت (یعنی حماقت) مراد لیتے سو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنین کو ان کی مشابہت سے منع فرمایا اور ہمیشہ کے لئے اس ذریعہ ہی کو قطع کر دیا کہ کفار اور منافقین کو آپ کو برا کہنے اور آپ کو ہنسنے کا موقع ہی نہ ملے اور کہا گیا ہے بلکہ اس سے مشارکت لفظی کے سبب سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہود کے نزدیک اس کے معنی ہیں اسمع الاسمعت کہ سن نہ سنا جاہو اور کہا گیا بلکہ قلت ادب اور عدم تعظیم اور توقیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اس لفظ سے منع کیا گیا

ہے کیونکہ لغت انصار میں اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ ہماری رعایت کیجئے ہم اپ کی رعایت کریں گے پس اس سے مومنین کو منع کیا گیا کیونکہ اس کا مفہوم ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی رعایت نہ کریں گے تو وہ اپ کی رعایت نہ کریں اور آپ کی رعایت کرنا ان پر ہر حال میں واجب اور لازم ہے (چاہے آپ ان کی رعایت فرماویں یا نہ فرماویں) اور یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ نے اپنی کنیت پر کنیت مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مقرر نہ کرو تاکہ آپ کا نفس مبارک اذا سے محفوظ اور مصئون رہے اور اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے پاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے پکارنے کا جواب دیا کہ وہ پکار رہا تھا یا ابا القاسم تو اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو نہ پکارتا تھا میں تو اس کو پکارتا تھا (اور کسی دوسرے شخص کی جانب اشارہ کیا) تو اس وقت آپ نے اپنی کنیت پر کنیت مقرر کرنے سے منع فرمایا تاکہ آپ اس کے سوا کسی اور کے پکارنے سے جو آپ کو نہ پکارتا ہو ایذا نہ پاویں اور منافقوں اور ہنسنے والوں کو آپ کی ایذا رسانی اور منقصت کا موقع نہ ملے کہ وہ آپ کو آواز دیں اور جب آپ اس طرف متوجہ ہوں تو وہ آپ کی تکلیف دہی اور استخفاف کی غرض سے کہہ دیں کہ ہم تو آپ کے سوا کسی اور کو پکارتے تھے جیسے کہ بیہودہ اور مزاقی لوگوں کی عادت ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اذا کا ہر طرح سے تحفظ فرمایا۔ پس علماء محققین نے آپ کی اس ممانعت کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی اور آپ کی وفات کے بعد جائز ہے کیونکہ علت نہیں (کہ اذا ہے) مرتفع ہے اور اس حدیث میں علما کے کئی مذہب ہیں جن کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے اور جس کسی کو ہم نے اختیار کیا ہی وہ جمہور کا مذہب ہے اور خدا نے چاہا تو وہی صواب ہے اور یہ ہی بھی تعظیم اور توقیر اور ندب اور استحباب کے طور پر تھی نہ تحریم کے طور پر اور یہی وجہ ہے کہ اپ نے اپنے نام پر نام رکھنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی اپنے اس قول میں آپ کا نام لے کر آواز دینے سے (اس سے پہلے) منع فرما چکا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا اے مسلمانوں تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایسا نہ سمجھو جیسے تم میں ایک ایک کو بلایا کرتا ہے۔ اور آپ کو مسلمان یارسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کر آواز دیتے تھے اور بعض اوقات بعض لوگ آپ کو آپ کی کنیت اباالقاسم کے ساتھ بھی پکار لیتے تھے اور انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ امر بھی روایت کیا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے نام پر نام رکھنا بھی مکروہ ہے۔ اور آپ کا اس سے بھی بچانا لازم اور

ضروری ہے جبکہ اس کی توقیر نہ کیجاوے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی اولاد کا نام محمد نام رکھتے ہو اور پھر ان کو لعنت کرتے ہو اور نیز مروی ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر نام نہ رکھے اس کو ابو جعفر طبری نے حکایت کیا ہے اور محمد بن سعد نے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص محمد نامی کو دیکھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کو گالی دے رہا ہے بیاور کہتا ہے کہ اے محمد خدا تیرے ساتھ ایسا ایسا کرے تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے محمد بن زید بن الخطاب سے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ دیکھوں کہ وہ تیرے سبب سے گالی دے جاویں بخدا جب تک میں زندہ رہوں گا تو محمد نہ کہلائے گا اور (اس روز سے) اس کا عبدالرحمٰن نام رکھ دیا اور اسی سبب سے آپ نے ارادہ کیا تھا کہ انبیاء کرام کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جاوے تاکہ ان کا اعزاز باقی رہے اور ان لوگوں کے نام کو بدل ڈالا (جو ان کے ناموں سے موسوم تھے) پھر اس کے بعد اس ممانعت سے باز رہے اور صواب یہ ہے کہ (وفات) آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد یہ سب جائز ہے اس دلیل سے کہ صحابہ کرام کا اس پر اتفاق رہا ہے اور ان میں سے ایک جماعت نے اپنی اولاد کا محمد نام رکھا ہے اور ابی القاسم کنیت مقرر کی ہے اور نیز مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر میں علی کرم اللہ وجہہ کو اجازت دی ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خبر دی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا یہی نام اور کنیت ہو گی اور نیز نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محمد بن طلحہ اور محمد بن اور محمد بن عمرو بن خرم اور محمد بن ثابت بن قیس وغیرہم نام رکھے ہیں اور فرمایا ہے کہ تمہارا کیا نقصان ہے کہ تمہارے گھر میں ایک اور دو اور تین محمد ہوں (یعنی کچھ ہرج نہیں) اور اس فصل میں جیسا کہ ہم نے اول بیان کیا ہے ہم نے کلام کو دو باب پر تقسیم کیا ہے

پہلا باب

اس بیان میں کہ کون شے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں تعریضاً یا تصریحاً گالی یا منقصت ہے۔ پس خدا ہمیں اور تجھے توفیق رفیق فرماوے معلوم کرنا چاہئے کہ کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گالی دے یا اپ کو کسی قسم کا عیب لگاوے یا آپ کی ذات یا آپ کے

نسب یا آپ کے دین یا آپ کے کسی خصلت میں کسی قسم کا نقص نکالے یا ان امور میں سے کسی امر کی تعریض کرے یا بر سبیل سب وشتم یا استخفاف یا تحقیر و تصغیر شان یا کمی مرتبت عالی یا خردہ گیری آپ کو کسی شے کے ساتھ تشبیہ دے سو وہ آپ کا گالی دینے والا ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو گالی دینے والے کا ہے کہ وہ قتل کیا جاوے جیسا کہ ہم اس کو آگے بیان کریں گے اور ہم ان اقسام میں سے جو اس مقصد پر ہوں نہ کسی قسم کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور نہ اس میں سے کسی قسم کا شک اور شبہ کرتے ہیں صراحۃ ہو یا اشارہ اور علی ہذا جو کوئی آپ پر لعنت کرے یا آپ کو بددعا دے یا آپ کی مضرت کا خواہاں ہو یا بر سبیل ذم باعث آپ جانب کوئی ایسی بات منسوب کرے جو آپ کی مرتبت عالی کے شایان نہ ہو یا آپ کی شان میں کوئی بیہودہ یا فحش یا بری یا جھوٹ بات کہے یا آپ کو کسی ایسی مصیبت اور محنت کے ساتھ عار دلاوے جو آپ پر گذری ہو یا بعض عوارض بشری کے سبب جو آپ پر جائز اور آپ کے نزدیک معہود ہوں آپ کو حقیر جانے (کہ اس کا بھی یہی حکم ہے) اور یہ سب کا سب زمانہ صحابہ کرام سے لے کر اس وقت تک کے علماء امت اور آئمہ فتوی کا اجماع ہے ابو بکر بن المنذر نے کہا ہے کہ عوام اہل علم نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے اور جو علما اس کے قائل ہوئے ہیں ان میں سے امام مالک بن انس ہیں اور لیث اور احمد اور اسحق اور وہی قول امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ یہی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی ہے اور ان حضرات کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی اور امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ اور ان کے اصحاب اور ثوری اور اہل کوفہ اور اوزاعی نے بھی اور مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی کہا ہے اور لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اس کا یہ فعل ردت ہے اور اسی کے مثل ولید بن مسلم نے روایت کیا ہے اور طبری نے اس کے مثل ابی حنیفہ رحمتہ اللہ اور ان کے اصحاب سے اس شخص کے حق میں نقل کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص کرے یا آپ سے بیزار ہو یا آپ کی تکذیب کرے اس سحنون نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جو آپ کو گالی دے کہ یہ ردت ہے جیسے زندقہ اور اسی بنا پر اس کی توبہ کے قبول کرنے اور اس کے کافر کہنے اور قتل میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ اس کا قتل کرنا حدا ہے یا کفر جیسا کہ خدا نے چاہا ہم اس کو دوسرے باب میں ذکر کریں گے اور ہم نہیں جانتے کہ علماء امصار اور سلف امت نے اباحت اس کے قتل میں کسی قسم کا اختلاف کیا ہو بلکہ بہت سے علما نے اس کے قتل اور تکفیر پر اجماع ذکر کیا ہے اور بعض اہل ظاہر یعنی ابو محمد علی بن احمد الفارسی نے تکفیر اس شخص کے اختلاف کی جانب اشارہ کیا ہے جو آپ کا استخفاف کرے

اور مشہور وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ علما نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ جو کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے اور آپ کی منقصت کرے وہ کافر ہے اور اس پر وعید عذاب الٰہی جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور جو کوئی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس قسم کے امور میں ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ نے خالد بن ولید کے مالک بن نویرہ کو اس بنا پر قتل کرنے سے استدلال کیا ہے کہ اس نے اپنے قول صاحبکم میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تعریض کی تھی۔ اور ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ کسی مسلمان نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ وہ (یعنی قائل مذکور) مسلمان ہو۔ اور ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ سے کتاب ابن سحنون اور مبسوط اور عتبیہ میں کہا ہے اور اس کو مطرف نے امام مالک سے کتاب ابن حبیب میں حکایت کیا ہے کہ جو مسلمان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے ابن قاسم نے عتبیہ میں کہا ہے کہ جو کوئی اپ کو برا کہے یا گالی دے یا آپ کو کسی قسم کا عیب لگاوے یا آپ کی تنقیص کرے سو وہ قتل کیا جاوے اور امت کے نزدیک اس کا یہ حکم ہے کہ زندیق کی طرح وہ بھی قتل کیا جاوے اور نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی تعظیم اور توقیر اور آپ کے ساتھ نیکی کرنے کو فرض کیا ہے۔ اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے روایت کیا ہے کہ جو کوئی مسلمان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے یا زندہ سولی دیا جاوے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے اور امام کو اختیار ہے چاہے تو زندہ سولی دے یا قتل کرے اور روایت ابی مصعب اور ابن ابی اویس میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے امام مالک کو سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہے یا گالی دے یا آپ پر کوئی عیب لگاوے یا آپ کی تنقیص کرے سو وہ قتل کیا جاوے مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ نہ کرائی جاوے اور کتاب محمد (ابن المواز) میں ہے کہ ہم کو اصحاب مالک نے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو کوئی مسلمان یا کافر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور نبی کو برا کہے وہ قتل کیا جاوے

اور اس سے توبہ نہ لی جاوے اور اصبغ نے کہا کہ وہ ہر حال میں قتل کیا جائے چاہے تو پوشیدہ کہے یا علانیہ اور اس سے توبہ نہ لی جاوے کیونکہ اس کی توبہ معلوم نہیں ہوتی اور عبداللہ بن الحکم نے کہا ہے کہ جو کوئی مسلمان یا کافر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہے قتل کیا جاوے اور اس سے توبہ نہ قبول کی جاوے۔ اور اسی کے مثل طبری نے اشہب سے اور انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے اور ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے کہ جس کسی نے کہا کہ چادر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مروی ہوا ہے کہ گھنڈی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میلی تھی اور اس کلام سے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگانا مقصود ہو تو وہ قتل کیا جاوے اور ہمارے بعض علما نے کہا ہے کہ علما نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہلاکی یا کسی امر مکروہ کی دعا کرے تو وہ بلا سوال توبہ قتل کیا جاوے اور ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ نے اس شخص کے حق میں قتل کا فتویٰ دیا ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے بوجھ اٹھانے والا ابی طالب کا یتیم اور ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا ہے جو ایک جماعت کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرتے سنتا ہو اور اتفاقاً وہاں کوئی بد شکل بدریش شخص آجاوے اور اس کو دیکھ کر وہ ان سے کہے کہ اگر تم اس کے (یعنی نعوذ باللہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) صورت پہچاننا چاہتے ہو تو اس کی ایسی صورت اور ایسی ڈاڑھی ہے اور کہا ہے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے اور اس پر خدا کی مار ہو اس نے جھوٹ بولا اور یہ بات اس دل سے نہیں نکل سکتی جس کا ایمان درست ہو۔ اور احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون نے کہا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ تھے وہ قتل کیا جاوے اور انہوں نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جس سے کہا گیا کہ نہیں اور قسم ہے حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اس نے کہا کہ خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور کوئی بری بات ذکر کی پس اس سے کہا گیا کہ اے دشمن خدا کیا بکتا ہے تو اس نے کوئی اس سے بھی زیادہ سخت بات کہی پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بچھو مراد لیا تھا تو ابن ابی سلیمان نے اس کو جواب دیا جس نے ان سے اس امر کو دریافت کیا تھا کہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں اور میں تیرا شریک ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تو اس کو قتل کر اور اس کے قتل اور ثواب میں میں تیرا شریک ہوں) حبیب بن الربیع نے کہا ہے کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ صریح میں دعویٰ تاویل قبول نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر ہے اور یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ادا کرنے والا نہیں ہے پس اس کے خون کا

مباح ہونا واجب ٹھہرا اور ابو عبداللہ بن عتاب نے اس عشر لینے والے کے حق میں قتل کا فتوی دیا ہے جس نے کسی شخص سے کہا کہ مجھکو دے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکوہ کر اور کہا کہ اگر میں نے مانگا ہے اور نادانی کی ہے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگا ہے اور نادانی کی ہے اور فقہاء اندلس نے ابن منقذہ الطلیطلی کے قتل اور سولی کا حکم دیا تھا کیونکہ اس پر گواہی گذری تھی کہ اس نے حق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استخفاف کیا ہے اور آپ کو یتیم اور ختن حیدرہ کہا ہے اور دعوی کیا ہے کہ آپ کا زہد اختیاری نہ تھا۔

(بلکہ اضطراری تھا) اور اگر آپ کو طیبات میسر آتی تو آپ کھاتے اور علی ہذا اور خرافات اور فقہاء قیروان اور اصحاب سحنون نے ابراہیم فزاری کے قتل کا فتوی دیا ہے اور یہ شخص شاعر اور بہت سے علوم کا ماہر تھا اور مجلس قاضی ابی العباس بن ابی طالب رحمتہ اللہ علیہ میں مناظرہ کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا پس اس پر اس قسم کی بہت سی بری اور کمی باتیں ثابت ہوئیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مضحکہ کرتا ہے تو اس کے لئے قاضی یحیی بن عمرو وغیرہ فقہاء کو جمع کیا اور اس کے قتل اور سولی کا حکم دیا تو اس کے پیٹ میں) چھری ماری گئی اور اس کو الٹا سولی پر چڑھایا گیا پھر اتار کر جلا دیا گیا اور بعض مورخین نے حکایت کیا ہے کہ جب اس کی لکڑی اٹھائی گئی اور اس سے لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو جدا کیا تو اس لکڑی نے چکر کھایا اور اس کو قبلہ سے پھیر دیا تو یہ سب کے لئے نشانی ہو گئی اور لوگوں نے تکبیر کہی اور ایک کتے نے آکر اس کا خون پیا تو یحیی بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث ذکر کی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کے خون کو کتا نہیں پیتا۔ اور قاضی ابو عبداللہ مرابط نے کہا ہے کہ جو کوئی یہ کہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاگ گئے تو اس سے توبہ کرائی جاوے پس اگر توبہ کرے فبہا ورنہ قتل کیا جاوے اس واسطے کہ یہ کہنا آپ کے حق میں منقصت ہے کیونکہ یہ مسلمان کے لئے جائز نہیں خاص کر آپ کے حق میں کیونکہ آپ کو اپنا نتیجہ معلوم اور آپ کو اپنی عصمت پر یقین کامل تھا اور حبیب بن ربیع القروی نے کہا ہے کہ امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کوئی ایسی بات کہے جس میں کسی قسم کا نقص ہو تو وہ بلا طلب توبہ قتل کیا جاوے اور ابن عتاب نے کہا ہے کہ کتاب اور سنت اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ اس شخص کا قتل کرنا واجب ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایذا یا منقصت کا ارادہ کرے تعریضاً ہو یا تصریحاً اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو پس ان باتوں میں سے جن کو کہ علماء نے گالی یا منقصت شمار کیا ہے ہر ہر بات کے کہنے

والے کا قتل کرنا واجب ہے اور (یہ ایسی بات ہے کہ) اس میں سلف یا خلف میں سے کسی نے اختلاف بھی نہیں کیا جیسا کہ ہم نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے (کہ آیا اس کی توبہ قبول ہے یا نہیں اور توبہ کے بعد وہ چھوڑ دیا جاوے یا جدا قتل کیا جاوے یا اس سے توبہ بھی نہ کرائی جاوے اور زندیق کی طرح قتل کر دیا جاوے) اور نیز اس کے بعد اس کو آگے بھی بیان کریں گے اور علی ہذا میں کہتا ہوں کہ اس شخص کا یہی حکم ہے جو آپ کو عیب لگاوے یا بکری چرانے یا بھول یا چوک یا جادو یا کسی اور تکلیف کے جو زخم یا ہزیمت لشکران یا تکلیف دشمن وغیرہ سے آپ کو پہنچی ہو عار دلاوے یا آپ کو اس امر کا الزام دے کہ آپ عورتوں کی جانب زیادہ مائل تھے کہ ان سب صورتوں کا یہی حکم ہے کہ اس کے قائل کو قتل کیا جاوے بشرطیکہ اس نے یہ بات بطور منقصت کہی ہو اور مذاہب علما جو وہ اسباب میں رکھتے پیشتر مذکور ہو چکے ہیں اور وہ امر جو اس پر دلالت کرتا ہے وہ آئندہ مذکور ہو گا

فصل 1

بیان دلائل ایجاب قتل اس شخص میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو کوئی عیب لگاوے پس معلوم کرنا چاہیے کہ اس امر پر دلیل قرآنی تو یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس شخص پر دین اور دنیا میں لعنت فرمائی ہے جو آپ کو ایذا دے اور آپ کی اذا کو اپنی اذا کے ساتھ مقترن کیا ہے اور اس شخص کے قتل میں کسی کو اختلاف نہیں جو اللہ کو گالی دے اور لعنت کا حقیقتہ۔ وہی مستحق ہوتا ہے جو کافر ہو اور کافر کا حکم قتل ہے فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ترجمہ بیشک جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار کیا ہے ان کے واسطے عذاب رسوا کرنے والا انتہی۔ اور ایسا ہی اس شخص کے حق میں بھی فرمایا ہے جو کسی مومن کو قتل کر ڈالے سو لعنت الہی دنیا میں قتل ہے فرمایا اللہ تعالی نے مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ترجمہ پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جاویں پکڑے جاویں اور قتل کیے جاویں خوب قتل کرنا۔ انتہی۔ اور محاربین کے حق اور ان کو عقوبت کے ذکر میں فرمایا ہے ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ترجمہ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔ انتہی۔ اور بعض اوقات قتل لعنت کے معنی میں بھی وارد ہوتا ہے فرمایا اللہ تعالی نے قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ترجمہ

مارے گئے اٹکل مارنے والے وہ جو غفلت میں بھول رہے ہیں۔انتہی۔ مطلب یہ ہے کہ خدا ان پر لعنت کرے اور نیز اس واسطے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اور اپنے رسول کی اذا اور مومنین کی اذا میں فرق کیا ہے اور اذا مومنین میں قتل کے سوا مار پیٹ اور عذاب اور نکال کی سزا ہے پس اللہ اور اس کے نبی کی اذا میں اس سے زیادہ سزا ہوگی اور وہ قتل ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ترجمہ پس قسم ہے پروردگار تیرے کی نہیں ایمان لاویں گے یہاں تک کہ حاکم بدیں تجھ کو بیچ اس چیز کے کہ جھگڑا پڑے درمیان ان کے پھر نہ پاویں اپنے جی میں خفگی تیرے حکم سے اور مان لیویں مان لینا۔انتہی۔ پس اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس شخص سے نام ایمان تک کو سلب کیا ہے جو آپ کے فیصلہ سے تنگدل ہو اور اس کو نہ مانے اور جو کوئی آپ کی تنقیص کرے وہ اس کا مناقض ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ترجمہ اے ایمان والو مت بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اس سے مت بولو پکار کر جیسے پکار کر بولتے ہو ایک دوسرے پر ایسا نہ ہو کہ اکارت ہو جاویں تمہارے کئے اور تم کو خبر نہ ہو انتہی اور کفر کے سوا کوئی ایسی شے نہیں جو عمل کی حبط کرنے والی ہو اور کافر قتل کیا جاتا ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ترجمہ اور جب آتے ہیں تیرے پاس دعا دیتے ہیں تجھ کو جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے انتہی اور اس کے بعد فرمایا ہے حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ترجمہ پس ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں سو بری جگہ ہے پھر جانے کی انتہی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ترجمہ اور بعض ان میں سے تکلیف دیتے ہیں نبی کو اور کہتے ہیں کہ وہ کان ہے۔انتہی۔ اور پھر فرمایا ہے وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ترجمہ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کو عذاب درد دینے والا۔انتہی۔ اور فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ترجمہ اور اگر تو ان سے پوچھے تو کہیں کہ ہم تو بحث کرتے تھے اور کھیلتے تھے تو کہہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم کافر ہو گئے ایمان لائے پیچھے۔ اہل تفسیر نے

(اس کی تفسیر میں) کہا ہے کہ تم اپنے اس قول کے سبب کافر ہو گئے جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں (گستاخانہ) کہا تھا۔
اور رہی دلیل اجماع سو اس کو اول ذکر کر آئے ہیں۔ اور رہے اثار سو ہم سے شیخ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن غلبون نے بسند خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی نبی کو گالی دے تو تم اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے کسی صحابہ کو گالی دی تو تم اس کو مارو اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم کیا اور فرمایا کہ کعب بن اشرف کے لئے کون ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتا ہے اور اسکی جانب ایک شخص (یعنی محمد بن مسلمہ) کو روانہ فرمایا جس نے اس کو برخلاف اور مشرکون کے بلا دعوت دھوکہ سے قتل کر ڈالا اور آپ نے اس کے قتل کو محض اپنی اذا کے ساتھ معلل فرمایا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا اس کو قتل فرمانا شرک کے سبب نہ تھا بلکہ اذا کے سبب تھا۔ اور علی ہذا قتل ابی رافع کا براء نے کہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتا تھا اور آپ کی مخالفت پر لوگوں کی اعانت کرتا تھا اور علی ہذا فتح مکہ کے روز آپ کا قتل ابن خطل اور اس کے دونوں چھوکریوں کا حکم کرنا جو آپ کی گالیوں کو گایا کرتی تھیں اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیا کرتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے دشمن سے کون کفایت کرے گا تو خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں یارسول اللہ تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو روانہ فرمایا پس انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا اور علی ہذا کافروں میں سے بھی آپ نے بہت سے کافروں کے قتل کا حکم دیا ہے جو آپ کو تکلیف پہنچاتے اور گالی دیتے تھے جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط اور فتح مکہ سے پہلے اور نیز اس کے بعد آپ نے بہت سے لوگوں کے قتل کا عہد کیا تھا چنانچہ وہ سب قتل کئے گئے مگر وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے قبول کرنے میں جلدی کی اور قبل اس کے کہ مسلمان ان پر قابو پاویں وہ اسلام لے آئے اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آواز دی کہ اے جماعت قریش کی میرا کیا حال ہے کہ میں تمہارے درمیان جبراً قتل کیا جاتا ہوں تو اس پر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جواب دیا کہ تیرے کفر اور افترا کے سبب جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر باندھا تھا۔ اور عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے دشمن سے کون کفایت کرے گا تو اس پر زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں پس وہ اس کے

مقابلہ کو کھڑے ہوئے اور اس کو قتل کرڈالا۔ اور نیز مروی ہوا ہے کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیا کرتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے اس دشمن عورت سے کون کفایت کرے گا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فوراً اس کی جانب روانہ ہوئے اور اس کو قتل کر آئے اور مروی ہوا ہے کہ ایک شخص نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولا تو آپ نے علی کرم اللہ وجہہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ دونوں اس کو قتل کرڈالیں اور ابن قانع نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے اپنے باپ کو سنا کہ وہ آپ کی شان میں بہت بری بات کہتا ہے تو میں نے اس کو قتل کرڈالا سو یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار نہیں گذرا۔

اور مہاجرین ابی امیہ امیریمن نے ابابکرالصدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تھی کہ ایک عورت نے بحالت ردت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کو گایا تھا تو اس نے اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور دانت توڑ دیئے تو جب یہ امر سیدنا ابابکرالصدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں تجھ کو اس کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام کی حد اور لوگوں کے حدود کے مشابہ نہیں ہوتے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ خطمہ کی ایک عورت نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے سبب اس کے قتل کے لئے کون کھڑا ہوتا ہے تو اسی کے قوم کا ایک شخص بولا کہ میں یارسول اللہ اور یہ کہتے ہی وہ کھڑا ہو گیا اور اس کو قتل کر آیا تو پھر اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں دو بکریاں سینگوں نہ لڑیں گی یعنی اس میں اتنا بھی شروفساد نہ ہوگا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ ایک اندھے کی ام ولد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی اور وہ اس کو ڈانٹا رہتا تھا اور وہ باز نہ آتی تھی چنانچہ ایک رات اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شان میں کچھ بکنا اور گالیاں دینا شروع کیں تو اس اندھے نے اس کو مار ڈالا اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کی خبر کی تو آپ نے اس کا خون ہدر فرما دیا۔ اور حدیث ابی برزۃ الاسلمی میں ہے کہ میں ایک روز ابی بکرالصدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ وہ کسی مسلمان پر غصہ ہوئے۔ اور قاضی اسمٰعیل وغیرہ بہت سے آئمہ نے اس میں ذکر کیا کہ اس نے ابی بکرالصدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور نسائی نے اس کو اس طرح روایت کیا ہے کہ میں ابابکرالصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے ایک شخص پر کچھ درشتی فرمائی تو اس نے آپ کو جواب دیا تو میں نے

عرض کیا کہ یا خلیفہ رسول اللہ مجھ کو اجازت ہو تو میں اس کو قتل کر ڈالوں تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے قاضی ابو محمد بن نصر نے کہا ہے کہ چونکہ اس امر میں ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی اس وجہ سے ائمہ حدیث نے اس حدیث کے ساتھ اس شخص کے قتل پر استدلال کیا ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو غصہ دلاوے چاہے جس امر کے ساتھ ہو یا آپ کو تکلیف دے یا آپ کو گالی دے۔ اور اسی قبیل سے ہے کتاب عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ کی جو انہوں نے اپنے عامل کوفہ کو تحریر کی تھی اور اس نے ان سے اس شخص کے حق میں مشورہ چاہا تھا جس نے عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی سو اس پر انہوں نے اس کو تحریر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا انسان کا اور کسی کے گالی دینے سے قتل کرنا جائز نہیں ہے پس جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گالی دے اس کا خون حلال ہے۔ اور ہارون رشید نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے اس شخص کا حکم دریافت کیا جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گالی دے اور ذکر کیا کہ فقہاء عراق نے اس کے کوڑے مارنے کا فتوی دیا ہے اس سے امام مالک غصہ ہوئے اور کہا کہ اے امیرالمومنین نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گالی دینے کے بعد پھر بقاء امت کی کیا صورت ہے جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے اور جو کوئی اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گالی دے اس کے کوڑے مارے جاویں قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حکایت میں ایسا ہی واقع ہوا ہے اور اس کو بہت سے ایسے لوگوں نے روایت کیا ہے جنہوں نے امام مالک رحمتہ کے مناقب کو ذکر اور ان کے اخبار کو جمع کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ یہ عراق کے کونسے فقہاء ہیں جنہوں نے رشید کو یہ فتویٰ دیا تھا اور ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ایسے شخص کے بارہ میں اہل عراق کا بھی یہی مذہب ہے کہ وہ قتل کیا جاوے شاید یہ وہ فقہاء ہوں جو علم کے ساتھ مشہور نہیں ہوئے یا ان کے فتوی پر وثوق نہ کیا جاتا ہو یا وہ ہواء نفسانی کی جانب مائل ہوں یا ان کا یہ فتوی غیر گالی میں ہو تو اس وقت یہ خلاف اس کے گالی ہونے یا نہ ہونے پر مبنی ہو گا یا اس نے اس سے رجوع کر لیا ہو اور وہ آپ کے گالی دینے سے ثابت ہو گیا ہو غرضیکہ اس قائل نے اس کو اصل امام مالک رحمتہ اللہ کے موافق نہ کہا ہو ورنہ اس شخص کے قتل پر اجماع ہو چکا ہے جو آپ کو گالی دے جیسا کہ ہم اس کو اول بیان کر آئے ہیں اور اس شخص کے قتل پر از راہ نظر اور استدلال یہ امر بھی دلالت کر رہا ہے کہ جو کوئی آنحضرت صلی علیہ والہ وسلم کی تنقیص کرے یا آپ کو گالی دے اس کا مرض قلبی ظاہر اور اس کا سرباطن اور کفر آشکارا ہو چکا اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے اس کی ردت کا حکم نہیں کیا اور امام مالک اور

آوزاعی سے اہل شام کی روایت ہے اور قول سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ اور اہل کوفہ کا اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس کے کفر کی دلیل ہے تو وہ جدا قتل کیا جاوے گو اس کے کفر کا بغیر اس کے حکم نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنے قول کا پابند ہو اور اس کا انکار نہ کرتا ہو اور نہ اس سے باز آتا ہو کہ ایسا شخص (قطعاً) کافر ہے اور اس کا یہ قول یا تو صریح کفر ہے جیسا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جھٹلانا یا مثل اس کے جیسے کلمات ہنسی اور مذمت سو اس شخص کا ان کلمات کا معترف ہونا اور پھر ان سے توبہ نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ان کلمات کو حلال جانتا ہے اور اس کا ان کلمات کو حلال جاننا کفر ہے سو یہ شخص بلا خلاف کافر ہے اور ایسی ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ نہیں کہا اور بیشک کہا ہے کلمہ کفر کا اور کافر ہوے ہیں اسلام لائے پیچھے اہل تفسیر نے (اس کی تفسیر میں) کہا ہے کہ وہ ان کا یہ قول ہے کہ اگر وہ امر سچ ہے جو محمد کہتے ہیں تو ہم گدھے سے بدتر ہیں اور کسی نے کہا ہے بلکہ ان میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ ہماری اور محمد کی ایسی مثال ہے جیسا کسی نے کہا ہے کہ تیرا کتا موٹا ہو گا تو تجھی کو کھاوے گا (اور اس کا یہ قول) وَلَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ اور اگر پھر جاویں گے ہم طرف مدینہ کے تو بیشک نکال دے گا اس سے عزت دار ذلیل کو اور نیز کہا گیا ہے کہ ایسے کلمات کا کہنے والا ان کو چھپا کر کہتا ہے تو اس کا حکم زندیق کا سا حکم ہے کہ وہ قتل کیا جاوے کیونکہ اس نے اپنی دین کو بدل ڈالا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنا دین بدل ڈالے سو تم اس کی گردن مارو اور نیز اس واسطے کہ حکم حرمت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ امت سے زائد ہے اور جو کوئی کسی آزاد امتی کو گالی دیتا ہے تو اس کو حد ماری جاتی ہے پس جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے گا تو لامحالہ اس کی گردن ماری جاوے گی کیونکہ آپ کی منزلت اور مرتبت ساری امت (بلکہ ساری مخلوق سے فوق ہے۔

فصل 2

پس اگر تو یہ کہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ سے کہا تھا السام علیکم کہ آپ پر موت پڑے حالانکہ یہ آپ پر بددعا ہے اور نیز آپ نے اس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے کہا تھا کہ یہ ایسی تقسیم ہے جس سے رضاء الہی مطلوب نہیں حالانکہ اس سے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا بھی پہنچی اور آپ نے یہ

بھی فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اس سے بھی زیادہ ستائے گئے پس انہوں نے صبر فرمایا اور نیز آپ نے منافقوں کو بھی قتل نہیں کیا جو آپ کو اکثر احوال ایذا دیتے رہتے تھے۔ پس خدا ہم کو اور تجھ کو توفیق عطا فرماوے معلوم کرنا چاہئے کہ ابتداء اسلام میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اپنے سے مانوس فرماتے اور ان کے دلوں کو اپنی جانب مائل کرتے تھے اور ان کے دلوں میں ایمان کی محبت بٹھلاتے اور اس کی خوبی کو ظاہر فرماتے اور ان سے مسامحت فرماتے تھے اور اپنے اصحاب سے کہتے تھے کہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو اور لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے اور فرماتے آسانی کرو اور سختی مت کرو اور اطمینان دلاؤ اور نفرت مت دلاؤ اور (عدم قتل منافقین میں فرماتے کہ) ایسا مت کرو لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار اور منافقین کے ساتھ مدارات فرماتے اور ان کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن برتاؤ سے پیش آتے اور ان کی ازا کا تحمل کرتے اور ان کی جفاؤں پر اس قدر صبر فرماتے جو ہمارے لئے آج جائز نہیں ہے اور داد و دہش اور حسن سلوک کے ساتھ ان پر نرمی فرماتے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (اسوقت) آپ کی اسی کا حکم فرمایا تھا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ترجمہ اور تو ہمیشہ خبر پاتا رہے گا ان کے ایک دغا کی مگر تھوڑے لوگ ان میں سے سو معاف کر ان سے اور درگذر کر اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو انتہی (سورہ مائدہ رکوع 3) اور فرمایا ہے ادفع بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ترجمہ دفع کر بدی کو اس خصلت کے ساتھ جو بہت اچھی ہے پس ناگہان وہ شخص کہ درمیان تیرے اور درمیان اس کے دشمنی ہے گویا کہ دوستدار ہے قرابتی۔ انتہی (سورہ حم سجدہ رکوع 5) اور وجہ اسکی یہ ہے ابتداء اسلام میں آپ کو تالیف اور اجتماع کلمہ کی ضرورت در پیش تھی پس جب کلمہ اسلام مستقر ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اس کو دینوں پر غالب کر دیا تو پھر ان اشخاص میں سے آپ جس کسی پر قادر ہوئے آپ نے اس کو قتل فرمایا اور آپ کا معاملہ سب پر مشتہر ہو گیا جیسا کہ آپ نے ابن خطل اور ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے جن کے کہ قتل کا آپ نے فتح مکہ کے روز عہد کیا تھا اور یہود وغیرہ میں سے (جو اشخاص آپ کو ایذا دیتے تھے اور اس وقت تک آپ کی محبت میں داخل اور منکرین اسلام کی جماعت میں شامل نہ ہوئے تھے) جن اشخاص پر آپ قادر ہوئے آپ نے ان کو غیلۃ (دھوکہ) اور غلبۃ (زور سے جس طرح ممکن ہوا) قتل فرمایا جیسے ابن اشرف اور ابی رافع اور نضر اور عقبہ اور ایسی ہی ان کے سوا آپ نے ایک جماعت کا خون بھی ہدر فرمایا ہے جیسے کعب بن

زہیر اور ابن الزبعری اور ان کے سوا اور لوگ جو آپ کو ایذا دیتے تھے یہاں تک کہ وہ آپ کے مطیع اور منقاد ہو گئے اور مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر رہوے اور اسلام لے آئے اور منافقوں کی حالات باطنی پوشیدہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر پر حکم فرماتے تھے اور کہنے والے ان باتوں کو اکثر پوشیدہ اور انہیں لوگوں سے کہتے تھے جو ان کے ہم مشرب اور ہم خیال تھے اور جب وہ آپ تک پہنچتے تھے تو وہ اس میں قسمیں کھا جاتے تھے اور منکر ہو جاتے تھے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ ترجمہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ نہیں کہا اور بیشک انہوں نے کہی ہے بات کفر کی انتہی اور علاوہ برین آپ ان سے توبہ اور انابت کی امید رکھتے تھے کہ وہ آئندہ نفاق سے اسلام کی جانب رجوع کر آویں گے اور اس پر ثابت ہو جاویں گے پس اس سبب سے آپ ان کی بیہودہ گوئی اور جفاؤں پر صبر فرماتے تھے جیسا کہ (آپ سے پہلے رسل اولوالعزم نے (اپنی امتوں کی جفاؤں پر) صبر فرمایا ہے یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے دل سے اسلام کو قبول اور خلوص کو اختیار کر لیا جیسا کہ انہوں نے اسکو مجرد زبان سے ظاہر کیا تھا اور اس کے بعد اللہ عزوجل نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے ساتھ نفع دیا اور ان میں سے بہت سے اشخاص دین کے معین اور مددگار اور حامی بن گئے جیسا کہ اخبار کثیرہ میں وارد ہوا ہے اور اسی کے موافق ہمارے بعض آئمہ نے اس سوال کا جواب دیا ہی اور ممکن ہے کہ یہ باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی جاتی تھیں وہ آپ کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہوں بلکہ ان باتوں کو ایسے اشخاص نے نقل کیا ہو جو اسباب میں مرتبہ شہادت کو نہ پہنچے ہوں مثلاً اس کا بیان کرنے والا بچہ ہو یا غلام ہو یا عورت ہو اور بغیر دو گواہ عادل کے کسی کا قتل جائز نہیں ہے اور اسی پر یہود کا وہ کلمہ بھی محمول ہو گا جو وہ کہتے تھے السام علیکم (کہ تم پر موت پڑے) اور ممکن ہے کہ وہ اس کلمہ کو زبان موڑ کر ادا کرتے ہوں اور صاف نہ کہتے ہوں کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ تمام جماعت حاضرین میں سے صرف عائشہ رضی اللہ عنہا ہی اس کلمہ پر متنبہ ہوئیں اور ان کے سوا اور کوئی اس پر آگاہ نہیں ہوا اور اگر وہ اس کو صراحت کے ساتھ ادا کرتے ہوتے اور صاف کہتے تو پھر ان کے تنہا سمجھنے کی کوئی وجہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام کو ان کے اس فعل اور قلت صدق اور خیانت پر آگاہ فرمایا کہ وہ اس سلام کرنے میں سچے نہیں ہیں بلکہ خائن ہیں کہ زبان موڑ کر اور دین میں طعنہ دینے کو کہتے ہیں اور فرمایا کہ جب یہود میں سے کوئی شخص سلام کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے السام علیکم کہ تم پر موت پڑے۔ یا تم اپنے دین سے ملول ہو تو تم ان سے یہ کہو۔ علیکم کہ تمہیں پر (موت پڑے اور

نہ ہی دین سے ملول ہو) ہمارے بعض اصحاب بغدادیوں نے ایسا ہی کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منافقوں کو مجرد اپنے علم سے قتل نہیں کیا اور یہ کسی جگہ وارد نہیں ہوا کہ ان کے نفاق پر گواہی قائم ہوئی ہو پس یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان کو چھوڑ دیا اور نیز ان کے قتل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امر پوشیدہ اور باطنی تھا اور ظاہر میں وہ اسلام اور ایمان کے پابند اور عہد اور امن کے سبب اہل ذمہ میں داخل تھے اور لوگ نئے نئے ایمان میں داخل ہوئے تھے اور ابھی تک کھرے اور کھوٹے کا امتیاز نہ ہوا تھا اور حالت ظاہری کے اعتبار سے وہ لوگ بھی جو متہم بالنفاق تھے اہل عرب میں مومن اور سید المرسلین کے صحابی اور دین کے مددگار مشہور تھے پس اگر ان کے اس نفاق کے سبب جو ان سے ظاہر ہوا تھا اور ان کے اس اسرار باطنی کے سبب جس کو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے آپ ان کو قتل فرماتے تو اس بارے میں ان اشخاص کو کہنے کا موقع ملتا جو لوگوں میں تنافر پیدا کر رہے تھے اور وہ اشخاص جو دین اسلام سے بھڑکتے اور بدلتے تھے شک میں مبتلا ہوتے اور دشمنوں کو جھوٹی خبریں اڑانے کا موقع ملتا اور اکثر لوگ صحبت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام میں داخل ہونے سے ڈرنے لگتے اور بدگمانیوں کو اس بدگمانی کو موقع ملتا کہ آپ نے ان کو کسی عداوت اور کینہ کے سبب قتل کیا ہے۔

اور میں نے دیکھا کہ اس مطلب کو کسی نے امام مالک بن انس رحمتہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا (جب کہ آپ سے قتل بعض منافقین کی اجازت چاہی گئی) کہ نہیں۔ لوگ یہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا نے مجھ کو ان لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے برخلاف اجراء احکام ظاہری کے جیسے حد زنا اور قتل اور وہ امور جو ان سے مشابہ ہیں۔ کیونکہ یہ امور ظاہر ہیں اور اس کے علم میں سب لوگ مساوی ہیں اور محمد بن المواز نے کہا ہے کہ اگر منافقین اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو بالضرور ان کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل فرماتے اور قاضی ابوالحسن قصار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے اور تفسیر قول اللہ تعالیٰ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا مَلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا میں کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب وہ نفاق ظاہر کریں گی (اس وقت اس آیت کا حکم بھی ظاہر ہو گا) اور محمد بن مسلمہ نے مبسوط میں زید بن

اسلم سے حکایت کیا ہے کہ قول اللہ تعالیٰ یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ جَاھِدِالْکُفَّارَوَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ نے اس امر کو جو اس سے پہلے تھا منسوخ کر دیا (مطلب یہ ہے کہ یہ عفو و صلح اسوقت تھا جب کہ جہاد فرض نہ ہوا تھا اور جب جہاد فرض ہو گیا تو یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا) اور ہمارے بعض مشائخ نے حکایت کیا ہے کہ شائد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائل کے اس قول سے کہ یہ ایسی قسمت ہے جس سے رضاء الٰہی مطلوب نہیں اور اس کے اس قول سے انصاف کر یہ نہ سمجھے ہوں کہ وہ آپ پر طعن کرتا ہے اور تہمت لگاتا ہے بلکہ (آپ نے یہ خیال کیا ہو کہ) اس کو اس غلطی اور ان امور اور معاملات دنیاوی سے خیال کیا ہے جن میں کہ اجتہاد کرنا جائز ہے سو آپ نے اس کو گالی نہیں خیال کیا بلکہ یہ خیال کیا کہ وہ اس آزا سے ہے جس سے کہ درگذر کرنا اور صبر فرمانا جائز ہے پس یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کو سزا نہیں دی اور ایسا ہی ان یہودیوں میں بھی کہا جاوے گا جنہوں نے کہا تھا السام علیکم کہ اس میں بھی صریح گالی نہیں ہے بلکہ موت کی دعا ہے جس سے کسی کو چارہ نہیں اور کسی نے کہا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ تم اپنے دین سے ملول ہو اور سام اور سامتہ کے معنی ہیں ملال کے اور یہ دین سے تھک جانے کی بددعا ہے اور صریح گالی نہیں ہے اور اسی واسطے امام بخاری رحمتہ اللہ نے اس حدیث پر یہ ترجمہ تحریر کیا ہے باب اذاعرض الذمی اوغیرہ بسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جب ذمی یا غیر ذمی گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریض کرے ہمارے بعض علما نے کہا ہے کہ یہ گالی کی تعریض نہیں ہے بلکہ ایذا کی تعریض ہے۔ قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس امر کو ہم اول بیان کر آئے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایذا اور گالی (دونوں) برابر ہیں اور قاضی ابو محمد بن نصر نے اس حدیث کے جواب میں بعض اس امر کو ذکر کیا ہے جو پیشتر مذکور ہوا پھر کہتا ہے کہ اس حدیث میں یہ امر ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ آیا یہ یہودی اہل عہد اور ذمہ سے یا اہل حرب سے اور امر محتمل کی وجہ سے دلائل کو ترک نہیں کیا جاتا اور ان سب وجوہ میں یہ وجہ سب سے زیادہ اقوی اور اولیٰ اور اظہر ہے کہ آپ کو لوگوں کو دین پر الفت دلانا اور اس کے سبب سے ان کا مدارات کرنا مقصود تھا تاکہ وہ ایمان لے آویں اور اسی واسطے امام بخاری رحمتہ اللہ نے حدیث قسمت اور اخراج پر یہ باب منعقد کیا ہے باب من ترک قتل الخوارج للتالیف ولئلاینفرالناس عنہ باب دلیل اس شخص کا جس نے کہ قتل خوارج کو تالیف اور اس سبب سے ترک کیا ہے تاکہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں اور نیز اس امر کے سبب جس کے معنی کو ہم ابھی امام مالک سے ذکر کر آئے ہیں اور ہم نے اس کی تقریر کی ہی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کے جادو کرنے اور زہر دینے پر بھی صبر فرمایا ہے حالانکہ یہ ان کے گالی دینے سے نہایت زیادہ ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کی ان پر مدد فرمائی اور آپ کو ان کے قتل اور ان کے قلعوں سے اتارنے کا اذن دیا جو آپ کو عیب لگاتے تھے اور ان کے دلوں میں آپ کا رعب پیدا کر دیا اور آپ نے ان میں سے جس کسی کو جلا وطن کیا اور اس کو اس کے گھر سے نکالدیا اور انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اور نیز مومنین کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کیا اور آپ نے علانیہ ان کی مذمت فرمائی اور فرمایا کہ اے بندروں اور سوروں کے بھائیو اور ان میں مسلمانوں کی تلواروں کو حکم مقرر فرمایا اور ان کو اپنے ہمسا گی سے جلا وطن کیا اور مومنین کو ان کے گھر اور در اور مال اور اسباب اور سرزمین کا وارث بنایا تا کہ اللہ کا بول بالا اور کافروں کا بول نیچا ہو۔ پس اگر تو یہ کہے کہ حدیث صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات اقدس کے لئے کسی امر میں جو آپ کے سبب سے کیا گیا ہو بدلا نہ لیتے تھے مگر جب کہ حرمات الٰہی میں سے کسی حرمت کا ہتک کیا جاتا کہ اس وقت آپ اللہ کے لئے بدلا لیتے تھے سو معلوم کرنا چاہئے کہ یہ حدیث اس کے مقتضی نہیں ہے کہ آپ نے ان اشخاص سے بدلا نہیں لیا جنہوں نے آپ کو گالی دی یا آپ کو کوئی تکلیف پہنچائی یا آپ کی تکذیب کی کیونکہ یہ امر بھی انہیں حرمات الٰہی میں داخل ہے جن کا کہ آپ نے بدلا لیا ہے اور جن امور کا آپ بدلا نہ لیتے تھے وہ وہ امور ہوئے تھے جو از قسم بے ادبی ہوں یا کوئی ایسا قولی اور فعلی معاملہ ہو جو خاص آپ کی جان یا مال سے لگاؤ رکھتا تھا اور اس کے فاعل کو اس سے آپ کا تکلیف پہنچانا مقصود نہ ہوتا تھا بلکہ وہ اس جفا اور جہل کی قسم سے ہوتا تھا جس پر کہ دیہاتی لوگ خصوصاً اور جملہ بشر عموماً مجبول ہوئے ہیں جیسے درشتی اخلاق اور جہل اور نادانی اور بیوقوفی وغیرہ وغیرہ امور مثلاً اعرابی کا آپ کے شانہ مبارک سے چادر مبارک کا کھینچ لینا اور اس کے سبب سے آپ کی گردن میں نشان کا پڑ جانا اور لوگوں کا آپ کے سامنے چلانا اور شور مچانا اور اعرابی کا اس گھوڑے کے بیچنے سے مکر جانا جس میں کہ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی اور اپ کے ازواج مطہرات کا (درباب نان و نفقہ) آپ پر چڑھائی کرنا اور اس کے مثل اور امور جن سے کہ درگذر کرنا مستحب سمجھا جاتا ہے یا یہ ان امور میں سے ہو جن کے ساتھ آپ کو کافروں نے ایذا دی تھی کہ آپ اس سے بایں امید درگذر فرماتے تھے کہ شاید وہ آئندہ اسلام لے آوے جیسا کہ آپ کا اس یہودی سے درگذر فرمانا جس نے کہ آپ پر سحر کیا تھا اور آپ کا اس اعرابی سے درگذر فرمانا جس نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا اور اس یہودی عورت سے درگذر فرمانا جس نے آپ کو زہر دیا۔

تھا اور کہا گیا ہے کہ آپ نے اس کو قتل کیا تھا اور اس قسم کی اور تکلیفیں جو آپ کو اہل کتاب اور منافقوں سے پہنچی ہیں اور آپ نے ان سے اس امید پر درگذر فرمایا ہے کہ وہ خود اور ان کے ماسوا اور لوگ اسلام سے مالوف اور مانوس ہوں گے جیسا کہ ہم اس کو اول بیان کر آئے ہیں۔ اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل 3

قاضی عیاض (یعنی مصنف کتاب) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس شخص کے قتل میں پہلے کلام گذر چکا ہے جو کوئی آپ کو قصداً گالی دے یا آپ کی منقصت کرے یا آپ کو کوئی عیب لگادے اور یہ (معیب) اور تنقیص کسی امر ممکن کے ساتھ یا محال کے سو یہ وجہ تو بالکل ظاہر اور روشن ہے اس میں کسی قسم کا اشکال نہیں۔ اور دوسری وجہ جو بیان اور ظہور میں اس وجہ سے ملحق ہے وہ یہ ہے کہ قائل کا اس امر سے جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہا ہے آپ کو گالی دینا اور آپ کی تحقیر کرنا مقصود نہ ہوا ورنہ وہ اس کا معتقد ہو لیکن اس نے آپ کی شان میں کوئی کلمہ کفر کہا ہے مثلاً آپ کو لعنت کی ہے یا آپ کو گالی دی ہے یا آپ کی تکذیب کی ہے یا ان امور میں سے جو آپ کے حق میں منقصت ہیں آپ کی جانب کوئی ایسا امر منسوب کیا ہے جو آپ پر ناجائز ہے یا آپ سے کسی ایسے امر کی نفی کی ہے جس کا کہ آپ کے لئے ہونا ضروری ہے مثلاً کہے کہ آپ سے گناہ کبیرہ صادر ہوا ہے یا آپ نے تبلیغ رسالت یا تبلیغ احکام میں کوتاہی کی ہے کہ آپ نے جیسا کہ چاہئے لوگوں کو احکام الٰہی نہیں پہنچائے یا آپ کی مرتبت عالی اور شرافت نسب اور مزید علم یا زہد وغیرہ کی تنقیص کرے اور آپ کو ناقص جانے یا امور مشہورہ میں سے جن کی کہ آپ نے خبر دی ہے اور وہ حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں کسی خبر کی بارادہ رد تکذیب کرے یا آپ کی شان میں کوئی بیہودہ اور بری بات کہے اور آپ کو گالی دے گو اس کی حالت ظاہری سے یہ امر معلوم ہوتا ہو کہ اس نے یہ بات آپ کی مذمت اور گالی کی غرض سے نہیں کی ہے چاہے تو یہ بات اس نے جہالتاً کہی ہو یا کسی ضجر اور ملال یا نشہ کے سبب سے کہی ہو جس نے اس کو اس بیہودگی پر مجبور کیا ہو یا قلت مراقبہ اور عدم ضبط لسان اور لاپرواہی اور دلیری اس بیہودگی کے باعث ہوئی ہو کہ (ان تمام صورتوں میں) اس وجہ کا بھی وہی حکم ہے جو پہلے وجہ کا ہے کہ یہ شخص بلا تاخیر قتل کیا جاوے کیونکہ جہالت اور دعوی زلت لسانی یا امور مذکورہ میں سے کسی امر کے سبب انسان کفر میں معذور نہیں سمجھا جا سکتا بشرطیکہ وہ فطرت عقل سلیم رکھتا ہو مگر وہ شخص کہ اس پر کسی نے اکراہ کیا ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو

اور اسی کے موافق علماء اندلس نے علی بن حاتم پر فتویٰ دیا تھا جب کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زہد کی نفی کی تھی جس کو ہم اول بیان کر آئے ہیں (کہ آپ کا زہد اختیاری نہ تھا اور محمد بن سحنون نے اس قیدی کے حق میں کہا ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے جب کہ وہ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کہ وہ قتل کیا جاوے مگر یہ کہ اس کا نصرانی ہونا یا اس پر اکراہ کا ہونا ظاہر ہو اور ابی محمد بن زید نے کہا ہے کہ ایسے امور میں دعویٰ زلل لسانی کے سبب کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جاتا اور ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ نے اس شخص کے حق میں قتل کا فتویٰ دیا ہے جو نشہ کی حالت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گالی دے کیونکہ اس کی نسبت گمان کیا جاوے گا کہ وہ (پیشتر سے) ایسا اعتقاد رکھتا تھا اور اپنے ہوش میں بھی اس فعل شنیع کا مرتکب ہوتا تھا اور نیز اس وجہ سے کہ وہ حد ہے اور وہ نشہ کے سبب ساقط نہیں ہوتی جیسے حد قذف اور قتل اور دیگر تمام حدود کیونکہ اس بلا کو خود اس نے اپنی جان پر ڈالا ہے کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہے کہ شراب پینے سے عقل جاتی رہیگی اور اس سے بری باتیں ظاہر ہوں گی اور پھر وہ اس کا مرتکب ہو تو وہ اس امر کے لئے جو اس کے سبب سے صادر ہو ایسا ہے جیسا جان بوجھ کر کرنے والا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس پر لزوم طلاق اور عتاق اور حدود اور قصاص کا حکم کیا ہے اور حدیث حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اس قول کے سبب جو انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ تم تو میرے باپ کے غلام ہو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما کر لوٹ گئے کہ وہ تو نشہ میں چور ہے کوئی اعتراض لازم نہیں آیا کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی اس وجہ سے اس کی جنابت میں بھی کوئی گناہ نہیں اور جو کچھ ان سے صادر ہوا وہ معاف ہے جیسے وہ امر جو نیند اور اس دوا کے پینے سے پیدا ہو جس کا پینا محظور نہ ہو۔

فصل 4

تیسری وجہ یہ ہے کہ قائل اس مقولہ کے ساتھ آپ کی تکذیب کرنا چاہے یا آپ کی نبوت یا (عموم) رسالت یا آپ کے وجود باجود کا منکر ہو یا آپ پر ایمان نہ لاوے اور آپ کے ساتھ کفر کرے سو آیا یہ شخص اپنے اس مقولہ کے سبب دین اسلام سے خارج اور کسی اور دین میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں سو یہ شخص بالاجماع کافر اور اس کا قتل واجب ہے پھر دیکھنا چاہے کہ وہ اس فعل کا علانیہ مرتکب ہوتا ہے یا پوشیدہ پس اگر وہ اس امر کا علی الاعلان قائل ہوا ہے تو اس کا حکم مرتد سے مشابہ ہے اور قبول اور عدم قبول اس کی توبہ میں خلاف قوت پکڑ گیا ہے

اور پچھلے قول پر اس سبب سے کہ اس کے ساتھ حق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعلق ہے اس کا توبہ کرنا اور اس سے قتل کو ساقط نہیں کرتا بشرطیکہ اس نے اپنے اس مقولہ میں جس میں کہ اس نے آپ کی تکذیب کی ہے آپ کو کسی منقصت کے ساتھ ذکر کیا ہو اور اگر وہ اس تکذیب کو مخفی رکھتا ہے تو اس کا حکم زندیق کا سا ہے کہ ہمارے نزدیک توبہ کے سبب اس سے قتل ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ ہم اس کو آگے بیان کریں گے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جو کوئی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بری ہو یا آپ کو جھٹلاوے تو وہ مرتد ہے اور اس کا قتل کرنا جائز ہے مگر یہ کہ وہ اس سے رجوع کرے اور ابن قاسم نے مسلم میں کہا ہے کہ جب کوئی یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی نہیں ہیں یا آپ رسول نہیں کئے گئے یا آپ پر قرآن شریف نہیں اترا اور اس کو آپ نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے تو یہ شخص قتل کیا جاوے کہا ہے کہ جو کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کافر اور آپ کا منکر ہو سو وہ مرتد کے مثل ہے۔ اور علی ہذا جو کوئی آپ کی تکذیب کا اعلان کرے تو وہ بھی مرتد کے مثل ہے اس سے توبہ کرائی جاوے اور ایسا ہی انہوں نے اس شخص کے حق میں بھی کہا ہے جو اپنے آپ کو نبی ظاہر کرے اور دعوی کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اور اسی کے سحنون بھی قائل ہوئے ہیں۔اور ابن قسم نے کہا ہے کہ وہ اس کی جانب چاہے تو پوشیدہ دعوت کرے چاہے علانیہ (دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے) اصبغ نے کہا ہے کہ وہ بمنزلہ مرتد کے ہے کیونکہ وہ کتاب الہی سے منکر ہوا ہے اور اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور اشہب نے اس یہودی کے حق میں کہا ہے جس نے اپنی نبوت کو ظاہر کیا اور اس امر کا مدعی بنا کہ وہ لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے یا اس نے کہا کہ تمہارے نبی کے بعد بھی نبی ہے کہ اس سے توبہ کرائی جاوے بشرطیکہ وہ اس کو ظاہر کہتا ہو پس اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کیا جاوے اور وجہ اس کی یہ کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس قول کا مکذب ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور دعوت نبوت اور رسالت میں اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے اور محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ جو شخص اس امر کے ایک حرف میں بھی شک کرے جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی جانب سے لائے ہیں سو وہ کافر اور جاحد ہے اور کہا ہے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرے سوامت کے نزدیک اس کا یہی حکم ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور احمد بن ابی سلیمان صاحب سحنون نے کہا ہے کہ جو کوئی یہ کہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالے تھے وہ قتل کیا جاوے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالے نہ تھے۔ اور ایسا ہی ابو عثمان حداد نے بھی کہا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اگر اس

نے یہ کہا کہ آپ قبل اس کے کہ آپ کی ڈارھی نکلے وفات فرما گئے یا آپ تاہرت (نام مقام) میں تھے اور تہامہ میں نہ تھے تو وہ قتل کیا جاوے کیونکہ یہ (وجود باجود کی) نفی ہے حبیب بن ربیع نے کہا ہے کہ آپ کی صفت یا آپ کی جگہ کا بدلنا بھی کفر ہے۔ اور جو کوئی اس امر کو کھلم کھلا کہتا ہو وہ کافر ہے اس سے توبہ کرائی جاوے اور جو کوئی اس کو چھپا کر کہتا ہو وہ زندیق ہے اس کو بلاطلب توبہ قتل کیا جاوے

فصل 5

چوتھی وجہ یہ ہے کہ قائل زبان سے کوئی ایسی گول اور مشتبہ بات نکالے جس کا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں پر حمل کرنا ممکن ہو اور مراد لفظ میں تردد واقع ہو کہ آیا وہ برائی سے خالی ہے یا نہیں پس یہی محل ہے جہاں کہ نظریں متردد اور عبرتیں متحیر ہوتی ہیں اور مجتہدین کو اختلاف اور مقلدین کو استبراء کا موقع ملتا ہے تاکہ جو ہلاک ہونے والا ہے وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے ان میں کوئی تو ایسا ہے جس نے حرمت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پلہ بھاری رکھا ہے اور ساحت آبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی ہے سو اس شخص نے تو قتل ایسے پر جرات کی ہے (اور اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور کسی نے احتمال قول کے سبب حرمت خون کو برا جانا ہے اور شبہہ کے سبب اس سے حد کو دفع کیا ہے اور ہمارے آئمہ نے اس شخص کے حق میں اختلاف کیا ہے جس نے اپنے قرض خواہ سے کہا کہ تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج اس پر قرض خواہ مذکور نے جواب دیا کہ خدا اس پر درود نہ بھیجے جو ان پر درود بھیجے تو کسی نے سحنون سے کہا کہ آیا یہ اس شخص کے مثل ہے جس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی یا اس شخص کے مثل ہے جس نے فرشتوں کو گالی دی جو آپ پر درود بھیجتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں جب یہ حالت ہے جو تو نے غصہ سے بیان کی ہے کیونکہ یہ دل میں گالی نہ رکھتا تھا اور ابو اسحاق برقی اور اصبغ بن الفرج نے کہا ہے کہ وہ قتل نہ کیا جاوے کیونکہ اس نے لوگوں کو گالی دی ہے (نہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غصہ کے سبب اس کو معذور نہیں سمجھا اور لیکن جب کہ ان کے نزدیک کلام گالی اور عدم گالی دونوں کا محتمل تھا اور شتم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شتم ملائکہ علیہم السلام پر کوئی قرینہ اور تقدمہ موجود نہ تھا جس کے سبب اس کا یہ کلام اس پر محمول ہوتا بلکہ قرینہ اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ اس کا کلام سے اس کے نزدیک اور لوگ مراد ہیں نہ یہ حضرات کیونکہ دوسرے نے اس

سے یہ کہا ہے کہ تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج تو اس کا یہ مقولہ اور برا کہنا اسی پر محمول کیا گیا جو آپ پر اب درود بھیجے کیونکہ اس دوسرے ہی نے اس کو غصہ کے وقت اس امر کا حکم کیا ہے یہ معنی ہیں قول سحنون کے اور یہ ان کے دونوں اصحاب (برقی اور اصبغ کی علت کے موافق ہیں اور اس صورت میں قاضی حارث بن مسکین وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کو قتل کرنا چاہیے۔ اور ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ نے اس شخص کے قتل میں توقف کیا ہے جس نے کہا کہ ہر مال کمانے والا دیوث ہے گو (نعوذ باللہ) وہ نبی مرسل ہی ہو تو انہوں نے حکم دیا کہ اس کو خوب زنجیروں سے جکڑا جاوے اور اس پر خوب سختی کی جاوے یہاں تک کہ وہ اپنے الفاظ کے مطلب کو صاف طور سے بیان کرے اور بتلاوے کہ اس نے اپنے اس لفظ سے آج کل کے کمانے والے مراد لئے ہیں یا ہر زمانہ کے شق اول پر تو معلوم ہے کہ ان میں کوئی نبی مرسل نہیں ہے تو اس صورت میں تو اس کا کام آسان ہے (اور) کہا ہے اور لیکن ظاہر لفظ تمام کمانے والوں کو مشتمل ہے پہلے ہوں یا پچھلے اور پہلے کمانے والوں میں وہ انبیاء اور رسل علیہم السلام بھی شامل ہیں کہا ہے اور جب تک کوئی صاف بات نہ ہو اس وقت تک کسی مسلمان کی خونریزی پر پیش قدمی نہیں کی جاتی اور جہاں کہیں تاویلات وارد ہو سکتے ہوں وہاں پر خوض و فکر کرنا ضروری ہے یہ ان کے کلام کے معنی ہیں (نہ اصل الفاظ) اور کسی نے ابی محمد بن ابی زید رحمتہ اللہ سے اس شخص کے حق میں حکایت کیا ہے جس نے کہا اللہ عرب کو لعنت کرے اور اللہ بنی اسرائیل کو لعنت کرے اور بنی آدم کو لعنت کرے اور ذکر کیا کہ اس کلام سے اس کے انبیاء علیہم السلام مراد نہ تھے بلکہ میں نے تو ان میں سے ظالم لوگ مراد لئے تھے کہ اس شخص کو حسب رائے سلطان تادیب دینا چاہیے اور ایسا ہی انہوں نے اس شخص کے حق میں بھی فتوی دیا ہے جس نے کہا کہ خدا اس پر لعنت کرے جس نے نشہ کی چیز کو حرام کیا ہے اور کہا کہ میں نہ جانتا تھا کہ اس کو کسی نے حرام کیا ہے اور اس شخص کے حق میں (فتوی دیا ہے) جس نے حدیث لا بیع حاضر لباد اور اس شے کو لعنت کی جس کو وہ لایا ہے کہ اگر وہ ایسا شخص ہے جو جہل اور عدم معرفت سنن سے جب معذور سمجھا جا سکتا ہے تو اس کو نہایت دردناک تادیب کرنا چاہیے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بظاہر اس نے اللہ اور اس کی رسول کو گالی دینا نہیں چاہا بلکہ اس نے اس شخص پر لعنت کی ہے جس نے لوگوں میں اس کا فتوی دیا ہے جیسا کہ مسئلہ سابق میں سحنون اور ان کے یاروں نے فتوی دیا ہے اور وہ امر بھی ایسا ہی ہے جو عوام بیوقوف لوگوں میں مروج ہے کہ ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ اے ہزار سوروں کے بچے اور اے سو گدھوں کے باپ اور علی ہذا اور بیہودہ اقوال اور اس میں شک نہیں کہ ایسے اعداد میں اس کے

باپ دادوں میں بہت سے انبیاء کرام بھی داخل ہو جاتے ہیں بلکہ بعض گنتی تو حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے پوری ہو جاتی ہے تو ایسے لوگوں کو اس بات سے روکنا چاہئے اور اس مرکو بتانا چاہئے جس سے یہ لوگ ان جان ہو رہے ہیں اور ان کو خوب سخت تادیب کیجاوے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اس نے ان انبیاء کرام کی گالی کا قصد کیا ہے جو اس کے اباء اجداد میں داخل ہیں تو وہ قتل کیا جاوے اور بعض اوقات ایسے مسائل میں کلام کرنا اور حکم دینا بھی دشوار ہوتا ہے (مثلاً) اگر کسی شخص نے کسی ہاشمی سے کہا کہ اللہ نبی ہاشم کو لعنت کرے اور کہا کہ میں نے اس کلام سے ان میں کہ وہی لوگ مراد لئے تھے جو ظالم میں یا اولاد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی شخص کے باپوں کی شان میں کوئی بات بری کہے یا اس شخص کے حق میں جو آپ کی نسل یا اولاد میں ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہے اور دونوں مسئلوں میں کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جو تخصیص بعض آباء اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اشخاص سے نکالنے کا مقتضی ہو جن کو کہ اس نے گالی دی ہے اور میں نے ابی موسیٰ بن مناس کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جو یوں کہے کہ خدا تجھ کو آدم علیہ السلام تک لعنت کرے کہ اگر اس پر یہ کہنا ثابت ہو جاوے تو وہ قتل کیا جاوے قاضی (عیاض) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمارے شیوخ نے اس شخص کے حق میں اختلاف کیا ہے جس نے کسی گواہ سے جس نے اس کے خلاف گواہی دی تھی کوئی بات کہی اور سنی کہا کہ کیا تو مجھ کو متہم جانتا ہے تو کسی اور نے کہا کہ (تیری تو کیا اصل ہے) انبیاء علیہم الصلوت والسلام پر تہمت لگائی گئی ہے اور وہ متہم سمجھے گئے ہیں۔ تو ہمارے شیخ ابو اسحق بن جعفر کی رائے ہے کہ وہ قتل کیا جائے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات نہایت بری اور یہ لفظ نہایت شنیع ہے۔ اور قاضی ابو محمد بن منصور نے اس کے قتل میں توقف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک لفظ اس کا محتمل ہے کہ اس نے ان اشخاص سے خبر دی ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متہم جانا ہے۔ اور اس صورت میں قاضی قرطبتہ ابو عبداللہ بن الحاج نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا ہے اور قاضی ابو محمد نے اس کی بندش کو سخت اور اس کی قید کو دراز کیا ہے اور اس کو مدت تک قید میں رکھا اور پھر اس سے اس امر کا حلف لیا کہ اس پر جو گواہی گذری ہے وہ جھوٹی ہے اور وجہ اس استحلاف کی یہ تھی کہ گواہوں میں بعض ایسے لوگ شامل تھے جو مظنون اور متہم سمجھے جاتے تھے پھر اس کو رہا کر دیا اور میں اس زمانہ میں اپنے شیخ قاضی ابا عبداللہ بن عیسیٰ کے پاس حاضر ہوا تھا جب کہ ان کے پاس وہ شخص حاضر کیا گیا جس نے محمد نامی شخص سے فضول گوئی کرتے ہوئے ایک کتے کے لات مار کر کہا تھا کہ او محمد کھڑا ہو سو اس نے

اس کہنے کا انکار کیا اور بہت سے مختلف الاقسام لوگوں نے اس پر گواہی دی تو انہوں نے اس کی حوالات کا حکم دیا اور خود اس کے حالات کا تجسس فرمایا کہ کہیں وہ ان لوگوں سے تو نہیں ملتا جلتا جو دین میں متہم اور مشتبہ ہیں پس جب ان کو کوئی ایسی بات معلوم نہ ہوئی جس سے اس کے عقیدہ کی نسبت کسی قسم کا شبہہ پیدا ہوتا تو انہوں نے اس کو چابک مار کر رہا کر دیا۔

فصل 6

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے نہ تو اس کو منقصت مقصود ہو اور نہ خدانخواستہ کسی عیب کا ذکر کرنا مطلوب ہو اور نہ وہ گالی دینا چاہتا ہو لیکن وہ انبیاء کرام کے بعض اوصاف کو ذکر کر کے اپنے کسی مقصود کو ادا کرنا چاہتا ہے (جس سے ان حضرات کی منقصت یا مذمت لازم آتی ہے) یا وہ ان حضرات کے بعض احوال سینہ کے ساتھ جو ان حضرات پر دنیا میں جائز نہیں بر سبیل ضرب مثل اور حجت اپنے یا کسی اور کے لئے کوئی استشہاد لاتا ہے یا ان کو بر سبیل تشبیہ اپنے یا کسی دوسرے کے لئے اس وقت ذکر کرتا ہے جب کہ اس کو یا کسی دوسرے کو کوئی منقصت یا ذلت لاحق ہوئی ہو اور اس کا ان امور کو ذکر کرنا اتباع اور اقتدا اور تحقیق کے طور پر نہ ہو بلکہ اس سے اپنے یا کسی دوسرے کے نفس کا ابھارنا اور بلند کرنا مقصود ہو یا یہ استشہاد لانا بر سبیل تمثیل اور عدم توقیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو یا بر سبیل ہزل اور تمذیر ہو (کہ اپنے کلام میں نئی نئی باتیں لانا مطلوب ہو) جیسے قائل کا یہ کہنا کہ اگر کسی نے مجھ کو برا کہا ہے تو (کیا ہے) لوگوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا ہے یا (کہے کہ) اگر میں جھٹلایا گیا ہوں تو (کیا ہے) لوگوں نے نبیوں کو جھٹلایا ہے یا (کہے کہ) اگر میں نے گناہ کیا ہے تو کیا ہوا سب نے گناہ کیا ہے یا (کہے کیا) میں لوگوں کی زبانوں سے بچوں گا اور ان سے اللہ کے نبی اور رسول نہیں بچے یا (کہے) میں نے تو ایسا صبر کیا جیسے اولوالعزم صبر کرتے ہیں یا (کہے میں نے تو ایسا صبر کیا ہے) جیسا ایوب علیہ السلام نے کیا تھا یا (کہے) کیا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنوں سے اس سے زیادہ صبر اور حلم فرمایا ہے جتنا کہ میں نے صبر کیا ہے اور جیسے متنبی کا یہ قول انا فی امتہ تدارکہا اللہ غریب کصالح فی ثمود میں امت میں خدا اس کا تدارک کرے ایسا غریب ہوں جیسے کہ صالح علیہ السلام ثمود میں تھے۔ اور اس کے مثل ان لوگوں کی جو مدح گوئی میں ظن و تخمین سے کام لیتے ہیں اور کلام میں تساہل برتتے اور بہت سے اشعار جیسے معری کا یہ قول کنت موسی وافتہ بنت شعیب غیران لیس فیکما من فقیر کہ تو موسی ہے اور تیری بیوی شعیب کی بیٹی ہے اتنا فرق ہے کہ تم دونوں میں کوئی

نفر نہیں کہ اس میں آخری مصرع زیادہ سخت اور باب تحقیر اور تنقیص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل اور غیر نبی کو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت دینے میں شامل ہے اور علی ہذا اس کا یہ قول لولا انقطاء الوحی بعد محمد ـ قلنا محمد عن ابیہ بدیل ھو مثلہ فی الفضل الانہ ـ لم یاتہ برسالتہ جبرئیل کہ اگر محمد کے بعد وحی منقطع نہ ہو چکی ہوتی تو ہم کہتے کہ محمد اپنے باپ سے بدل ہے (اور) وہ بزرگی میں ان کے مثل ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اس کے پاس رسالت لے کر جبرئیل نہیں آئے کہ ان ابیات میں دوسری بیت کا پہلا مصرع زیادہ سخت ہے کیونکہ اس میں غیر نبی کو فضیلت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور بیت ثانی کا مصرع ثانی دونوں وجہوں کا محتمل ہے ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس فضیلت نے ممدوح کو ناقص کر دیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ممدوح کو اس کی پروا ہی نہیں اور یہ وجہ اور زیادہ سخت ہے۔ اور اسی کے قریب قریب ہے قول دوسرے کا واذا مارفعت رایاتہ ـ صفقت بین جناحی جبرئیل اور جب اس کا نشان بلند کیا جاتا ہے تو وہ جبرئیل کے دونوں بازوؤں کے درمیان ٹھہراتا ہے۔ اور اہل زمانہ میں ایک اور کا یہ قول فرمن الخلدو استجارینا ـ فصبر اللہ قلب رضوان خلدی سے بھاگا اور ہماری پناہ میں آیا پس خدا رضوان کے دل کو صبر دے۔ اور جیسے شعراء اندلس میں سے حسان مصیصی کا محمد بن عباد معروف بہ معتمد اور اس کے وزیر ابی بکر بن زیدون کے حق میں یہ قول کان بابکر ابوبکر الرضا ـ وحسان حسان وانت محمد گویا کہ ابوبکر (بن زیدون) ابوبکر الصدیق) اور حسان (مصیصی) حسان بن ثابت اور (نعوذ باللہ) تو محمد ہے اور باوجود یہ کہ اس قسم کے شواہد کا ذکر کرنا ہماری طبیعت پر سخت گراں تھا مگر ہم نے ان کو اس وجہ سے زیادہ ذکر کیا ہے تاکہ لوگ باگ اس کی مثالوں کو پہچان لیویں اور اس واسطے کہ اکثر لوگ

اس امر میں تساہل کرتے ہیں اور اس تنگ راہ میں داخل ہونے کو آسان جانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس میں کتنا گناہ ہے اور اس امر میں کلام کرتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتے اور وہ اس کو آسان جانتے ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے (جیسا کہ فرمایا ہے تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ) خاص کر شعراء اور سعراء میں سے زیادہ نفاق کہنے والے اور زبان چلانے والے ابن ہانی اندلسی اور ابن المعری ہیں بلکہ ان دونوں کا اکثر کلام حد استخفاف اور تنقیص بلکہ صریح کفر تک پہنچ گیا ہے اور ہم نے اس کا جواب بھی دیا ہے اور اس وقت ہمارا صرف یہ مقصود ہے کہ ہم اس فصل میں کلام کریں جس کی ہم نے امثلہ کو بیان کیا ہے کیونکہ یہ سب نہ تو گالی کو متضمن ہے اور نہ ان میں خدانخواستہ ملائکہ اور انبیاء علیہم الصلوت و السلام کی جانب کسی منقصت کو منسوب کیا گیا ہے باستثناء آخری بیت معری کے اور نہ اس کے قائل نے تحقیر اور تصغیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارادہ کیا ہے (لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس نے جیسا کہ چاہئے کلام کا حق بھی ادا نہیں کیا) کہ اس نے نہ تو نبوت کی توقیر کی اور نہ عظمت رسالت کو ملحوظ رکھا اور نہ حرمت اصطفا کی قدر کی اور نہ حرمت کرامت کا اکرام کیا یہاں تک کہ اس نے جس کو چاہا اس کرامت میں جو اس کو حاصل ہوئی تھی یا اس مصیبت اور منقصت میں جس کے انتفاء کا اس نے اس سے قصد کیا ہے مجلس کا دل خوش کرنے کے لئے یا کسی مثل کے بیان کرنے کے لئے یا تحسین کلام کے لئے اعلاء وصف میں اس ذات اقدس کے ساتھ تشبیہ دے دی ہے جس کی قدر و منزلت کو خدا نے زیادہ اور اس کی تعظیم اور توقیر اور اس کے ساتھ خدمت گذاری کو امت پر واجب اور لازم کیا ہے اور اس کے سامنے پکار کر بولنے اور ان کی آواز سے آواز کے بلند کرنے کو منع فرمایا ہے سو ایسے شخصوں سے گو ان سے قتل مندفع ہے یہ حکم ہے کہ اس کو ادب دینا اور قید کرنا چاہئے اور شناعت لفظ اور قلت اور کثرت عادت متکلم اور قرینہ کلام اور ندامت قائل کے موافق اس کو سزا دینا چاہئے اور حفقد میں علیہم الرحمتہ ایسے اشخاص پر جن سے ایسے اقوال صادر ہوئے ہیں انکار کرتے رہے ہیں چنانچہ ہارون الرشید نے ابو نواس کے اس کلام پر اعتراض کیا فان یک باقی سحر فرعون فیک ۔ فان عصی موسی بکف خصیب کہ اگر تم میں (ابھی تک) سحر فرعون باقی ہے تو عصاء موسیٰ بھی دست کشادہ یا دست رنگین میں موجود ہے (کہ وہ اس کو کھا جاوے گا) اور اس سے کہا یا ابن اللخناء (اے پلید عورت کے بچہ) تو عصا موسیٰ علیہ السلام کا ٹھٹا کرتا ہے اور حکم دیا کہ اس کو اسی رات ہمارے لشکر سے نکال دو اور قتیبی نے ذکر کیا ہے کہ ان ابیات میں سے خبیر کو اس پر نقد کیا گیا ہے اور اس میں اس کی تکفیر کی گئی ہے یا وہ قریب

بکفر ہوا ہے اس کا وہ قول ہے جو اس نے محمد الامین کے حق میں کہا ہے اور اس کو نبی اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس نے کہا ہے تنازع الاحمدان الشبہ
فاشتبہا۔ خلقا خلقا کما قد الشراکان ایک صورت میں دو احمدوں نے
جھگڑا کیا تو وہ صورت اور سیرت میں ایسی مشابہ ہو گئے جیسے برابر کے دو تسمہ کٹے ہوئے۔ اور نیز
اس پر اس کے اس قول کا بھی انکار کیا گیا ہے کیف لا یدنیک من امل۔ من رسول
اللہ من نفرہ تجھ کو وہ شخص کیسے مراد سے قریب نہ کرے گا جس کی کہ جماعت میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہیں کیونکہ اس بیت میں یہ نقص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی شان اور رفیع اور مرتبت منیع کے لئے یہ مناسب تھا کہ ممدوح آپ کی جانب
مضاف کیا جاتا نہ یہ کہ آپ اس کے جانب مضاف ہوں پس ایسی صورتوں کا وہی حکم ہے جو
ضمن بیان فتوی ہم بیان کر آئے ہیں کہ ایسی صورت میں ہمارے امام مذہب امام مالک رحمتہ
اللہ اور ان کے اصحاب سے ایسا ہی فتوی آیا ہے۔ نوادر میں روایت ابن ابی مریم سے اس
شخص کے حق میں آیا ہے جس کو کسی نے فقر کی عار دلائی اور اس نے جواب دیا کہ تو مجھ کو فقر
کی کیا عار دلاتا ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں تو امام مالک رحمتہ اللہ
نے کہا ہے کہ اس نے ذکر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بے محل تعریض کی ہے
میری رائے ہے کہ اس کو تادیب کی جاوے کہا ہے اور گنہگاروں کو یہ زیبا نہیں ہے کہ جب
ان پر عتاب کیا جاوے تو وہ یہ کہیں کہ مجھ سے پہلے نبیوں نے خطا کی ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز
رحمتہ اللہ نے ایک شخص سے کہا تھا کہ میرے لئے کوئی ایسا منشی تلاش کر دے جس کا باپ عربی
(مسلمان) ہو تو اس پر ان کے منشی نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ بھی کافر
تھے تو اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے اس کو مثل ٹھہرایا ہے اور یہ کہہ کر اس کو فوراً معزول کر
دیا اور کہا کہ اب تو ہمارے لئے کبھی نہ لکھنا۔ اور سحنون رحمتہ اللہ نے اس امر کو مکروہ رکھا ہے
کہ تعجب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا جاوے۔ مگر بایں طور کہ
اس سے ثواب اور دار آخرت اور تعظیم اور توقیر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلوب اور
مقصود ہو جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے ہم کو اس کا حکم کیا ہے اور کسی نے قابسی رحمتہ اللہ سے
دریافت کیا کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص قبیح المنظر سے کہا گویا کہ نکیر کا منہ ہے اور
کسی ترشرو سے کہا گویا کہ خازن نار غصہ بھرے کا منہ ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کی اس کلام
سے کیا مراد ہے اور نکیر فتانان قبر میں سے ایک فرشتہ ہے کہ آیا اس نے اس کلام سے وہ خوف
اور فزع مراد لیا ہے جو اس کی صورت دیکھتے وقت انسان پر طاری ہوتا ہے یا اس کی بدصورتی

کے سبب اس نے اس کی جانب دیکھنے کو برا جانا ہے۔ پس اگر یہ (آخری) امر ہے تو یہ سخت بات ہے کیونکہ یہ امر تحقیر اور تنقیص کے قائمقام ہے اور یہ سخت سزا کے قابل ہے۔ اور اس میں بالتصریح فرشتہ کی گالی نہیں بلکہ گالی اصل میں مخاطب پر واقع ہے اور چابک اور قید کے ساتھ تادیب کرنے میں بیوقوفوں کو عبرت (اور سزا) ہے کہا ہے اور رہا وہ شخص جس نے مالک خازن نار کا ذکر کیا ہے سو اس نے جفا کی جس نے دوسرے کی ترشروئی دیکھ کر اس کا ذکر کیا مگر یہ کہ معبس مذکور یعنی ترو ترشرو اور ناک چڑھا) کوئی قدر رکھتا ہو جس کے سبب وہ اس کی ترشروئی سے ڈرتا ہو تو اس کے سبب قائل مذکور اس کو اس کے فعل اور ظلم میں بر سبیل مذمت مالک سے جو کہ اپنے رب کا مطیع ہے تشبیہ دے اور کہے گویا کہ وہ اللہ کے لئے ایسا غصہ ہوتا ہے جیسا کہ مالک غصہ ہوتا ہے سو یہ بات تو ہلکی ہے اور اس کو ایسی باتوں سے تعرض کرنا زیبا نہ تھا اور اگر اس نے اس کی ترشروئی کے سبب اس کی ترشروئی کی تعریف کی اور اس پر صفت مالک خازن نار سے احتجاج کیا ہے تو یہ سخت ہے اس کو سخت سزا دینا چاہئے اور اس میں فرشتہ کی کوئی مذمت نہیں اور اگر اس نے اس کی مذمت کا قصد کیا ہے تو وہ قتل کیا جاوے اور نیز ابوالحسن رحمتہ اللہ نے ایک جوان کے حق میں جو نیکی کے ساتھ مشہور تھا اور اس نے ایک شخص سے کچھ کہا تھا تو اس نے اس کو جواب دیا کہ چپ رہ کہ تو امی (ان پڑھ) ہے تو جوان مذکور نے جواب دیا کہ کیا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی نہ تھے تو لوگوں نے اس کے اس کلام پر تشنیع کی اور اس کی تکفیر کا حکم دیا اور جوان اپنی اس مقولہ سے ڈرا اور اس نے اپنے اس مقولہ پر ندامت ظاہر کی تو ابوالحسن رحمتہ اللہ نے کہا کہ اس پر تکفیر کا حکم کرنا تو خطا ہے لیکن یہ اس کی غلطی ہے کہ اس نے صفت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلیل پکڑی اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امی ہونا تو معجزہ (اور صفت کمال) اور اس کا امی ہونا عیب اور جہالت ہے اور یہ اس کی جہالت ہی کا سبب ہے کہ اس نے (اپنے لئے صفت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احتجاج کیا لیکن جب اس نے توبہ اور استغفار کی اور اپنے قصور کا معترف ہوا اور اللہ کی جانب رجوع لایا تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اس کا یہ مقولہ قتل کا تو موجب نہیں اور رہی تادیب سو قائل کی ندامت اور اس کا مطیع اور منقاد ہونا اس سے ترک مواخذہ کو واجب کرتا ہے اور نیز ایک مسئلہ آیا تھا جس میں بعض فقہاء اندلس نے ہمارے شیخ قاضی ابا محمد بن منصور رحمتہ اللہ سے ایک شخص کے حق میں فتویٰ پوچھا تھا کہ اس نے کسی دوسرے کی تنقیص کی تو اس نے کہا تو اپنے اس قول سے میری منقصت کرنا چاہتا ہے اور میں انسان ہوں اور اس سے تمام انسانوں کو نقص لاحق ہوتا ہے حتی کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو انہوں نے حکم دیا کہ اس کو عرصہ تک

قید رکھا جائے اور خوب اچھی طرح ٹھوک پیٹا جاوے جس سے اسے تکلیف پہنچے کیونکہ اس نے گالی کا قصد نہیں کیا بعض فقہاء اندلس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ فصل 7

چھٹی وجہ یہ ہے کہ قائل اس مقولہ کو بطور حکایت اور روایت کسی دوسرے سے روایت کرے سو اس شخص کی صورت حکایت اور روایت اور قرینہ کلام میں نظر کرنا چاہئے اور اس اختلاف کے سبب اس کا حکم چار انواع پر مختلف ہوتا ہے اور وجوب اور ندامت اور کراہت اور تحریم۔ پس اگر اس نے اس مقالہ کی بطور گواہی اور قائل کے جتانے اور اس پر انکار کرنے اور لوگوں کو اس کے مقولہ سے آگاہ کرنے اور اس سے نفرت دلانے اور اس پر جرح کرنے کی غرض سے خبر دی تو یہ قول ایسا ہے کہ اس کا امتثال مناسب ہے اور اس کام کے کرنے والے کی تعریف کی جاوے گی۔ اور ایسا ہی اگر اس کو کسی نے کسی کتاب یا مجلس میں اس کے قائل پر رد یا اعتراض کرنے اور اس پر اس امر کا فتوی دینے کی غرض سے بیان کیا ہے جس کا کہ وہ مستحق ہے (کہ اس کا بھی یہی حکم ہے) اور اس کی دو قسم ہیں ایک واجب اور دوسری حسب حالت حالی اور محکی عنہ مستحب پس اگر قائل ان لوگوں میں سے جو اس امر کے متصدی ہوئے ہیں کہ لوگ ان سے علم حاصل اور حدیث روایت کریں یا حقوق عباد کا ان کے حکم یا شہادت پر فیصلہ کیا جاتا ہے تو اس کے سننے والے پر واجب ہے کہ وہ جو کچھ اس سے سنے اس کو اشاعت کرے اور لوگوں کو اس سے نفرت دلائے اور اس پر اس کے مقولہ کی گواہی دے اور آئمہ مسلمین سے جس کسی کو اس کا یہ مقولہ معلوم ہو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ اس کا انکار کرے اور اس کے کفر اور اس کے قول کے فساد کو ظاہر کرے تاکہ مسلمانوں سے اس کا ضرر مندفع ہو اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا ہوا اور ایسا ہی اگر وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اوروں کو نصیحت کرتے ہیں یا بچوں کو ادب سکھاتے ہیں (کہ اس صورت میں بھی اس کا یہی حکم ہے کیونکہ جس کی یہ سیرت ہے اس سے یہ اطمینان نہیں ہو سکتا وہ اس امر کو ان کے دلوں میں نہ بٹھاوے گا تو حق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی شریعت کے سبب ایسے لوگوں کے حق میں اور بھی زیادہ موکد اور واجب ہے اور اگر قائل اس مرتبہ کا نہیں ہے تب بھی حفظ حقوق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حمایت آپ کی عزت اور آبرو کے لئے کھڑا ہونا واجب اور ضروری ہے اور آپ کی نصرت اور تائید آپ کی حیوت اور آپ کی ممات دونوں حالتوں میں ہر مومن پر واجب اور لازم ہے لیکن جب اس کام کے لئے کوئی ایسا شخص قائم ہو جاوے جس کے سبب سے حق ظاہر اور قضیہ منکشف اور حقیقت روشن ہو جائے تو اوروں سے ذمہ ساقط اور تکثیر شہادت اور تائید تحذیر میں استحباب باقی رہ جاتا ہے اور اس شخص سے حال

بیان کرنے پر تمام سلف صالحین نے اجماع کیا ہے جو حدیث میں متہم ہو تو پھر ایسے شخص کے عیوب نہ بیان کرنے کی کون وجہ ہے اور کسی نے ابو محمد بن ابی زید سے دریافت کیا تھا کہ ایک گواہ نے کسی کو سنا کہ وہ اللہ عزوجل کی شان میں کوئی اسی ہی (بیہودہ) بات کہتا ہے کیا اس کے لئے یہ امر جائز ہے کہ وہ اس گواہی کو نہ ادا کرے کہا کہ اگر اس کو یہ امید ہے کہ اس کی گواہی پر حاکم حکم کر دے گا تو اس کو چاہیے کہ وہ گواہی ادا کرے اور علی ہذا اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اس کی شہادت پر حاکم اس کے قتل کا حکم نہ کرے گا اور اس حاکم کی یہ رائے ہے کہ ایسے اشخاص کی توبہ قبول کی جاوے اور اس کو تادیب دی جاوے تو بھی اس کو چاہئے کہ وہ گواہی ادا کرے اور اس پر اس شہادت کا ادا کرنا لازم ہے اور رہی اباحت سو وہ یہ ہے کہ وہ اس کے قول کو ان دونوں مقصدوں کے سوا کسی اور غرض سے حکایت کرے سو میری رائے میں اس کو اسباب سے اس وقت تک کوئی تعلق نہیں جب تک کہ کوئی غرض شرعی موجود نہ ہو اور کسی شخص کو یہ امر جائز نہیں ہے کہ وہ عزت اور آبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کلام کرے اور آپ کی برائی کے ساتھ اپنی طرف سے یا کسی دوسرے کی طرف سے زبان چلاوے اور رہے اغراض وحقدمہ سو وہ یا واجب ہیں یا مستحب اور اللہ سبحانہ وتعالی نے بھی مقالات ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں پر جھوٹ اور طوفان باندھا ہے اپنی کتاب میں بر سبیل انکار اور تحذیر اور رد ہے ذکر فرمایا ہے تاکہ اپنے بندوں کو ان کے کفر سے ڈراوے اور ان کو عذاب کی دھمکی دے اور ان کے مقولات فاسدہ کو رد فرماوے جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب محکم میں ہم پر اس کو تلاوت فرمایا ہے اور اسی طرح جیسا کہ پیشتر گذرا بہت سی ایسی حکایتیں احادیث صحیح میں بھی وارد ہوئی ہیں اور مقالات کفار اور ملحدین کے اپنی کتابوں اور مجلسوں میں ذکر کرنے پر جملہ سلف اور خلف نے اجماع کیا ہے تاکہ ان کو لوگوں سے بیان کریں اور ان کے شبہوں کو توڑیں گو حارث بن اسد پر امام احمد بن حنبل کی جانب سے ان امور کا انکار وارد ہوا ہے کیونکہ رد جہمیہ اور ان لوگوں میں جو خلق قرآن کے قائل ہیں اور ان وجوہ میں جن کا کہ حکایت کرنا کفار اور فجار سے شائع ذائع ہو رہا ہے خود احمد بن حنبل رحمتہ اللہ نے ایسا کیا ہے اور رہا یہ امر کہ کوئی شخص ان وجوہ کو کسی اور نہج پر حکایت کرے مثلاً آپ کی گالی اور ان امور کو جن سے کہ آپ کے منصب عالی میں کوئی نقص لازم آتا ہو اس طرح ذکر کرے جیسے کوئی قصہ اور کہانی اور بات چیت عوام اور رطب ویابس دنیا اور دیوانوں کی ہنسی دل لگی اور بیوقوفوں کی نوادر کو ذکر کرتا ہو اور لوگوں کے قیل وقال اور فضولیات میں مبتلا ہوتا ہو کہ یہ سب ممنوع اور محظور ہے اور منع اور حظر بعض میں بعض سے فوق اور سخت ہے پس جو امر

اس مقولہ کے حکایت کرنے والے سے ایسا ہے جس کو اس نے بلا قصد یا بدون معرفت بیان کیا ہے اور وہ اس کی قدر اور خرابی کو نہیں جانتا کہ اس میں کیا خرابی ہے ایا یہ بیان کرنا اس کی عادت نہیں یا یہ کلام بشاعت اور برائی میں حد درجہ کو نہیں پہنچا اور حکایت کنندہ کی حالت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ اس کو اچھا جانتا اور پسند کرتا ہے تو اس کو اس امر سے جھڑکنا اور روکنا چاہئے تاکہ وہ پھر ایسا نہ کرنے پاوے اور اگر وہ کسی قدر ادب کے ساتھ سیدھا ہو جاوے تو وہ اس کا سزا وار ہے اور اگر اس کا لفظ بشاعت میں غایت درجہ کو پہنچ گیا ہے تو اسکو سخت تادیب کرنا چاہئے اور نیز حکایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے امام مالک رحمتہ اللہ سے اس شخص کا حکم دریافت کیا جو کہتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے تو امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا کہ یہ کافر ہے اس کو قتل کرو تو اس نے کہا کہ میں نے تو اس کو دوسرے سے حکایت کیا ہے تو امام مالک رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ ہم نے تو تجھ ہی سے سنا ہے۔ اور امام مالک رحمتہ اللہ کا یہ حکم بر سبیل زجر اور تغلیظ تھا اس دلیل سے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کرایا اور اگر یہ حکایت کرنے والا اس حکایت میں اس امر کے ساتھ متہم سمجھا جاوے کہ اس نے اس مقولہ کو خود اپنی جانب سے گھڑ لیا ہے اور دوسرے کی جانب منسوب کرتا ہے یا یہ اس کی عادت ہے یا اس پر اس کی خوبی ظاہر ہوئی ہے یا وہ ایسی باتوں پر مفتون اور آپ کے استخفاف اور ایسی باتوں کے یاد اور تلاش کرنے اور آپ کی ہجو کے اشعار کی روایت کرنے اور آپ کے گالی دینے پر فریفتہ ہو رہا ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو گالی دینے والے کا اس سے اس کے اس قول کا مواخذہ کیا جاوے اور اس کا یہ کہنا کہ یہ کسی دوسرے کا قول ہے اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتا پس وہ فوراً قتل کیا جاوے اور اس کو جلد تر جہنم رسید کیا جاوے اور نیز ابو عبید القاسم بن سلام نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جو ابیات ہجو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے نصف بیت کو یاد کرے کہ وہ کفر ہے۔ اور نیز بعض ان علما نے ذکر کیا ہے جنہوں نے اجماع میں تالیف کی ہے کہ اس امر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان اشعار کا روایت کرنا اور لکھنا اور پڑھنا اور جہاں کہیں پائے جاویں بدون مٹائے چھوڑ دینا حرام ہے جن میں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی گئی ہو خدا ہمارے سلف صالحین رحمہم اللہ پر رحم فرماوے جو اپنے دین کے محافظ تھے کہ انہوں نے احادیث مغازی اور سیر سے ایسی احادیث کو ساقط کر دیا اور ان کی روایت کرنے کو ترک کر دیا مگر اقل قلیل جس کو کہ انہوں نے ذکر کیا ہے اور وجہ اول پر اس کا ذکر کرنا بھی کچھ برا نہیں ہے تاکہ لوگ اس کے قائل سے نقمت الہی کا معائنہ کریں اور اس شخص کے پکڑے جانے کو دیکھیں جس نے آپ پر بہتان باندھا ہے اور یہ ابو عبید القاسم بن سلام رحمتہ اللہ ہیں کہ انہوں نے

اس میں بھی احتیاط سے کام لیا ہے کہ جہاں کہیں ان کو اپنی کتابوں میں استشہاداہا جی اشعار عرب کے لانے کی ضرورت پڑی ہے تو انہوں نے حفاظت اپنے دین کے سبب خاص اس شخص کا نام نہیں لیا جس کی کہ وہ ہجو تھی بلکہ اس کے نام پر ایک کنیت مقرر کی ہے تاکہ روایت اور نشر اس شعر کے سبب وہ اس کی ہجو میں شریک نہ ہوں تو پھر یہ امر ساحت آبرو سیدالبشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

فصل 8

ساتویں وجہ یہ ہے کہ وہ وہ امور ذکر کرے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جائز ہیں یا آپ پر ان کے جواز میں اختلاف کیا گیا ہے یا وہ امور ذکر کرے جو کہ امور بشری سے آپ پر طاری ہو سکتے ہیں اور ان کا آپ کی جانب منسوب کرنا جائز ہے یا وہ امور ذکر کرے جن کے ساتھ کہ آپ مبتلا ہوئے ہیں اور آپ نے ذات الٰہی میں اس کے شدائد پر صبر فرمایا ہے جیسے آپ کا تکالیف اور اذاء دشمنان دین کا برداشت کرنا اور آپ کی ابتدائی حالت اور سیرت اور زمانہ ان۔ تکالیف کا پہچاننا جو آپ کو پہنچی ہیں اور تنگی معیشت وغیرہ سے آپ پر گذری ہیں کہ ان سب امور کا بر سبیل روایت اور مذاکرہ علمی اور معرفت اس امر کے ساتھ بیان کرنا جائز ہے کہ کن کن امور سے انبیاء کرام کا معصوم ہونا ضروری ہے اور کون کون امور آپ پر جائز ہیں سو یہ فن چھنون فنون (سابق) سے خارج ہے کیونکہ اس میں نہ کسی قسم کا عیب ہے اور نہ کسی قسم کا منقصت اور تحقیر ہے اور نہ استخفاف نہ ظاہر لفظ ہیں اور نہ مقصد لافظ میں لیکن یہ ضرور ہے کہ اسبارے میں نہیں لوگوں سے گفتگو کرنا چاہئے جو خود اہل علم ہیں یا ایسے طالب دین ہیں جو فہیم اور ذکی ہیں اور مقاصد کو سمجھتے اور فوائد کی تحقیق کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے گفتگو کرنے سے احتراز کرنا چاہئے جو نافہم ہیں یا ان کے گفتگو سے فتنہ کا اندیشہ ہو حتی سلف صالحین نے عورتوں کے لئے سورہ یوسف کا تعلیم کرنا بھی مکروہ جانا ہے کیونکہ اس قصہ میں ایسے ہی امور موجود ہیں (جن سے لغزش کا اندیشہ ہے) اور ان کی عقلیں ناقص اور فہم ضعیف ہوتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کی طرف سے اس امر کی خبر دی ہے کہ آپ نے اجرت پر بکریاں چرائی ہیں اور فرمایا ہے کہ کوئی نبی نہیں ہے مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں اور اس امر کی اللہ سبحانہ وتعالی نے ہم کو موسی علیہ السلام کی جانب سے بھی خبر دی ہے اور اس امر میں اس شخص کے لئے کوئی برائی نہیں جو اس کو اس کے طریقہ پر ذکر کرے برخلاف اس شخص کے جو اس کو بارادہ تحقیر اور تنقیص ذکر کرے بلکہ یہ تمام عرب کی عادت تھی ہاں اس

میں انبیاء علیہم السلام کے لئے بڑی حکمت ہے اور اللہ عزوجل کی جانب سے ان کو تھوڑا تھوڑا ان کی کرامت کے جانب بڑھانا اور سابقہ کرامت ازلی اور علم قدیمی کے سبب چرائی بکریوں کے زریعہ سے ان کو سیاست امت کا عادی کرنا ہے اور ایسا ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی یتیمی اور تنگی کا بر سبیل منت اور اظہار کرامت ذکر فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ پر یہ اکرام فرمایا ہے پس اگر ان امور کو کوئی شخص اس طرح سے ذکر کرے کہ اس سے آپ کے حال کا جتلانا اور آپ کی ابتدائی حالت کا بیان کرنا اور بخشش الہی اور عظیم منت رب العزت سے تعجب دلانا مقصود ہو تو اس میں کسی قسم کی منقصت نہیں بلکہ یہ آپ کی نبوت اور صحت دعوت کی ایک روشن دلیل ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو صنادید عرب اور ان کے ہم پلہ سرداروں پر بتدریج غالب فرمایا اور ایسا بڑھایا کہ آپ نے ان سب کو مقہور اور مغلوب کر لیا اور خود ان کے خزانوں کی کنجیوں کے مالک ہو گئے اور اظہار تائید الہی اور مدد مومنین کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے لئے ان کے سوا اور امتوں کے بھی تمام ممالک مباح فرماوے اور قلوب مومنین میں الفت پیدا کی اور فرشتوں پانی والوں سے آپ کی مدد فرمائی اور اگر آپ کسی بادشاہ کے شاہزادہ ہوتے یا پیشتر سے آپ ذی اتباع اور اشیاع ہوتے کہ بہت سے لوگ آپ کے مطیع اور منقاد ہوتے تو اکثر جاہلوں کو یہ خیال ہوتا کہ یہی شہزادگی اور اتباع اور اشیاع کی کثرت آپ کی ظہور اور غلبہ کے مقتضی ہوئی ہے اور اسی واسطے آپ کے حالات دریافت کرتے وقت ہرقل بادشاہ نے ابو سفیان سے کہا تھا کہ آپ کے اباء اور اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے پھر کہا کہ اگر آپ کے اباو اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنے اباء و اجداد کے ملک کا طالب ہے۔ اور نیز یتیم ہونا بھی آپ کی صفت ہے اور کتب سابقہ اور امم سابقہ میں یہ آپ کی علامت اور نشانی ہے اور کتاب ارمیا میں آپ کا ایسا ہی ذکر وارد ہوا ہے اور اسی وصف کے ساتھ ابن ذیزن نے آپ کے عبدالمطلب سے اور بحیرا (راہب) نے ابی طالب سے تعریف کی ہے۔ اور ایسا ہی جب کہ آپ کی یہ تعریف کی جاوے کہ آپ امی ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی توصیف فرمائی ہے تو یہ آپ کی تعریف اور فضیلت اور آپ کے معجزہ کی بڑی اصل ہے کیونکہ قرآن شریف جو آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے وہ طرق معارف اور علوم (کلی) کے ساتھ متعلق ہے مع ان فضائل اور شمائل کے جو اللہ عزوجل نے آپ کو مرحمت فرمائی ہیں اور ان کے سبب آپ کو فضیلت دی ہے جیسا کہ ہم نے اس کو پیشتر قسم اول میں بیان کیا ہے اور ایسی کتاب جامع کا ایسے شخص سے موجود ہونا جو نہ لکھا ہو نہ پڑھا ہو اور نہ وہ مدارس میں گیا ہو اور نہ اس کو کسی نے تعلیم دی ہو محل تعجب اور مقام عبرت اور

انسانی معجزہ میں داخل ہے اور اس میں کسی قسم کا نقص نہیں کیونکہ کتابت اور قرات سے مقصود اصلی معرفت ہے اور قرات اور کتابت اس کی تحصیل کا آلہ اور واسطہ موصلہ ہے نہ مقصود بالذات پس جب نتیجہ اور مطلوب حاصل ہو گیا تو پھر واسطہ اور سبب کی کیا حاجت ہے اور آپ کے سوا اور شخصوں میں ای ہونا نقص ہے کیونکہ وہ جہالت کا سبب اور یہ عبارت کا نشان ہے سبحانہ اللہ کیا پاک ذات ہے جس نے آپ کی حالت کو دوسروں کی حالت (اور عادت) سے جدا اور ممتاز کر دیا کہ جس امر میں اوروں کی منفعت ہے اس میں آپ کی شرافت کو اور جس میں اوروں کی ہلاکت ہے اس میں آپ کی حیات کو مقرر فرمایا (دیکھو) یہ آپ کے سینہ مبارک کا شق ہونا اور اس سے بھرتی کا نکالنا کہ وہ آپ کے لئے تمام زندگی اور کمال قوت نفسانی اور ثبات قلب کا سبب ہوا ہے اور یہی امر آپ کے سوا اوروں کے لئے اس کی ہلاکت اور موت او فنا کا باعث ہے کہ وہ اس سے بچ نہیں سکتا اور اسی پر آپ کی تمام احوال اور اخبار کو جو آپ کے سیر اور خصال اور تقلیل دنیا اور تواضع اور خدمت نفس اور اہل سے مروی ہوئے ہیں قیاس کرنا چاہئی کہ آپ زہد اور بے رغبتی کے سبب دنیا میں کھانے اور پینے اور لباس اور سواری وغیرہ میں کمی کو اختیار فرماتے اور لوگوں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے اور اپنی جان اور اپنے اہل کی خدمت فرماتے اور سرعت زوال اور تقلب احوال دنیا کے سبب اس کی تمام چیزوں کو حقیر ہوں یا خطیر یکساں دیکھتے سو یہ سب باتیں آپ کی فضائل اور تاثر اور بزرگی میں داخل ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ سو جو کوئی ان امور میں سے کسی امر کو اس کے ٹھکانے پر ذکر کرے اور اس سے مطلوب نیک مراد رکھے تو یہ عمدہ بات ہے اور جو کوئی ان امور کو بے محل ذکر کرے اور معلوم ہو کہ وہ اس سے بدی کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ فصول سابقہ سے ملحق ہے اور علی ہذا وہ تمام اخبار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام سے احادیث (اور اخبار) میں وارد ہوئے ہیں اور بظاہر ان میں وارد ہوتے ہوں جو انبیاء علیہم الصلوت والسلام کے شان رفیع کے شایان نہ ہوں اور تاویل اور تردد احتمال کا محتاج ہو تو اس میں یہ زیبا نہیں ہی کہ حدیث صحیح کے سوا احادیث ضعیفہ اور متہمہ اور موضوعہ کو ذکر کیا جاوے بلکہ ان میں سے وہی حدیثیں روایت کی جاویں جو کہ معلوم اور ثابت ہیں اور اللہ امام مالک رحمتہ اللہ پر رحم فرماوے کہ انہوں نے ایسی احادیث کے بیان کرنے ہی کو مکروہ بتایا ہے جن میں تشبیہ اور تعطیل وغیرہ سے کسی قسم کا وہم پیدا ہوتا ہو اور اس کے معنی میں کوئی اشکال معلوم ہوتا ہو اور کہا ہے کہ لوگوں کو ایسی احادیث کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے (جس سے وہ فتنہ میں پڑیں) تو کسی نے ان سے کہا کہ ابن عجلان (یعنی آپ کے شیخ) بیان کیا کرتے ہیں تو جواب دیا کہ وہ فقیہ نہ تھے اور کاش بیان

ان احادیث کے ترک کرنے پر لوگ ہاں ان کی ساتھ اتفاق کرتے اور اس امر میں ان کی مدد کرتے کیونکہ ان احادیث میں اکثر ایسی حدیثیں ہیں جن سے کوئی عمل متعلق نہیں ہوا ہے اور ایک جماعت سلف بلکہ اکثر سلف سے منقول ہوا ہے کہ وہ ان احادیث میں کلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے جن کے تحت میں کوئی عمل نہ داخل ہو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان احادیث کو اہل عرب سے ذکر فرمایا تھا جو کہ کلام عرب سے جیسا کہ چاہیے واقف تھے اور ان کے تصرفات کو جو وہ حقیقت اور مجاز اور استعارہ اور بلیغ اور ایجاز میں کرتے تھے جانتے تھے تو (در حقیقت) ان کے حق میں کوئی مشکل ہی نہ تھی پھر وہ لوگ پیدا ہوئے جن پر عجمیت غالب آئی اور ان میں بے علمی گھس پڑے پس قریب قریب ان کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ ان کے مطالب سے صرف انہیں مطالب کو سمجھنے لگے جو بالکل صاف اور صریح اور ظاہر ہیں اور اس کے اشارات کو جو بغرض ایجاز اور وحی اس میں ودیعت رکھے گئے تھے اور اس کے وحی اور بلیغ اور تلویح کو نہ سمجھ سکے پس یہ لوگ اس کے تاویل اور اس کے ظاہر پر حمل کرنے میں ہر سو متفرق ہوئے کہ کوئی تو ان پر ایمان لے آیا اور کوئی منکر ہوا پس ایسی احادیث میں جو صحیح نہ ہوں یہی واجب ہے کہ اللہ عزوجل اور انبیاء کرام کے حق میں ان میں سے نہ تو کوئی حدیث ذکر کی جاوے اور نہ اس کو کہیں بیان کیا جاوے اور نہ اس کے معانی پر کلام کرنے میں تکلف برتا جاوے بلکہ صواب یہ ہے کہ ان کو مطلقاً ترک کیا جاوے اور اس کے ذکر کے پیچھے نہ پڑا جاوے مگر یہ کہ اس کو توصیف کی غرض سے بیان کیا جاوے اور کہا جاوے کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی اسناد وہی ہے اور شیوخ ابی بکر بن فورک پر ان کی کتاب مشکل میں ان احادیث ضعیفہ اور موضوعہ پر کلام کرنے کا انکار کیا ہے جو بالکل بے اصل یا اہل کتاب سے منقول ہیں جو حق کو باطل کے ساتھ ملاتے رہتے ہیں کہ ان کو صرف ان کا رد کر دینا اور یہ کہہ دینا کافی تھا کہ وہ ضعیف (یا موضوع) ہیں اور اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ ان پر کلام کرتے کیونکہ ان احادیث مشکلہ پر کلام کرنے سے صرف یہی مقصود ہے کہ ان سے شبہہ کو دفع کیا جاوے۔ اور سرے سے شبہہ کی جڑ کا اکھاڑ ڈالنا اور اس کا دور کر دینا دفع شبہہ میں بھی زیادہ اثر رکھتا ہے اور اطمینان نفس میں بھی اعلیٰ اور اکمل ہے۔

فصل 9

اور منجملہ ان امور کے جو اس شخص پر واجب اور لازم ہیں جو ان امور میں کلام کرے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جائز اور ناجائز ہیں اور جو ان حالات کو بر سبیل مذاکرہ اور تعلیم

ذکر کرے جن کو کہ ہم اس سے پہلی فصل میں ذکر کر آئے ہیں ایک یہ ہے کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرے اور آپ کے حالات کو بیان کرنا چاہے تو وہ آپ کی تعظیم اور توقیر کا التزام کرے اور اپنی زبان کو نگاہ رکھے اور اس کو مطلق العنان نہ کرے بلکہ جب وہ آپ کا ذکر کرے تو آپ کے ذکر کے وقت اس پر آپ کی ادب کی علامتیں ظاہر ہوں (مثلاً) جب وہ آپ کے مصائب اور شدائد کا ذکر کرے تو اس پر خوف اور خشیت اور رقت قلب طاری ہو اور آپ کے دشمنوں پر اس کو غصہ آوے اور وہ اس امر کو محبوب رکھے کہ اگر اس کو قدرت ہوتی تو وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان فدا کرتا اور آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرتا۔ اور جب ابواب عصمت میں کلام کرے اور آپ کے افعال اور اقوال میں بحث کرے تو جہاں تک ممکن ہو ڈھونڈ ڈھونڈ کر عمدہ عمدہ اور پاکیزہ الفاظ استعمال کرے اور مطالب کو مودبانہ الفاظ میں ادا کرے اور حتی الوسع بڑے اور شنیع الفاظ سے احتراز کرے اور عبارات قبیحہ کو ترک کرے جیسے جہل اور کذب اور معصیت (کہ انبیاء کرام کی شان میں ان الفاظ کا استعمال نہ کرے) پس جب اقوال میں بحث کرے تو کہے کہ کیا آپ پر خلف فی القول یا خلف فی الاخبار جائز ہے برخلاف ان امور کے جو آپ سے ازراہ سہو یا غلطی صادر ہوئے ہیں اور اس قسم کی اور عبارتیں اور جھوٹ کے لفظ سے تو بالکل ہی محترز رہے (اور انبیاء کرام کی شان میں اس لفظ کا ہرگز استعمال نہ کرے کہ کہے کیا آپ کا کسی قول یا خبر میں جھوٹ بولنا جائز ہے) اور جب علم میں کلام کرے تو کہے کہ کیا یہ امر جائز ہے کہ آپ اس امر کے سوا اور کچھ نہ جانیں جو آپ کو بتایا گیا ہے اور کیا یہ امر ممکن ہے کہ آپ کو بعض چیزوں کا علم نہ ہو یہاں تک کہ آپ پر وحی کی جاوے اور یہ نہ کہے کہ آپ یہ نہ جانتے تھے (یا آپ اس سے جاہل تھے کیونکہ یہ کہنا نہایت قبیح اور برا ہے اور جب افعال میں کلام کرے تو کہے کہ کیا آپ سے بعض اوامر و نواہی میں مخالفت کرنا اور آپ کا صغائر میں مبتلا ہو جانا جائز ہے (اور یہ نہ کہے کہ آپ معاصی اور کبائر میں مبتلا ہو سکتے ہیں) کہ یہ طریقہ ادب میں اولی اور انسب اور اس سے بہتر ہے کہ وہ کہے کہ کیا یہ امر جائز ہے کہ آپ نافرمانی کریں یا آپ گناہ میں مبتلا ہوں یا آپ فلاں اور فلاں گناہ کریں سو یہ ایسی بات ہے جو آپ کے حق توقیر اور تعظیم اور اسلوب میں داخل اور آپ کے اعزاز اور اعظام سے امت پر واجب ہے اور میں نے بعض علما کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس امر کی حفاظت نہیں کی تو ان کا یہ فعل (عام نظروں میں) قبیح سمجھا گیا اور نیز اسباب میں مجھ کو یعنی اس کی یہ عبارت پسند نہیں آئی اور میں نے بعض غیر منصفین کو دیکھا ہے کہ اس نے اس شخص کے قول کو خطا کی جانب منسوب کیا ہے اس واسطے کہ اس نے عبارت

میں اس تحفظ کو ملحوظ نہیں رکھا اور اس پر اس امر کے ساتھ تشنیع کی ہے جس کو کہ اس کا قول قبول نہیں کرتا اور وہ اس قائل کی تکفیر کرتا ہے اور نیز جب کہ یہ طریقہ لوگوں کے آداب باہمی اور حسن معاشرت اور خطابات میں مستعمل ہے تو اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ملحوظ رکھنا اور واجب اور لازم ہوگا حسن عبارت شے کو قبیح اور عمدہ کر دیتی ہے اور نیز عبارت کی عمدگی اور پاکیزگی شے کو بڑھا گھٹا دیتی ہے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے إنّ من البيان لسحرا کہ بعض بیان جادو ہے اور رہے وہ امور جن کو کہ وہ آپ سے بر سبیل انکار اور تنزیہ ذکر کیا ہے سو اس میں اس کو اختیار ہے کہ وہ جس عبارت میں چاہے ادا کرے صریح ہو یا غیر صریح مثلاً کہے کہ آپ پر جھوٹ بولنا مطلقاً ممنوع ہے اور نیز آپ سے کبائر کا صادر ہونا اور حکم میں جور کرنا قطعاً ناجائز ہے اور لیکن با ایں ہمہ مجرد آپ کے ذکر کے وقت ذاکر پر آپ کی تعظیم اور توقیر کا ظاہر کرنا واجب اور لازم ہی پھر خاص کر اس وقت جب کہ آپ کی نسبت ایسے امور ذکر کئے جاویں اور سلف صالحین پر مجرد آپ کے ذکر کے وقت نہایت سخت حالت طاری ہوتی تھی جیسا کہ ہم اس کو قسم ثانی میں ذکر کر آئے ہیں اور بعض سلف اس امر کا اس وقت بھی التزام کرتے تھے جب کہ وہ کوئی ایسی آیت پڑھتے تھے جس میں کہ اللہ عزوجل نے آپ کے دشمنوں اور ان لوگوں کے مقولہ کو حکایت کیا ہے جنہوں نے اس کے آیات کا انکار کیا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہ اس آیت کو تعظیم اپنے رب اور اندیشہ مشابہت ان لوگوں کے سبب آہستہ پڑھتی تھی جو اس سے منکر ہوے ہیں۔

دوسرا باب

اس شخص کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے اور آپ سے دشمنی کرے اور آپ کی تنقیص کرے اور اس کی عقوبت اور اس سے توبہ لینے اور اس کی وراثت کے بیان میں اور اس امر کو ہم اول بیان کر آئے ہیں کہ کون امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں گالی ہے اور کون ازا اور اس امر کو بھی بیان کر آئے ہیں کہ علماء امت نے اس کے فاعل اور قائل کے قتل پر اجماع کیا ہے اور امام کو اختیار ہے کہ اس کو قتل کرے یا سولی دے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اس پر دلائل قائم کر آئے ہیں اب معلوم کرنا چاہئے

کہ مشہور مذہب امام مالک اور ان کے اصحاب کا اور قول سلف اور جمہور علما (مالک) کا یہ ہے کہ وہ جدا قتل کیا جاوے نہ کفراً گو وہ توبہ ظاہر کرے اور اسی واسطے نہ تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ اس کا امالہ اور رجوع اس کو کوئی نفع دیتا ہے جیسا کہ ہم اس کو پہلے بیان کر آئے ہیں اور اس کا حکم زندیق اور اس شخص کا سا ہے جو کفر کو مخفی رکھتا ہو اور چاہے تو اس کی توبہ قدرت اور شہادت کے بعد ہو کہ اس کے اس مقولہ پر گواہ گذر چکے ہوں یا (قبل از قدرت) وہ خود تائب ہو کر حاضر ہوا ہو کیونکہ وہ حد ہے جس کو دوسرے حدوں کی طرح توبہ ساقط نہیں کر سکتی شیخ ابو الحسن قابسی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی دوسرے (نبی) کی گالی کا اقرار کرے اور پھر تائب ہو اور توبہ کو ظاہر کرے تب بھی وہ گالی کے سبب قتل کیا جاوے کیونکہ یہ اس شخص کی حد ہے۔ اور اسی کے مثل ابو محمد بن ابی زید سے بھی آیا ہے۔ اور ہاں اتنی بات ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان اس کو اس کی توبہ نفع دے گی۔ اور سحنون نے کہا ہے کہ جس کسی موحد (مسلم) نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی پھر اس نے اس امر سے توبہ کی تو اسباب میں اس کا توبہ کرنا اس سے قتل کو دفع نہ کرے گا۔ اور علی ہذا علمانے زندیق میں بھی ایسا ہی اختلاف کیا ہے جب کہ وہ تایب ہو کر حاضر ہوا ہو سو قاضی ابوالحسن بن قصار رحمتہ اللہ نے دو قول حکایت کئے ہیں کہا ہے کہ ہمارے شیوخ میں سے کوئی تو وہ ہے جس نے کہا ہے کہ اس کے اقرار کے سبب میں اس کو قتل کروں گا کیونکہ وہ اس کو اپنے نفس پر چھپا سکتا تھا پس جب اس نے اس کا اقرار کر لیا تو ہم کو اس امر کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اس امر سے تو نہیں ڈرا کہ اس کا امر ظاہر ہو جاوے گا اور اس اندیشہ کے سبب اس نے اپنی توبہ کے ظاہر کرنے میں جلدی کی ہے اور کسی نے کہا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کرتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک اس کا آنا اس کی توبہ کی دلیل ہے تو گویا ہم اس کے باطن پر واقف ہو گئے ہیں برخلاف اس شخص کے جس کو کہ حجت اور دلیل نے اس پر کیا ہو (کہ اس پر بینہ اور شہادت قائم ہوئی ہو) قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمتہ اللہ نے کہا ہے اور یہ اصبغ کا قول ہے اور شاتم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ قوی ہے اصل مقدم پر اس میں خلاف متصور نہیں کیونکہ یہ ایسا حق ہے جو آپ کے لئے اور آپ کے سبب سے آپ کی امت کے لئے متعلق ہوا ہے اور دوسرے لوگوں کے حقوق کی طرح وہ بھی توبہ سے ساقط نہیں ہوتا اور جب قدرت کے بعد زندیق توبہ کرے تو امام مالک اور لیث بن سعد اور اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی اور امام شافعی رحمتہ اللہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمتہ اللہ

سے اس بارے میں اختلاف وارد ہوا ہے۔ اور ابن منذر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جاوے اور محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ توبہ کے سبب سلمان سے وہ قتل ساقط نہیں ہوتا جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گالی کے سبب سے واجب ہوا ہو کیونکہ وہ ایک دین سے دوسرے دین کی جانب منتقل نہیں ہوا بلکہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کی حد ہمارے نزدیک قتل ہے۔ اور جس میں عفو نہیں جیسے زندیق کیونکہ وہ ظاہر سے ظاہر کی جانب منتقل نہیں ہوا۔ اور قاضی ابو محمد بن نصر نے اس امر پر دلیل قائم کرنے کی غرض کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گالی دینے والے کو توبہ قبول نہیں ہوتی کہا ہے کہ اس کے اور اس شخص کے درمیان جو اللہ عزوجل کو گالی دے بربناء قول مشہور استتابت اس شخص پر یہ فرق ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان ہیں اور انسان ایسے جنس ہے جس کو کراہت اور مشقت لاحق ہوتی ہے مگر جس کا کہ اللہ نے اپنی نبوت کے ساتھ اکرام فرمایا ہو اور باری تعالیٰ جمیع معائب سے قطعاً پاک اور منزہ ہے اس کو کسی امر سے کسی قسم کی کراہت اور مشقت لاحق نہیں ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گالی دینا ارتداد جیسا نہیں ہے جس میں توبہ قبول ہوتی ہے کیونکہ ارتداد کے معنی کے ساتھ مرتد ہی منفرد ہوتا ہے اس میں کسی اور شخص کا کوئی حق متعلق نہیں ہوتا پس یہی سبب ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیتا ہے سو اس میں آدمی کا حق متعلق ہوتا ہے تو وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا زمانہ ارتداد میں کوئی مرتد کسی کو قتل کرڈالے یا کسی کو تہمت لگادے کہ اس کا توبہ کرنا اس سے حد قتل اور تہمت کو ساقط نہیں کرتا اور نیز جب مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے تو اس سے اس کے گناہ ساقط نہیں ہوتے جیسے زنا اور چوری وغیرہ اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گالی دینے والا کفراً قتل نہیں کیا جاتا بلکہ وہ ہتک حرمت عظمت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زوال اس مشقت کے سبب قتل کیا جاتا ہے جو اس کے قتل سے حاصل ہو۔ اور ان معنی کو توبہ ساقط نہیں کر سکتی۔ قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس (قائل) کی یہ مراد ہے واللہ اعلم کیونکہ اس کا گالی دینا اس کلمہ کے سبب سے نہ تھا جو کفر کا مقتضی ہو اور لیکن تحقیر اور استخفاف کے سبب سے تھا یا یہ مراد ہے کہ اس کی توبہ اور اظہار انابت کے سبب اس سے ظاہر کفر کا نام تو جاتا رہا اور اس پر گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گناہ باقی رہے گا۔ اور ابو عمران القابسی نے کہا ہے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے اور پھر مرتد ہو جاوے تو اس سے توبہ نہ لیجاوے کیونکہ گالی انسان کا حق ہے اور وہ مرتد سے ساقط نہیں ہوتا اور ہمارے شیوخ کا کلام اس پر مبنی ہے کہ اس کا قتل حداً ہے نہ

کفرا" اور یہ تفصیل کا محتاج ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ روایت ولید بن مسلم پر جو انہوں نے امام مالک سے روایت کی ہے اور ان کے موافقین پر جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اور جس کے اہل علم قائل ہوئے ہیں یہ ہے کہ انہوں نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ یہ ردت ہے اور کہا ہے کہ اس سے توبہ کرانے جاوے پس اگر وہ توبہ کر لے تو اس کو عذاب کیا جاوے اور اگر انکار کرے تو قتل کیا جاوے تو اس وجہ میں اس کے لئے مطلقاً" مرتد کا حکم ہے اور پہلی وجہ زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ہے اس دلیل سے کہ ہم بیان کر آئے ہیں اور ہم اسباب میں مفصل کلام کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جو کوئی اس کو ردت نہیں سمجھتا تو وہ اس میں قتل کو حدا" واجب کرتا ہے اور ہم اس کے دونوں محل میں قائل ہیں پس اگر وہ اسی کی انکار کرے جس کی کہ اس پر گواہی گذری ہے یا وہ توبہ اور ندامت کا اظہار کرے تو ہم اس کو حدا قتل کرتے ہیں کیونکہ اس پر ثابت ہوا ہے کہ اس نے حق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کلمہ کفر کہا ہے اور آپ کے حق میں جس کی کہ اللہ عظمت فرمائی ہے تحقیر کی ہے اور ہم نے اس کے میراث اور دیگر امور میں زندیق کا حکم جاری کیا ہے جب کہ اس پر یہ امر ظاہر ہوا ہو اور اس نے انکار کیا ہو یا توبہ نہ کی ہو پس اگر یہ کہا جاوے کہ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تم اس پر کفر کو ثابت کرتے ہو اور اس پر کلمہ کفر کی گواہی دی جاتی ہے اور پھر استتابت اور اس کے توابع میں تم اس پر اس کے تمام احکام کو جاری نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ گو ہم نے اس کے لئے قتل میں کفر کا حکم ثابت کیا ہی لیکن ہم اس امر کے ساتھ اس پر قطع نہیں کرتے کیونکہ وہ توحید اور نبوت کا مقر اور اس امر کا منکر ہے جس کی کہ اس پر گواہی گذری ہے یا وہ اس امر کا مدعی ہے کہ یہ بات اس سے ازراہ غلطی اور معصیت صادر ہوئی ہے اور وہ اس سے منحرف اور اس پر نادم ہے اور اس امر سے کوئی مانع نہیں ہے کہ ایک شخص پر بعض احکام کفر کے ثابت کئے جاویں اور اس کے لئے اس کے خصائص ثابت نہ ہوں جیسے تارک نماز کا قتل کرنا۔ اور رہا وہ شخص جس کی نسبت یہ معلوم ہوا ہو کہ اس نے آپ کو حلال جان کر گالی دی ہے اور وہ اس کا معتقد بھی ہے سو اس کے کفر میں کسی قسم کا شک نہیں وہ اس کے سبب بلا شک کافر ہو گیا اور علی ہذا آپ کا گالی دینا بھی فی نفسہ کفر ہے جیسا کہ آپ کا جھٹلانا اور آپ سے منکر ہونا اور مثل اس کے (اور امور) سو اس قسم میں بھی کسی قسم کا اشکال نہیں ہے اور یہ شخص حدا" قتل کیا جاوے گو اس نے اس قول یا فعل سے توبہ کی ہو کیونکہ ہم اس کی توبہ کو قبول نہیں کرتے اور توبہ کے بعد بھی ہم اس کو اس کے قول سابق اور کفر متقدم کے سبب حدا" قتل کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ اللہ کے اختیار ہے جو اسرار دلی کا جاننے والا اور صحت

اس کی توبہ اور ندامت سے خبردار ہے اور ایسا ہی وہ شخص جس نے توبہ کا اظہار نہیں کیا اور اس امر کا معترف ہوا ہے جس کی کہ اس پر گواہی گذری ہے اور پھر اس پر قائم رہا ہے تو یہ شخص اپنے اس مقولہ کے سبب جو اس نے کہا ہے اور نیز اس سبب سے کہ اس نے رب العزت اور حرمت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال جانا ہے بلا خلاف کفراً قتل کیا جاوے پس تجھ کو چاہئے کہ تو کلام علما اور ان کی عبارات مختلفہ کو جو انہوں نے ان امور پر استدلالاً ذکر کی ہیں اس تفصیل پر اختیار کرے اور ان کے اس اختلاف کو جو وراثت وغیرہ میں ان کے درمیان واقع ہوا ہے اس ترتیب پر جاری کرے تو خدا نے چاہا تیرے لئے مقاصد ظاہر اور مطالب روشن ہو جاویں گے

فصل 1

اور جب (بربناء روایات از امام مالک رحمتہ اللہ) ہم یہ کہہ آئے ہیں کہ اس کی توبہ صحیح اور اقبال ہے تو اختلاف مذکور اس اختلاف پر مبنی ہے جو توبہ مرتد میں واقع ہے کیونکہ دونوں میں کچھ فرق نہیں اور علماء سلف نے اس کے وجوب اور اس کی صورت اور مدت میں اختلاف کیا ہے تو جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے توبہ کرائے جاوے۔ اور ابن قصار نے حکایت کیا ہے کہ استتابت میں تصویب قول عمر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے اور ان میں سے اس کا کسی نے انکار نہیں کیا اور وہی عثمان اور علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہا کا قول ہے اور اسی کے عطاء بن ابی رباح اور نخعی اور ثوری اور مالک اور ان کے اصحاب اوزاعی اور شافعی اور احمد بن حنبل اور اسحق بن راہویہ اور اصحاب رائے قائل ہوئے ہیں اور ان سے ایک روایت میں طاؤس اور عبید بن عمیر اور حسن (بصری) رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں کہ اس سے توبہ نہ لی جاوے اور اسی قول کے عبدالعزیز بن سلمہ قائل ہوئے ہیں اور انہوں نے اس کو معاذ (بن جبل) رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور سحنون نے اس کا معاذ سے انکار کیا ہے۔ اور طحاوی نے اس کو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ سے حکایت کیا ہے اور یہی اہل ظاہر کا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کی توبہ اس کو اللہ کے نزدیک فائدہ دے گی اور لیکن اس توبہ کے سبب اس سے قتل مندفع نہ ہو گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کرو اور نیز عطا سے حکایت کیا گیا ہے کہ اگر یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو اسلام میں پیدا ہوئے ہیں تو اس سے توبہ نہ قبول کی جاوے اور اگر وہ بعد میں اسلام لایا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جاوے اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ اس حکم میں مرتد

مرد اور مرتد عورت دونوں برابر ہیں اور علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہوا ہے کہ مرتد قتل نہ کیا جاوے اور وہ غلام بنایا جاوے اور یہی قول ہے عطا اور قتادہ کا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ ردت میں عورتیں نہ قتل کی جاویں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمتہ کا اور امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس امر میں آزاد اور غلام اور مرد اور عورت سب برابر ہیں اور رہی مدت سو مذہب جمہور اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ اس سے تین روز تک توبہ طلب کی جاوے اور قید رکھا جاوے۔ اور نیز عمر رضی اللہ عنہ سے اس میں اختلاف کیا گیا ہے اور یہ ایک قول ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اور قول ہے امام احمد بن حنبل اور اسحٰق (بن راہویہ) کا اور اسی کو امام مالک نے بھی پسند کیا ہی اور کہا ہے کہ انتظار میں ہمہ تن بھلائی ہے اور اکثر علماء اس پر نہیں ہیں شیخ ابو محمد بن ابی زید نے کہا ہے کہ اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ تین دن کی مہلت دینا جماعت علماء کا مذہب نہیں ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ میں مرتد میں قول عمر رضی اللہ عنہ کو اختیار کرتا ہوں کہ تین دن قید رکھا جاوے اور اس پر ہر روز اسلام پیش کیا جاوے پس اگر وہ توبہ کرے تو نبہا ورنہ قتل کیا جاوے اور ابوالحسن بن قصار رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس امر میں اس کو تین دن تک مہلت دینا واجب ہے یا مستحب امام مالک رحمتہ اللہ سے دو روایتیں ہیں اور اصحاب رائے نے استتابت (طلب توبہ) اور تین دن کی مہلت دینے کو پسند کیا ہے۔ اور ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے توبہ چاہی اور اس نے توبہ نہ کی تو آپ نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور ایک بار امام شافعی رحمتہ اللہ نے بھی اسی کے موافق کیا ہے سو انہوں نے کہا ہے کہ اگر وہ اسی جگہ توبہ نہ کرے تو وہ قتل کیا جاوے۔ اور اس قول کی مزنی نے تحسین کی ہے۔ اور زہری نے کہا ہے کہ اس کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت کی جاوے پس اگر وہ انکار کرے تو قتل کیا جاوے۔ اور علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہوا ہے کہ اس سے دو مہینہ تک توبہ طلب کی جاوے اور نخعی نے کہا ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ اور اس قول کو ثوری نے اختیار کیا ہے (اور کہا ہے) کہ جب تک کہ اس کی توبہ کی امید رہے (اس وقت تک اس سے توبہ کو کہا جاوے) اور ابن قصار نے ابی حنیف رحمتہ اللہ سے حکایت کیا ہے کہ اس سے تین دن میں تین بار توبہ کو کہا جاوے یا تین جمعہ تک ہر جمعہ میں ایک بار۔ اور کتاب محمد رحمتہ اللہ میں قاسم سے مروی ہوا ہے کہ مرتد کو تین بار اسلام کی جانب بلایا جاوے پس اگر وہ انکار کرے تو اس کی گردن ماری جاوے اور نیز اس قول پر اس امر میں اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا ایام استتابت میں ان پر تہدید اور تشدید کرنا چاہئے یا نہیں تو امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ زمانہ استتابت میں اس کو بھوکا یا پیاسا رکھا جاوے اور اس کو ایسا

کھانا دینا چاہئے جو اس کو معترنہ ہو اور اصبغ نے کہا ہے کہ زمانہ استتابت میں اس کو قتل کے دھمکی دی جاوے اور اس پر اسلام پیش کیا جاوے اور کتاب ابی الحسن الطائی میں اس کو ان ایام میں نصیحت کی جاوے اور اس کو جنت یاد دلائی جاوے اور (اس کو عذاب) دوزخ سے ڈرایا جاوے اور اصبغ نے کہا ہے کہ جب انتظام پورا ہو تو اس کو جس قید خانہ میں قید رکھا جاوے برابر ہے تنہا ہو یا اور لوگوں کے ساتھ اور اس کے مال کی حفاظت کی جاوے جبکہ یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کو مسلمانوں سے تلف کر دے گا اور اس سے اس کو کھانے اور پینے کو دیا جاوے اور ایسا ہے اس سے ہمیشہ اور ہربار توبہ طلب کی جاوے جب وہ دین سے پھرے مرتد ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبہان سے جو چار پانچ مرتبہ مرتد ہوا تھا آپ نے (ہربار) توبہ لی تھی۔ ابن رہب نے روایتا" امام مالک رحمتہ اللہ سے کہا ہے کہ اس سے ہمیشہ ہربار توبہ قبول کی جاوے جب وہ رجوع کرے۔ اور یہی امام شافع اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ کا قول ہے اور اسی کے ابن القاسم قائل ہوے ہیں اور اسحق (بن راہویہ) نے کہا ہے کہ وہ چوتھی بار میں قتل کیا جاوے۔ اور اصحاب رائے نے کہا ہے کہ اگر وہ جو چوتھی بار میں (خود) توبہ نہ کرے تو بدون استتابت قتل کیا جاوے اور اگر وہ خود توبہ کرے تو اس کو صرف دردناک سزا دی جاوی اور جب تک اس پر خشوع اور توبہ کے آثار نمایاں نہ ہوں جیل سے نہ نکالا جاوے اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی شخص نے پہلی بار میں مرتد پر ادب کو واجب کیا ہو جب کہ اس نے خود اسلام کی جانب رجوع کیا ہو اور یہ قول مذہب امام مالک اور شافعی اور (امام ابو حنیفہ) کوفی رحمہم اللہ کے مطابق ہے۔

فصل 2

یہ اس شخص کا حکم ہے جس پر کہ یہ بات اس امر کے ساتھ ثابت ہوئی ہو جو واجب الثبوت ہو مثلاً" خود قائل یا قائل اس کا معترف ہوا ہو یا گواہان عادل نے جن میں کسی قسم کا جرح نہیں کیا جاتا اس پر گواہی دی ہو رہا وہ شخص جس پر کہ شہادت کامل نہ گذری ہو مثلاً" ایک ہی شخص نے گواہی دی ہو یا گواہ تو بہت ہوں مگر سب مطعون اور متہم ہوں یا اس کا قول تو ثابت ہو گیا ہو لیکن وہ قول ہی محتمل ہو اور (ثبوت کفر میں) صریح نہ ہو اور ایسا ہی بمناء قول قبول توبہ اگر اس نے توبہ کرلی ہو تو اس شخص سے قتل مندفع ہو جاوے گا اور اس پر اجتہاد امام (اور رائے حاکم) مسلط ہو جاوے گی کہ وہ اس شخص کی حالت اور شہرت اور قوت اور ضعف شہادت اور کثرت (اور قلت) سماع اور صورت حال اور اتہام اور ظہور سفہ اور نادانی کے موافق جیسا مناسب

جانے کا حکم کرے گا پس جس کا معاملہ قوی ہو گا اور اس کو قید اور زنجیر وغیرہ سے اتنی سخت سزا دیوے گا جس کا کہ وہ متحمل ہو سکے اور ضرورت نشست اور برخاست اور قضاء حاجت وغیرہ میں اس کو مانع نہ ہو اور اس کو نماز سے نہ روک سکے اور یہ ہر اس شخص کا حکم ہے جو واجب القتل ہو لیکن کسی وجہ جو توقف کی موجب ہو اس کے قتل میں واقع ہوا ہو یا کسی اشکال اور مانع کے سبب جو اس کا باعث ہو اس کے انتظار کا مقتضی ہوا ہو اور اختلاف احوال تخفیف اور تشدید اس شخص کے موافق اس کی سزا اور جزاء بھی مختلف ہوتی ہے۔ اور ولید نے امام مالک اور اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ اس کا یہ مقولہ ردت ہے پس جب وہ توبہ کر لے تو اس کو سزا دی جاوے اور امام مالک کے لئے عتبیہ اور کتاب محمد (بن المواز) میں روایت اشہب سے مروی ہوا ہے کہ جب مرتد توبہ کر لے تو اس پر عقوبت نہیں اور اس کو سحنون نے اختیار کیا ہے اور ابوعبداللہ بن عتاب نے اس شخص کے حق میں یہ فتوی دیا ہے جس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی اور اس پر ایسے دو شخصوں نے گواہی دی جن میں سے ایک کی تعدیل کی گئی کہ اس کو نہایت دردناک تادیب اور خوب سخت سزا دی جاوے اور اس کو اتنی مدت تک قید رکھا جاوے کہ اس پر آثار توبہ نمایاں ہوں اور قابسی نے ایسی صورت میں کہا ہے کہ جس کسی کا انتہاء امر قتل ہو اور کوئی ایسا مانع پیش آگیا ہو جس سے اس کے قتل میں شبہہ پڑ گیا ہو تو اس کو قید خانہ سے چھوڑا جاوے اور اس کی قید کو بڑھایا جاوے گو وہ اس میں اتنی مدت محبوس رہے کہ اس کی

قید دراز ہو جاوے۔ اور طوق اور زنجیر وغیرہ سے اس کو اتنی مشقت دی جاوے جس کا کہ وہ متحمل ہو سکے اور ایسے ہی شخص کے حق میں جس کا کہ امر مشتبہ ہو گیا ہو کہا ہے کہ وہ خود زنجیروں میں جکڑا جاوے اور اس پر جیلخانہ میں تنگی کی جاوے یہاں تک کہ معلوم ہو کہ وہ کس سزا کا مستحق ہے اور ایسے ہی ایک اور مسئلہ میں کہا ہے کہ جب تک کوئی صاف بات نہ ہو اس وقت تک کسی کی خون ریزی نہ کی جاوے اور کوڑوں اور قید کے ساتھ تادیب کرنے میں بیوقوفوں کی سزا ہے اور اس کو سخت سزا دی جاوے پس اگر اس پر گو گواہوں کے سو کوئی گواہی نہ دے اور وہ اپنی ساتھ ان دونوں کی عداوت کو ثابت کر دے یا ایسا جرح کرے جس کے سبب اس سے ان کی گواہی ساقط ہو جاوے اور ان دونوں گواہوں کے سوا اور کسی سے یہ بات اس کے حق میں سنی نہیں گئی تو ایسی حالت میں اس کا معاملہ ہلکا ہے کہ اس حکم (قتل اور نکال) ساقط ہے اور یہ ایسا سمجھا جاوے گا کہ گویا اس پر کوئی گواہی ہی نہیں گذری مگر یہ کہ یہ ان لوگوں میں سے ہو جن سے ایسے اقوال یا افعال کا سرزد ہونا ممکن ہو اور گواہ مذکور جن کو عداوت کے سبب اس نے ساقط کیا ہے ظاہر العدالت ہوں (ایسی حالت میں) ان سے گمان صاق رفع نہ ہو گا گو ان کی شہادت کے سبب حاکم اس پر حکم نہ کرے اور حاکم کو پہنچتا ہے کہ وہ ان کی سزا اور جزا میں اختیار (اور تجربہ) سے کام لے اور اللہ نیکی کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل 3

یہ مسلمان کا حکم ہے رہاذمی سو جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراحۃً گالی دے یا آپ کی گالی کی تعریض کرے یا آپ کی مرتبت عالی کا استخفاف کرے یا اس وجہ خاص کے سوا جس کے ساتھ وہ کافر ہوا ہے آپ کے کسی اور وجہ کے ساتھ توصیف کرے تو ہمارے نزدیک اس کے قتل میں کسی قسم کا خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اسلام نہ لایا ہو کیونکہ ہم نے اُس کو امر پر عہد و ذمہ نہیں دیا ہے اور یہ عامہ فقہاء کا قول ہے مگر ابو حنیفہ اور ثوری اور اہل کوفہ میں سے ان کے اتباع کا کہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ قتل نہ کیا جاوے کیونکہ جس (کفر اور) شرک پر وہ قائم ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے لیکن اس کو تادیب اور تعزیر کی جاوے اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے اس کے قتل پر سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ترجمہ اور اگر توڑیں اپنی قسمیں اپنے عہد کے پیچھے [illegible] کریں تمہارے دین میں تو لڑو سرداران کفر نہیں ہے ان کی قسمیں تاکہ

وہ باز رہیں انتہی۔ اور نیز اس امر پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن اشرف اور اس کے مثل اور اشخاص کو قتل فرمایا ہے اور اس واسطے کہ ہم نے ان سے اس امر پر معاہدہ نہیں کیا اور نہ اس امر کے ساتھ ہم نے ان کو ذمہ دیا ہے اور نہ ہم کو ان سے ایسا معاہدہ کرنا زیبا ہے سو جب وہ اس کے مرتکب ہوئے جس پر ہم نے ان سے عہد وپیمان نہیں کیا اور ان کو اس پر ذمہ نہیں دیا تو گویا انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا اور وہ کافر حربی ہو گئے تو وہ ان کے کفر کے سبب قتل کئے جاویں گے علاوہ بریں ان کا عہد وپیمان اور ذمہ ان سے کسی حدود اسلامی کو ساقط نہیں کرتا کہ وہ کسی کا مال چرا لیں یا وہ کسی کو مار ڈالیں پس اگر وہ ایسا کریں گے تو بالضرور ان کا ہاتھ کاٹا جاوے گا اور وہ قتل کئے جاویں گے گو یہ امر ان کے نزدیک حلال ہو علی ہذا اگر وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیں تو وہ بالضرور قتل کئے جاویں گے اور ہمارے اصحاب کے لئے بعض ایسے ظواہر بھی وارد ہوئے ہیں جو (قتل اور عدم قتل ذمی میں) خلاف کے مقتضی ہیں جب کہ ذمی نے آپ کا اس وجہ پر ذکر کیا ہو جس کے ساتھ وہ کافر ہوا ہے (مثلاً وہ کہے کہ آپ نبی نہ تھے یا آپ کی نبوت عام نہ تھی) جیسا کہ تو اس کے بعد کلام ابن قاسم اور ابن سحنون سے واقف ہو گا۔ اور ابو مصعب نے اسباب میں ہمارے اصحاب مدنیین سے خلاف کو حکایت کیا ہے اور نیز علماء مالکیہ نے اس صورت میں اختلاف کیا ہے جب کہ کسی ذمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی اور پھر اسلام لے آیا تو کسی نے کہا ہے کہ اس کا اسلام لانا اس سے قتل کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ اسلام ان گناہوں کو ہدم کر دیتا ہے جو اس سے پہلے کے ہوں برخلاف مسلمان کے جب کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی ہے اور پھر توبہ کی ہو (کہ ہم اس کو قتل کرتے ہیں) کیونکہ ہم باطن کافر کو جانتے ہیں کہ وہ آپ سے بغض رکھتا ہے اور دل سے آپ کی تنقیص کرتا ہے لیکن ہم نے اس کو اس کے اظہار سے روک رکھا ہے سو اس کے اس اظہار نے ہمارے لئے مخالفت امر اور نقض عہد سے زائد کوئی امر ظاہر نہیں کیا پس جب وہ اپنے دین سابقہ سے اسلام کی جانب لوٹ آیا تو اس سے اس کے وہ گناہ ساقط ہو گئے جو اسلام سے پہلے کیے تھے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ترجمہ کہ تو کافروں سے کہہ دے کہ اگر وہ باز آویں تو معاف ہو ان کو جو ہو چکا انتہی۔ برخلاف مسلم کے کہ اس کے حق میں ہمارا یہ گمان تھا کہ اس کا باطن اس کے ظاہر کے موافق اور اس امر کے خلاف ہے جو اس سے اب ظاہر ہوا ہے تو اس کے بعد ہم اس کے رجوع کو منظور نہ کریں گے اور نہ ہم اس کے باطن پر اطمینان کر سکتے ہیں کیونکہ ہم کو اس کے دل کا چور معلوم ہو گیا اور جو احکام اس پر ثابت تھے وہ بدستور

اس پر باقی رہیں گے اور وہ کسی وجہ سے اس سے ساقط نہ ہوں گے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ذمی گالی دینے والے کا اسلام بھی اس سے قتل کو ساقط نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے جو انتہاک حرمت تنقیص اور ثانی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اس پر واجب ہوا ہے تو اس کا اسلام کی جانب رجوع کرانا اس کو ساقط نہ کرے گا جیسا کہ وہ حق جو اس پر اسلام سے پہلے کسی مسلمان کے لئے قتل یا قذف سے واجب ہوا ہو۔ اور جب اس بارے میں مسلمان کی توبہ قبول نہیں کرتے تو اگر ہم کافر کی توبہ نہ قبول کریں تو وہ اور بھی اولی اور انسب ہے اور امام مالک نے کتاب ابن حبیب اور مبسوط میں اور ابن القاسم اور ابن الماجشون اور ابن عبدالحکم اور ابن اصبغ نے ان اہل ذمہ کے حق میں کہا ہے جو ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور نبی کو گالی دیں کہ وہ قتل کئے جاویں مگر یہ کہ وہ اسلام لے آویں اور اسی کے موافق عتبیہ میں ابن القسم نے بھی کہا ہے۔

اور محمد (بن المواز) اور ابن سحنون کے نزدیک۔ اور سحنون اور اصبغ نے کہا ہے کہ اس سے نہ تو توبہ کو کہا جاوے کہ تو مسلمان ہو اور نہ یہ کہا جاوے کہ تو مسلمان نہ ہو اور لیکن اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو یہ اس کی توبہ ہے۔ اور کتاب محمد (ابن المواز) میں ہے کہ ہم کو اصحاب مالک نے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی دوسرے نبی کو گالی دے مسلمان ہو یا غیر مسلمان تو وہ قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جاوے اور ہمارے لئے امام سے (اتنا اور) روایت کیا گیا ہے مگر یہ کافر مسلمان ہو جاوے (کہ وہ اس صورت میں قتل نہ کیا جاوے) اور ابن وہب نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک راہب نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کچھ بیہودہ بکا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم نے اس کو قتل کیوں نہ کر ڈالا۔ اور عیسی (بن معین) نے ابن قاسم سے اس شخص کے حق میں روایت کیا ہے جس نے کہا کہ محمد ہماری جانب نہیں بھیجے گئے بلکہ وہ تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے تو موسیٰ علیہ السلام یا عیسی علیہ السلام نبی ہیں اور اسی قسم کی اور باتیں تو ان پر کچھ الزام نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو ایسے عقیدہ پر برقرار رکھا ہے ہاں اگر اس نے آپ کو گالی دی اور کہا کہ آپ نہ نبی ہیں اور نہ رسول اور نہ آپ پر قرآن شریف نازل ہوا ہے بلکہ آپ نے اپنی طرف گھڑ لیا ہے یا اس قسم کی باتیں تو وہ قتل کیا جاوے ابن القاسم نے کہا ہے کہ اور جب کوئی نصرانی یہ کہے کہ ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے تمہارا دین گدھے کا دین ہے اور اس قسم کی اور بیہودہ اور بری باتیں یا وہ موذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے سن کر کہے (یعنی تم کو بھی رسالت عطا فرماوے یا تم کو ان کی طرح رسول

کرے) تو اس کو خوب درد ناک تادیب کرنا اور قید طویل کے ساتھ سزا دینا چاہئے کہا ہے اور اگر کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی گالی دے جو پہچانی جاوے تو وہ قتل کیا جاوے مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جاوے اس بات کو امام مالک نے بارہا کہا ہے اور یہ نہیں کہا ہے کہ اس سے توبہ لی جاوے اس کی توبہ قبول کی جاوے ابن قاسم نے کہا ہے کہ میرے نزدیک امام مالک کا یہ قول (الا ان یسلم) اس پر محمول ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو جاوے اور ابن سحنون نے سوالات سلیمان بن سالم میں اس یہودی کے حق میں کہا ہے جو موذن سے اشہدان محمد رسول اللہ کہتے سن کر کہتا تھا کہ تو نے جھوٹ بولا کہ اس کو خوب سخت سزا دی جاوے جس سے اس کو تکلیف ہو اور وہ مدت تک قید رکھا جاوے اور نوادر میں بروایت سحنون امام مالک سے مروی ہوا ہے کہ جو کوئی یہودی اور نصرانی کسی نبی کو غیر اس وجہ کے ساتھ گالی دے جس کے ساتھ کہ وہ کافر ہوا ہے اس کی گردن ماری جاوے مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو جاوے پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تو نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گالی میں اس شخص کو کیوں قتل کیا ہے جس کے دین میں آپ کا گالی دینا اور جھٹلانا خبر دین اور اس میں داخل ہے تو اس کے جواب میں کہا جاوے گا کہ ہم اس کو اس واسطے قتل کرتے ہیں کہ ہم نے اس امر پر عہد اور امن اور ذمہ نہیں دیا ہے اور نہ اس امر پر کہ وہ ہم کو قتل کریں اور ہمارا مال چھینیں گو یہ امر ان کے دین میں حلال ہو تو ایسا ہی اس کا ہمارے لئے گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر کرنا (کہ وہ بھی موجب قتل ہے) سحنون نے کہا ہے کہ (جیسا) ہمارے لئے کسی قول میں یہ امر جائز نہیں ہے کہ اہل حرب ہمارے لئے اس شرط پر جزیہ قبول کریں کہ وہ گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برقرار چھوڑے جاویں (اور ہم اس کو منظور کریں) ایسا ہی ان میں سے اس شخص کا عہد بھی ٹوٹ جاوے گا جو ان میں سے آپ کو گالی دے اور ہمارے لئے اس کا خون حلال ہو جاوے گا پس جیسا اسلام اس مسلمان کو قتل سے نہیں بچا سکتا جو آپ کو گالی دے ویسا ہی ذمہ بھی اس ذمی کو قتل سے نہیں بچا سکتا جو آپ کو گالی دے قاضیابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جو امر ابن سحنون نے اپنے اور اپنے والد کی جانب سے ذکر کیا ہے وہ ابن القاسم کے اس قول کے خلاف ہے جس میں انہوں نے تخفیف سزا کا ذکر کیا ہے جب کہ وہ ان امور میں سے ہو جن کے سبب وہ کافر ہوا ہے سو اس میں تامل کرنا چاہئے اور وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سحنون اور ابن سحنون کا مقولہ اس امر کے خلاف ہے جو اس بارے میں اہل مدینہ سے روایت کیا گیا ہے پس ابو مصعب الزہری نے حکایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے کہا تھا قسم ہے اس ذات کی جس نے عیسی علیہ السلام کو محمد (مصطفے صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) پر فضیلت دی ہے تو اس کے حق میں مجھ پر اختلاف کیا گیا تو میں نے اس کو اتنا مارا کہ وہ مر گیا یا رات دن زندہ رہا اور میں نے ایک شخص کو حکم دیا پس اس نے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچا اور اس کو کوڑے پر ڈال آیا تو اس کو کتوں نے کھالیا۔ اور کسی نے ابو المصعب سے ایک نصرانی کا حکم دریافت کیا کہ اس نے کہا ہے کہ عیسے علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ قتل کیا جاوے۔ اور ابن قاسم نے کہا ہے کہ ہم نے امام مالک سے اس مصری نصرانی کا حکم دریافت کیا جس پر اس امر کی گواہی گذری تھی کہ اس نے کہا ہے کہ محمد مسکین خبر دیتا ہے کہ وہ جنت میں ہے اس کا کیا حال تھا کہ وہ اپنی جان کو نفع نہ دے سکا جب کہ کتا اس کے دونوں پنڈلیاں چاہتا تھا (یہ بالکل بہتان ہے) اگر وہ ان کو قتل کر ڈالتے تو اس سے لوگ باگ چین میں ہو جاتے تو امام مالک نے فرمایا کہ میری رائے ہے کہ اس کی گردن ماری جاوے اور میں چاہتا تھا کہ میں اس بارے میں کچھ نہ کہوں پھر مجھ کو معلوم ہوا کہ مجھ کو اس میں سکوت کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن کنانہ نے مبسوطہ میں کہا ہے کہ جو کوئی یہودی یا نصرانی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے تو میں دیکھتا ہوں کہ امام اس کو آگ میں جلاوے اور اگر چاہے تو قتل کرنے اور اس کی لاش کو آگ میں جلاوے اور اگر چاہے تو اس کو زندہ ہی آگ میں جھونک دے جب کہ وہ گالی میں بیہودہ بکتا ہو۔ اور کسی نے مصر سے امام مالک کو لکھا اور مسئلہ سابق ابن قاسم کو ذکر کیا کہا کہ مجھ کو امام مالک نے حکم دیا تو میں نے لکھا کہ وہ قتل کیا جاوے اور اس کی گردن ماری جاوے تو جب میں یہ لکھ چکا تو میں نے کہا اے ابا عبداللہ اور (یہ بھی) لکھ دوں کہ پھر وہ آگ میں جلایا جاوے تو کہا ہے کہ تو وہ اسی قابل اور اس کے لئے یہی سزا مناسب ہے تو میں نے انہیں کے روبرو اس امر کو بھی لکھ دیا تو انہوں نے نہ تو اس کا انکار کیا اور نہ اس کو ناپسند فرمایا اور اسی فتوی کے ساتھ صحیفہ روانہ کر دیا گیا تو (اولاً) قتل کیا گیا اور پھر جلایا گیا اور عبداللہ بن یحیی اور ابن لبابۃ نے ایک جماعت سلف ہمارے اصحاب اندلس میں اس نصرانی عورت کے قتل اور قبول اسلام اور اس کے سبب اس سے قتل کے مدفوع ہو جانے کا فتوی دیا تھا جس نے نفی ربوبیت (رب العزت) اور نبوت عیسی علیہ السلام اور تکذیب نبوت (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان کیا تھا اور اس قول کے سبب سے متاخرین قائل ہوئے ہیں جن میں کہ قابسی اور ابن الکاتب بھی شامل ہیں۔ اور ابوالقاسم بن جلاب نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ جو کوئی مسلمان یا کافر اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے اور قاضی ابو محمد نے دفع قتل اس ذمی میں جو (نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گالی دے اور پھر اسلام لے آوے دو روایتیں حکایت کی ہیں۔ اور ابن سحنون

نے کہا ہے کہ حد قذف اور ایسے ہے اور حدود بندوں کا حق ہے جس کو ذمی کا مسلمان ہونا ساقط نہیں کر سکتا اور اسلام کے سبب جو شے ساقط ہوتی ہے وہ صرف حدود الٰہی ہیں اور رہی حد قذف سو وہ بندہ کا حق ہے چاہے تو یہ نبی کا حق ہو یا غیر نبی پس جب ذمی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہمت لگادے اور پھر اسلام لے آوے تو اس پر حد قذف واجب ہو گی اور لیکن یہ دیکھنا چاہے کہ اس پر کیا واجب ہوتا ہے یا اس کے اسلام کے سبب اس قتل ساقط ہو جاتا ہے اور اس کے اسی کوڑے مارے جاویں سو اس کو سوچنا چاہئے۔

فصل 4

میراث اس شخص کے بیان میں جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے اور اس کے غسل اور اس پر نماز پڑھنے کے بیان میں علماء (مالکیہ) نے میراث اس شخص میں اختلاف کیا ہے جو گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب قتل کیا جاوے پس سحنون تو اس طرف گئے ہیں کہ وہ جماعت مسلمین کا حق ہے اس واسطے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گالی کفر ہے جو کفر زندقہ سے مشابہ ہے اور اصبغ نے کہا ہے۔

ہے کہ اس کی میراث اس کے ورثاء مسلمین کے لئے ہے اگر وہ اس کو چھپاتا تھا اور اگر وہ ظاہر ظہور علانیہ کرتا تھا تو اس کی میراث مسلمانوں کے لئے ہے اور وہ ہر حال میں قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ قبول نہ کیجائے۔ ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر وہ قتل کیا گیا اور وہ شہادت کا منکر تھا تو اس کے میراث میں وہی حکم ہے جو اس کے اقرار سے ظاہر ہے پس اس کی میراث کے اس کے وارث ہی مستحق ہوں گے اور قتل اس امر کی حد ہے جو اس پر ثابت ہوا ہے اس کو میراث سے کوئی علاقہ نہیں اور ایسا ہی اگر اس نے گالی کا اقرار کیا اور توبہ ظاہر کیا اور توبہ ظاہر کی کہ اس بصورت میں بھی وہ قتل کیا جاوے گا کیونکہ وہ اس کی حد ہے اور میراث اور اس کے سوا اور تمام احکام میں اس کا وہی حکم ہے جو اسلام کا ہے اور اگر اس نے گالی کا اقرار کیا اور پھر اس پر مصر رہا اور اس سے توبہ کرنے کا انکار کیا اور اسی حالت پر قتل کیا گیا تو وہ کافر ہے اور اس کی میراث کے مسلمان وارث ہوں گے اور اس کو نہ تو غسل دیا جاوے گا اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اور نہ اس کو کفن دیا جاوے گا رہا اس کو ستر ضرور ڈھانک دیا جاوے گا جیسا کہ کافروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور شیخ ابوالحسن رحمتہ اللہ کا یہ قول اس شخص کے حق میں تو ظاہر ہے جو علی الاعلان آپ کو گالی بکتا ہو اور پھر اس پر اصرار کرتا ہو اس میں خلاف متصور نہیں کیونکہ وہ کافر مرتد غیر تائب اور غیر مقلع ہے اور یہ قول اصبغ کے موافق ہے اور ایسا ہی کتاب سحنون میں اس زندیق کے حق میں ہے جو اپنے قول پر مصر ہو اور اسی کے مثل ابن القاسم کے لئے ہے عتبیہ میں اور اصحاب مالک کے لئے ہے کتاب ابن حبیب میں اس شخص کے حق میں جو اپنے کفر کا اعلان کرے ابن قاسم نے کہا ہے کہ اس کا حکم مرتد کا سا حکم ہے کہ اس سے نہ تو اس کے ورثاء مسلمین وارث ہوتے ہیں اور نہ وہ لوگ وارث ہوتے ہیں جن کے دین میں وہ داخل ہوا ہے اور نہ اس کی وصیتیں نافذ ہوتی ہیں اور نہ اس کا عتق نافذ ہوتا ہے اور یہی اصبغ کا قول ہے اور اس نے کہا ہے چاہے تو وہ اس حالت پر قتل کر دیا جاوے اور چاہے مر جاوے اور ابو محمد بن ابی زید نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس زندیق کی میراث میں ہے جو توبہ کا اعلان کرے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے۔ رہا وہ زندیق جو اپنے زندقہ پر مصر ہو سو اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ (اس کے ورثاء میں سے) اس کا کوئی وارث نہ ہو گا اور ابو محمد نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جو اللہ عزوجل کو گالی دے اور پھر مر جاوے اور اس پر بینہ قائم نہ ہو یا وہ بینہ قبول نہ ہو کہ اس پر نماز پڑھی جاوے۔ اور اصبغ نے ابن قاسم سے کتاب ابن حبیب میں اس شخص کے حق میں کہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرے یا کسی ایسے دین کا اعلان کرے جس کے سبب وہ دین اسلام سے

جدا ہو جاتا ہے کہ اس کی میراث مسلمانوں کا حق ہے اور مالک کے اس قول کے کہ مرتد کی میراث مسلمانوں کا حق ہے اور اس سے اس کے ورثا وارث نہ ہوں گے ربیعہ اور شافعی اور ابو ثور اور ابن ابی لیلی قائل ہوے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ سے اسباب میں مختلف اقوال مروی ہوے ہیں اور علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ابن المسیب اور حسن اور شعبی اور عمر بن عبدالعزیز اور حکم اور اوزاعی اور لیث (بن سعد) اور اسحق (بن راہویہ) اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس سے اس کے ورثاء مسلمین وارث ہوں گے اور کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس میراث کا ہے جو اس نے ارتداد سے پہلے کمائی ہو اور جو اس نے ارتداد کے زمانہ میں کمائی ہو وہ مسلمانوں کا حق ہے اور باقی جواب میں ابوالحسن (قابسی) رحمتہ اللہ کی تفصیل اچھی اور ظاہری اور یہ راے اصبغ کے موافق اور قول سحنون کے مخالف ہے اور ان دونوں کا اختلاف اختلاف قول امام مالک رحمتہ اللہ پر مبنی ہے جو ان سے میراث زندیق میں منقول ہوا ہے کہ انہوں نے ایک بار تو اس سے اس کے ورثاء مسلمین کو وارث کہا ہے جب کہ اس پر اس امر کے ساتھ بینہ قائم ہوا ہو کہ وہ زندیق ہے اور اس نے اس کا انکار کیا ہو یا اقرار کے بعد توبہ کو ظاہر کیا ہو اور اس قول کے ان کے بہت سے اصحاب قائل ہوے ہیں جیسے اصبغ اور محمد بن مسلمہ کیونکہ انکار یا توبہ کے سبب وہ اسلام کا ظاہر کرنے والا ہے اور اس کا منافقین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سا حکم ہے اور ابن نافع نے ان سے عتبیہ اور کتاب محمد (بن المواز) میں روایت کیا ہے کہ اس کی میراث جماعت مسلمین کے لئے ہے کیونکہ اس کا مال اس کی جان کے تابع ہے اور اس کی بھی ان کے صحاب میں سے ایک جماعت قائل ہوئی ہے اور اسی کے اشہب اور مغیرہ اور عبدالملک اور محمد (بن المواز) اور سحنون قائل ہوے ہیں اور عتبیہ میں ابن قاسم اس طرف گئے ہیں کہ اگر اس نے اس امر کا اقرار کیا ہے جس کی کہ اس پر گواہی گذری ہے اور اس نے اس سے توبہ کی ہے اور پھر وہ قتل کیا گیا ہے تو اس سے اس کے ورثاء مسلمین وارث نہ ہوں گے اور اگر اس نے اس کا اقرار نہیں کیا یہاں تک کہ مارا گیا یا مرگیا تو اس سے اس کے ورثاء وارث ہوں گے کہا ہے اور ایسا ہے ہر وہ شخص جو کفر کو کہ اس سے وراثت اسلام کے موافق وارث ہوں گے اور کسی نے ابوالقاسم بن الکاتب سے اس نصرانی کا حکم دریافت کیا جس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی اور پھر اس کے سبب سے وہ قتل کیا گیا کہا کہ اس سے اس کے اہل مذہب وارث ہوں گے یا مسلمان تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے ہے مگر نہ بر سبیل میراث کیونکہ وہ مختلف المذہب والدین باہم وارث نہیں ہو سکتے لیکن اس سبب سے کہ اس کا متروکہ ان کا حق

ہے اس واسطے کہ اس نے عہد (ذمہ) کو توڑ ڈالا ہے یہ ان کے قول کے معنی اور اس کا اختصار ہے (نہ اصل الفاظ)

تیسرا باب

بیان حکم اس شخص میں جو اللہ عزوجل اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے نبیوں اور نبیوں کی اولاد اور ازواج مطہرات اور اصحاب اخیار کو گالی دے۔ اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ جو کوئی مسلمان اللہ عزوجل کو گالی دے وہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے اور نہ کرنے میں اختلاف واقع ہے تو ابن قاسم نے مبسوط اور کتاب ابن سحنون اور محمد بن المواز میں کہا ہے اور ابن القاسم نے اس کو کتاب اسحق بن یحییٰ میں امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جو کوئی مسلمان اللہ عزوجل کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے مگر یہ کہ وہ ایک دین سے دوسرے دین کی جانب پھر جانے کے سبب جس کو کہ اس نے دین ٹھہرایا ہو اللہ پر بہتان باندھے اور اس کو ظاہر کرے کہ اس سے توبہ کرائی جاوے اور اگر اس کو ظاہر نہیں کیا ہے تو اس سے توبہ نہ کرائی جاوے اور ایسا ہی مبسوط میں مطرف اور عبدالملک نے کہا ہے اور مخزومی اور محمد بن سلمہ اور ابن ابی حازم نے کہا ہے کہ گالی کے سبب مسلمان اس وقت تک قتل نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے توبہ نہ طلب کی جاوے (اور وہ توبہ سے انکار نہ کرے) اور ایسی ہی یہودی اور نصرانی کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کی جاوے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو قتل کئے جاویں اور توبہ کا طلب کرنا ضروری ہے اور یہ سب ایسا ہے جیسے ردت اور یہ وہ ہے جس کو قاضی ابن نصر نے مذہب امام مالک سے حکایت کیا ہے۔ اور ابو محمد بن ابی زید نے ضمن ان امور کے جو ان سے حکایت کئے گئے ہیں اس شخص کے حق میں یہ فتویٰ دیا ہے جو کسی شخص کو لعنت کرے اور اس کی ساتھ اللہ کو بھی لعنت کرے اور کہے کہ میں شیطان کو لعنت کرنا چاہتا تھا میری زبان چوک گئی (اور اللہ نکل گیا) کہ وہ ظاہر کفر کے سبب قتل کیا جاوے اور اس کا یہ عذر قبول نہ کیا جاوے ہاں وہ اس کے اور اللہ کے درمیان معذور ہے اور فقہاء قرطبہ نے مسئلہ ہرون بن حبیب برادر عبدالملک فقیہ میں اختلاف کیا تھا اور یہ ایک ضیق اور سئی المزاج اور بہت جلد ملول ہونے والا شخص تھا اور اس پر بہت سی

(باتوں کی) گواہیاں گذری تھیں منجملہ ان کے ایک گواہی یہ تھی کہ اس نے بیماری سے اٹھتے وقت کہا ہے کہ میں نے اس بیماری میں اتنی تکلیف اٹھائی ہے کہ اگر (نعوذ باللہ) میں ایک روز عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی قتل کر ڈالتا تو تب بھی اس ساری تکلیف کا مستوجب نہ ہوتا تو اس پر ابراہیم بن خالد نے تو اس کے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ اس کا یہ قول اس امر کو متضمن ہے کہ نعوذ باللہ اللہ عزوجل ظالم ہے کہ اس نے اس پر ظلم کیا ہے اور سبحانہ و تعالیٰ کے حق میں تعریض بھی بمنزلہ تصریح ہے اور اس کے بھائی عبدالملک بن حبیب اور ابراہیم بن حسین بن عاصم اور سعید بن سلیمان قاضی نے اس امر کا فتویٰ دیا کہ اس سے قتل ساقط ہے مگر قاضی مذکور کی یہ رائے ہوئی کہ اس پر جیل میں تشدد کیا جاوے اور اس کو سخت تادیب کی جاوے کیونکہ اس کا کلام محتمل ہے اور وہ سکون کی جانب پھر سکتا ہے، تو جس کسی نے اس شخص کی توبہ قبول کرنے کو کہا ہے جو اللہ کو گالی دے اس کی یہ وجہ ہے کہ (اس کے نزدیک) وہ محض کفر اور ردت ہے اس سے اللہ کے سوا کسی اور کا حق متعلق نہیں تو یہ اس کفر سے مشابہ ہے جو بلا گالی ہو اور ایسا ہے جیسا کوئی اسلام سے کسی دوسرے دین کی جانب پھر جاوے اور ترک استتابت کی یہ وجہ ہے کہ جب اظہار اسلام کے بعد اس سے یہ بات ظاہر ہوئی تو ہم نے اس کو متہم جانا اور خیال کیا کہ اس کی زبان سے وہی نکلا ہے جو اس کا عقیدہ ہے کیونکہ ایسی باتوں میں کوئی شخص تساہل نہیں کرتا تو اس کے لئے وہ حکم کیا جاوے گا جو زندیق کے لئے کیا جاتا ہے اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور جب وہ ایک دین سے دوسرے دین کی جانب منتقل ہو گیا اور اس نے گالی کو ظاہر کیا تو وہ ارتداد کے معنی میں ہے تو اس کی نسبت معلوم ہو گیا کہ اس نے اسی اسلام کو اپنی گردن سے نکال پھینکا ہے اور اس کا حکم مرتد کا حکم ہے مذہب مشہور اکثر علماء پر اس سے توبہ طلب کی جاوی اور یہ امام مالک اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ ہم نے اس کو اس کی بیان اور اس کے خلاف کو اس کی فصلوں میں ذکر کیا ہے۔

فصل 1

اور رہا وہ شخص جو اللہ عزوجل کی جانب وہ امر منسوب کرے جو اس کی کبریائی کے شایان نہیں اور یہ منسوب کرنا نہ تو بر سبیل سب و شتم ہو اور نہ بر سبیل ردت اور ارادہ کفر ہو بلکہ بر سبیل تاویل اور اجتہاد اور خطا صادر ہوا ہو جو کہ ہوائے نفسانی اور بدعت کی جانب مفضی ہو جیسے تشبیہ اور تعطیل یا رب العزت کا کسی خارجہ کے ساتھ متصف ہونا (مثلاً اللہ کے ہاتھ پاؤں اور منہ ہے یا وہ کسی حسین و جمیل شخص کی صورت ہے) یا اس سے کسی صفت کمال کی نفی کرے

سو یہ سب ایسے امور ہیں جن کے قائل کی تکفیر میں سلف اور خلف دونوں نے اختلاف نہیں کیا اور اسباب میں امام مالک اور ان کے اصحاب سے بھی اقوال مختلف وارد ہوے ہیں اور انہوں نے ان کے قتال میں اختلاف نہیں کیا ہے جب کہ انہوں نے اپنا گروہ باندھا ہو اور جماعت اکٹھی کی ہو کہ ان سے توبہ طلب کی جاوے پس اگر وہ توبہ کریں تو فبہا ورنہ قتل کئے جاویں بلکہ انہوں نے ان میں سے اس شخص کے حق میں اختلاف کیا ہے کہ جو منفرد ہے پس امام مالک اور ان کے یاروں کا اکثر قول تو یہ ہے کہ ان کی تکفیر اور قتل کو ترک کیا جاوے اور ان کی سزا میں سختی اور قید میں درازی کی جاوے اور وہ مدت دراز تک قید رکھے جاویں یہاں تک کہ ان کا اس عقیدہ سے پھرنا معلوم اور ان کی توبہ ظاہر ہو جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے (عبداللہ) صلیغ (التمیمی) کے ساتھ کیا تھا اور یہ محمد بن المواز کا خوارج میں اور عبدالملک بن الماجشون کا قول ہے اور سحنون کا تمام اہل اہواء میں اور اسی کے ساتھ موطا میں قول امام مالک اور اس امر کی تفسیر کی گئی ہے جس کو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز اور ان کے دادا اور ان کے چچا سے قدریہ میں روایت کیا ہے کہ ان سے توبہ طلب کی جاوے پس اگر وہ توبہ کریں تو فبہا ورنہ قتل کئے جاویں اور عیسیٰ نے ابن القاسم سے اہل اہواء میں جیسے اباضیہ ور قدریہ اور ان کے مثل اور اہل بدعت جو تحریف اور تاویل کتاب اللہ کے ساتھ سنت والجماعت سے مخالف ہوے ہیں کہا ہے کہ ان سے توبہ کرائی جاوے تو وہ اس بدعت کو ظاہر کریں اور چاہے چھپاویں پس اگر وہ توبہ کریں تو فبہا ورنہ قتل کئے جاویں اور ان کی میراث ان کے وارثوں کے لئے ہے اور نیز ایسا ہی ابن القاسم نے کتاب محمد بن المواز میں قدریہ وغیرہ کے حق میں کہا ہے اور ان سے توبہ کا طلب کرنا یہ ہے کہ ان سے کہا جاوے کہ تم اس امر کو چھوڑ دو جس پر تم جم رہے ہو اور اسی کے مثل ان کے لئے یہی مبسوط میں اباضیہ اور قدریہ اور دیگر اہل بدع کے حق میں کہا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور اپنی سوء رائے کے سبب قتل ہوے ہیں اور اسی کے موافق عمر بن عبدالعزیز نے عمل کیا ہے ابن قاسم نے کہا ہے کہ جو کوئی یہ کہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا تو اس سے توبہ طلب کی جاوے پس اگر وہ توبہ کر لے فبہا ورنہ قتل کیا جاوے اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب وغیرہ کی رائے میں یہ اور اس کے مثل خوارج اور قدریہ اور مرجیہ (وغیرہ فرق اہل اہواء) کافر ہیں اور اسی کے مثل سحنون سے اس شخص کے حق میں مروی ہوا ہے جس نے کہا ہے کہ اللہ کا کلام نہیں ہے کہ وہ کافر ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ سے اسباب میں روایات مختلفہ آئے ہیں سو روایت شامیین ابی مسعر اور مروان بن محمد طاطری میں ان پر کفر کا اطلاق کیا ہے اور کسی نے (امام مالک سے) از دواج قدریہ میں مشورہ لیا تو انہوں

نے جواب دیا کہ اس سے نکاح مت کرو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولعبد مومن خیر من مشرک اور بیشک بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہوا ہے کہ اہل ہواء سب کے سب کافر ہیں اور کہا ہے کہ جو کوئی ذات باری تعالیٰ میں کسی شے کا وصف بیان کرتے وقت اپنے کسی جسم کی جانب آشارہ کرے مثلاً ہاتھ کان ناک آنکھ کی جانب تو اس کا یہ عضو قطع کر دیا جاوے کیونکہ اس نے اللہ رب العزت کو اپنی جان سے تشبیہ دی ہے اور اس شخص کے حق میں کہا ہے جس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے کہ وہ کافر ہے اس کو قتل کرو اور روایت ابن نافع میں کہا ہے کہ اس کے درہ مارے جاویں اور اس کو دردناک مار ماری جاوے اور اس کو قید رکھا جاوے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور ان سے بشر بن بکر تینسی کی روایت میں ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور اس سے توبہ کو نہ کہا جاوے اور ائمہ عراقین میں سے قاضی ابو عبداللہ البرنکانی اور قاضی ابو عبداللہ التستری نے کہا ہے کہ (اس شخص کے حق میں جو خلق قرآن کا قائل ہے) ان کا جواب مختلف ہے ان میں سے جو کوئی جان کار اور سمجھ دار اور داعی ہو کہ لوگوں کو اس کی جانب دعوت کرتا ہو وہ قتل کیا جاوے اور اسی خلاف پر اعادہ نماز میں بھی ان کا قول مختلف آیا ہے کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں وہ دوہرائی جاویں یا نہیں۔ اور ابن المنذر نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا ہے کہ قدریہ سے توبہ نہ لی جاوے اور سلف صالحین میں اکثر کا یہ قول ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہوئے ہیں میں ان میں سے لیث بن سعد اور ابن عیینہ اور ابن ربیعہ ہیں اور یہ امران سے ان اشخاص کے حق میں مروی ہوا ہے جو خلق قرآن کے قائل ہیں اور اسی کے ابن مبارک اور اودی اور وکیع اور حفص بن غیاث اور ابو اسحاق فزاری اور ہشیم اور علی بن عاصم مع دیگر مجتہدین کے قائل ہوئے ہیں اور یہ اکثر محدثین اور متکلمین کا قول ہے ان کے حق میں اور نیز خوارج اور قدریہ اور اہل اہواء کے حق میں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور تاویلیں کرتے ہیں اور یہی احمد بن حنبل رحمتہ اللہ کا قول ہے اور ایسا ہی انہوں نے ان لوگوں کے حق میں کہا ہے جو ان اصولوں میں توقف یا شک کرنے والے ہیں اور فریق ثانی میں جن سے دوسرے قول کے معنی مروی ہوئے ہیں یعنی ترک تکفیر کے علی بن ابی طالب اور ابن عمر اور حسن بصری رحمہم اللہ ہیں اور یہ فقہاء اور نظاریں اور متکلمین میں سے ایک جماعت کی رائے ہے اور ان حضرات نے عدم تکفیر پر اس امر سے احتجاج کیا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین بالرضوان نے اہل حروراء اور ان اشخاص سے جو قدر کے ساتھ معروف تھے ان کے وارثوں ہی کو وارث کیا ہے اور ان کو مقابر مسلمین میں دفن کیا ہے اور ان پر تمام احکام اسلام جاری کئے ہیں۔ قاضی اسمٰعیل نے کہا

ہے کہ امام مالک کی قدریہ اور دیگر اہل بدع میں اس کہنے کی کہ ان سے توبہ طلب کی جاوے پس اگر وہ توبہ کریں تو فبہا ورنہ قتل کئے جاویں یہ وجہ ہے کہ ان کا یہ ابتداع بھی ایک قسم کا فساد ہے جیسا کہ محاربین میں کہا ہے کہ اگر امام کی یہ رائے ہو کہ اس کو قتل کرنا چاہئے اور اس کو کسی نے قتل نہ کیا ہو تو وہ اس کو قتل کر ڈالے اور محارب کا فساد صرف اموال اور مصالح دنیا میں ہے گو کبھی کبھی ازجہت طریق حج اور جہاد دین میں بھی داخل ہو جاتا ہے اور اہل بدعت کا بڑا فساد دین میں ہے گو وہ عداوت مسلمین کے سبب کبھی کبھی دین میں بھی داخل ہو جاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ فساد دین کا دفع کرنا فساد دنیا کے دفع کرنے سے اولی اور اقدم ہے)

فصل 2

بیان تحقیق قول تاویل متاولین میں اور ہم تکفیر اصحاب بدع فاسدہ اور اہل اہواء کاسدہ میں جو کہ تاویل کرنے والے اور اس قول کے قائل ہیں جس کا انجام کفر ہے اور جب ان کو اس پر آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ اس قول کے قائل نہیں رہتے جو کفر کی جانب مفضی ہے مذہب سلف کو پہلے بیان کر آئے ہیں اور حسب اختلاف ان حضرات کے فقہاء اور متکلمین نے بھی اسباب میں اختلاف کیا ہے تو ان میں سے کوئی تو ان کی تکفیر کو صواب جانتا ہے جس کے کہ جمہور سلف قائل ہوئے ہیں اور کوئی اس کا انکار کرتا ہے اور ان کا جماعت مومنین سے خارج کرنا مناسب نہیں جانتا اور یہ اکثر فقہاء اور متکلمین کا قول ہے اور کہا ہے کہ یہ لوگ فاسق اور گنہگار اور گمراہ ہیں۔ اور ہم ان کو مسلمانوں سے وارث کرتے ہیں اور ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کرتے ہیں اور اسی واسطے سحنون نے کہا ہے کہ اس شخص پر نماز کا اعادہ نہیں ہے جو ان کے پیچھے نماز پڑھے کہا ہے اور یہی جملہ اصحاب مالک کا قول ہے مغیرہ اور ابن کنانہ اور اشہب کا کہا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے اور گناہ کے سبب وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا اور دوسرے لوگ اس امر میں مضطرب ہوئے ہیں اور انہوں نے ان کی تکفیر اور عدم تکفیر میں توقف کیا ہے اور امام رحمتہ اللہ کے دونوں قولوں کا اختلاف اور اعادہ اس نماز سے توقف کرنا جو ان کے پیچھے پڑھی جاوے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور ایسے ہی امر کی جانب امام اہل تحقیق اور حق قاضی ابوبکر (باقلانی) بھی گئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ مشکل بات ہے کیونکہ قوم مذکور نے اس کفر کے ساتھ صراحت نہیں کی ہے بلکہ وہ بات کہی ہے جو کفر کی جانب مفضی ہوئی ہے (اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے) اور مسئلہ مذکور میں ان کا قول بھی ویسا ہی مضطرب (اور مختلف) ہوا ہے جیسا کہ ان کے امام مالک بن انس رحمتہ اللہ کا حتیٰ کہ انہوں نے اپنے بعض کلام میں کہا ہے کہ ان علماء

کی رائے پر جنہوں نے ان کی تکفیر کی ہے نہ ان سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ ان کا ذبیحہ درست ہے اور نہ ان کی میت پر نماز جنازہ صحیح ہے اور ان کی میراث میں بھی ویسا ہی اختلاف واقع ہے جیسا کہ میراث مرتد میں اور کہا ہے کہ ان کی میت سے ان کے ورثاء مسلمین کو وارث کرتے ہیں اور ان کے ورثاء مسلمین سے ان کو وارث نہیں کرتے اور ان کا میلان زیادہ تر اسی جانب ہے کہ انجام کار ان کو کافر نہ کہا جاوے۔ اور علی ھذا اس امر میں ان کے شیخ ابی الحسن اشعری کا قول بھی مضطرب (اور مختلف) ہوا ہے اور ان کا بھی اکثر قول یہی ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جاوے اور یہ کہ کفر ایک خصلت ہے اور وہ وجود باری تعالی عزاسمہ سے جاہل ہونا ہے اور ایک بار کہا ہے کہ جو کوئی اس امر کا معتقد ہو کہ اللہ جسیم ہے یا مسیح ہے یا بعض وہ شے ہے جو اس کو راستہ میں مل جاوے تو وہ عارف باللہ نہیں ہے بلکہ کافر ہے اور ایسے ہی مقولہ کی جانب ابوالمعالی رحمتہ اللہ اپنے ان جوابات میں مائل ہوے ہیں جو انہوں نے ابی محمد عبدالحق کو دیے ہیں اور انہوں نے ان سے ایک مسئلہ کو دریافت کیا تھا جس میں اشعری رحمتہ اللہ عدم تکفیر کی جانب مائل ہوے تھے تو انہوں نے اس میں یہ عذر کیا کہ اس مسئلہ میں غلطی کرنا ایک دشوار امر ہے کیونکہ کسی کافر کو ملت اسلام میں داخل کرنا یا کسی مسلمان کو دین اسلام سے خارج کرنا دین میں بڑی بھاری بات ہے اور ان دونوں کے سوا اور محققین نے کہا ہے کہ تکفیر اہل تاویل سے احتراز کرنا ہی واجب ہے کیونکہ نمازیوں کے خون کا مباح جاننا بڑی بھاری بات ہے اور ہزار کافروں کے چھوڑنے میں ایک مسلمان کے چلو بھر خون بہانے سے آسان ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس امر کی گواہی دیں کہ اللہؐ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوت ادا کریں پس جب وہ یہ کرلیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ یہ کہہ لیں گے تو مجھ سے اپنا خون اور مال بچالیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت کے ساتھ عصمت یعنی حفاظت جان و مال کا ثابت ہونا قطعی ہے تو وہ بغیر دلیل قطعی کے مرفوع اور مباح نہیں ہو سکتا اور اس امر پر نہ تو کوئی دلیل شرعی ہی قاطع ہے اور نہ قیاس اور الفاظ احادیث جو اسبارے میں وارد ہوے ہیں وہ سب کے سب قابل تاویل ہیں اور ان میں تاویل ممکن ہے اور رہیں وہ احادیث جن میں کہ کفر قدریہ کی تصریح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ ان کے لئے اسلام میں حصہ نہیں اور آپ کا رافضیوں کو مشرک کہنا اور ان پر لعنت کرنا اور علی ہذا خوارج وغیرہ دیگر اہل اہواء میں (آپ کا لعنت فرمان) سو ان احادیث کے ساتھ ان لوگوں نے تمسک کیا

ہے جو ان کی تکفیر کے قائل ہوتے ہیں اور فریق ثانی نے (جو ان کی تکفیر کے قائل نہیں ہوے) ان کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسے الفاظ احادیث میں بر سبیل تغلیظ ان لوگوں کے حق میں بھی وارد ہوے ہیں جو کافر نہیں ہیں اور یہ کہ کفر کفراور شرک شرک میں بھی فرق ہے (کہ کوئی کفر بمعنی کفران نعمت ہے اور کوئی کفر صریح کفر ہے اور کوئی شرک خفی ہے اور کوئی جلی) اور ایسا ہی ریاء اور حقوق والدین اور حقوق زوج اور شہادت زور اور ان کے سوا اور بہت سے معاصی میں بھی وارد ہوے ہیں اور جب حدیث دونوں امر کی محتمل ہے تو بغیر دلیل قاطعہ کے کسی ایک امر پر قطعہ نہیں کیا جا سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوارج کے حق میں یہ فرمانا کہ وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں اور یہ کافروں کی صفت ہے اور یہ فرمانا کہ یہ ادیم آسمان کے نیچے سب سے بدتر قتیل ہیں خوشخبری ہو اس شخص کو جو ان کو قتل کرے یا وہ ان کو قتل کریں اور فرمایا ہے کہ جب تم ان کو پاؤ تو ان کو ایسا قتل کرو جیسے عاد قتل ہوے ہیں (کہ ان میں کوئی باقی نہ رہا) ظاہر اس قول کا یہ ہے کہ وہ کافر ہیں خاص کر اس وجہ سے کہ آپ نے ان کو عاد کے ساتھ تشبیہ دی ہے سو اس سے اس شخص نے استدلال کیا ہے جو ان کی تکفیر کا قائل ہوا ہے تو ان سے فریق ثانی (یعنی وہ شخص جو ان کی تکفیر کا قائل نہیں) کہتا ہے کہ یہ تغلیظ اس واسطے ہے کہ وہ مسلمانوں پر خروج کریں گے اور ان سے باغی ہوں گے اس دلیل سے کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے سو ان کا قتل کرنا اس جگہ حد کے سبب ہے نہ کفر کے اور عاد کا ذکر کرنا قتل اور حلت کی تشبیہ ہے نہ مقتول کی یعنی ان کو ایسا قتل کرو جیسے وہ قتل ہوے ہیں کہ کوئی باقی ہی نہیں اور ان کو قتل کرنا ایسا حلال ہے جیسا عاد کا یہ نہیں ہے کہ یہ مقتولین عذاب و نکال میں عاد کے مثل ہیں اور یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ جس کے قتل کا حکم کیا جاوے اس کو کافر بھی کہا جاوے اور فریق ثانی ان کا قول خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ معارضہ کرتا ہے جو اسی حدیث میں ہے کہ یا رسول اللہ مجھ کو چھوڑ دیجئے کہ میں اس کی گردن ماروں تو آپ نے فرمایا شاید وہ نماز پڑھے پس اگر وہ لوگ جو اس کی تکفیر کے قائل ہوے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے استدلال کریں کہ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے اور وہ ان کے جن پر گردن سے بھی تجاوز نہ کرے گا کہ آپ نے اس میں خبر دی ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہ داخل ہو گا۔ اور علی ہذا آپ کے اس قول کے ساتھ کہ وہ دین سے ایسے نکل جاویں گے جیسا تیر نشانہ سے (اور) پھر وہ اس کی جانب نہ لوٹ سکیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے چلہ میں لوٹ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے ساتھ کہ وہ اوجہ کو جہ اور غوں سے تجاوز کر جاوے گا۔ کہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ

ان کو اسلام سے کوئی چیز نہ لگے گی (جیسا بولتے ہیں کہ اس کو اس بات کی ہوا تک نہیں لگی) تو فریق ثانی نے ان کو اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ اس قول کے کہ وہ ان کے چنبر گردن سے بھی تجاوز نہ کرے گا۔

یہ معنی ہیں کہ وہ نہ تو اپنے دلوں سے اس کے معنی سمجھیں گے اور نہ اس کی لئے ان کے دل کشادہ ہوں گے اور نہ اس پر ان کے جوارح عمل کریں گے اور انہوں نے ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے ساتھ معارضہ کیا ہے کہ وہ اس کے سرے میں شک کریں گے کہ یہ جملہ ان کی حالت میں شک کا مقتضی ہے اور اگر وہ قول ابی سعید کے ساتھ احتجاج کریں جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے یخرج فی ھذہ الامتہ کہ اس امت میں نکلے ہیں اور یہ نہیں فرمایا یخرج من ھذہ الامتہ کہ اس امت سے نکلے گا اور تحریر روایت اور اتفاق لفظ ابی سعید کے ساتھ تو دوسرے لوگ اس کا یہ جواب دیں گے کہ عبارت مذکور کا لفظ فی کے ساتھ لانا تصریح اس امر کا مقتضی نہیں ہے کہ وہ کسی دوسری امت سے ہوں گے برخلاف لفظ من کے کہ وہ تبعیض اور اس امر کے لئے ہے کہ اس امت سے ہیں علاوہ بریں ابی ذر اور علی اور ابی وغیرھم ہم رضی اللہ عنھم سے اس حدیث میں مروی ہوا ہے یخرج من امتی۔ ویکون من امتی (کہ اس میں بجائے لفظ فی کے لفظ من موجود ہے) اور حروف معانی باہم مشترک ہیں سو نہ تو ان میں سے لفظ فی کے سبب ان کی امت سے خارج کرنے پر استدلال ہو سکتا ہے اور نہ لفظ من کے سبب ان کے داخل کرنے پر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اباسعید رضی اللہ عنہ نے اس تنبیہ میں جو انہوں نے کی ہے نہایت خوبی سے کام لیا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام بڑے فقیہ اور معانی کے تحقیق کرنے والے اور ان کے الفاظ سے نکالنے والے اور خلاصہ کرنے والے تھے اور وہ روایت میں ان مذاہب موجودہ سے جو اہل سنت والجماعت اور دیگر فرقوں کے درمیان دائر سائر میں نہایت درجہ احتراز اور اجتناب کرنے والے تھے جس میں بہت کثیر مقولہ ہیں جو باہم مختلف اور مضطرب اور ضعیف ہیں (اور) ان اقوال میں سب سے اقرب جہم اور محمد بن حبیب کا قول ہے اور وہ یہ ہے کہ کفرباللہ (یعنی اس کی ذات اور صفات سے نادان ہونے) کے سوا انسان اور کسی سبب سے کافر نہیں ہوتا اور ابوالہذیل نے کہا ہے اور جس کسی کی تاویل میں اللہ کا اس کی مخلوق کے ساتھ مشابہ ہونا اور اس کا اس کے افعال میں جابر اور ظالم ہونا اور اس کی خبر کا جھٹلانا ہو وہی کافر ہے اور جو کوئی کسی شے کا قدم ثابت کرے جس کو کہ اللہ نے نہیں کہا وہی کافر ہے اور بعض متکلمین نے کہا ہے کہ جو کوئی (کتاب اور سنت سے) اصل کو پہچانتا ہو

اور اس پر اپنے قول کو بنا کرتا ہو اور اس کا تاویل کرنا اوصاف الٰہی میں ہو تو وہ کافر ہے اور اگر وہ اسباب سے نہ ہو تو وہ فاسق ہے مگر یہ کہ وہ اصل ہی کو نہ پہچانتا ہو تو وہ جاہلی ہے نہ کافر۔ اور عبداللہ بن الحسن العنبری اس طرف گیا ہے کہ دین کی ان اصولوں میں تمام مجتہدین کے اقوال صواب ہیں جن میں کہ تاویل ممکن ہو اور اس قول میں وہ (یعنی عنبری مذکور) امت کے تمام فرقوں سے جدا جا پڑا ہے کیونکہ اس کے سوا جملہ علمانے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ اصول دین میں حق ایک ہی میں منحصر ہے اور اس میں خطا کرنے والا گنہگار عاصی فاسق ہے اور خلاف جو کچھ واقع ہوا ہے وہ صرف اس کی تکفیر میں واقع ہوا ہے اور نیز قاضی ابوبکر باقلانی قول عبداللہ کے مثل داؤد اصبہانی سے بھی بیان کیا ہے کہا ہے اور ایک قوم نے ان دونوں سے اس امر کو حکایت کیا ہے کہ ان دونوں نے اس بات کو ہر اس شخص کے حق میں کہا ہے جس کی حالت سے اللہ کو یہ معلوم ہو کہ اس نے طلب حق میں دینی کوشش کو پورا کر ڈالا ہے چاہے تو یہ شخص ہمارے مذہب کا ہو یا کسی دوسرے مذہب کا اور اسی قول کے لگ بھگ جاحظ اور تمامہ نے بھی کہا ہے کہ (قبول اسلام اور طلب تعمیں) اکثر عوام (جہال) اور عورتوں اور غافلوں اور مقلدین نصاری اور یہود وغیرہ پر اللہ کو محبت نہیں (کہ انہوں نے دین اسلام کو کیوں قبول نہیں کیا) کیونکہ ان کی طبیعتیں ایسی نہ تھیں جو وہ استدلال سے کام لیتے اور قریب قریب ایسے مذہب کی جانب اپنے کتاب تفرقہ میں غزالی بھی قائل ہوئے ہیں اور ان سب مقولوں کے قائل بھی بلا جماع ایسی ہی کافر ہیں جیسے وہ شخص جو یہود اور نصاری اور ان اشخاص کو کافر نہ جانیں جو دین اسلام سے جدا ہیں یا وہ ان کی تکفیر میں توقف یا شک کریں قاضی ابوبکر (باقلانی) نے کہا ہے کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ توقیف اور اجماع دونوں کے دونوں ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں پس جو کوئی اس میں توقف کرے سو وہ یا تو نص اور توقیف کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک کرتا ہے اور اس میں وہی شخص تکذیب یا شک کر سکتا ہے جو کہ کافر ہے۔

فصل 3

بیان اس امر میں کہ کون مقولہ کفر ہے اور کس میں توقف کیا جاتا ہے اور کس میں اختلاف کیا جاتا ہے اور کون کفر نہیں ہے معلوم کرنا چاہئے کہ اس فصل کا تحقیق کرنا اور اس سے التباس اور اشتبا کو دور کرنا ورود شرع پر موقوف ہے اس میں عقل کو کچھ دخل نہیں اور فرق واضح اس فصل میں یہ ہے کہ ہر وہ مقالہ جس میں ربوبیت یا وحدانیت کا انکار کیا گیا ہو یا اس میں اللہ کے سوا کسی اور کی یا اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کو ثابت کیا گیا ہو وہ کفر ہے جیسے مقالہ

دہریوں کا اور تمام ان فرقوں کا جو دو کے قائل ہیں جیسے دیصانیہ اور ان کے مثل جیسے صابئین اور نصاری اور مجوس اور وہ مشرکین جو عبادت میں بتوں کو یا فرشتوں کو یا شیاطین کو یا (چاند اور) سورج کو یا ستاروں کو یا آگ کو یا اللہ کے سوا کسی اور کو اللہ کا شریک کرتے ہیں جیسے مشرکین عرب اور اہل ہند اور چین اور سوڈان وغیرہ جو کتاب کی جانب رجوع نہیں کرتے اور علی ہذا قرامطہ اور اصحاب حلول اور تناسخ جیسے روافض میں باطنیہ اور طیارہ اور ایسے ہی جو کوئی اللہ عزوجل کی الاہیت اور وحدانیت کا تو مقر ہو اور لیکن وہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اللہ زندہ نہیں یا وہ قدیم نہیں اور یا یہ کہ وہ محدث (یعنی نو پیدا) اور مصور ہے کہ وہ بنایا گیا ہے یا اس نے اس کے لئے اولاد یا جورو یا باپ کا دعوی کیا ہو یا اس امر کا دعوی کیا ہو کہ وہ کسی شے سے پیدا کیا گیا ہے یا کوئی اس سے پیدا ہوا ہے (مطلب یہ ہے کہ نہ وہ حادث ہے اور نہ محل حوادث) یا یہ کہ اس کے ساتھ ازل میں اس کے سوا کوئی اور شے قدیم تھی یا یہ کہ وہاں اس کے سوا کوئی اور جہان کا بنانے والا یا تدبیر کرنے والا ہے سو یہ سب باتیں باجماع مسلمین کفر ہیں جیسا کہ فلسفیوں اور منجموں اور طبائعیوں میں سے قول آلہیین کا۔ اور علی ہذا جو کوئی مجالست اللہ عزوجل اور اس کی جانب چڑھنے اور اس سے بات کرنے یا اس کے کسی دوسرے میں حلول کرنے کا مدعی ہو جیسے قول بعض متصوفہ اور باطنیہ اور نصاری اور قرامطہ کا اور علی ہذا ہم اس شخص کے کفر کو بھی یقینی جانتے ہیں جو قدم عالم اور اس کی بقا کا قائل ہو یا اس میں شک کرتا ہو جیسے مذہب بعض فلاسفہ اور دہریوں کا یا وہ تناسخ یا انتقال ارواح (یعنی آواگون) کا قائل ہو کہ وہ اپنی پاکیزگی اور نجاست کے موافق ہمیشہ ہمیشہ اجسام (مختلفہ) میں معذب یا متنعم رہتے ہیں اور علی ہذا وہ شخص جو الاہیت اور وحدانیت کا تو قائل ہے لیکن وہ سرے سے یا تو نبوت ہی کا منکر ہے یا ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یا ان انبیاء کرام میں سے کسی اور نبی کی نبوت کا منکر ہو جن کی کہ نبوت پر اللہ عزوجل نے نص فرمائی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو پیشتر سے یہ امر معلوم بھی ہو کہ وہ نبی ہیں سو یہ اشخاص بلا کسی شک اور شبہہ کے کافر ہیں جیسے براہمہ اور اکثر یہود اور نصاری میں آراسنہ اور روافض میں سے غرابیہ جو اس امر کے مدعی ہیں کہ جبرئیل علی کرم اللہ وجہہ کی جانب بھیجے گئے تھے (مگر ان کو دھوکہ ہوا اور وہ وحی کو محمد کو دے گئے) اور جیسے معطلہ اور قرامطہ اور اسمعیلیہ اور روافض میں سے عنبریہ اگرچہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے سے پہلوں کی ساتھ کسی دوسرے کفر میں شریک ہیں اور علی ہذا وہ شخص جو وحدانیت کو بھی مانتا ہے اور صحت نبوت جملہ انبیاء علیہم الصلوت والسلام اور ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مقر ہے اور لیکن وہ انبیاء کرام پر اس امر میں جھوٹ کو جائز رکھتا ہے جس کو کہ وہ لائے

ہیں چاہے تو وہ اپنے زعم فاسد کے سبب اس میں مصلحت کا مدعی ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کہ وہ بالا جماع کافر ہے جیسے کہ اہل فلسفہ اور بعض باطنیہ اور روافض اور غلاۃ متصوفہ اور اصحاب اباحت کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ظواہر شرع اور اکثر وہ اخبار گذشتہ اور آئندہ جن کو کہ امور آخرت اور حشر اور نشر اور قیامت اور جنت اور دوزخ سے رسل علیہم السلام لائے ہیں مقتضائے ظاہر لفظ اور خطاب کے مخالف ہیں بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوت والسلام نے ان امور کے ساتھ خلق کو صرف مصلحۃ مخاطب کیا ہے کیونکہ قصور فہم مخاطبین کے سبب وہ ان امور کی تصریح نہیں کر سکے تو ان کے مقالات کا یہ مفہوم ٹھہرا کہ شرع کو باطل اور اوامر اور نواہی کو معطل کر دیا جاوے اور رسل علیہم الصلوت والسلام کو جھٹلایا جاوے اور اس امر میں شک ڈالا جاوے جس کو کہ وہ لائے ہیں اور علی ہذا وہ شخص جو ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اس امر میں جھوٹ کو نسبت کرے جس کو کہ آپ نے پہنچایا ہے اور جس کی کہ آپ نے خبر دی ہے یا آپ کے صدق میں شک لاوے یا آپ کو گالی دے یا کہے کہ آپ نے (جیسا کہ چاہئے) احکام کو نہیں پہنچایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور نبی کا استخفاف کرے یا ان پر عیب لگاوے یا انکو ایذا دے یا کسی نبی کو قتل کرے یا ان سے لڑے سو وہ بالا جماع کافر ہے اور علی ہذا ہم اس کو بھی کافر کہتے ہیں جس نے اسباب میں مذہب قدماء (یعنی حکماء) کو اختیار کیا ہے کہ سب جانداروں میں نذیر اور نبی ہوئے ہیں (حتی کہ) بندر اور سور اور چوپایوں اور کیڑوں میں بھی اور اس امر پر اس نے قول اللہ تعالیٰ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ سے استدلال کیا ہے کیونکہ ان کا یہ قول اس امر کی جانب مفضی ہے کہ ان اجناس کے انبیاء بھی انہیں کی صفات مذمومہ کے ساتھ متصف ہوں اور اس سے منصب نبوت میں قدح لازم آتا ہے حالانکہ اس کے خلاف اور اس قائل کی تکذیب پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اور علی ہذا ہم اس شخص کو بھی کافر جانتے ہیں جو اصول صحیحہ میں سے امور مذکورہ اور نبوت ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو معترف ہوا اور لیکن (ازراہ تحقیر یا تکذیب) کہتا ہو کہ آپ سیاہ تھے یا آپ نے اس سے پہلے وفات پائی کہ آپ کی ڈاڑھی آوے اور آپ وہ نبی نہ تھے جو مکہ اور حجاز میں پیدا ہوئے تھے یا آپ قریشی نہ تھے کیونکہ آپ کا اوصاف غیر معلومہ کے ساتھ وصف کرنا آپ کے (وجود باجود کی) نفی اور آپ کی تکذیب ہے۔

اور ایسے ہی وہ شخص جو نبوت ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کا قائل ہو جیسے یہود میں عیسویہ جو اس امر کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عرب ہی کے ساتھ مخصوص تھی اور جیسے خرمیۃ جو

تواتر رسل کے قائل ہیں (اور کہتے ہیں کہ جب تک دنیا باقی ہے اس وقت تک رسل علیہم السلام کا آنا بھی باقی ہے) اور جیسے اکثر روافض جو شرکت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی حیات میں اور آپ کے بعد ان کے بھی استقلال رسالت کے قائل ہوے ہیں (کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے اس وقت تک تو وہ آپ کی رسالت میں شریک تھے اور جب آپ وفات فرما گئے تو اس وقت سے وہ بلا شرکت مستقل رسول ہو گئے) اور علی ہذا ان کے نزدیک امام بھی نبوت اور حجت میں ان کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور جیسے ان میں کی بزیغیہ اور بیانیہ جو نبوت بزیغ اور بیان (بن اسمٰعیل السندی) کے قائل ہیں اور ان کے مثل اور لوگ یا جو شخص اپنی بھی نبوت کا مدعی ہو (کہ میں بھی نبی ہوں) یا اکتساب یا صفائی قلب کے سبب کسی کا مرتبہ نبوت کو پہنچنا جائز جانتا ہو جیسے فلاسفہ اور غلاۃ متصوفہ اور علی ہذا جو کوئی ان میں سے (یا ان کے سوا اوروں میں سے) اپنے اوپر وحی کے نہ آنے کا مدعی ہو گو وہ نبوت کا دعوی نہ کرتا ہو یا وہ اس امر کا مدعی ہو کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں جاتا ہے اور اس کے میوہ کھاتا ہے اور حور عین سے ملتا ہے کہ یہ سب لوگ کافر اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ نے اللہ کی طرف سے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ کہ آپ سب لوگوں کی جانب مبعوث ہوے ہیں اور اس امر پر کہ یہ کلام ظاہر پر محمول ہے ساری امت نے اجماع کیا ہے اور یہ کہ اس کا مفہوم (ظاہری) بدون کسی تاویل اور تخصیص کے مراد ہے پس ان سب طوائف کی تکفیر میں قطعاً کسی قسم کا شک اور شبہہ نہیں اور یہ لوگ بدلیل اجماع اور نقل قطعاً کافر ہیں اور علی ہذا تکفیر کا اس شخص پر بھی اجماع واقع ہوا ہے جو نص کتاب کو دفع کرے یا کسی ایسی حدیث کی تخصیص کرے جس کا نقل ہونا مجمع علیہ اور ظاہر پر محمول ہونا قطعی اور بالا جماع ثابت ہو جیسے ابطال رجم کے سبب تکفیر خوارج کی اور یہی سبب ہے کہ ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو دین اسلام کے سوا کسی ملت اور مذہب کو دین ٹھہراوے یا ان (کی تکفیر) میں توقف یا شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح جانے گو ان سب باتوں کے ساتھ وہ اسلام کو بھی ظاہر کرے اور اس کا معتقد ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اسلام کے سوا تمام مذاہب باطل ہیں کہ وہ اظہار اس خلاف کے سبب جو اس نے ظاہر کیا ہے کافر ہے اور علی ہذا اس شخص کی تکفیر کا بھی یقین رکھتے ہیں جو کوئی ایسی بات کہے جس سے اس کو تضلیل امت اور تکفیر جملہ صحابہ کرام کا موقع ملے جیسے روافض میں سے کملیہ کا یہ قول کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

تمام امت کافر ہے اس واسطے کہ انہوں نے (خلافت میں) علی کرم اللہ وجہہ کو مقدم نہیں کیا اور علی کرم اللہ وجہہ اس وجہ سے کہ وہ نہ تو خود مقدم ہوئے اور نہ تقدیم میں انہوں نے اپنے حق کا مطالبہ کیا سو یہ لوگ کئی وجہ سے کافر ہیں اول تو اس وجہ سے کہ انہوں نے سرے سے شریعت ہی کو باطل کر دیا اس واسطے کہ جب ان کے زعم فاسد کے موافق سب کافر ہیں تو شریعت اور قرآن شریف کا نقل ہونا ہی منقطع ہو گیا اور اسی کی جانب واللہ اعلم امام مالک رحمتہ اللہ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے جس میں انہوں نے اس شخص کو کافر بتایا ہے جو صحابہ کرام کو گالی دے۔ پھر دوسری وجہ ان کی تکفیر کی مقتضائے ان کے قول کے یہ ہے کہ وہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیتے ہیں اور تیسری وجہ ان کے کفر کی یہ ہے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ و... کی خلافت کا عہد لیا اور آپ جانتے تھے کہ وہ (نعوذ باللہ) آپ کے بعد کافر ہو جاویں گے ان پر خدا کی مار ہو اور اللہ نے اپنے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت فرمائے اور علی ہذا ہم اس فعل کے سبب بھی انسان کی تکفیر کرتے ہیں جس پر مسلمانوں نے اس امر کا اجماع کیا ہو کہ وہ کافر کے سوا کسی اور سے صادر ہی نہیں ہو سکتا گو اس فعل کے ساتھ فاعل اس امر کی بھی تصریح کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے جیسے بت اور چاند اور سورج اور صلیب اور آگ کو سجدہ کرنا اور ان کے لباس (اور وضع) میں زنار ڈال کر مع اہل و اطفال صومعہ اور گرجا میں جانا اور درمیان سے سر منڈانا کہ تم مسلمانوں نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ افعال کافر ہی سے صادر ہوتے ہیں (نہ مسلمان سے) اور یہ سب کفر کی علامتیں ہیں گو ان کا فاعل اسلام کی صراحت کرتا ہو اور کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں اور علی ہذا مسلمانوں نے اس شخص کی تکفیر پر بھی اجماع کیا ہے جو محرمات الٰہی میں سے قتل یا شراب نوشی یا زنا کو حلال جانتا ہو مگر شرط یہ ہے کہ اس کو پہلے سے یہ امر معلوم ہو کہ یہ اشیاء حرام ہیں جیسے قرامطہ میں سے اصحاب اباحت اور بعض غلاۃ متصوفہ۔ اور علی ہذا ہم اس شخص کو بھی قطعاً کافر جانتے ہیں جو قواعد شرعیہ میں سے کسی قاعدہ شرعی اور اس امر کی تکذیب کرتا ہو جس کی نسبت منقل متواتر یہ معلوم ہوا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل ہے اور علی الاتصال اس پر اجماع واقع رہا ہے جیسے وہ شخص جو نماز پنجگانہ اور عدد رکعات اور اس کے سجدوں کا منکر ہو اور کہے کہ ہم پر تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں نماز کو مطلقاً اور مجملاً واجب فرمایا ہے اور رہی یہ بات کہ وہ پانچ ہیں اور اس کی یہ صفت ہے اور اس میں یہ امور شرط ہیں سو ہم اس کو نہیں جانتے کیونکہ قرآن شریف میں اس بارے میں کوئی نص جلی وارد نہیں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو اخبار وار،

ہوئے ہیں وہ سب اماد ہیں۔ اور علی ہذا تکفیر اس خارجی پر بھی اجماع کیا گیا ہے جس نے کہا ہے کہ نمازوں کے دونوں کنارہ ہے۔ اور نیز تکفیر باطنیہ پر ان کے اس قول میں کہ فرائض ان اشخاص کا نام ہے جن کی ولایت (اور دوستی) کا ان کو حکم ہوا ہے اور خبائث اور محرمات ان اشخاص کا نام ہے جن سے ان کو برات کا حکم ہوا ہے اور نیز تکفیر بعض متصوفہ پر ان کے اس قول میں کہ جب عبادت اور طول مجاہدہ کے سبب ان کے نفوس صاف اور مجلی ہو جاتے ہیں تو وہ ان کو الفاظ تکلیف اور اباحت ہر چیز کے جانب پہنچا دیتا ہے اور ان سے ذمہ شرع ساقط ہو جاتا ہے اور علی ہذا اگر کوئی شخص مکہ معظمہ یا بیت اللہ یا مسجد حرام یا صفت حج کا انکار کرے اور کہے کہ قرآن میں صرف حج واجب ہے اور علی ہذا استقبال قبلہ اور رہی یہ بات کہ وہ اس صفت پر جو لوگوں میں متعارف ہے اور یہی بقعہ مکہ معظمہ اور بیت اللہ اور مسجد حرام ہے (جو لوگوں میں متعارف ہے) سو ہم نہیں جانتے کہ یہ وہی ہے یا اور کوئی اور ممکن ہے کہ جن لوگوں نے اس کو نقل کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان امور کی اسی طرح تفسیر فرمائی ہے انہوں نے غلطی کی ہو یا وہم کیا ہو سو یہ اور اس کے مثل اور اشخاص کی تکفیر میں کسی قسم کا شبہہ نہیں ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہم کو اس کی جانب یہ گمان ہو کہ وہ اس سے واقف ہے اور مسلمانوں سے ملتا جلتا رہا ہے اور مدت تک ان کی صحبت میں رہا ہی اور اگر وہ نو مسلم ہے تو اس سے کہا جاوے کہ تیرا یہ راستہ ہے کہ تو اس امر کو جس کو تو ابھی تک نہیں جانتا جماعت مسلمین سے کافتہ عن کافتہ دریافت کرے تو تو ان کے درمیان جماعتہ عن جماعتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی قسم کا اختلاف نہ پاوے گا بلکہ تجھ کو سب لوگوں سے ایسا ہی معلوم ہو گا جو تجھ سے کہا گیا ہے اور یہی بقعہ مکہ ہے اور یہی کعبہ وہ گھر ہے جس میں کہ آپ پیدا ہوئے تھے اور یہی قبلہ وہ قبلہ ہے جس کی جانب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ مسلمانوں نے نماز پڑھی ہے اور جس کا کہ حج اور طواف کیا ہے۔ اور یہی افعال عبادت حج کے صفت اور آیت کے ساتھ مراد ہیں اور یہی صفت نماز کی صفت ہے جس کو کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے اور جس کے ساتھ آپ نے مراد الٰہی کی شرح فرمائی ہے اور اس کے حدود کو بتایا ہے تو تجھ کو بھی ویسا ہی علم حاصل ہو جاوے گا جیسا کہ ان کو حاصل ہوا ہے اور اس کے بعد پھر تجھ کو کوئی شبہہ نہ پڑے گا اور بحث اور تفتیش اور صحبت مسلمین کے بعد جو کوئی اس میں شک کرے اور اس کا منکر ہو سو وہ بالاتفاق کافر ہے اور اس کہنے سے کہ مجھ کو معلوم نہ تھا وہ معذور نہ سمجھا جاوے گا اور نہ اس امر میں اس کی تصدیق کی جاوے بلکہ اس کی ظاہر حالت یہ بتا رہی ہے کہ وہ اس حیلہ سے وہ اپنی تکذیب کو چھپانا چاہتا ہی کیونکہ (باوجود

سلامت عقل اور بحث اور تفتیش اور اختلاط مسلمین) یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان امور سے ناواقف اور بے خبر ہو اور نیز اس میں دوسری خرابی یہ ہے کہ جب اس نے تمام امت پر اس امر میں وہم اور غلطی کو جائز ٹھہرالیا جس کو انہوں نے نقل کیا ہے اور جس پر ان سب نے اجماع کیا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اور فعل ہے اور آپ نے اس کے ساتھ مراد الٰہی کی تفسیر کی ہے تو اس نے ساری شریعت ہی میں شک ڈال دیا کیونکہ جو شریعت کے ناقل اور قرآن کے حامل ہیں اور اس (بداندیش) نے ایکدم گرہ اسلام کو کھول ڈالا پس جو کوئی اس امر کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے۔

اور علی ہذا جو کوئی قرآن کا (کلیتہ") یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں کسی چیز کو بدل ڈالے یا اس میں کچھ زیادہ کرے جیسے فعل باطنیہ اور اسمعیلیہ کا یہ دعویٰ کرے کہ یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حجت نہیں یا اس میں کوئی حجت اور معجزہ نہیں جیسے ہشام فوطی اور معمر ضمیری کا یہ قول کہ نہ تو قرآن (رضاء) اللہ کی جانب رہبری کرتا ہے اور نہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (آپ کے صدق پر کوئی حجت ہے اور نہ وہ ثواب اور عقاب پر دلالت کرتا ہے اور نہ حکم پر تو اس قول کے سبب ان دونوں کے کفر میں بھی کچھ شک نہیں۔ اور علی ہذا ہم ان دونوں کی اس سبب سے بھی تکفیر کرتے ہیں کہ یہ دونوں اس امر کے بھی منکر ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام معجزات میں آپ کے لئے اور پیدائش آسمان و زمین میں خدا کے لئے کوئی دلیل ہو کیونکہ یہ اجماع کے بھی خلاف ہے اور اس نقل متواتر کے بھی خلاف ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب باتوں کے ساتھ احتجاج فرماتے تھے اور نیز تصریح قرآن کے بھی خلاف ہے (کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اور علی ہذا جو کوئی اس امر منصوص کا منکر ہو جس پر کہ قرآن شریف میں نص کی گئی ہو (کہ وہ بھی کافر ہے) مگر شرط یہ ہے کہ اس کو پیشتر سے یہ علم بھی ہو کہ یہ مصاحف مسلمین اور قرآن شریف میں جو کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے موجود ہے اور وہ تو مسلم نہ ہو اور اس نے اپنے اس انکار پر یا تو اس طرح سے استدلال کیا ہو کہ اس کے نزدیک اس کی نقل صحیح نہیں ہوئی اور کسی دوسرے شخص سے اس کو اس کا علم حاصل نہیں ہوا یا وہ اس کے ناقلین پر وہم کو تجویز کرتا ہے تو ہم اس کی دونوں طریقوں سابقہ کے ساتھ تکفیر کرتے ہیں کیونکہ یہ شخص قرآن شریف کا بھی مکذب ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مکذب ہے لیکن وہ اپنے دعویٰ کو چھپانا چاہتا ہے۔ اور علی ہذا جو شخص جنت یا دوزخ یا بعث و نشر یا حساب و کتاب یا روز جزا کا منکر ہو کہ

وہ بھی بالاجماع کافر ہے کیونکہ اس پر نص بھی موجود اور نیز امت نے بھی اس امر پر اجماع کیا ہے کہ اس کا بالتواتر منقول ہونا درجہ صحت کو پہنچ چکا ہے اور علی ہذا وہ شخص جو ان اشیاء کا معترف تو ہو اور لیکن یہ کہتا ہو کہ جنت اور دوزخ اور حشر اور نشر اور ثواب و عتاب سے یہ معنی ظاہری مراد نہیں ہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہیں یعنی لذات روحانی اور معانی باطنہ مثل قول نصاریٰ اور فلاسفہ اور باطنیہ اور بعض متصوفہ کے اور دعویٰ کرے کہ قیامت کے معنی ہیں موت اور فناء صرف اور ٹوٹنا ہیئت افلاک کا اور تحلیل ہونا عالم کا مثل قول بعض فلاسفہ کے۔ اور علی ہذا ہم غلاۃ روافض کی بھی ان کے اس قول میں تکفیر کرتے ہیں (جو انہوں نے کہا ہے) کہ آئمہ (معصومین) انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اور رہا وہ شخص جو ان اخبار اور سیر اور بلاد معروفہ کا انکار کرے جو بالتواتر معلوم ہوں اور جن کے انکار سے ابطال شریعت اور کسی قاعدہ اسلام کا انکار لازم نہ آتا ہو جیسے انکار غزوہ تبوک یا موتہ یا وجود ابی بکرالصدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما اور قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خلافت علی کرم اللہ وجہہ جو کہ نقل کے ساتھ ضرورت معلوم ہوئے ہیں اور اس کے انکار میں شریعت کا انکار نہیں ہے تو اس سبب سے کہ اس نے اس کا اور حصول اس کے علم کا انکار کیا ہی وہ کافر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں ہے کہ اس نے جھوٹ بولا اور بہتان باندھا جیسے ہم شام (فوطی) اور عباد (ضمیری) کا واقعہ جمل اور محاربۃ علی کرم اللہ وجہہ کا انکار کرنا اور کہنا کہ وہ اپنے مخالفوں سے نہیں لڑے پس اگر اس نے اس کا اس سبب سے انکار کیا ہے کہ اس نے اس کے ناقلین کو متہم اور جملہ مسلمانوں کو واہم جانا ہے تو ہم اس کی تکفیر کا حکم کرتے ہیں اس سبب سے کہ یہ تہمت اور توہیم ابطال شریعت کی جانب مفضی ہے۔ اور جو کوئی اس اجماع کا انکار کرے جس کا کہ معلوم ہونا اس پر موقوف نہیں کہ وہ بنقل متواتر شارع ہی کی جانب سے معلوم ہو تو اسباب میں فقہاء اور نظارین میں سے اکثر متکلمین نے کہا ہے کہ جو کوئی اس اجماع صحیح کا مخالف ہو جو ان شرائط کا جامع ہو جس پر اکثر علماء متفق ہیں تو وہ کافر ہے اور دلیل ان کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول ہے وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ترجمہ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کھل چکی اس پر راہ کی بات اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے تو متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری ہے جگہ پھر جانے کی انتہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ جس نے ایک بالشت برابر بھی جماعت کی مخالفت کی تو اس نے اپنی گردن سے

رسی اسلام کو نکال ڈالا اور نیز علما نے اس شخص کی تکفیر پر بھی اجماع کو نقل کیا ہے جو اجماع کی مخالفت کرے اور دوسرے لوگ اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ اس شخص کی تکفیر پر قطع کرنے سے توقف کرنا چاہئے جو اس اجماع کا مخالف ہو جس کا نقل کرنا علماہی کے ساتھ مخصوص ہوا کہ ان کے سوا اس کا اور کوئی شخص ناقل نہ ہو) اور دوسرے لوگ اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ تکفیراس شخص میں توقف کرنا چاہئے جو اس اجماع کا مخالف ہے جو نظراور فکر سے ناشی ہوا ہے جیسے تکفیر نظام (معتزلی) کی اس سبب سے کہ وہ اجماع کا منکر ہے کیونکہ وہ اس قول کے سبب اس اجماع کا مخالف اور خارق ہے جو اس کے ساتھ احتجاج کرنے پر ان کے درمیان واقع ہو چکا ہے۔ اور قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک قول معتبر یہ ہے کہ خدا کی ذات اور صفات سے جاہل ہونے کا نام کفر ہے اور اس کی ذات سے باخبر ہونے کا نام ایمان ہے اور کوئی شخص کسی قول یا رائے کے سبب جس کا کہ وہ قائل ہو کافر نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہ خدا سے بےخبر ہو ہو پس اگر اس نے کسی ایسے امر کے ساتھ نافرمانی کی ہے جس پر اللہ یا اس کے رسول نے نص فرمائی ہے یا اس کی نسبت مسلمانوں نے یہ اجماع کیا ہے کہ وہ کافر کے سوا کسی اور سے نہیں پایا جاتا یا اس پر کوئی دلیل قائم ہے سو یہ شخص کافر ہو جاوے گا اس سبب سے نہیں کہ وہ اس قول کا قائل ہوا ہے یا اس نے یہ فعل کیا ہے بلکہ اس سبب سے کہ وہ اس کا مقارن ہوا ہے تو اللہ کے سات کافر ہونا بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ اس میں ان امور میں سے (جو آگے مذکور ہوتے ہیں) ایک امر پایا جاوے خدا کی ذات سے بے خبر ہونا یا کسی ایسے قول کا قائل ہونا یا کسی ایسے فعل کا مرتکب ہونا جس کی نسبت اللہ اور اس کے رسول نے اس امر کی خبر دی ہے یا مسلمانوں نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ قول یا فعل کافر ہی سے صادر ہوتا ہے نہ اور کسی سے جیسے بتوں کو سجدہ کرنا اور زنار ڈال کر اصحاب کنائس کے ساتھ ان کے لباس میں کنائس میں جانا یا یہ قول یا فعل ایسا ہو جس کے ساتھ علم باللہ ممکن نہ ہو کہا ہے کہ اگرچہ یہ دونوں قسمیں (یعنی اقوال یا افعال مذکورہ) جہل باللہ تو نہیں ہیں لیکن وہ اس امر کی نشانی ضرور ہیں کہ ان کا کرنے والا کافر اور ایمان سے خارج ہے اور رہا وہ شخص جو صفات رب العزت میں کسی صفت ذاتی کی نفی کرے یا اس کا جان بوجھ کر انکار کرے اور اس انکار میں متیقن ہو جیسے اس کا یہ قول کہ اللہ عالم نہیں یا وہ قادر نہیں یا وہ مرید (یعنی ارادہ کرنے والا) نہیں یا وہ متکلم بات کرنے والا نہیں اور اس کے مثل اور صفات کمال جو رب العزت کے لئے واجب ہیں پس ہمارے آئمہ رحمھم اللہ نے کفر اس شخص کے اجماع پر نص کی ہے جو رب العزت سے ان اوصاف میں سے کسی وصف کی نفی کرے اور اس کو اس وصف سے معری (اور خالی) جانے۔ اور اسی پر

سحنون رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی محمول کیا گیا ہے کہ جو کوئی یہ کہے کہ اللہ کے کلام نہیں سو وہ کافر ہے حالانکہ وہ تاویل کرنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے اس کو پیشتر بیان کیا ہی اور رہا وہ شخص جو ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ جاہل ہو تو اس میں علمائے اختلاف کیا ہے کہ بعض نے تو اس کی تکفیر کی ہے اور یہ ابی جعفر طبری وغیرہ سے نقل ہوا ہے اور اسی کے ایک بار ابوالحسن اشعری قائل ہوے ہیں اور ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ یہ امراس کو اس ایمان سے نہیں نکالتا اور اسی کی جانب اشعری نے رجوع کیا ہے کہا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس کا ایسا معتقد نہیں ہوا کہ وہ اس کے صواب ہونے پر یقین رکھتا ہو یا اس کو دین اور شرع سمجھتا ہو اور کافر وہ ہوتا ہے جو اس کا معتقد ہو کہ اس کا مقالہ حق ہے

اور ان لوگوں نے کالی لونڈی کی حدیث سے اور اس امر سے استدلال کیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے صرف توحید ہی کا مطالبہ فرمایا تھا نہ کسی اور امر کا اور نیز حدیث اسرائیلی سے استدلال کیا ہے جس نے کہا تھا کہ اگر خدا مجھ پر قادر ہو گا (تو وہ مجھ کو ایسا عذاب کرے گا جو عالمین میں سے کسی کو نہ کرے گا) اور اس حدیث کی اور روایت میں ہے کہ شاید میں اللہ سے چھٹ جاؤں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے پس اللہ نے اس کو بخش دیا ان علمائے کہا ہے کہ اگر اکثر اشخاص سے صفات (الٰہی) میں بحث کی جاوے اور ان سے اس کی حقیقت دریافت کی جاوے تو ایسے اشخاص بہت کم ملیں گے جو ان سے واقف ہوں اور فریق ثانی نے اس حدیث سے کئی (یعنی پانچ) طرح پر جواب دیا ہے ان میں کا ایک جواب تو یہ ہے قدر بمعنی قدر اور اس کا شک کرنا قدرت رب العزت میں نہ تھا بلکہ نفس بعثت میں تھا جو بغیر ورود شرع معلوم ہی نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ ان کے نزدیک اس کے ساتھ ایسا شرع وارد نہ ہوا ہو جس پر یقین کرنا ضروری ہو جس کے سبب اس میں شک کرنا کفر ہو اور جس امر میں شرع وارد نہ ہو وہ از قبیل مجوزات عقل ہے اور اس میں شک کرنے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ یا یہ کہ قدر بمعنی ضیق ہے اور اس کا یہ فعل جو اس نے اپنی ذات کے ساتھ کیا تھا اپنے نفس کی تحقیر کی غرض سے تھا اور نافرمانی نفس کے سبب اس کو اپنے نفس پر غصہ آرہا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ نافہمی سے کہا تھا کہ وہ اپنی بات کو نہ سمجھتا تھا اور اس سبب سے کہ اس پر خوف اور خشیت الٰہی طاری تھا جس نے اس کی عقل کو کھو رکھا تھا وہ اپنے الفاظ کو بھی ضبط نہ کر سکتا تھا تو اس سے اس کا مواخذہ نہیں کیا گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ شخص فطرت عمد کے زمانہ میں تھا جب کہ (انسان کو) مجرد توحید ہی نفع دے سکتی تھی۔ اور کہا گیا ہے بلکہ یہ کلام مجاز کلام عرب کے جنس سے ہے جس کی صورت تو شک کی ہے اور معنی تحقیق کے

اور یہ (اصطلاح میں) تجاہل عارفانہ کے نام سے موسوم ہے اور ان کے کلام میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ کا یہ قول لعلہ تیذکر اویخشی اور یہ قول وانا اوایاکم لعلی ھدی اوفی ضلال مبین اور رہا وہ شخص جو وصف کو ثبت اور صفت کی نفی کرے اور کہے کہ میں کہتا ہوں عالم ولا علم لہ ومتکلم ولکن لا کلام لہ کہ اللہ عالم ہے اور اس کو علم نہیں اور متکلم ہے اور لیکن اس کے کلام نہیں اور ایسی ہی اور صفات جیساکہ معتزلہ کا مذہب ہے سو اس کی نسبت جس کسی نے مال (مقولہ) پر نظر کی ہے اور اس کے نتیجہ پر خیال کیا ہے اور اس امر کو جانچا ہے جس کی جانب کہ اس کلام مفضی ہوتا ہے تو ان نے اس کی تکفیر کی ہے کیونکہ جب اس نے علم ہی کی نفی کردی تو وصف عالمیت بھی ازخود منتفی ہو گیا کیونکہ عالم وہی کہلاتا ہے جس کو علم ہو تو گویا انہوں نے اس کے نزدیک اس امر کی صراحت کی ہے جس کی جانب کہ اس کا مقولہ مفضی ہوا ہے اور اس کے نزدیک اہل تاویل کے تمام فرقہ ایسے ہی ہیں مشبہ ہوں یا قدریہ یا اور کوئی اور جس کی یہ رائے ہے۔ کہ ان سے مال ان کے اقوال اور موجب اس کے مذہب پر مواخذہ نہ ہونا چاہئے تو وہ ان کی تکفیر کو جائز نہیں رکھتا کہا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہے کہ جب وہ اس سے آگاہ کئے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ عالم نہیں اور ہم بھی اس امر کی نفی کرتے ہیں جس کے مال کو تم نے ہم پر لازم کیا ہے اور اس امر کا ہم اور تم دونوں اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ کفر ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہماری اصل پر ہمارا یہ کلام اس کی جانب راجع ہی نہیں ہوتا پس ان دونوں ماخذ کی

کی بنا پر علما نے تکفیر (وعدم تکفیر) اہل تاویل میں اختلاف کیا ہے اور جب تو یہ امر سمجھ چکا تو تیرے لئے وہ امر بھی ظاہر ہو گیا جو اس باب میں اختلاف علما کا باعث ہے اور صواب یہ ہے کہ ان کی تکفیر کو ترک اور ان کی جانب اس امر کے یقین کرنے سے اعراض کیا جاوے کہ وہ درحقیقت خائب اور خاسر ہیں اور قصاص اور وراثت اور مناکحت اور دیات اور نماز اور دفن مقابر مسلمین اور باقی معاملات میں ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جاویں لیکن زجر و توبیخ اور ترک مکالمت اور مجالست کے ساتھ ان پر تشدد کرنا ضرور ہے تاکہ وہ اپنی بدعت سے باز آویں اور ان اشخاص میں صدر اول کی یہی عادت رہی ہے کیونکہ زمانہ صحابہ کرام اور ان کے بعد زمانہ تابعین میں یہ اشخاص پیدا ہو چکے تھے جو ان اقوال کاسدہ کے قائل تھے جس کے کہ قدریہ اور خوارج اور معتزلی قائل ہیں تو ان حضرات نے نہ تو (مقابر مسلمین سے) ان کی قبریں جدا کیں اور نہ ان میں سے کسی کی میراث بند کی ہاں انہوں نے ان سے میل جول بات چیت کو قطع کیا ہے اور مار پیٹ اور جلاء وطنی اور قتل (وغیرہ) کے ساتھ جیسی کہ ان کی حالت مقتضی ہوئی ہو ان کو تادیب فرمائی ہے کیونکہ محققین اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو ان کی تکفیر کے قائل نہیں یہ لوگ فاسق گمراہ گنہگار ہیں برخلاف اس شخص کے جس کی رائے اس کے خلاف ہے (یعنی وہ ان کو کفار جانتا ہے) اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ قاضی ابوبکر (باقلانی) نے کہا ہی اور رہے مسائل وعد اور عید اور روایت اور مخلوق اور خلق افعال اور ابقاء اعراض اور تولد اور اس کے مثل اور باریک باریک مسائل تو ان میں اکفا متاولین سے باز رہنا ہی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ ان اشیاء میں سے کسی شے سے جاہل ہونا (ذات) اللہ عزوجل سے جاہل ہونا نہیں ہے اور نہ کفر اس شخص پر مسلمانوں نے اجماع کیا ہے جو ان اشیاء میں سے کسی شے سے جاہل ہو اور ہم اس سے پہلی فصل میں کلام اور صورت خلاف کو اس بسط اور تفصیل سے بیان کر آئے ہیں جس کی اعادہ کی بحمد اللہ تعالیٰ اب ضرورت نہیں رہی

فصل 4

یہ اس شخص کا حکم ہے جو (نعوذ باللہ) مسلمان ہو کر اللہ کو گالی دے اور رہا ذمی سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ذمی کے حق میں مروی ہوا ہے کہ وہ حرمت اللہ عزوجل میں غیر اس امر کے ساتھ الجھتا تھا جو اس کا دین تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اس پر تلوار لے کر باہر نکلے اور اس کو تلاش کیا تو (معلوم ہوا کہ) وہ بھاگ گیا اور امام مالک نے کتاب ابن حبیب اور مبسوط میں اور ابن قاسم نے مبسوط اور کتاب محمد (ابن المواز) اور ابن سحنون میں کہا ہے کہ جو کوئی

یہودی یا نصرانی اللہ عزوجل کو غیراس وجہ سے کے ساتھ گالی دے جس کے ساتھ کہ وہ کافر ہوا ہی وہ قتل کیا جاوے اور اس سے توبہ نہ لی جاوے ابن قاسم نے کہا ہے مگر یہ کہ وہ خود اپنی خوشی سے اسلام لے آوے اور اصبغ نے کہا ہے کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس وجہ کے ساتھ وہ کافر ہوے ہیں وہ ان کا دین ہے اور ایسی ہی دعوی پر جو وہ جو رو اور بچہ اور شریک سے کر رہے ہیں ان سے معاہدہ کیا گیا ہے اور رہے وہ امور جو اس کے سوا ہیں مثلاً اللہ پر بہتان باندھنا اور اس کو گالی دینا سو ان سے اس پر معاہدہ نہیں کیا گیا تو ان کا یہ فعل نقض عہد ہے ابن قاسم نے کتاب محمد (ابن المواز) میں کہا ہے کہ اہل ادیان میں سے کوئی اللہ عزوجل کو غیراس وجہ کے ساتھ گالی دے جو اس کی کتاب میں ذکر کی گئی ہے وہ قتل کیا جاوے مگر یہ کہ وہ اسلام لے آوے اور مخزومی نے مبسوط میں اور محمد بن مسلمہ اور ابن ابی حازم نے کہا ہے کہ وہ اس وقت تک قتل نہ کیا جاوے جب تک کہ اس سے توبہ کو نہ کہہ لیا جاوے پس اگر وہ توبہ کرے تو نبہا ورنہ قتل کیا جاوے اور مطرف اور عبدالملک نے بھی ایسا ہی کہا ہے جیسا کہ امام مالک نے اور ابو محمد بن ابی زید نے کہا ہے کہ جو کوئی اللہ عزوجل کو غیراس وجہ کے ساتھ گالی دے جس کے ساتھ کہ وہ کافر ہوا ہے قتل کیا جاوے مگر یہ کہ اسلام لے آوے۔ اور قول ابن حلاب کو ہم اس سے پہلے ذکر کر آئے ہیں اور قول عبیداللہ اور ابن لبابۃ اور شیوخ اندلسیین اور ان کے فتوی کہ اس نصرانیہ عورت کے حق میں ذکر کر آے ہیں جس نے اللہ عزوجل اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وجہ کے ساتھ گالی دی تھی جس کے ساتھ کہ وہ کافر ہوئی تھی کہ ان سب نے بالاتفاق اس کے قتل کا فتوی دیا ہے اور یہ دوسرے قول کے مثل ہے جو ان میں سے اس شخص کے حق مین کہا گیا ہے جس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وجہ کے ساتھ گالی دی جس کے ساتھ کہ وہ کافر ہوا ہے (کہ وہ قتل کیا جاوے مگر یہ کہ وہ اسلام لے آوے) اور اسباب میں گالی اللہ عزوجل اور گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ ہم نے ان سے اس امر پر عہد کیا ہے کہ وہ ہمارے سامنے اپنے کفر کی کوئی بات ظاہر نہ کریں اور نہ ہم کو اس میں سے کچھ سناویں گے تو جب وہ ان باتوں میں سے کوئی امر کریں گے تو یہ ان کی جانب سے عہد شکنی ہے۔ اور علماء نے ذمی میں جبکہ وہ زندیق ہو جاوے اختلاف کیا ہے تو امام مالک اور مطرف اور ابن عبدالحکم اور اصبغ نے کہا ہے کہ وہ قتل نہ کیا جاوے کیونکہ وہ ایک کفر سے دوسرے کفر کی طرف منتقل ہوا ہے اور عبدالمالک بن الماجشون نے کہا ہے کہ وہ قتل کیا جاوے کیونکہ اس دین پر نہ تو کوئی برقرار چھوڑا جاتا ہے اور نہ اس پر کسی سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے۔ ابن حبیب نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس امر کا کوئی اور بھی قائل ہوا

ہے۔

فصل 5

یہ اس شخص کا حکم ہے جس نے اللہ عزوجل کو صراحتہ" گالی دی ہو یا صراحتہ" اس کی جانب کسی ایسے امر کو منسوب کیا ہو جو اس کی جلالت اور عظمت اور الاہیت کے شایان نہیں ہیں اور رہا وہ مفتری اور کذاب جو اللہ عزوجل (اور اس کے رسول) پر اپنے یا کسی دوسرے کے اللہ یا رسول ہونے کا بہتان باندھے یا اس کے خالق یا رب ہونے کا انکار کرے اور کہے کہ وہ اس کا خالق اور رب نہیں ہے یا اپنی نشہ باغلبہ حماقت میں امور مذکورہ میں سے اور کوئی ایسی ہی بات کہے جو سمجھ میں نہ آوے تو جب اس کی عقل سلیم ہے تو اس قائل اور اس کے مدعی کے کفر میں کسی قسم کا خلاف نہیں ہے جیسا کہ ہم اس کو اول بیان کر آئے ہیں لیکن یہ اس مذہب پر ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور اس کا رجوع کرنا اس کو نفع دیتا ہے اور اس کا توبہ کرنا اس سے قتل کو دفع کرتا ہے اور لیکن وہ اس کو زجرو توبیخ اور عذاب اور نکال سے نہیں بچا سکتا تاکہ یہ اس جیسے اشخاص کے لئے ایسی باتوں سے مانع ہو اور پھر وہ اس کفر اور جہل کی جانب رجوع نہ کرنے پاوے مگر جس کسی سے یہ امر بار بار سرزد ہوتا ہو اور وہ اس امر کے ساتھ استہانت کرنے میں مشہور ہو جاوے جس کا کہ وہ مرتکب ہوا ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا باطن خراب اور اس کی توبہ جھوٹی ہے اور وہ ایسا ہو گیا ہے جیسا زندیق جس کے باطن پر ہم اطمینان نہیں کر سکتے اور نہ اس کے رجوع کو قبول کر سکتے ہیں اور اسباب میں نشہ والا اور بے نشہ والا دونوں برابر ہیں اور رہا مجنوں اور معتوہ (جس کی عقل میں فتور ہے نہ بالکل دیوانہ)۔ تو اس سے جو امر ایسا پایا جاوے کہ وہ اس سے بیہوشی اور بے خبری کی حالت میں صادر ہوا ہے اور اس کو مطلقاً" ہوش و حواس اور تمیز نہ تھی سو اس میں کسی قسم کی نظر نہیں ہے اور جو امور اس سے ایسی حالت میں سرزد ہوئے ہیں جب کہ وہ ہوس اور تمیز رکھتا تھا گو اس وقت بھی اس کی عقل پوری سالم نہ ہو اور اس سے تکلیف ساقط ہو تو اس پر اس کو ادب دینا چاہئے تاکہ وہ اس سے باز رہے جیسے کہ برے افعال پر تادیب کی جاتی ہے اور اس امر پر اس کو بار بار تادیب کرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے جیسا کہ جانور کو اس کے سوء خلق پر ادب دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ رام ہو جاتا ہے کیونکہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جلایا ہے جس نے ان کے خدا ہونے کا دعوی کیا تھا۔ اور نیز عبدالملک بن مروان نے متنبی کو قتل کیا ہے اور سولی دیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ اکثر خلفا اور بادشاہوں کا یہی برتاؤ

رہا ہے اور ان کے وقتوں کے علما نے اس پر اجماع کیا ہے کہ ان کا یہ فعل صواب ہے اور جو کوئی اس امر میں ان کے کفر کا مخالف ہو وہ خود کافر ہے اور زمانہ مقتدا میں علماء مالکیہ بغداد اور قاضی القضاۃ ابو عمر مالکی نے حلاج رحمتہ اللہ کے قتل اور سولی پر اتفاق کیا تھا اس سب سے کہ وہ الاہیت کا مدعی اور قول بالحلول کا قائل ہوا تھا اور اس نے کہا تھا انا الحق کہ میں حق ہوں حالانکہ وہ ظاہر شریعت کا پابند تھا اور انہوں نے اس کی توبہ کو قبول نہ کیا تھا اور ایسا ہی اس کے بعد انہوں نے امام رضی اللہ میں ابن الغرافیر کے حق میں بھی یہی حکم کیا تھا اور یہ شخص حلاج کا ہم مشرب تھا اور اس وقت میں ابوالحسین بن ابی عمر المالکی قاضی القضۃ تھے اور ابن عبدالحکم نے کہا ہے کہ جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرے وہ قتل کیا جاوے۔ اور ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جو کوئی اس امر کا منکر ہو کہ اللہ اس کا خالق یا رب ہے یا کہے کہ میرا کوئی رب نہیں تو وہ مرتد ہے اور ابن قاسم نے کتاب ابن حبیب میں اور محمد نے عتبیۃ میں اس شخص کے حق میں کہا ہے کہ جو کوئی نبی بنے اس سے توبہ کرائی جاوے چاہے تو وہ اس امر کو پوشیدہ رکھتا ہو چاہے ظاہر کرتا ہو اور وہ مرتد کے مثل ہے اور اسی کی سحنون وغیرہ علماء قائل ہوے ہیں اور یہ بات اشہب نے بھی اس یہودی کے حق میں کہی تھی جو نبی بنا تھا اور اس امر کا مدعی ہوا تھا کہ وہ ہماری طرف رسول ہے (اور کہا تھا کہ اگر اس نے اس امر کا اعلان کیا ہے تو اس سے توبہ لی جاوے پس اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کیا جاوے اور ابو محمد بن ابی زید نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کو گالی دے اور دعویٰ کرے کہ اس کی زبان چوک گئی میں تو شیطان کو لعنت کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے کفر کے سبب قتل کیا جاوے اور ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ نے اس بدمست کے حق میں کہا ہے جس نے نشہ کی حالت میں کہا کہ میں اللہ ہوں میں اللہ ہوں کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو ادب دیا جاوے (اور قتل نہ کیا جاوے) اور اگر ایسی بات وہ پھر کہے تو اس سے زندیق کا مطالبہ کیا جاوے کیونکہ یہ متلاعبین یعنی ان لوگوں کا کفر ہے جو لباس منکر میں کفر کو پوشیدہ رکھتے ہیں (پس وہ قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ بھی نہ قبول کی جاوے)

فصل 6

اور رہا وہ شخص جس کی بات اور زبان اس کے قابو نہ ہو اور وہ اس کو نہ روک سکتا ہو اور ایسی کمی اور بیہودہ باتوں کے ساتھ تکلم کرتا ہو جو استخفاف عظمت رب العزت اور جلالت اس کے مولو کی مقتضی ہوں یا کسی شے میں کسی ایسی چیز کی تمثیل لاتا ہو جس کو کہ اللہ عزوجل نے اپنے

ملکوت میں سے معظم کیا ہو یا کسی مخلوق کے لئے کوئی ایسا کلام اختیار کرے جو خالق کے سوا کسی دوسرے کے لئے زیبا نہ ہو اور ان فضولیات سے نہ تو اس کو استخفاف رب العزت مقصود ہو اور نہ قصد الحاد مطلوب ہو پس اگر اس سے یہ فعل بار بار سرزد ہوا ہے اور وہ اس فلع کے ساتھ مشہور ہو گیا ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اپنے دین کے ساتھ متلاعب اور حرمت اپنے رب کا استخفاف کرنے والا اور عظمت عزت اور کبریائے رب العزت سے جاہل ہے اور یہ کفر ہے اس میں کسی قسم کا شک اور شبہہ نہیں اور ایسا ہے اگر وہ امر جو اس سے سرزد ہوا ہے استخفاف اور تنقص رب العزت کا مقتضی ہو (کہ اس کا بھی یہی حکم ہے) اور نیز فقہاء قرطبہ میں سے ابن حبیب اور اصبغ بن خلیل نے اس شخص کے قتل کا فتوی دیا تھا جو ابن عجب کے نام سے مشہور تھا اور وجہ یہ ہوئی تھی کہ وہ ایک روز باہر نکلا تو مینہ برسنے لگا اس نے کہا بدا الخراز یرش جلودہ کہ جوتی گانٹھنے والا اپنی کھالیں نچوڑتا ظاہر ہوا۔ اور اس شہر کے بعض فقہاء یعنی ابو زید صاحب ثمانیہ اور عبدالاعلی بن وہب اور ابن بن عیسی نے اس کے قتل میں توقف کیا اور یہ مشورہ دیا کہ یہ ایک بیہودہ بات ہے اس میں محض تادیب کرنا کافی ہے اور اسی کے موافق اس وقت کے قاضی موسی بن زیاد نے بھی فتوی دیا تو ابن حبیب نے کہا کہ اس کا خون میری گردن پر ہے کیا رب العزت جس کی ہم عبادت کرتے ہیں گالی دیا جاوے اور ہم اس بدلہ نہ لیں تو ہم اس وقت اس کے برے بندہ ہیں اور ہم اس کی عبادت کرنے والے نہیں اور (یہ کہہ کر) رو پڑے اور مجلس عبدالرحمن بن الحکم امیر قرطبہ کی جانب مرفوع ہو گئے اور عجب اس ملزم ماخوذ کی پھوپھی کا نام ہے۔ اور اس کو اختلاف فقہاء کی خبر دے گئی تو اس کے پاس سے ابن حبیب اور ان کے رفیق (اصبغ بن خلیل) کے قول کے قبول کرنے کا اذن خارج ہوا اور اس نے اس کے قتل کا حکم دیا تو وہ دونوں فقیہوں کے موجودی میں قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا اور نیز اس تہمت کے سبب کہ قاضی نے اس معاملہ میں مداہنت برتی ہے اس نے اس کو معزول کر دیا اور بقیہ فقہاء کو بھی زجر و توبیخ کی اور برا کہا۔ اور رہا وہ شخص جس سے یہ بیہودہ بات اور لغزش اتفاقاً صادر ہو تو جب تک یہ فعل منقصت اور تحقیر کی حد کو نہ پہنچے اس وقت تک حسب اقتضاء لغزش مذکور اور شناعت مطالب اور صورت حال قائل اور تفصیل سبب اور باعث کلام کے اس کو تادیب کرنا چاہئے۔ اور کسی نے ابوالقاسم رحمۃ اللہ سے اس شخص کا حکم دریافت کیا تھا جس نے کسی کا نام لے کر آواز دی اور اس نے کہا لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ شخص جاہل ہے یا اس نے یہ کلمہ ازراہ بیوقوفی کہا ہی تو اس پر کچھ نہیں قاضی ابوالفضل (مصنف) رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ ان کے اس قول کی (کہ اس پر

کچھ نہیں) یہ شرح ہے کہ اس پر قتل نہیں اور جاہل کو ڈانٹنا اور سکھانا اور کم عقل کو ادب دینا چاہئے اور اگر اس نے اس کلمہ کو اس اعتقاد سے کہا ہی کہ اس نے اس کو خدا کے برابر سمجھا ہے تو وہ کافر ہو گیا یہ اس کے قول کا مقتضا ہے اور اس امر میں اکثر شعرا نے جو جاہل اور متہم ہیں زیادتی کی ہے اور انہوں نے اس حرمت عظیم کا استخفاف کیا ہے تو انہوں نے وہ بیہودہ باتیں بکی ہیں جن کے ذکر سے ہم اپنی کتاب اور زبان اور قلم کو بچانا چاہتے ہیں اور اگر ہم کو ان مسائل پر نص کرنا مقصود نہ ہوتا جن کو ہم ذکر کر آئے ہیں تو ہم امور مذکورہ میں سے ایک امر بھی ایسا ذکر نہ کرتے جس کا کہ بیان کرنا ہم پر گراں ہے اور رہا وہ امر جو اسباب میں بعض اہل جہالت اور بطالت سے سرزد ہوا ہے جیسے بعض عرب کا یہ قول رب العباد مالنا ومالکا - قد کنت تسقیهنا فی بدالک انزل علینا الغیث لاابالکا۔ اسی قسم کے جاہلوں کے اور کلام جن کو کہ تازیانہ شریعت اور علم نے سیدھا نہیں کیا سو یہ باتیں زیادہ تر انہیں لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں جو جاہل ہیں اور جن کو اسباب میں تعلیم اور تادیب دینے اور زجر اور توبیخ فرمانے اور ایسی بات کے دوبارہ کہنے سے روکنے کی سخت ضرورت ہے اور ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ یہ کلام میں جرائت ہے اور اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔ اور ہم نے عون بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ان نے کہا کہ تم اپنے رب کو اس سے بچاؤ کہ اس کو ہر بات میں ذکر کیا کرو یہاں تک کہ کوئی یہ بھی نہ کہے کہ خدا کتے کو رسوا کرے اور اس کے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ اور ہمارے مشائخ میں سے جن کو کہ ہم نے پایا ہی بعض ایسے بھی تھے جو غیر طاعت میں اللہ عزوجل کا بہت ہی کم ذکر کرتے تھے اور جب کسی انسان کو دعا دیتے تو کہتے تھے جزیت خیرا کہ تم نیک بدلا دیا جاوے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ یہ کہیں جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا۔ کہ اللہ تجھ کو جزاء خیر دے اور ان کا یہ فعل محض تعظیم اسم الٰہی اور اس امر کے سبب تھا کہ کہیں غیر طاعت میں اللہ کا نام زیادہ نہ مستعمل ہونے پاوے اور ہم سے ایک ثقہ نے بیان کیا ہے کہ تعظیم نام پاک رب العزت کے سبب ابوبکر شاشی اہل کلام پر اس امر کی نکتہ چینی کرتے تھے کہ وہ اللہ عزوجل کے نام اور صفات کا بہت ذکر کرتے ہیں اور کہتے تھے کہ ان لوگوں نے (نعوذ باللہ) اللہ عزوجل کو مندیل بنا لیا ہے اور اسباب میں کلام کرنے کو ویسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ باب شاتم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم ان وجوہ کو بسط اور تفصیل کے ساتھ بیان کر آئے ہیں اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

فصل 7

اور اس شخص کا بھی جو اللہ سبحانہ و تعالی کے دوسرے نبیوں اور فرشتوں کو گالی دے یا ان کا استخفاف کرے یا ان کی اس امر میں تکذیب کرے جس کو کہ وہ لائے ہیں یا وہ انکا انکار کرے وہی حکم ہے جو ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جیسا کہ اس کو بالتفصیل ہم اول بیان کر آئے ہیں فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ترجمہ بے شک جو لوگ منکر ہوتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ جدائی ڈالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ پکڑیں درمیان اس کے ایک راہ یہی لوگ ہیں کافر سچے اور تیار کر رکھی ہے ہم نے واسطے منکروں کے ذلت کی مار انتہی۔ اور فرمایا اللہ تعالی نے قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ترجمہ تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ کو اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراھیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنی رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے انتہی اور فرمایا ہے کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ترجمہ سب نے مانا اللہ کو اور اس کی فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں سے انتہی۔ اور امام مالک نے کتاب ابن حبیب اور محمد (بن المواز) میں اور اسی کے موافق قاسم اور ابن الماجشون اور ابن عبدالحکم اور اصبغ اور سحنون نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جو جملہ انبیاء کرام یا ان میں سے ایک کو گالی دے یا ان کے تنقیص کرے کہ وہ قتل کیا جاوے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جاوے اور اہل ذمہ میں سے جو کوئی ان کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے مگر یہ کہ وہ اسلام لے آوے اور سحنون نے ابن القاسم سے روایت کیا ہے کہ جو کوئی یہودی یا نصرانی انبیاء کرام کو غیر اس وجہ کے ساتھ گالی دے جس کے ساتھ کہ وہ کافر ہوا ہے اس کی گردن ماری جاوے مگر یہ کہ وہ اسلام لے آوے اور خلاف اس اصل کا پہلے مذکور ہو چکا ہے اور قاضی قرطبہ سعید بن سلیمان

نے اپنے بعض جوابات میں کہا ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے۔ اور سحنون نے کہا کہ جو کوئی کسی فرشتہ کو گالی دے تو اس پر قتل لازم ہے اور تو اور میں امام مالک رحمتہ اللہ سے اس شخص کے حق میں وارد ہوا ہے جس نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی میں خطا کی ورنہ حقیقت میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی تھے کہ اس سے توبہ طلب کی جاوے پس اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کیا جاوے اور اسی کے مثل سحنون سے بھی مروی ہوا ہے اور یہ روافض میں سے غرابیہ کا قول ہے۔ اور یہ فرقہ اس نام کے ساتھ اس وجہ سے موسوم ہوا ہے کہ انہوں نے کہا ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ غراب (یعنی کوے) سے بھی زیادہ مشابہ تھے۔ اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ نے بربناء اصل خود کہا ہے کہ جو کوئی کسی نبی کی تکذیب یا تنقیص کرے یا اس سے بری ہو وہ مرتد ہے۔ اور ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ نے اس شخص کے حق میں کہا ہے کہ جس نے دوسرے سے کہا کہ اپنا منہ ہے جیسا خازن نار غصہ بھرے کا منہ ہو کہ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اس نے اس کلام سے مذمت فرشتہ مراد لی ہے تو وہ قتل کیا جاوے۔ قاضی ابوالفضل (مصنف کتاب) رحمتہ اللہ نے کہا ہے اور یہ سب اس شخص کے حق میں ہے جس نے اس امر کے ساتھ جو ہم کہہ آئے ہیں تمام فرشتوں یا نبیوں کے حق میں یا کسی خاص فرشتہ یا خاص نبی کے حق میں کلام کیا ہو اور اس کا فرشتہ اور نبی ہونا ہم نے یا تو نص الٰہی سے ثابت کیا ہو یا بایں طور کہ اللہ عزوجل نے اس پر اپنی کتاب عزیز میں نص فرمائی ہو یا اس کے علم کو ہم نے ایسی خبر متواتر یا مشہور سے ثابت کیا ہو جس پر اجماع قطعی کے ساتھ اتفاق حاصل ہوا ہو جیسے جبرئیل اور میکائیل اور مالک اور خازن جنت اور دوزخ اور زبانیہ اور حاملین عرش اور وہ فرشتہ جو قرآن شریف میں مذکور اور مسطور ہیں اور ان میں سے وہ انبیاء کرام جن کا کہ اللہ عزوجل نے اس میں نام لیا ہو جیسے عزرائیل اور اسرافیل اور رضوان اور ملائکہ حافظین اور منکر اور نکیر جن کی کہ خبر کا قبول کرنا (بالاجماع) متفق علیہ ہے رہے وہ ملائکہ اور انبیاء کرام جن کے تعین پر اخبار ثابت نہیں ہوئی اور نہ ان کے فرشتہ یا نبی ہونے پر اجماع واقع ہوا ہے جیسے فرشتوں میں ہاروت اور ماروت اور (نبیوں میں خضر اور لقمان اور ذی القرنین اور مریم اور آسیہ (امرات فرعون) اور خالد بن سنان جن کی نسبت ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اہل رس کے نبی تھے اور زردشت جن کی نبوت کے مجوس اور مورخ مدعی ہیں تو ان کے گالی دینے والے اور ان سے کافر ہونے والے کا وہ حکم نہیں ہے جو ہم پیشتر بیان کر آئے ہیں کیونکہ ان کے لئے یہ حرمت ثابت نہیں ہوئی اور لیکن ان کو ان حضرات کے تنقیص اور اذا سے بھی جھڑکنا چاہئے اور ان کے مرتبہ عالی

کے موافق جن کی کہ شان میں یہ بات کہی گئی ہو قائل کو تادیب اور تنبیہ کرنا چاہئے اور خاص کر ان حضرات کا تنقیص اور اذا سے تو (اور بھی روکنا چاہئے) جن کی کہ صدیقیت اور فضیلت ثابت ہو چکی ہو گو ان کی نبوت نہ ثابت ہوئی ہو اور رہا ان حضرات کی نبوت یا کسی اور کے فرشتہ ہونے کا انکار کرنا سو اگر وہ شخص جو اسبارے میں کلام کرتا ہے عالم ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ایسے امور میں علما کا اختلاف ہوا ہی کرتا ہے اور اگر کوئی عامی ہے تو اس کو ایسی امر میں مبتلا ہونے سے روکنا چاہئے اور اگر وہ پھر کرے تو اس کو تادیب کرنا چاہئے کیونکہ ان کو اسے امور میں کلام کرنا جائز نہیں ہے اور سلف صالحین نے تو ایسے امور میں کلام کرنے کو علما کے لئے بھی مکروہ جانا ہے جن سے کوئی عمل متعلق نہ ہو چہ جائیکہ عوام۔

فصل 8

اور معلوم کرنا چاہئے کہ جو کوئی قرآن شریف یا مصحف مجید یا اس کے کسی جزو کا استخفاف کرے یا ان دونوں کو گالی دے یا اس کا کلاً یا جزواً انکار کرے یا اس میں سے کسی ایسے حکم یا خبر کی تکذیب کرے جس کی کہ اس میں صراحت کی گئی ہے یا کسی ایسی شے کو ثابت کرے جس کی کہ اس نے نفی کی ہو یا کسی ایسی شے کی نفی کرے جس کو کہ اس نے ثابت کیا ہے اور وہ اس سے واقف بھی ہے اور وہ یہ انکار اور اثبات اور شک (جو کچھ کر رہا ہے) جان بوجھ کر کرتا ہے (نہ سہوا اور نسیان سے) یا وہ ان امور میں سے کسی امر میں شک کرتا ہے تو وہ اہل علم کے نزدیک بالاجماع کافر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ترجمہ اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی۔ انتہیٰ۔ ہم سے فقیہ ابوالولید نے بسند خود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں شک یا جھگڑا کرنا کفر ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو کوئی مسلمان کتاب اللہ کی کسی آیت کا منکر ہو تو اس کی گردن مارنا حلال ہے اور علی ہذا اگر وہ توراۃ اور انجیل اور ان کتابوں کا انکار کرے جو اللہ عزوجل کی جانب سے نازل ہوئی ہیں یا ان سے کافر ہو یا ان کو لعنت کرے یا ان کو گالی دے یا ان کا استخفاف کرے تو وہ بھی کافر ہے اور نیز مسلمانوں نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ قرآن شریف جو اقطار ارض میں پڑھا جاتا ہے اور مصاحف میں جو لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے لکھا ہوا اور اس کو الحمد للہ رب العالمین سے لے کر آخر قل اعوذ برب الناس تک دونوں

دفتیوں نے جمع کر رکھا ہے وہ اللہ رب العزت کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس کے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب حق ہے اور جو کوئی اس میں سے قصداً اور عمداً ایک حرف گھٹاوے یا ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف بدلے یا اس میں کوئی ایسا حرف زیادہ کرے جس کو کہ مصحف مجید (جس پر کہ اجماع ہو چکا ہے) شامل نہیں اور بالا جماع قرآن کا حرف نہ ہو تو وہ کافر ہے۔ اور اسی واسطے امام مالک کی رائے ہے کہ جو شخص بہتان کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے قتل کیا جاوے کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے اور جو کوئی قرآن کی مخالفت کرے وہ قتل کیا جاوے کیونکہ وہ اس امر کا مکذب ہے جو اس میں ہے۔ اور ابن القاسم نے کہا ہے کہ جو کوئی یہ کہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا تو وہ قتل کیا جاوے اور یہی عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے۔ اور محمد بن سحنون نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جس نے کہا کہ معوذتین یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس کتاب اللہ سے نہیں ہیں اس کی گردن ماری جاوے مگر یہ کہ وہ توبہ کرے اور علی ہذا جو کوئی اس میں سے ایک حرف کی بھی تکذیب کرے (کہ اس کی بھی گردن ماری جائے) کہا ہے اور ایسا ہی اگر کسی گواہ نے کسی شخص پر اس امر کی گواہی دی کہ اس نے کہا کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام نہیں کیا اور دوسرے نے اس پر گواہی دی کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل نہیں پکڑا (کہ وہ قتل کیا جاوے) کیونکہ اس امر پر دونوں گواہ متفق ہیں کہ اس نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی اور ابو عثمان نے کہا ہے کہ جو لوگ توحید کا مذہب رکھتے ہیں وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ تنزیل کے ایک حرف کا بھی انکار کرنا کفر ہے اور ابوالعالیہ رحمتہ اللہ کی عادت تھی کہ جب ان کے نزدیک کوئی شخص قرآن پڑھتا (اور ان کو وہ قرات نہ معلوم ہوتی) تو وہ اس سے یہ نہ کہتے کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تو نے پڑھا ہے بلکہ یوں کہتے کہ میں تو ایسا پڑھتا ہوں تو کسی ذریعہ سے یہ بات ابراہیم (نخعی یا تیمی) کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میرا یہ خیال ہے کہ کہیں انہوں نے یہ سنا ہے کہ کوئی قرآن کے ایک حرف کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس کسی نے قران کی ایک آیت کا بھی انکار کیا تو وہ سارے ہی قران کا منکر ہو گیا اور اصبغ بن الفرج نے کہا ہے کہ جس کسی نے بعض قرآن کو جھٹلایا تو اس نے کل ہی قرآن کو جھٹلایا اور جس نے اس کو جھٹلایا وہ اس سے کافر ہوا اور جو اس سے کافر ہوا وہ اللہ سے کافر ہوا۔ اور نیز کسی نے قابسی سے اس شخص کا حکم دریافت کیا تھا جو ایک یہودی سے جھگڑا تھا پس اس نے تورات کی قسم کھائی تو اس نے کہا کہ خدا تورات کو لعنت کرے اور اس پر اس امر کی ایک شخص نے گواہی دی پھر

دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اس نے اس سے اس قضیہ کو دریافت کیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے تو تورات یہود کو لعنت کی ہے تو اس پر ابوالحسن مذکور نے جواب دیا کہ ایک گواہ سے قتل ثابت نہیں ہوتا اور دوسرے نے معاملہ کو ایسی صفت کے ساتھ معلق کر دیا ہے جو تاویل کا محتمل ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ یہود کو ان کی تبدیل اور تحریف کے سبب اس تورات کا متمسک ہی نہ جانتا ہو جو اللہ کے نزدیک سے ہے اور اگر گواہان مذکور مجرد تورات کی لعنت پر متفق ہو جاتے تو پھر تاویل کا دروازہ تنگ ہو جاتا۔ اور نیز فقہاء بغداد نے استتابت ابن شنبو پر جو کہ مقرئین کا امام اور صاحب صدر تھا ابن مجاہد کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ وجہ اس استتابت کی یہ تھی کہ وہ قرات حروف شاذہ کو جو مصحف میں نہیں ہیں خود بھی پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی پڑھایا کرتے تھے اور ان پر اس سے رجوع اور توبہ کرنے پر انہوں نے ایک محضرنامہ کیا تھا جس میں انہوں نے اپنے نفس پر مجلس وزیر ابی علی بن مقلہ میں 323ء میں اس امر کی گواہی دی تھی اور جن فقہاء نے ان پر اس امر کا فتوی دیا تھا ان میں ابو بکر الابہری وغیرہ (جیسے فقہاء) شامل تھے۔ اور ابو محمد بن زید نے اس شخص کے حق میں تادیب کا فتوی دیا ہے جو کسی بچہ سے کہے کہ خدا تیرے معلوم پر اور اس شے پر لعنت کرے جو اس نے تجھ کو سکھایا ہے اور کہا کہ میری تو یہ مراد تھی کہ اس نے اس کو برا ادب دیا ہے اور قرآن (پر لعنت کرنا مراد نہ تھا اور ابو محمد (بن ابی زید) نے کہا ہے کہ جو کوئی مصحف مجید کو لعنت کرے وہ قتل کیا جاوے۔

فصل 9

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آل امجاد اور ازواج مطہرات اور اصحاب اخیار کو گالی دینا اور ان کی منقصت کرنا حرام اور اس کا کام کرنے والا ملعون ہے ہم سے قاضی شہید ابو علی رحمۃ اللہ نے بسند خود عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میرے اصحاب میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ (ملامت) مت بنا لینا سو جو کوئی ان کو محبوب رکھے گا وہ ان کو میری محبت کے سبب محبوب رکھے گا اور جو کوئی ان کو دشمن رکھے گا سو وہ ان کو میری دشمنی کی سبب دشمن رکھے گا اور جس نے ان کو ایذا دی سو اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی سو اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو پکڑ لے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میرے اصحاب کو گالی مت دو سو جو کوئی ان کو گالی دے سو اس پر اللہ عزوجل کی اور اس کے فرشتوں کی اور سب کی پھٹکار ہے اور اللہ عزوجل اس

سے نہ نفل قبول فرماوے گا اور نہ فرض اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کو گالی مت دینا کیونکہ آخر زمانہ میں ایک ایسی قوم آوے گی جو میرے اصحاب کو گالی دیں گے تو تم نہ ان پر نماز پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ اس کے ساتھ نکاح اور بیاہ کرنا اور نہ ان کے پاس نشست اور برخاست اختیار کرنا اور اگر وہ بیمار ہوں تو تم ان کی عیادت بھی نہ کرنا۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری اصحاب کو گالی دے اس کو مارو اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو معلوم کرایا ہے کہ ان کا گالی دینا اور ستانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستانا اور ایذا دینا ہے اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایذا دینا حرام ہے۔ اور فرمایا کہ مجھ کو میرے اصحاب میں ایذا مت دو اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور فرمایا ہے کہ مجھ کو عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارہ میں ایذا مت دو اور حضرت فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ وہ میرا ٹکڑہ (یعنی لخت جگر) ہیں جس سے ان کو ایذا پہنچتی ہے اس سے مجھ کو بھی ایذا ہوتی ہے اور ایسے اشخاص میں (جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہا کو گالی دیں) علما نے اختلاف کیا ہے سو اسباب میں مذہب مشہور امام مالک رحمۃ اللہ کا اجتہاد اور تادیب موسع ہے یعنی حسب حالت۔ حتبلہ اور اجتہاد حاکم اس کو سخت سزا دینا چاہئے جس سے اس کو تکلیف پہنچے امام مالک رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے قتل کیا جاوے اور جو کوئی آپ کے اصحاب کو گالی دے اس کو تادیب کی جاوے اور یہ بھی کہا ہے کہ جو کوئی اصحاب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی صحابی کو گالی دے مثلاً ابابکر الصدیق یا عمر بن الخطاب یا عثمان بن عفان یا معاویہ بن ابی سفیان یا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم تو اگر اس نے یہ کہا ہے کہ وہ گمراہ اور کافر تھے تو وہ قتل کیا جاوے اور اگر اس کے سوا اس نے کسی اور امر کے ساتھ گالی دی ہے جو لوگ باہم ایک دوسرے کو دیتے ہیں تو اس کو سخت تادیب کی جاوے۔ اور ابن حبیب نے کہا ہے کہ شیعوں میں سے جو کوئی بغض عثمان غنی اور ان سے تبری کرنے میں غالی ہو اس کو سخت تادیب کرنا چاہئے اور جو کوئی بغض ابی بکر الصدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما میں (حد سے) بڑھ جاوے اس کو اور زیادہ سزا دینی چاہئے اور اس کو بار بار مارنا چاہئے اور مدت تک قید رکھا جاوے یہاں تک کہ وہ مرجاوے اور گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا وہ اور کسی کی گالی میں قتل نہ کیا جاوے۔ اور سحنون نے کہا ہے کہ جو کوئی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کو کافر کہے علی کرم اللہ وجہہ ہوں یا عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا ان کے سوا کوئی اور صحابی تو اس کو خوب دردناک مار ماری جاوے اور ابو محمد بن ابی طالب رضی اللہ

عنہم کی نسبت یہ کہے کہ وہ گمراہ اور کافر تھے تو وہ قتل کیا جاوے اور جو کوئی ان کے سوا کسی اور صحابی کو ایسی گالی دے تو اس کو سخت سزا دی جاوے اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہوا ہے کہ جو کوئی ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کے کوڑے مارے جاویں اور جو کوئی عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے وہ قتل کیا جاوے کسی نے ان سے کہا کہ کیوں تو انہوں نے جواب دیا کہ جو کوئی ان کو تہمت لگائے وہ قرآن کا مخالف ہے اور ابن شعبان نے ان سے نقل کیا ہے کہ (اس کی یہ وجہ ہے کہ) اللہ عزوجل نے فرمایا ہے یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِہٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ترجمہ اللہ تم کو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر تم یقین رکھتے ہو انتہی۔ پس اس فرمانا عالیشان کے بعد بھی جو کوئی ایسا کرے وہ کافر ہے۔

اور ابوالحسن صیقلی نے بیان کیا ہے کہ قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا ہے کہ جب اللہ عزوجل نے قرآن شریف میں اس امر (نازیبا) کا ذکر کیا ہے جو مشرکین نے اس سبحانہ و تعالیٰ کی جانب منسوب کیا ہے تو سبحانہ و تعالیٰ نے اکثر آیتوں میں اپنی ذات پاک کی تنزیہ فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ اور جب سبحانہ و تعالیٰ نے اس امر کا ذکر فرمایا جو منافقوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب منسوب کیا تھا اور فرمایا وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ قُلۡتُمۡ مَّا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِہٰذَا۔ تو ان کی براءت میں بھی اپنی ذات اقدس کی ویسی ہی تنزیہ فرمائی جیسے کہ اپنی تنزیہ کرتے وقت فرمائی تھی (اور فرمایا سُبۡحٰنَکَ ہٰذَا بُہۡتَانٌ عَظِیۡمٌ اور یہ امام مالک رحمتہ اللہ کے اس قول کی دلیل ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گالی دینے والا قتل کیا جاوے اور معنی اس کے واللہ اعلم یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی گالی کو ویسا ہی عظیم اور بھاری جانا ہے جیسا کہ آپ نے گالی کو اور ان کی گالی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گالی ہے اور آپ کی گالی کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی گالی اور اذا کی ساتھ مقترن کیا ہے (اور فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا) اور جو کوئی اللہ رب العزت کو گالی دے اس کا حکم قتل ہے تو اس شخص کا بھی یہی حکم ہوگا جو اس کے نبی کو اذا دے جیسا کہ ہم اس کو اول بیان کر آئے ہیں اور ایک شخص نے کوفہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی تو وہ موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کے سامنے لایا گیا تو کسی نے کہا کہ اس کو کون لایا ہے یا اس کے گالی دیتے وقت کون حاضر تھا تو (قاضی) ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ میں نے تو اس کے اسی کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈا اور اس کے بچھنے لگانے والوں کے حوالہ کیا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے کہ انہوں نے عبیداللہ بن عمر کو جب کہ انہوں

نے شداد بن اوس کو گالی دی تھی زبان کاٹنے کی دھمکی دی تھی تو ان سے اس بارے میں کسی نے کہا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو کہ میں اس کی زبان کاٹ ڈالوں تاکہ اس کے بعد کوئی شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی نہ دینے پاوے اور ابو ذر الروی نے روایت کیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر لایا گیا جو انصار کی ہجو کرتا تھا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ صحابی نہ ہوتا تو میں تم کو اس سے کفایت کرتا۔ امام مالک رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ جو کوئی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی صحابی کی منقصت کرے تو اس کا اس فی میں کچھ حق نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس فی کو تین قسم میں منقسم فرمایا ہے پس فرمایا ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ترجمہ (یہ مال) واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے (ہے) جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے رہے ہیں فضل اللہ کا اور رضامندی اس کی اور مدد دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو یہی لوگ ہیں سچے۔ انتہی۔ پھر فرمایا ہے وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ترجمہ اور جو جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ آوے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں غرض اس چیز سے جو ان کو ملا اور اول رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر بھوک انتہی اور یہ انصار ہیں۔ پھر فرمایا ہے وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ترجمہ اور واسطے ان کے جو آئے ان سے پیچھے کہتے ہوئے اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہنچے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر ایمان والوں کا اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔ انتہی۔ پس جو کوئی ان کی تنقیص کرے سو فی المسلمین میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور کتاب ابن شعبان میں ہے کہ جس کسی نے ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی یہ کہا کہ وہ بدکار عورت کا لڑکا ہے اور ان کی ماں مسلمان ہے تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اس کے دو حدیں ماری جاویں ایک ان صحابی کے سبب اور دوسری ان کی والدہ کے سبب اور میں اس کو ایسا قرار نہ دوں گا جیسا کوئی شخص ایک کلمہ میں بہت سے لوگوں کو تہمت بد لگاوے (کہ اس کے ایک ہی حد ماروں)

اس واسطے کہ اول تو ان کو اوروں پر فضیلت حاصل ہے اور دوسرے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے کسی صحابی کو گالی دے تو تم اس کے کوڑے مارو۔ کہا ہے اور جو کوئی کسی صحابی کی والدہ کو زنا کی تہمت لگاوے اور وہ کافرہ ہو تو اس کو بہتان کی حد ماری جاوے کیونکہ یہ اس صحابی کی گالی ہے پس اگر ان صحابی کی اولاد سے کوئی شخص زندہ ہو تو وہ اس حق واجب کا مدعی اور مطالب ہو گا ورنہ جو کوئی مسلمان کھڑا ہو جاوے گا وہی مدعی ہو گا اور امام پر اس کے دعوی کا قبول کرنا واجب ہو گا کہا ہے کہ یہ اور لوگوں کا سا حق نہیں ہے کیونکہ حق صحبت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب ان کی حرمت اوروں سے بہت زیادہ ہے اور اگر اس کو کسی امام نے سنا ہے اور اس کے کہتے وقت وہ حاضر تھا تو وہی اس پر حد قائم کرنے کا ولی ہو گا کہا ہے اور جو کوئی ازواج مطہرات نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور بی بی کو گالی دے تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ قتل کیا جاوے اور دوسرا یہ کہ وہ دوسرے صحابہ کے مثل ہے اس کو مفتری کی حد ماری جاوے کہا ہے اور میں پہلے قول کے موافق کہتا ہوں۔ اور ابو مصعب نے امام مالک سے اس شخص کے حق میں روایت کیا ہے جو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ناتہ دار کو گالی دے کہ اس کو ایسی مار ماری جاوے جس سے اس کو تکلیف پہنچے اور اس کی تشہیر کی جاوے اور اسی کو مدت تک قید رکھا جاوے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہو کیونکہ یہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استخفاف ہے اور ابو المطرف شعبی فقیہ مالقہ نے اس شخص کے حق میں فتوی دیا ہے جس نے رات کے وقت عورت کے حلف لینے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر وہ (سیدنا) ابی بکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) کی بھی بیٹی ہوتی تو اس سے بھی دن ہی کو حلف لیا جاتا اور بعض ان لوگوں نے جو فقیہ کہلاتے تھے اس کے اس قول کی تصویب کی تھی تو ابو المطرف نے کہا کہ اس کا صاحبزادی ابی الصدیق رضی اللہ عنہ کا ایسے بے محل ذکر کرنا اس پر ضرب شدید اور قید طویل کو واجب کرتا ہے اور جس فقیہ نے اس کے اس قول کو صواب بتایا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کو بالعوض فقیہ کے فاسق کہا جاوے تو اسباب میں اس کی جانب پیشقدمی کی جاوے اور اس کو خوب زجر و توبیخ کی جاوے اور اس کا نہ فتوی قبول کیا جاوے اور نہ شہادت اور اس کا یہ فتوی اس کے حق میں بڑا جرح ہے اور وہ اللہ کی راہ میں مبغوض رکھا جاوے اور ابو عمیران نے اس شخص کے حق میں کہا ہے جس نے کہا کہ اگر مجھ پر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی گواہی دیتے (تو مثلاً کیا پروا تھی) تو اگر اس نے اپنے اس قول سے ان کی شہادت مراد لی ہے کہ ایسے معاملہ میں تنہا ان کی شہادت بھی ناکافی ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر اس نے اس کے سوا

کوئی اور معنی مراد لئے ہیں (جو اہانت اور تنقیص کے مقتضی ہیں) تو وہ اتنا مارا جاوے کہ مرنے کے قریب ہو جاوے اور اس مقالہ کو انہوں نے امام مالک رحمتہ اللہ سے روایتہً ذکر کیا ہے۔
قاضی ابوالفضل رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس جگہ پر ہمارا وہ قول منتہی ہو گیا جس میں ہم نے کلام کرنا چاہا تھا اور ہماری وہ غرض بھی تمام کو پہنچ گئی جس کا کہ ہم نے قصد کیا تھا اور وہ شرط بھی پوری ہو گئی جس کی کہ ہم نے امید کی تھی اور جس کا کہ ہم نے التزام کیا تھا کہ اس کی ہر ہر قسم طالب کے لئے کافی وافی شافی ہو اور اس کے ہر ہر باب میں اس کے مقصود کے لئے طریق واسع اور حجت واضح موجود ہو۔ اور میں نے اس میں وہ نکات نادرہ ظاہر کئے ہیں جو نہایت غریب اور بدیع ہیں اور میں نے اس میں وہ تحقیقات نفیسہ جمع کی ہیں جو اس سے پہلے اکثر تصانیف اور تالیف میں جمع نہیں ہوئیں اور میں نے ان کو بہت سی فصلوں میں ودیعت رکھا ہے اور مجھ کو یہ امر زیادہ محبوب تھا کہ مجھ کو کوئی ایسا شخص دستیاب ہوتا جس نے اسباب میں مجھ سے پہلے بسط اور تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہوتا یا کوئی ایسا مقتدی میسر آتا جو اپنی کتاب یا زبان سے مجھ کو فائدہ پہنچاتا تاکہ اس کی روایت کے سبب میں اس شے سے مستغنی ہوتا جس کی کہ روایت اور اشاعت کا میں خود کفیل بنا ہوں۔ اور اسباب میں اللہ عزوجل سے میری التجا اور استدعا ہے کہ وہ اس شے کو قبول اور اپنی رضا کے ساتھ مخصوص فرماوے جس کے ساتھ کہ اس نے ہم پر احسان کیا ہے اور اس سے اس تحسین اور تزئین اور تصنع کو معاف فرماوے جو اس میں غیر اللہ کے لئے کی گئی ہو اور اپنے کرم جزیل اور عفو عمیم سے ہماری اس تقصیر کو معاف فرماوے اس واسطے کہ ہمنے اس کتاب میں اس کے برگزیدہ اور امین وحی (سیدنا و حبینا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شرف و کرامت کو اکٹھا کیا ہے اور ان کے فضائل حمیدہ (اور خصائل جمیلہ) کے تتبع کی غرض سے اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا ہے اور اظہار آپ کے خصائص جلیلہ اور وسائل قویہ میں اپنے دل (اور دماغ) سے کام لیا ہے اور ہماری جان اور تن کو اپنی دھکتی آگ سے محفوظ اور مصؤن رکھے اس سبب سے کہ ہم نے آپ کی عرض کریم کی حمایت کی ہے۔ اور ہم کو ان لوگوں میں شامل کرے جو آپ کے حوض سے نہ بھگائے جاویں گے جب کہ دین کے تبدیل کرنے والے آپ کے حوض سے کھدیڑے جاویں گے اور اس کتاب کو ہمارے اور اس شخص کے لئے جو اس کے لکھنے اور حاصل کرنے کا اہتمام کرے ایسا سبب اور ذخیرہ بنا دے جو ہم کو اس کے اسباب موصلہ کی جانب واصل کرے اور وہ ہمیں اس روز نصیب ہو جس دن کہ ہر جی اپنی کی ہوئی نیکی کو موجود پاوے جس سے ہم اس کی رضا اور ثواب جزیل کو جمع کریں اور ہم کو خاص ہمارے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمرہ آپ

کی جماعت کے ساتھ مخصوص فرماوے اور ہم کو جماعت اولی اور ان لوگوں میں محشور کرے جو آپ کی شفاعت کے سبب باب ایمن سے داخل ہوں گے اور ہم اس امر پر اللہ سبحانہ وتعالی کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو اس کے جمع کرنے کی ہدایت فرمائی اور ادراک حقائق ان امور کے لئے جو ہم نے اس میں ودیعت رکھنے میں ہماری بینائی کو کھول دیا اور ہم کو اس کی سمجھ عطا فرمائی اور ہم اس بزرگ و برتر سے اس دعا سے پناہ چاہتے ہیں جو مسموع نہ ہو اور نیز اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے اور اس عمل سے جو اللہ کی جانب مرفوع نہ ہو پس وہ بڑا جواد اور کثیر العطا ہے اس سے امید رکھنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا اور جس کو وہ رسوا کرے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور نہ وہ طالبین کی دعا کو رد کرتا ہے اور نہ وہ مفسدوں کے عمل کی اصلاح کرتا ہے اور ہم کو وہی بس ہے اور وہ اچھا کارساز ہے